

منطق و فلسفہ، مشہور شاعر و ادیب
بزرگوار کے امام
پیر غلام آزاد کی آٹھارہ سو ستاون کے ہمدرد
اور جنگ آزادی

حمد اللہ تعالیٰ

علامہ محمد فضائل حق خیر الادی

تخریر

علامہ سیول

الممتاز پبلی کیشنز لاہور

برصغیر کے امام منطق و فلسفہ، مشہور شاعر و ادیب
اور جنگِ آزادی اٹھارہ سو ستاون کے ہیرو

علامہ محمد فضل حق خیر آبادی

رحمہ اللہ تعالیٰ

== تحریر ==

سلمہ سیہول

الممتاز پبلی کیشنز، لاہور

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب ----- علامہ محمد فضل حق خیر آبادی

تحریر ----- علامہ سیدھول

پروف ریڈنگ --- انجینئر بابر سیدھول

تعداد ----- ۱۰۰۰

کمپوزنگ ----- الحجاز کمپوزرز، اسلام پورہ، لاہور فون: 7225944

ناشر ----- مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

طبع اول ----- محرم الحرام 1422ھ / 2001ء

صفحات ----- 446

باہتمام ----- حافظ ثار احمد قادری

قیمت ----- 165/-

مطبع ----- سید محمود احمد رضوی پرنٹنگ پریس، لاہور

ملنے کا پتا

مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ - لاہور

مکتبہ قادریہ، دربار مارکیٹ، لاہور Ph: 7226193

بسم الله الرحمن الرحيم

انتساب

بنام استاذی شیخ القرآن والحديث
عالم باعمل، پیکر سادگی و انکسار
حضرت مولانا مفتی محمد عبدالغفور نقشبندی مدظلہ العالی

فہرست

صفحہ نمبر	نمبر شمار و عنوان
11	1- تقدیم
25	2- سوانحی خاکہ
31	3- ذالی احوال
33	3.1- ولادت
34	3.2- سلسلہ نسب
"	3.3- علامہ فضل حق خیر آبادی کا خاندان
35	3.4- علامہ کے والد مولانا فضل امام
"	3.4.1- ملازمت
36	3.4.2- درس و تدریس
"	3.4.3- تصانیف
39	3.4.4- شادی و اولاد
40	3.4.5- وفات
42	3.5- علامہ کی تعلیم و تربیت
43	3.6- شادی و اولاد
44	3.7- دینداری
47	3.8- مہمانداری
48	3.9- ایسٹ انڈیا کمپنی میں ملازمت
49	3.10- ریاست جھجھر میں ملازمت
50	3.11- ریاست الور میں قیام

51	3.12-سہارن پور اور ٹونک میں قیام
52	3.13-رام پور میں ملازمت
53	3.14-دارالسلطنت لکھنؤ میں ملازمت
55	3.15-رام پور واپسی
"	3.16-الور میں ملازمت
56	3.17-دہلی میں جہاد آزادی کی قیادت
57	3.18-خیر آباد روانگی اور وہاں قیام
58	3.19-جزیرہ انڈیمان میں وفات
59	3.20-قطععات تاریخ اور مرثیے
61	4-سہی وادی احوال
63	4.1-اساتذہ
64	4.2-تدریس
66	4.3-تلامذہ
67	4.3.1-تلامذہ دہلی
68	4.3.2-سہارن پور اور کاندھلہ کے تلامذہ
"	4.3.3-تلامذہ رامپور
70	4.3.4-لکھنؤ اور الور کے تلامذہ
"	4.3.5-دیگر تلامذہ
71	4.4-تالیفات
84	4.5-مسئلہ امتناع النظر
94	4.6-پاک و ہند کے امام منطق و فلسفہ
96	4.7-علامہ بحیثیت قانون دان

97	4.8- کچھ علامہ کی ذہانت کے بارے میں
98	4.9- ہند کے مایہ ناز شاعر و ادیب و ناقد
105	4.10- علامہ کے معاصرین سے روابط
"	4.10.1- علامہ اور غالب
106	4.10.1.1- علامہ اور غالب ہم سن تھے
"	4.10.1.2- شعر و سخن کی ہم مذاقی
"	4.10.1.3- ترک اتباع بیدل اور انتخاب دیوان
108	4.10.1.4- غالب کا علامہ سے مشورہ سخن اور قبول اصلاح کلام
109	4.10.1.5- علامہ غالب کے راہنما اور استاد
110	4.10.1.6- غالب کے اخلاق و عادات کی اصلاح
111	4.10.1.7- غالب کی مالی مشکلات اور علامہ فضل حق
"	4.10.1.8- بے تکلفی اور ڈانٹ
112	4.10.1.9- غالب کے عقائد و مسئلہ امتناع النظیر
119	4.10.1.10- غالب کا مقدمہ جاسید اد میں علامہ سے رابطہ
120	4.10.1.10.1- فیروز پور جھڑ کا سے علامہ کے نام ایک منفرد معذرت
126	4.10.1.10.2- غالب کا بنارس سے علامہ کے نام رقعہ
"	4.10.1.10.3- غالب کلکتہ میں
"	4.10.1.10.4- غالب کے اخوان الصفا

128	4.10.1.10.5- غالب کے چارہ گر
130	4.10.1.10.6- غالب کا اندازِ شکوہ
	4.10.1.10.7- غالب کے نزدیک علامہ کا
133	علمی مقام
	4.10.1.10.8- ہم از حق ”فصلِ حق“ را
136	باز خواہم
	4.10.1.11- میں اور مولانا سے تغافل برتنے کی
137	گستاخی کروں!
	4.10.1.12- غالب نے پہلا قطعہ تاریخ والد
138	علامہ کیلئے کہا
	4.10.1.13- غالب کی علامہ سے اثر پذیری اور
"	انگریزوں سے نفرت
140	4.10.1.14- دربارِ رام پور میں غالب کی سفارش
144	4.10.1.15- اٹھارہ سو ستاون اور غالب
	4.10.1.16- غالب کی ۱۸۵۷ء کے بعد کی تحریریں
146	اور علامہ
147	4.10.1.17- فخرِ ایجاد و تکوین کا وصال اور غالب
148	4.10.2- علامہ اور مومن
150	4.10.3- علامہ اور آزرودہ
151	4.10.4- علامہ اور بہادر شاہ ظفر
152	4.10.5- علامہ اور مولانا فضل رسول بدایونی
154	4.10.6- علامہ اور منیر شکوہ آبادی

157	4.10.7- مولانا حیدر علی فیض آبادی
"	4.10.8- مولوی رشید الدین خان
158	4.10.9- نواب امیر خان رئیس ٹونک
159	4.10.10- نوابین رام پور
161	4.10.11- شیخ احمد عرب یمنی شروانی
163	4.10.12- مولانا مفتی خلیل الدین کاکوروی
"	4.10.13- نواب نقی علی خان
164	4.11- علامہ مشاہیر کی نظر میں
174	4.12- علامہ معترضین کی نظر میں
181	5- سیاسی احوال
183	5.1- ایسٹ انڈیا کمپنی میں ملازمت اور استعفیٰ
"	5.2- علامہ ایسٹ انڈیا کمپنی اور انگریزوں سے متنفر اور ان کے مخالف تھے
193	5.3- جنگ آزادی ۱۸۵۷ء
195	5.4- فتح دہلی سے سقوط دہلی، آخر کیوں؟
196	5.5- قائدین جنگ آزادی
"	5.5.1- بہادر شاہ ظفر
243	5.5.2- ملکہ زینت محل
247	5.5.3- مرزا الہی بخش
252	5.5.4- حکیم احسن اللہ خان
263	5.5.5- مفتی صدر الدین آزرودہ
269	5.5.6- شہزادہ مرزا مغل

279

5.5.7- جنرل بخت خان

304

5.6- قائدین جنگ آزادی کے بارے میں علامہ کا تجزیہ

310

5.7- جنگ آزادی اور علامہ فضل خیر آبادی

317

5.8- علامہ کا ذاتی اعتراف اور بیان

319

5.9- حاصل تحقیق

323

5.10- علامہ نے دنیا کا مختصر ترین آئین بنایا

328

5.11- فتویٰ جہاد اور علامہ

330

5.12- فتویٰ ہنومان گڑھی اور علامہ

332

5.13- سقوطِ دہلی کے بعد کے احوال

338

5.14- علامہ اور مقدمہ بغاوت

"

5.14.1- گرفتاری

345

5.14.2- فردِ جرم

352

5.14.3- فیصلہ

356

5.15- علامہ کا جرم

360

5.16- حقائق بیانی شعراء کی زبانی

361

6- عکس و نمونہ حیات

363

6.1- نقل استفتاء از اخبار النظم دہلی اردو

364

6.2- رام پور کے نواب یوسف علی خان کے نام خط

366

6.3- تثنیہیں حرماں خیر آبادی برنعت حضرت رضا بریلوی

369

6.4- علامہ کے شکستہ رسم الخط کا عکس

372

6.5- علامہ کے شکستہ رسم الخط کا عکس

377

6.6- شستہ سے بتدریج شکستہ رسم الخط میں تبدیلی کا عکس

385

6.7- بادشاہ اکبر ثانی کے نام درخواست

388

6.8- علامہ کے وضع کردہ آئین کے اصل مسودہ کا عکس

393

6.9- آئین کا انگریزی ترجمہ از مہدی حسین

398

6.10- قصیدہ نونیہ، در بیان جنگ آزادی ۱۸۵۷ء

433

مصادر و مراجع

باب 1

تقریر

تقدیم

علامہ محمد فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر پاک و ہند کے منطق و فلسفہ کے امام۔ ماہر علم کلام۔۔۔ دنیا کا مثالی و مختصر ترین اور اردو زبان میں پہلا آئین بنانے والے قانون دان۔۔۔۔۔ عربی کے نمائندہ شاعر و ادیب۔۔۔۔۔ فارسی زبان و ادب کے ماہر کامل۔۔۔۔۔ اردو زبان و ادب کے محسن، نقاد، غالب ساز و مومن شناس۔۔۔۔۔ مجالس علماء، ادباء، شعراء، امراء و روساء کے صدر نشین۔۔۔۔۔ آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کے ہم جلس، مشیر و معتمد۔۔۔۔۔ انگریزوں کے سب سے بڑے مخالف اور دشمن۔۔۔۔۔ اور جنگ آزادی اٹھارہ سو ستاون کے ہیرو تھے۔

اس فضیلت و مرتبت کے باوجود انکی کوئی جامع سوانح حیات مرتب نہیں کی گئی، نہ انکی حیات میں اور نہ بعد میں۔ ڈیڑھ صدی قبل سر سید احمد خان نے علامہ فضل حق کی وفات سے چودہ سال (14) پہلے ”آثار الصنادید“ مصنفہ 1846ء (یعنی تذکرہ اہل دہلی) میں، اختصار کے ساتھ مگر جن شاندار الفاظ میں علامہ کی مدح سرائی کی ہے اس سے انکی جامع سوانح حیات کی عدم موجودگی پر حیرت و تشنگی اور بڑھتی ہے۔

ڈاکٹر محمد ایوب قادری اس پر حیرت و استعجاب کا اظہار یوں کرتے ہیں:

”ان کے تلامذہ کا حلقہ بھی وسیع تھا جس میں اس دور کے مشہور علماء شامل تھے، انکے صاحبزادے مولانا عبدالحق خیر آبادی صدر نشین اصحاب علم و فضل تھے، خاندان میں علمی روایات متواتر رہیں، مگر افسوس کہ علامہ فضل حق کی سیرت و سوانح کے بارے میں ہمیں ان بزرگوں سے تحریری صورت میں کچھ نہ ملا، ہم عشرتذکروں میں بھی بہت مختصر ذکر ملتا ہے۔“ ۲

۱۔ تذکرہ اہل دہلی، ص: ۱۳۰ تا ۱۳۲۔ یا گلے نجات میں ”علامہ مشاہیر کی نظر میں“ ص: ۱۶۳، ۱۶۵، ۱۶۶ حوالہ دیکھئے۔

۲۔ دیکھئے ”مولانا فضل حق خیر آبادی“، مجموعہ مقالات مرتبہ انجمن فضل حق قریشی، ص: ۱۱۔

ڈاکٹر معین الدین عقیل بھی اس افسوس ناک صورتحال کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:

”یہی وجہ ہے کہ آج کے مصنفین کے سامنے ایسے مآخذ بہت کم اور دسترس سے دور ہیں جو مولانا فضل حق کے سوانح اور علم و حکمت کے جائزہ میں مفید اور معاون ہوں۔“^۱

علامہ فضل حق خیر آبادی کی وفات کے ایک طویل عرصے بعد ۱۳۴۶ھ (تقریباً 1928ء) میں حکیم بہاء الدین گوپاموی (ف 1962ء) نے علمائے سیتاپور کے حالات میں ایک مختصر کتابچہ ”سیر العلماء“ مرتب کیا، اس میں علامہ کے حالات دو صفحات میں لکھے، حکیم صاحب نے علامہ کے مقدمہ بغاوت کی جو تفصیل بیان کی ہے اس میں سے کچھ باتیں ہی حقائق سے مطابقت رکھتی ہیں۔

حکیم گوپاموی صاحب نے بعد مفتی انتظام اللہ شہابی گوپاموی ثم اکبر آبادی (ف 1968ء) نے ”مولانا فضل حق خیر آبادی، عبدالحق خیر آبادی“ کے نام سے ایک طویل مضمون لکھا، جو رسالہ ”مصنف“ علی نژدہ میں باہتمام سید الطاف علی بریلوی شائع ہوا۔ اس کے بعد اسی میں کچھ تغیر و تبدل کر کے وہ اسے اپنی دوسری تصانیف ”عذر کے چند علماء“ وغیرہ کا جزو بناتے رہے۔ محققین کے نزدیک اس کے زیادہ تر مندرجات نامعتبر اور من گھڑت ہیں۔

وقت یوں ہی گزرتا رہا اور اس جامع کمالات اور محسن ملک و ملت کو شایان شان خراج عقیدت پیش کرنے کا حق ادا نہ ہوا۔ بالآخر تقریباً ایک صدی بعد 1947ء میں مولانا عبدالشاہد خان شروانی (ف ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ / ۱۸ فروری 1984ء) نے یہ خدمت سرانجام دی، اور علامہ فضل حق خیر آبادی کی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی تاریخ پر مبنی تصنیف ”الثورہ الہندیہ“^۲ کا اردو میں ترجمہ کیا اور اسے ”باغی ہندوستان“ کے نام سے علامہ کے حالات زندگی پر مشتمل ایک ضخیم و مبسوط مقدمے کے ساتھ طبع کروایا، یہ خیال

^۱ دیکھئے علامہ فضل حق خیر آبادی اور جہاد آزادی، ص ۱۸۶۔

^۲ الثورہ الہندیہ کو پہلے ”رسالہ عذریہ“ کہا اور لکھا جاتا تھا۔

رہے کہ یہ مولانا شروانی کی پہلی تالیف تھی۔

خیر آبادیات کے موضوع پر اس نقش اول کو برصغیر پاک و ہند میں بہت پذیرائی ملی، اسکے اب تک پانچ ایڈیشن نکل چکے ہیں، مگر یہ کتاب بھی محققین کی تنقید سے نہ بچ سکی، اس لئے کہ مولانا عبدالشاہد خان شروانی نے بعض مقامات پر مفتی انتظام اللہ شہابی اور حکیم بہاء الدین گوپاموی کی تحریرات سے استفادہ کیا تھا، خیال رہے کہ مولانا شروانی نے اگلے ایڈیشن نظر ثانی کے بعد، ترمیم و اضافے کے ساتھ پیش کیے ہیں۔

”باغی ہندوستان“ کی اشاعت کے دس سال بعد جناب امتیاز علی خان عرشی رامپوری نے ”مولانا فضل حق خیر آبادی اور ۱۸۵۷ء کا فتویٰ جہاد“ کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جو ماہنامہ ”تحریک“ دہلی میں اگست ۱۹۵۷ء میں شائع ہوا۔ اس میں انہوں نے ”باغی ہندوستان“ کے اس حصے پر اعتراض کیا جو حکیم بہاء الدین گوپاموی کی ”سیر العلماء“ سے مستبس تھا، حکیم گوپاموی صاحب نے علامہ کے مقدمہ بغاوت کی جو تفصیل بیان کی اور اس سے جو نتائج مستنبط ہوئے، جناب امتیاز علی عرشی کو ان سے مکمل اختلاف تھا، اسلئے انہوں نے اپنے مضمون میں فرداً فرداً تمام نتائج کی تغلیط کی اور اس پر زور دیا کہ علامہ فضل حق نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں کوئی فتویٰ نہیں دیا۔ اس کے ثبوت میں انہوں نے ڈاکٹر اطہر عباس کی کتاب ”سوئٹزر دہلی“ میں چھپنے والے اس فتوے کی نقل پیش کی، جو چھبیس (۲۶) جولائی ۱۸۵۷ء کے ”صادق الاخبار“ دہلی میں ”اخبار الظفر“ دہلی سے نقل کر کے شائع کیا گیا تھا۔ اوجوب جہاد کے اس استفتاء میں تینتیس (۳۳) علمائے دہلی کے دستخط ہیں، مگر علامہ فضل حق کے دستخط نہیں ہیں۔

جناب امتیاز علی عرشی نے اپنے موقف کی تائید میں ”رضالا بیری“ رامپور سے ملنے والے اس خط کو بھی پیش کیا ہے جو انکی تحقیق کے مطابق علامہ فضل حق خیر آبادی نے

۱۔ فتوے کی باب نمبر ۶ میں ص ۳۶۳، ۳۶۴ پر ملاحظہ کیجئے۔

اپنے مقدمے کے دوران، رام پور کے نواب یوسف علی خان کو مدد کے سلسلے میں لکھا تھا۔
اس خط سے انہوں نے جوتناج اخذ کیے، ان میں سے بعض یہ ہیں:

”علامہ پر جوتین الزام (جیسے کہ درخواست میں مذکور ہے) لگائے گئے
تھے یہ دراصل میر فضل حق شاہجہان پوری کے کارنامے تھے، علامہ ان سے
بری الذمہ تھے، مخبروں نے ہم نامی بنا پر دھوکہ کھایا اور اپنی رپورٹوں میں اتنا
اور اضافہ کر دیا کہ ان کا ایک بھائی مہاراجہ پٹیلہ کا ملازم ہے، جو ایک امر واقعی
تھا، اگر کسی طرح ان الزاموں کا غلط ہونا یعنی ان جرموں کا میر فضل حق
شاہجہان پوری سے تعلق ثابت ہو جائے تو علامہ بری ہو جاتے۔“^۱

جناب عرشی رامپوری صاحب مزید لکھتے ہیں:

”ان امور کے پیش نظر یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ علامہ خیر آبادی پر
تحریر فتویٰ کا الزام عائد نہیں کیا گیا تھا، بلکہ ان پر غدر دہلی سے متعلق کوئی الزام بھی نہ لگا تھا،
اور جو الزام عائد کیے گئے تھے وہ دراصل دوسرے مولوی فضل حق کے کام تھے، یہ ان سے
بالکل بری الذمہ تھے، یہی وجہ تھی کہ جب عدالت میں مخبر پیش ہوئے تو بقول مولانا شروانی
انہوں نے علامہ کے متعلق صاف کہہ دیا کہ یہ وہ فضل حق نہیں ہیں، وہ دوسرے تھے۔ مگر
انگریز پر جبر کا بھوت سوار تھا۔ حاکم نے اس شبہ کا فائدہ علامہ کو صرف اتنا دیا کہ انہیں پھانسی
کی جگہ جس دوام عبور دریا کے شوز کی سزا دے دی۔“^۲

جناب امتیاز علی عرشی کی تحقیق درست سمت میں گئی، مگر انہوں نے اسکو آگے بڑھا
کر کسی حتمی نتیجے اور منزل تک پہنچنے کی کوشش نہ کی، شاید ان کا ^{مطمئن} نظر حقیقت تک پہنچنا نہ تھا
بلکہ کچھ اور تھا، اسی لئے انہوں نے ادھر سے جوتناج پر ہی اکتفا کر لیا، حالانکہ ابتدائی سطح کے یہ

۱۔ خط کی نقل باب نمبر ۶ میں ص ۳۶۳، ۳۶۵ پر ملاحظہ کیجئے

۲۔ مجموعہ مقالات مرتبہ فضل قرشی، ص: ۹۷

۳۔ مرجع سابق۔

نتائج تقاضا کرتے تھے کہ موضوع سے متعلقہ مآخذ و مصداق کو کھنگالا جائے اور حقیقت حال معلوم کی جائے جو ایک محقق کیلئے کچھ مشکل نہ تھا مگر انہوں نے ایسا تو درکنار، اپنے مذکورہ بالا تحقیقی مضمون کا بھی معتد بہ حصہ ”باغی ہندوستان“ میں مذکور ”سیر العلماء“ سے اقتباس کی تغلیط میں صرف کر دیا، اور اس جوش میں ایسی باتیں رقم کر گئے جو نہ تو علامہ کے شایانِ شان ہیں اور نہ ہی جنابِ عرشی رام پوری جیسے محقق کو سزاوار۔ چنانچہ ان کے اس غیر ذمہ دارانہ اور جانبدارانہ رویے پر بہت تنقید ہوئی۔ جنابِ نادم سیتا پوری بھی جنابِ عرشی رام پوری کیلئے اپنے تمام تر احترام کے باوجود قلم اٹھائے بغیر نہ رہ سکے اور لکھا:

”میں مولانا عرشی کی علمی سنجیدہ روی، شائستگی اور متانت کا ہمیشہ معترف رہا اور آج بھی انکی تحقیقی و علمی عظمت کا قائل ہوں۔ اسی لئے جب میں نے مولانا کے مضمون میں مولانا خیر آبادی کے متعلق یہ جملے دیکھے تو کچھ دیر تک اپنی آنکھوں پر اعتبار نہیں آیا۔۔۔۔۔ مولانا عرشی نے اس موضوع کے ساتھ تحقیقی برتاؤ نہیں کیا۔“^۱

جنابِ عرشی رام پوری نے تحقیق کو جس مقام پر لا کر چھوڑا، اس سے بہت سوں کا کام بن گیا، بہتیروں کا کام آسان ہو گیا اور کئی غلط فہمی کا شکار ہو گئے جنابِ عرشی رام پوری کی استوار کردہ بنیادوں پر تحریر کیے جانے والے مضامین میں سے جس نے سب سے زیادہ شہرت پائی وہ ”مولانا فضل حق خیر آبادی“ کے عنوان سے، جون ۱۹۶۰ء میں ماہنامہ ”تحریک“ دہلی میں چھپنے والا، مشہور غالب شناس محقق، جنابِ مالک رام کا مضمون ہے۔

جنابِ مالک رام نے اپنے مضمون کا آغاز یوں کیا: ”مولانا فضل حق خیر آبادی اپنے عہد کے مشہور علماء میں سے تھے، بلکہ معقولات میں تو آخری دور کے امام مانے جاتے تھے، یہ امتیاز انکے خاندان میں بہت دن تک جاری رہا اور آج تک ان کا نام علمی اور تعلیمی حلقوں میں ادب و احترام سے لیا جاتا ہے اگر اسی پر اکتفا کر لیا جاتا تو یہ بھی کچھ کم امتیاز نہیں تھا لیکن ان کے مداحوں نے اس پر قناعت نہ کی اور چاہا کہ انہیں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی

کے ہیر و اور ”افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائز“ کا مصداق بھی قرار دیا جائے۔“۱

اس تمہیدی عبارت ہی میں جناب مالک رام نے اوصاف و امتیازات پر قناعت و اکتفا کا نظریہ پیش کر کے اس موضوع پر اپنا موقف و منشا پیش کر دیا، اور پھر اگلے پیرا گراف میں جناب عرشی راپوری کی تحریر کو بنیاد بنا کر اسے یوں برملا بیان کر دیا: ”اس خط سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف انہوں نے ۱۸۵۷ء کی تحریک میں کوئی حصہ نہیں لیا، بلکہ وہ آخر تک اس سے اپنی بے تعلقی اور عائد کردہ الزامات سے بے گناہی ثابت کرنے کیلئے پوری تگ و دو کرتے رہے۔“۲

اپنے موقف کی تائید میں جناب مالک رام نے علامہ کی فائل مقدمہ سے مقدمے کی نامکمل رو داد پیش کی ہے۔۳ جس میں علامہ نے اپنے اوپر لگائے گئے الزامات سے انکار کیا ہے اور مقدمہ جیتنے کیلئے تگ و دو کی ہے اور پھر اپنے خلاف فیصلہ ہو جانے پر رہائی کیلئے دوبار اپیل بھی کی ہے۔ کارروائی مقدمہ کی تحریر سے جناب مالک رام کے موقف کو بہت تقویت ملی اور مزید تائید کیلئے انہوں نے اپنے اس مضمون میں علامہ کی خودنوشت ”الشورہ الہندیہ“ سے بھی استفادہ کیا ہے۔

کارروائی مقدمہ تحریر کرنے کے بعد انہوں نے بھی جناب عرشی راپوری کی طرح مقدمے سے متعلق پرانی داستان کا رد کیا ہے، اور جناب عرشی راپوری کے دلائل کو بھی شامل کیا ہے، اور یہ بھی کہا ہے کہ انہیں انکے ہمنام میر فضل حق شاہجہان پوری کی جگہ دھوکے میں گرفتار کر لیا گیا تھا۔

آخر میں جناب مالک رام نے اپنے موقف کو پوری شرح و بسط کے ساتھ یوں

۱۔ مجموعہ مقالات مرتبہ از افضل قرشی، ص: ۱۰۳

۲۔ مجموعہ مقالات مرتبہ از افضل حق قرشی، ص: ۱۰۳، ۱۰۴

۳۔ سیہ فائل نیشنل آرکائیوز آف انڈیا یعنی قومی دفتر خانہ ہند، نئی دہلی میں محفوظ ہے، دستیاب ہونے والی اس فائل سے بہت سے کاغذات سرکاری طور پر پہلے ہی نکلے ہوئے ہیں۔

دھرایا ہے: غرض پورے حالات کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ علامہ فضل حق مرحوم نے ۱۸۵۷ء کی تحریک میں واقعی کوئی حصہ نہیں لیا تھا، انہوں نے اس سے پہلے لوگوں کو جو تلقین بھی کی ہو۔۔۔۔۔ لیکن جب یہ ہنگامہ شروع ہوا تو وہ عملاً اس سے الگ تھلگ رہے، نہ علمی پہلو سے اس میں شریک ہوئے نہ عملی لحاظ سے، انہوں نے نہ کوئی فتویٰ لکھا، نہ تلوار ہی اٹھائی۔

آج تک انکی نسبت جو غلط باتیں مشہور رہی ہیں، دراصل یہ نتیجہ تھیں ہماری اس خواہش کا کہ ہم انہیں نہ صرف بزم علم و عقل اور مجلس قال اقول ہی میں صدر نشین، بلکہ ”جنگ آزادی“ میں بھی برابر کا شریک دیکھنا چاہتے تھے۔“^۱

یہ تھی مشہور محقق جناب مالک رام کی تحقیق، جس پر نادم سیتاپوری نے کہا:
 ”مولانا عرشی نے جس بحث کا آغاز اگست ۱۹۵۷ء میں کیا تھا، اس کا بہت کچھ تکملہ جناب مالک رام کے مضمون پر ہوا۔“^۲

وہ مزید کہتے ہیں:

”یہ انداز و کیلا نہ تو ہے محققانہ نہیں۔“^۳

یہ حقیقت تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ جناب مالک رام نے بھی جانبداری سے کام لیا، کیونکہ انکا مضمون کسی محقق کی تحقیق ہرگز نہیں ہے، انہوں نے اس قضیے کی تحقیق کیلئے معاصر مصادر و کھراج سے مدد لینا تو کجا، اس فائل مقدمہ کا بھی بنظر غائر مطالعہ نہیں کیا، جس کو انہوں نے بطور ثبوت پیش کیا ہے، جبکہ یہ ثبوت ہی انکی تحقیق کا رد ہے۔ فائل کے مطابق فردِ جرم کا تعلق صرف بوندی کے مقام سے ہے، اس لئے بوندی کی سرگرمیوں سے متعلقہ فردِ جرم کے انکار اور رہائی کی تمام تر تک و دو سے ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ تحریک

۱۔ مجموعہ مقالات مرتبہ افضل قرشی، ص: ۱۲۸

۲۔ افضل حق خیر آبادی اور من ستاون، ص: ۱۲

۳۔ مرجع سابق، ص: ۱۳

آزادی میں ان کا کوئی حصہ ہی نہ تھا، جبکہ اس فائل کے مطابق عدالت نے خود اپنے فیصلے میں علامہ کی دہلی میں سرگرمیوں اور ان کے ثابت نہ کیے جاسکنے کا بار بار ذکر کیا ہے۔ اور خود جناب عرشی رامپوری نے بھی درخواست کے حوالے سے اس طرف اشارہ کیا تھا کہ ”مقدمہ میں علامہ پر تحریر فتویٰ کا الزام عائد نہیں کیا گیا تھا، بلکہ ان پر غدر دہلی سے متعلق کوئی الزام بھی نہ لگا تھا، اور جو الزام عائد کیے گئے تھے وہ دراصل دوسرے مولوی فضل حق کے کام تھے، یہ ان سے بالکل بری الذمہ تھے۔“^۱

یوں جناب مالک رام کی تحقیق بھی محققین نے رد کر دی۔ جناب نادم سیتا پوری نے لکھا:

”آج کی نئی ریسرچ و تحقیق نے محققانہ زاویہ نگاہ سے کم، ارادی اور جوابی نقطہ نظر سے زیادہ اس بات سے انکار کیا ہے کہ مولانا خیر آبادی نے اس جنگ میں کسی قسم کا حصہ لیا ہے۔ اس سلسلے میں کئی مضامین سامنے آچکے ہیں، جنکی فاضلانہ اور محققانہ بصیرت افروزی کے اعتراف کے باوجود، میں اپنے آپ کو اس ”زاویہ نگاہ“ سے متفق نہیں کر سکا۔“^۲

بالآخر ”خیر آبادی“ مکتب فکر سے نسبت و تعلق رکھنے والے حکیم سید محمود احمد برکاتی نے قلم تحقیق اٹھایا اور لکھا:

”حیرانی تھی کہ ایک حقیقت کے انکار کی ضرورت کیوں لاحق ہو گئی؟ اور انتظار تھا کہ کوئی ”فضل حق پسند“ نہیں تو حق پسند اہل قلم ہی اس زیادتی کی تلانی کیلئے کمر بستہ ہو اور احقاق حق کا فرض ادا کرے۔“^۳ مگر ادھر سے مایوسی کے بعد انہوں نے ”فضل حق خیر آبادی

۱۔ مجموعہ مقالات مرتبہ افضل قرشی، ص: ۱۱۹ تا ۱۲۵

۲۔ مجموعہ مقالات مرتبہ افضل قرشی، ص: ۹۰

۳۔ غالب نام آورم، ص: ۱۰۸، ۱۰۹

۴۔ فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون، ص: ۱۵

اور سن ستاون“ کے نام سے، محققانہ انداز میں ایک مختصر مگر اس موضوع پر اب تک سب سے مفید کتاب تحریر کی جو پہلی مرتبہ ۱۹۷۵ء میں برکات اکیڈمی، کراچی سے شائع ہوئی اور پھر مئی ۱۹۸۷ء میں مکتبہ قادریہ، لاہور سے طبع ہوئی۔

انہوں نے اس میں ۱۸۵۷ء کے مآخذ و مصادر سے جہاد آزادی میں علامہ کے حصہ کے شواہد پیش کیے اور ان پر کیے جانے والے بہت سے اعتراضات کو بے بنیاد اور ایک مخصوص مکتبہ فکر کی تحریک ثابت کیا ہے۔ حکیم برکاتی صاحب نے اپنی اس تحریر کو ارباب قلم اور محققین کیلئے اشارات اور دعوت عمل قرار دے کر لکھا: ”میری یہ کوشش ایک مظلوم کی حمایت و دفاع کی وکیلانہ نہیں منصفانہ کوشش ہے۔۔۔۔۔ اگر معاصر مآخذ سے یہ مواد فراہم نہ ہوتا جو ہوا تو آپ مجھے بھی جناب مالک رام کا ہمنوا پاتے۔“^۲

مگر افسوس کہ حکیم سید محمود احمد برکاتی صاحب بھی اس مظلوم خویشاں و بیگانگان کے ساتھ پورا انصاف نہ کر سکے۔ انہوں نے اس حقیقت کو تو روزِ روشن کی طرح عیاں کر دیا کہ علامہ نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں حصہ لیا تھا، مگر ان پر قائم ہونے والے مقدمے کی گتھی کو وہ بھی نہ سلجھا سکے اور لکھ دیا کہ ”مولانا فضل حق نے عدالت کے سامنے اپنی بے گناہی کے سلسلے میں جو کچھ کہا اور اپنی رہائی کیلئے جو کچھ کیا، صاف کہتا ہوں کہ یہ خلاف عزیمت فعل تھا اور حیاتِ فضل حق میں یہ ورق کاش سیاہ ہو جاتا۔ مانا کہ کئی مجاہدین (خان بہادر خان اور بہادر شاہ ظفر وغیرہ) نے بھی یہی کیا۔۔۔۔۔“^۳

یہ تھی برصغیر پاک و ہند کی ایک بے مثال شخصیت پر ہونے والے ظلم کی داستان۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ:

ان اعتراضات کیلئے ملاحظہ کیجئے ”باغی ہندوستان“ اور ”فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون“۔ یا اگلے صفحات میں ”علامہ

معتزین کی نظر میں“ ص: ۱۷۴ تا ۱۸۰۔

۲۔ فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون“ ص: ۱۷۔

۳۔ مرجع سابق۔

جس جرم کی انہیں سزا دی گئی وہ انکا جرم نہ تھا

اور جو انکا جرم تھا وہ ثابت نہ ہو سکا تھا۔

لہذا ان پر قائم ہونے والا یہ جھوٹا مقدمہ اور اسکی فردِ جرم، چونکہ علامہ کے دشمنوں اور دشمنانِ اسلام (عبدالحکیم، مرتضیٰ حسین، انگریز) کی مشترکہ کاوش تھی، اس لئے اس سے اپنی براءت ثابت نہ کرنا خود کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف اور اپنی براءت ثابت کرنا ان پر واجب اور سنتِ انبیاء تھا۔

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں علامہ فضل حق خیر آبادی کا کردار نہایت اہم ہے، صرف محاذِ دہلی پر ہی ملک و ملت کیلئے انکی اتنی خدمات ہیں کہ وہ بلاشبہ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے ہیرو قرار پاتے ہیں۔ وہ دہلی کے بعد لکھنؤ وغیرہ کے محاذ پر بھی گئے تھے مگر افسوس کہ وہاں کی کوئی تفصیلات ابھی منظرِ عام پر نہیں آئیں۔^۱

ایسی نادرِ روزگار شخصیت پر اس طویل ظلم میں جو تین ہاتھ کا رہا ہے، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ ”فضل حق پسند“ اور ”حق پسند“ اہل قلم جو اپنے حصے کی ذمہ داری بھول ہی گئے۔

۲۔ شاہ اسماعیل دہلوی کے مداحین اور پیروکار، جنہوں نے علامہ کی تنقیص کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

۳۔ انگریز اور انگریز پرست لوگ، جنہوں نے جنگِ آزادی، انقلاب اور مجاہدین کو اپنے ظلم و بربریت سے بغاوت، غدر اور باغی رقم کر کے پوری صدی کی تاریخِ مسخ کر ڈالی۔ مشہور روسی مصنف ”شومسکی“ نے بھی اس طرف اشارہ کیا: ”برطانوی علمِ تاریخ میں ۱۸۵۷ء کی عوامی بغاوت کے بہت سے رہنماؤں اور شرکت کرنے والوں کے ”خاص

جیسے حضرت یوسف علیہ السلام، انکے براءت کے اثبات کے واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر کیا ہے۔

سورہ یوسف، آیت نمبر ۲۶

عبدالحکیم سید محمد احمد برکاتی کے مطابق جنگِ آزادی پر بہت سا مواد انڈیا آفس لائبریری میں مقفل ہے۔

طور سے مولانا فضل حق خیر آبادی کے نظریات کو جس طرح مسخ کیا گیا ہے، پھر بعض جدید مطبوعات میں بھی جو غلط تصور پیش کیا گیا ہے، اس نے اور خود اس عوامی بغاوت کو ”عذر“ اور مٹھی بھر انگریز دشمن جاگیرداروں کی بغاوت کا نام دینے کی روش نے ”مادام پولونسکا“ کو ان مسائل کے غائر مطالعہ پر اکسایا۔^۲

ایسی صورتحال میں علامہ فضل حق خیر آبادی کی سوانح کے اوراق ترتیب پاتے تو کیسے پاتے؟! حتیٰ کہ راقم الحروف کی تحقیق کا دائرہ کار بھی ایک مستحق کو اس کا حق دلانے یا ایک مظلوم پر ہونے والے ظلم کا مداوا کرنے تک وسیع نہیں، بلکہ صرف علامہ فضل حق خیر آبادی کی عربی شاعری کی تدوین و تحقیق وغیرہ پر مشتمل اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے کے ایک باب ”ترجمۃ العلامة“ کیلئے حقائق حاصل کرنے تک محدود ہے۔

ان تقدیمی صفحات میں مذکورہ تصانیف و تحریرات کے علاوہ، علامہ فضل حق خیر آبادی پر جو کچھ لکھا گیا وہ انہیں کتابوں سے اخذ و استنباط ہے۔ اسی لئے ان میں مذکورہ بالا تحریرات میں سے کسی نہ کسی کا رنگ ضرور پایا جاتا ہے اور وہ مزید کسی تجزیے و تبصرے کی محتاج نہیں ہیں۔ البتہ پروفیسر ایوب قادری کا مقالہ ”مولانا فضل حق خیر آبادی، دورِ ملازمت“ ایک مفید مطالعہ تحریر ہے گو کہ انہوں نے بھی تنقیص کے موقع کا تتبع کیا ہے۔ یونہی ڈاکٹر معین الدین عقیل کا مقالہ ”فضل حق خیر آبادی، ایک کتابیاتی جائزہ“ علامہ خیر آبادی پر تحقیق میں مدد و معاون ہے اس مقالہ میں تقریباً ان تمام مصادر و مراجع کا جائزہ و احاطہ ہے جن میں علامہ خیر آبادی کا ذکر یا نام موجود ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ان مراجع میں سے ہر ایک کا مطبع، سن طباعت اور متعلقہ صفحات تک کی معلومات درج کی ہیں مگر افسوس کہ ان میں سے بیشتر مراجع ناپید ہیں یا ان تک رسائی مشکل ہے، اچھا ہوتا اگر ڈاکٹر صاحب ان مصادر و مراجع کے مندرجات من و عن قارئین تک پہنچانے کا اہتمام کرتے۔

۱۔ یہ مادام پولونسکا یا وہی روسی خاتون ہیں جو ”سوویت یونین کی سائنس اکیڈمی کے ادارہ علوم شرقیہ“ کی ایک ممتاز رکن تھیں اور انہوں نے مولانا فضل حق خیر آبادی کے سیاسی و سماجی نظریات کا تحقیقی جائزہ لیا تھا۔

۲۔ سوویت دیس دہلی، ۱۰ جولائی ۱۹۵۸ء، بحوالہ غالب نام آورم، ص: ۱۱۳، ۱۱۵

ریسرچ و تحقیق کے اس دور میں علامہ فضل حق خیر آبادی کی حیات و شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق کا آغاز ہو چکا ہے۔ جیسے جناب محمد احمد صاحب ”العلامہ فضل حق الخیر آبادی، حیاتیہ و خدماتہ“ کے عنوان سے، کرناٹک یونیورسٹی، بھارت میں ڈاکٹریٹ کا مقالہ تحریر کر رہے ہیں، اور جناب عبدالواحد صاحب ”العلامہ فضل حق الخیر آبادی، وآراءہ الکلامیہ“ کے عنوان سے، الازھر یونیورسٹی، مصر میں ڈاکٹریٹ کا مقالہ تحریر کر رہے ہیں اور الازھر ہی سے جناب ممتاز احمد سیدی صاحب ”العلامہ محمد فضل الحق الخیر آبادی، دنیا و شعرہ العربی“ کے عنوان سے ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھ رہے ہیں، یونہی ”علم منطق و فلسفہ میں خیر آبادی خاندان کی خدمات“ پر یورپ میں کام ہو رہا ہے۔ تحقیق کے اس دور سے حقائق تک رسائی کا سفر یقیناً آسان اور تیز رفتار ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔

علامہ کی ذاتی، علمی اور سیاسی زندگی سے متعلق حقائق پر مشتمل ایک ایسی ہی متواضع کوشش نذر قارئین ہے۔ جس میں علامہ کی پہلودار شخصیت کے اس دور کی ممتاز شخصیات خصوصاً غالب کے ساتھ ان کے روابط پر بطور خاص روشنی ڈالی گئی ہے۔ یونہی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں علامہ کے کردار پر حالیہ قائم کردہ شکوک و شبہات کے باعث ان کے سیاسی احوال کے تفصیلی ذکر کے ساتھ، جنگ آزادی کے دیگر ممتاز قائدین کے کردار کا تجزیہ و تقابل خصوصی طور پر شامل کیا گیا ہے جس سے یہ عاجزانہ کاوش موضوع ہذا کے قارئین کے علاوہ اردو ادب اور تاریخ کے طلبہ و محققین کیلئے بھی مفید مطالعہ رہے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل قبول فرمائے۔ آمین۔

آخر میں راقم الحروف شرف اہل سنت جناب عبدالحکیم شرف قادری صاحب، جناب حکیم سید محمود احمد برکاتی صاحب اور اپنے اہل خانہ کے غیر معمولی و خصوصی تعاون پر ان کا شکریہ ادا کرتی ہے اس حقیقت کے بیان کے ساتھ کہ یہ کوشش ان حضرات کے تعاون کے بغیر پایہ تکمیل کو نہ پہنچتی۔

سلمہ سہول

لیکچرار بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

۲۰ اگست، ۲۰۰۰ء

باب 2

سوانحی خاکہ

سوانحی خاکہ

واقعہ	تفصیل	تاریخ
☆ ولادت	خیر آباد	۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۷ء
☆ تحصیل علوم سے فراغت	بہر تیرہ سال	۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء
☆ آغاز ملازمت کمپنی	بہر انیس سال بطور سررشتہ دار عدالت	۱۲۳۱ھ / ۱۸۱۶ء
☆ مسئلہ امتناع النظیر	مولوی اسماعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان کا رد	۱۲۳۰ھ / ۱۸۲۵ء
☆ مولانا فضل امام کا استعفیٰ	دہلی میں صدر الصدور کی ملازمت سے	۱۲۳۲ھ / ۱۸۲۷ء
☆ ولادتِ فرزند	مولانا عبدالحق خیر آبادی	۱۲۳۳ھ / ۱۸۲۸ء
☆ وفات مولانا فضل امام	تب علامہ فضل حق کی عمر بتیس (۳۲) سال تھی	۱۲۳۴ھ / ۱۸۲۹ء
☆ علامہ فضل حق کا استعفیٰ	ملازمت کمپنی سے بہر تقریباً (۳۵) پینتیس سال	۱۲۴۵ھ / ۱۸۳۱ء
☆ ریاست جھجھر میں ملازمت		۱۲۳۶ھ / ۱۸۳۲ء
☆ ریاست الور، سہارن پور اور ٹونک میں قیام	ریاست جھجھر سے واپسی اور رام پور روانگی کے درمیانی عرصہ میں	

☆ ریاست رام پور میں ملازمت	حاکم محکمہ نظامت و مراقبہ عدالتیں	۱۲۵۶ھ / ۱۸۴۰ء
☆ دارالسلطنت لکھنؤ میں ملازمت	بطور صدر الصدور و مہتمم کچہری حضور تحصیل	۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۷ء
☆ ریاست الور میں ملازمت		۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء
☆ آغاز جنگ آزادی	علامہ ریاست الور میں ملازم	۱۰ / مئی ۱۸۵۷ء
☆ دارالحکومت دہلی پر مجاہدین کا قبضہ		۱۱ / مئی ۱۸۵۷ء بمطابق ۱۲۷۳ھ
☆ الور کے راجہ بنے سنگھ کی وفات	علامہ الور میں موجود	۱۵ / جولائی ۱۸۵۷ء
☆ علامہ بہادر شاہ ظفر کے پاس اور منتظم جہاد و ملک	بادشاہ کی دعوت اور ترک ملازمت الور	۱۶ / اگست ۱۸۵۷ء
☆ دہلی پر انگریزوں کا قبضہ	بادشاہ، شہزادوں اور بخت خان وغیرہ زیادہ تر سپہ سالاروں کا قبضے سے پہلے خروج	۱۹ / ستمبر ۱۸۵۷ء
☆ علامہ کی دہلی سے روانگی	پانچ دن گھر میں اہل و عیال کے ساتھ بھوکے پیاسے بندر بننے کے بعد	۲۳ / ستمبر ۱۸۵۷ء
☆ خیر آباد میں ورود	علیگڑھ اور رامپور وغیرہ سے ہوتے ہوئے تقریباً دو ماہ بعد	دسمبر ۱۸۵۷ء

☆ لکھنوروانگی	آخر نومبر میں لکھنؤ میں آغاز جہاد	آغاز دسمبر ۱۸۵۷ء
☆ خیر آباد واپسی	۱۴ مارچ کو انگریزوں کا لکھنؤ پر قبضہ	مارچ ۱۸۵۸ء
☆ خیر آباد میں دو تین ماہ قیام		مارچ، اپریل، مئی ۱۸۵۸ء
☆ روپوشی سات ماہ تک	مئی ۱۸۵۸ء میں ملکہ حضرت محل کا بمقام بوندی قیام مرکز جہاد، بقول علامہ وہ کھیڑی، ہرگاؤں، تنبول، سہورپور اور دریہ میں مقیم رہے راستے میں بوندی سے گزر ہوا۔	جون تا دسمبر ۱۸۵۸ء
☆ ملکہ وکٹوریہ کا اعلان معافی	ہر محاذ پر انگریزوں کی فتح، ہندوستان بھر میں ۳۰ دسمبر ۱۸۵۸ء تک کی مہلت کے ساتھ اشاعت اعلان	نومبر ۱۸۵۸ء
☆ علامہ کی خیر آباد دوبارہ واپسی		وسط دسمبر ۱۸۵۸ء
☆ بریگیڈیئر ٹروپ سے ملاقات		دسمبر ۱۸۵۸ء

☆ کرنل کلارک سے ملاقات		۲۶ دسمبر ۱۸۵۸ء
☆ ڈپٹی کمشنر ضلع کے سامنے پیشی		۳۰ دسمبر ۱۸۵۸ء
☆ گرفتاری		۳۰ جنوری ۱۸۵۹ء
☆ مقدمہ بغاوت و سزا	تاحیات جزائر انڈیمان میں جلاوطنی	۲۲ فروری تا ۴ مارچ ۱۸۵۹ء
☆ کلکتہ سے انڈیمان کے پورٹ بلیر پر		۸ اکتوبر ۱۸۵۹ء
☆ وفات	جزائر انڈیمان میں مدفون	۲۰ اگست ۱۸۶۱ء بمطابق ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ

باب 3

ذاتی احوال

3- علامہ محمد فضل حق خیر آبادی

3.1- ولادت

علامہ محمد فضل حق خیر آبادی، عمری، حنفی ماتریدی چشتی ۱۲۱۲ھ ۱۷۹۷ء میں خیر

آباد میں پیدا ہوئے۔

خیر آباد، صوبہ اتر پردیش (بھارت) کے ضلع سیتا پور کا قدیم قصبہ ہے۔ جسے سلطان ابراہیم نے گیارہویں صدی عیسوی میں آباد کیا تھا^۱۔ ہندوستان کے مشہور مردم خیز قصبات میں خیر آباد کا نام صف اول میں صدیوں سے رہا ہے۔ یہاں بڑے بڑے نامور علمائے کرام و اولیائے عظام گزرے ہیں۔ اسی لئے خیر آباد کو خیر البلاد^۲ اور شیراز ہند^۳ کہا اور لکھا جاتا رہا ہے۔

خیر آباد عہد اکبری میں سرکری کمشنری (ضلع کا صدر مقام) تھا، یہ قصبہ برابر فروغ و عروج حاصل کرتا رہا، مگر انگریزی دور حکومت میں اسے زوال کا سامنا کرنا پڑا۔ انگریزوں نے اسکی مرکزیت کو ختم کر کے یہاں بیروزگاری و ویرانی کو فروغ دیا۔ یہاں تک کہ آبادی کا ایک بڑا حصہ خیر آباد کو خیر باد کہنے پر مجبور ہو گیا۔ انگریزوں کے اس رویے کی بہت ساری وجوہ میں اہم اور بڑی وجہ علامہ فضل حق خیر آبادی کا جہاد آزادی میں حصہ لینا اور ایک صوبیدار راجہ ہر پرشاد خیر آبادی کا ملکہ نیپال سے مل کر علم بغاوت بلند کرنا ہے۔^۴

۱۔ انجم الانفائین کے مصنف نے غلطی سے ”خیر آبادی“ لکھا ہے، دیکھئے جلد نمبر ۸، ص ۷۲۔

۲۔ تذکرہ اہل دہلی، ص ۱۳۱ میں مرید احمد خان نے ۱۲۱۱ھ لکھا ہے۔

۳۔ منتخب التواریخ، معارف عبدالقادر بدایونی، بحوالہ باغی ہندوستان، ص ۲۱۳۔

۴۔ دیکھئے ”علمائے ہند کا شاندار ماضی“، جلد چہارم، ص ۴۴۳۔

۵۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد نمبر ۱۵، ص ۳۷۳۔

۶۔ تفصیل کے لیے دیکھئے ”خیر آباد کی ایک جھلک“، ص ۱۳ تا ۱۴، ”باغی ہندوستان“ حاشیہ ص ۳۱۵ تا ۳۱۶۔ ”فہم خانہ ریاض“ ص ۶۔

3.2- سلسلہ نسب

بتیس (۳۲) واسطوں سے علامہ کا سلسلہ نسب خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ علامہ خیر آبادی کے خاندان اور خاندان ولی الہی میں قرابت داری تھی، اسی لیے چودہ (۱۴) واسطوں کے بعد سلسلہ نسب ایک ہے۔

علامہ کے اجداد میں شیر الملک بن عطاء الملک ایران کے ایک قطعہ کے حاکم تھے۔ زوال حکومت پر ان کے دونوں بیٹے شمس الدین اور بہاء الدین ہندوستان ہجرت کر آئے اور یہیں مقیم ہو گئے۔ شمس الدین کی اولاد سے شاہ ولی اللہ دہلوی کا خاندان ہے جبکہ بہاء الدین کی اولاد سے علامہ فضل حق خیر آبادی کا خاندان ہے۔ علامہ کا سلسلہ نسب درج ذیل ہے:

فضل حق بن مولانا فضل امام بن شیخ محمد ارشد بن حافظ محمد صالح بن ملا عبد الواحد بن عبد الماجد بن قاضی صدر الدین بن قاضی اسماعیل ہرگامی بن قاضی عماد بدایونی بن شیخ ارزانی بدایونی بن شیخ منور بن شیخ خطیر الملک بن شیخ سالار شام بن شیخ وجیہ الملک بن شیخ بہاء الدین بن شیر الملک بن شاہ عطاء الملک بن ملک بادشاہ بن حاکم بن عادل بن تارون بن جرجیس بن احمد نادر بن محمد شہر یار بن محمد عثمان بن دامان بن ہمایوں بن قریش بن سلیمان بن عفان بن عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

3.3- علامہ فضل حق خیر آبادی کا خاندان

علامہ کا خاندان اپنی عالمانہ بزرگی و جلالت کے اعتبار سے ہندوستان میں مشہور تھا، اور کئی صدیوں تک ہندوستان کی مسند علم پر متمکن رہا۔ شیخ بہاء الدین قبۃ الاسلام

اعلامی ہند کا شاندار ماضی، ص ۲۳۳/۲۳۲

ایمانی ہندوستان، ص ۱۳۰، کچھ فرق کے ساتھ "انفاس العارفين" ص ۲۵۲، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ص ۱۵/۳۷۳

بدایوں کے مفتی تھے۔ شیخ ارزانی بدایونی نامور بزرگ اور اعلیٰ درجے کے مفتی تھے۔ شیخ عماد بدایونی اور شیخ اسماعیل ہرگامی ہرگام کے قاضی تھے۔ ملا ابوالواعظ ہرگامی مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے اتالیق تھے اور فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں شریک تھے۔

3.4- علامہ کے والد مولانا فضل امام خیر آبادی

علامہ کے والد ماجد مولانا فضل امام خیر آبادی ایک نامور عالم اور معقولات کے یگانہ عصر فضلاء میں سے تھے۔^۱ وہ خیر آبادی سلسلہ علماء کے پہلے نامور بزرگ ہیں جو معقولات کی تدریس اور ترویج کے باعث معروف ہوئے۔^۲ دہلی میں انکی قائم کردہ درسگاہ معقولات کی ایسی یونیورسٹی تھی جس کی مثال شاید ہی ہندوستان میں کہیں اور ملے۔^۳

3.4.1- ملازمت

دہلی میں وہ اپنے وطن خیر آباد سے انیسویں صدی کی ابتداء میں تشریف لائے وہاں ایسٹ انڈیا کمپنی کا راج تھا۔ مولانا شروع میں عدالت کے مفتی تھے۔ پھر صدر الصدور (سب جج) مقرر ہو گئے۔ وہ پہلے ہندوستانی مسلمان تھے، جنہیں کمپنی نے دیسی ملازمین کو عطا کیا جاسکے والا سب سے بڑا عہدہ دیا تھا۔^۴ بطور صدر الصدوران کے فرائض میں قاضی کی اسامیوں کیلئے امیدواروں کا امتحان، مالی مدد یا عطائے املاک (جاگیریں عطا کرنا) اور علماء، صلحاء، ناداروں اور تعلیم یافتہ افراد کی جانب سے مدد معاش کی درخواستوں کی جانچ پڑتال شامل تھی۔^۵

۱۔ ملا ابوالواعظ علامہ کے اجداد میں سے عبدالماجد کے بھائی اور علامہ کی دادی صاحبہ کے ماموں تھے۔ ”بانی ہندوستان“ نم، ۱۳۱، ”اردو دائرہ معارف اسلامیہ“ ص ۳۷۱/۵۔

۲۔ نزحۃ الخواطر، ص ۳۷۷/۷۔

۳۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ص ۳۷۱/۵۔

۴۔ غالب نام آورم، ص ۱۰۲۔

۵۔ سفر اور تلاش، منصف حکیم سید محمود احمد برکاتی، ص ۴۹۔

۶۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ص ۳۷۱/۵۔

یہ مرتبہ سابق۔ خیال رہے کہ انگریز کی ملازمت کو ابتداء ایک طبقہ فکر انگریز دوستی، خیر خواہی و وفاداری وغیرہ سے تعبیر کرتا تھا، مگر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنے داماد عبدالحی کو ملازمت کی اجازت (بقیہ جاشیناگلے صفحے پر)

۱۸۲۷ء کے لگ بھگ مولانا فضل امام اپنے عہدہ سے دستبردار ہو گئے تھے انکی جگہ انکے شاگرد مفتی صدر الدین آزرده صدر الصدور دہلی مقرر ہوئے۔ دہلی کی ملازمت سے، سبکدوشی کے بعد مولانا فضل امام، مہاراجہ پٹیلہ کی ملازمت سے منسلک ہو گئے۔ اواخر عمر میں وہ اپنے وطن خیر آباد آ گئے تھے۔

3.4.2- درس و تدریس

ملازمت کی مصروفیات کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ مولانا فضل امام خود مولانا عبدالواحد خیر آبادی کے تلمیذ تھے۔ جبکہ انکے تلامذہ میں امام منطق و قندہ، مشہور شاعر و ادیب، عظیم مدبر و راہنما علامہ فضل حق خیر آبادی، ممتاز عالم و ادیب اور صدر الصدور دہلی مفتی صدر الدین آزرده تھے جو کہ سرسید احمد خان بانی علیگزہ مسلم یونیورسٹی، نواب یوسف علیخان، نواب صدیق حسن خان کے استاد تھے۔ مولانا فضل امام کے ایک اور شاگرد مشہور صوفی و سیاح شاہ غوث علی قلندر تھے۔ جنہوں نے مولانا کی وفات کے بعد سلسلہ تعلیم کو خیر باد کہہ دیا اور وطن کو چلے گئے، حالانکہ اس وقت انکی عمر صرف اٹھارہ (۱۸) سال تھی۔

3.4.3- تصانیف

آپ سے بہت سی تصانیف بھی یادگار ہیں^۲ جیسے:

۱- المرقاة (منطق): مولانا فضل امام کی یہ تصنیف عربی زبان میں علم منطق پر ہے۔

(بقیہ: حاشیہ نمبر ۷ صفحہ نمبر ۳۵) دیگر ان خیالات کی تردید کی اور مرد زمانہ نے بھی اس مفروضہ کو غلط ثابت کیا یوں کہ انگریزوں کے خلاف جہاد آزادی ۱۸۵۷ء میں انہیں علماء نے کھل کر حصہ لیا جو انگریز کے دور اقتدار میں صدر الصدور اور افتاء وغیرہ کے مناصب پر فائز تھے، اور یہ کہ رفتہ رفتہ معترض طبقہ فکر کے علماء اور دیگر تمام مسالک کے علماء نے انگریزی ملازمت اختیار کر لی۔ (دیکھئے مقدمہ سیف الجبار، ص ۱۷، ۱۹ تا ۱۹۲، و تاج الفحول نمبر، ماہنامہ مظہر حق بدایون، ص ۱۷۵۔ مجموعہ مقالات از افضل قرشی، ص ۱۲-۱۵) فتاویٰ عزیزی، ص ۱۸۶/۱۔

۲- تذکرہ غوثیہ، ص ۲۷- در طبع، دہلی، ۱۹۶۵ء۔

۳- تصانیف کیلئے دیکھئے ”اردو دائرہ معارف اسلامیہ“، ص ۱۵/۳۷-۳۷۔

تمام مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ اردو زبان میں اس کا ترجمہ بھی ہوا اور اسکی شرح مولانا کے پوتے مولانا عبدالحق خیر آبادی اور نواب صدیق حسن خان قنوجی کے بیٹے نے کی اور علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے المروضاۃ کے نام سے عربی میں حاشیہ لکھا۔ سب سے پہلے یہ کتاب ۱۸۸۶ء میں اور پھر ۱۸۸۸ء میں دہلی سے طبع ہوئی۔

۲۔ حاشیہ علی الحاشیہ الزاہدیہ القطبیہ: مطبوعہ ہے، قلمی نسخہ مخطوطات بانگی پور میں ۲۲۷۳ کے نمبر سے موجود ہے۔

۳۔ حاشیہ علی الحاشیہ الزاہدیہ الجلالیہ: یہ عربی زبان میں ہے۔ اسکا قلمی نسخہ مخطوطات ایوان، دہلی میں ۱۵۱۳ کے نمبر سے موجود ہے۔

۴۔ تشحیذ الاذهان فی شرح المیزان: یہ بھی عربی میں غیر مطبوعہ تصنیف ہے اور مخطوطات ایوان ہند، دہلی میں ۱۵۲۹ کے نمبر سے موجود ہے۔

۵۔ تلخیص الشفاء: اسکا ایک قلمی نسخہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں مجموعہ سبحان اللہ کی فہرست مخطوطات میں (۸۰) کے نمبر سے اور رامپور لاہری کی فہرست مخطوطات میں (۳۸۱) کے نمبر سے موجود ہے۔

۶۔ الحاشیہ علی الافق المبین: اسکا قلمی نسخہ مفتی انتظام اللہ شہابی کے کتب خانے میں موجود ہے۔

۷۔ آمد نامہ: مبتدیوں کیلئے فارسی مصادر پر مشتمل ایک مفید کتابچہ ہے۔ اسکے باب پنجم میں اودھ کے سرکردہ علماء اور فضلاء کا تذکرہ ہے جسے مفتی انتظام اللہ شہابی نے علیحدہ کتابی صورت میں ”تراجم الفضلاء“ کے نام سے مرتب کیا، یہ ۱۹۶۵ء میں کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ اور حواشی اے۔ ایس۔ بزبئی انصاری نے لکھے ہیں۔ جبکہ قلمی نسخہ لاہر پور کے موقوفہ کتب خانہ میں ہے۔

۸۔ ترجمہ تاریخ یمنی: مخطوطہ عمر کا نمبر ۲۴۱ ہے۔ جبکہ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

ایچاس سال سے گواپاؤ میں اس کتب خانہ کا کچھ نام و نشان نہیں رہا۔ دیکھنے غالب نام آورم، ص ۱۱۲

۲ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ص ۱۵۴، ۱۵۵ میں یونہی منقہ انداز ہے۔

نے مقدمہ تاریخ یا خلاصۃ التواریخ کے نام سے دو نسخوں کا ذکر کیا ہے۔^۱ ایک کتب خانہ عجائب گھر لاہور میں (۲۰) کے نمبر سے اور دوسرا کتاب خانہ گنج بخش راولپنڈی صدر میں اور ایک اور نسخہ رضا لاہوری راپور میں ہے۔^۲ اور یہ تاریخ مولانا نے ۱۲۲۲ھ کو دہلی میں فارسی میں لکھی۔

۹۔ نخبۃ السیر: اس کا قلمی نسخہ صاحبزادہ عبید اللہ خان ریکی ٹونک کے کتب خانہ میں ہے۔

مولانا فضل امام ایک ادیب بھی تھے۔ مولوی کریم الدین، معاصر مورخ لکھتے ہیں: ”انکے اشعار اور عبارات عربی بہت ہیں، اور بڑے فاضل تھے۔“^۳ یونہی سرسید احمد خان لکھتے ہیں:

”علوم ادبیہ کو انکی زبان دانی سے افتخار تھا“ اور یہ کہ ”اگرچہ نظم و نثر تازی و دری آپکا بہت ہے، لیکن ترتیب کتاب کے وقت راقم کے پاس موجود نہ تھا، اس واسطے یہ نسخہ اس شرف سے مشرف نہ ہوا۔“^۴

مولانا فضل امام کس پائے کے عالم و فاضل تھے، اس کا کچھ اندازہ سطور ذیل سے ہوتا ہے جو سرسید احمد خان نے مولانا کے وصف میں لکھیں:

”اکمل افراد نوع انسی، مہبط انوار فیوض قدسی، سراب سرچشمہ عین الیقین، مؤسس اساس ملت و دین، ماحی آثارِ جہل، ہادم بنائے اعتساف، محی مراسم علم، بانی مہانی انصاف، قدوہ علمائے فحول، حاوی معقول و منقول، سند اکابر روزگار، مرجع اعالیٰ و ادانی ہر دیار، مزاج دان شخص کمال، جامع صفات جلال و جمال، مورد فیض ازل وابد، مطرح انظار سعادت سرمد، مصداق مفہوم تمام اجزائے، واسطۃ العقد، سلسلہ حکمت اشرافی و مشائی، زبدہ کرام، اسوۃ

^۱ دیکھئے باغی ہندوستان، طبع چہارم، ص ۴۴۲، ۴۴۳

^۲ دیکھئے خیر آباد کی ایک جھلک، ص ۵۰

^۳ دیکھئے حاشیہ غالب نام آورم، ص ۱۰۴

^۴ تذکرہ علمائے دہلی، ص ۸۶

عظام، مقتدائے اناام مولانا و مخدومنا مولوی فضل امام ادخلہ اللہ المنعام فی الجنة النعیم بلطفہ العمیم۔ مجال نہیں کہ آپکے اوصاف حمیدہ اور محامد پسندیدہ تقریر کر سکے۔ اگر ہزار برس مشق سخن کرے اور اسی ذکر میں زبان سخن سخی سے معاف نہ رکھے، یقین ہے کہ ہزار سے ایک نہ ادا ہو سکے۔

علوم عقلیہ اور فنون حکمیہ کو انکی طبع و قادی سے اعتبار تھا اور علوم ادبیہ کو انکی زبان دانی سے افتخار۔ اگر انکا ذہن رسادلائل قاطعہ بیان نہ کرتا، فلسفہ کو معقول نہ کہتے، اور اگر انکا فکر صائب براہین ساطعہ قائم نہ کرتا، اشکال ہندی تاریخ و عکبوت سے ست تر نظر میں آتی، اس نواح میں ترویج علم حکمت و معقول کی اسی خاندان سے ہوئی۔ گویا اس دودہ والا بتار سے اس علم نے یک جہتی بہم پہنچائی ہے۔“

3.4.4- شادی و اولاد

مولانا فضل امام نے تین شادیاں کیں۔^۱ پہلی اہلیہ صدر پور سے تھیں، انکے بطن سے تین صاحبزادیاں (نوراں، مہراں، ظہور النساء) اور تین صاحبزادے تھے۔

۱- علامہ فضل حق خیر آبادی۔

۲- فضل عظیم، یہ علامہ فضل حق خیر آبادی کے برادر اکبر تھے اور فارسی کے شاعر اور انشاء پرداز تھے۔ اکثر تذکرہ نگاروں نے انکا تذکرہ کیا ہے۔ وہ اکیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں سہارن پور میں افسر مقرر ہوئے۔ اسی زمانے میں علامہ فضل حق دہلی سے بھائی کے یہاں سہارن پور جایا کرتے تھے۔^۳ عبدالقادر رامپوری لکھتے ہیں کہ ”منشی فضل عظیم فارسی نظم و نثر میں مہارت رکھتے ہیں جو واقعہ پیش آئے، اسکی کیفیت قلم برداشتہ لکھ دیتے ہیں“^۴ انہوں نے گورکھوں اور انگریزوں کی جنگ کی کیفیت کو ”وقائع کوہستان“ کے نام سے قلم بند

^۱ تذکرہ اہل دہلی، ص ۸۶۳۸۵

^۲ بیاضین: ہندوستان، ص ۱۳۶، کاجدول اور ص ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۷ کے حواشی ملاحظہ کیجئے۔

^۳ دیکھئے علامہ کی قلمی بیاض، ص ۵۸، ۱۱، ۱۰

^۴ علم و عمل، ص ۲۵۷/۱

کیا ہے، یہ کتاب ۱۲۶۹ھ کو مطبع مصطفائی دہلی سے شائع ہوئی۔ اس وقت وہ سہارن پور کے ڈپٹی کلکٹر بن چکے تھے اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے قبل انکا انتقال ہو گیا۔
 ۳۔ فضل رحمن: راجہ پٹیالہ کے ہاں ملازم تھے اور ۱۸۵۷ء کے بعد بھی زندہ تھے۔
 ان کے پوتے خان بہادر فضل متین سیشن جج ریاست پٹیالہ تھے۔
 مولانا فضل امام کی دوسری بیوی لاہر پور سے تھیں۔ ان کے لپٹن سے پانچ بیٹیاں تھیں۔

مولانا کی تیسری اہلیہ سے بھی دو صاحبزادے تھے:

۱۔ اعظم حسین۔

۲۔ مظفر حسین شوخی: یہ طباعی اور ذہانت کے جوہر سے آراستہ تھے۔ حضرت اجمیری قدس سرہ سے عشق تھا، تمام عمر اجمیر شریف میں گزار دی اور وہیں وفات پائی اور اجمیر ہی میں دفن ہوئے۔ کسی ریاست نے ایک اعلیٰ عہدے کی پیشکش کی تھی۔ آپ وہاں تشریف لے گئے جب مہاراجہ کے محل کے تیسرے دروازے کو عبور کیا تو وہاں نوبت بج رہی تھی۔ اس نوبت کی آواز سے دربار خواجہ کی نوبت یاد آ گئی۔ اسی جگہ سے الٹے پیرا اجمیر شریف واپس ہو گئے۔ مظفر حسین شاعر بھی تھے، ان کا فارسی کلام دستیاب ہے۔

3.4.5- وفات

مولانا فضل امام نے ۵/۵/۱۲۴۴ھ ۱۸۲۹ء کو خیر آباد میں انتقال فرمایا۔ انہیں وہیں مخدوم شیخ سعد الدین خیر آبادی کے احاطہ مزار میں دفن کیا گیا۔

۱۔ مجموعہ مقالات، مرتبہ فضل قرشی، ص: ۳۲ تا ۳۷

۲۔ مرجع سابق، ص: ۱۱، پر ملاحظہ کیجئے گواہ صفائی نبی بخش کا بیان۔

۳۔ باغی ہندوستان، حاشیہ صفحہ ۱۳۴

۴۔ ”خیر آباد کی ایک جھلک“، ص: ۸۷، مجموعہ مقالات مرتبہ فضل حق قرشی، ص: ۱۱

۵۔ نام بیتا پوری اور نجم الحسن خیر آبادی نے تاریخ وفات ۱۲۴۰ھ لکھی ہے، جبکہ زہدہ الخواطر، ص: ۳۷ تا ۳۸ میں ۱۲۴۳ھ لکھی

ہے۔ درست تاریخ وفات ۱۲۴۴ھ ہے دیکھئے تذکرہ اہل دہلی، ص: ۸۵، تذکرہ فرائد الدھر ”مولفہ ۱۸۴۷ء“

۶۔ تاریخ خیر آباد، ص: ۱۱۰ اور قلمی تاریخ خیر آباد، ص: ۱۱۰

بابائے اردو غالب نے صنعتِ تخریج و ترمیم میں ان کا قطعہ تاریخ کہا، جو غالباً انکی شعری زندگی کا پہلا کارنامہ تھا، کیونکہ وہ تاریخ و مرثیہ کے نام سے گھبراتے تھے۔^۱ قطعہ یہ ہے۔

اے دریغا قدوہ ارباب فضل کرد سوئے جنت الماوی خرام
کار آگاہی ز پرکار اوفاد گشت دار الملک معنی بے نظام ہے
چوں ارادت از پے کسب شرف جست سال فوتِ آں عالی مقام
چہرہ ہستی خراشیدم نخست تابنائے تخریج گردد تمام
گفتم اندر ”سایہ لطف نبی

باد آرامشگہ ”فضل امام“^۲

ترجمہ: ۱۔ افسوس ارباب فضیلت کے مقتدا جنت الماویٰ میں تشریف لے گئے۔

۲۔ علم و آگہی کا کام اپنے معمول (روٹین) سے ہٹ گیا، معانی کے دارالحکومت کا نظام مختل ہو گیا۔

۳۔ جب ارادے نے شرف حاصل کرنے کے لئے اس عالی مقام کی وفات کا سال تلاش کیا۔

۴۔ تو میں نے پہلے ہستی کا چہرہ چھپایا (لفظ ہستی کے پہلے حرف ہ کے پانچ عدد کم کئے) تاکہ تخریج کی تعمیر مکمل ہو سکے۔

۵۔ میں نے کہا: سایہ لطف نبی“ میں فضل امام کی آرام گاہ ہو (۱۲۳۹ھ سے پانچ کم کئے ۱۲۳۳ بچے، یہی تاریخ وفات ہے)

۱۔ اخیر آباد کی ایک جھلک، ص ۵۰

۲۔ غالب نام آورم، ص ۱۰۲

۳۔ زیادہ تر مترجمین نے یہ شعر ذکر نہیں کیا، اور صرف چار اشعار نقل کیے ہیں، اصل میں پانچ ہیں دیکھئے ”کلیات غالب“ ص ۲۲۵، و ”تذکرہ فراند الدھر“ مؤلفہ ۱۸۳۷ء ص ۴۰۶، ۴۰۷، و ”غالب نام آورم“، حاشیہ ص ۱۰۳، ۱۰۴۔

۴۔ (کلیات غالب، فارسی، ص ۲۲۵)

3.5- علامہ کی تعلیم و تربیت

علامہ فضل حق خیر آبادی دہلی میں بڑے ناز و نعم میں پلے بڑھے۔ حدیث کے علاوہ باقی تمام علوم کی تحصیل اپنے فاضل اجل والد صاحب سے کی۔ حدیث کی تعلیم کیلئے اس دور کے نامور مدرس شاہ عبدالقادر محدث دہلوی^۱ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور علوم عربیہ میں والد صاحب کے علاوہ شاہ عبدالعزیز دہلوی کے بھی تلمیذ رہے۔^۲

تیرہ سال کی عمر میں ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء میں علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل سے فراغت حاصل کی اور چار ماہ میں قرآن پاک حفظ کر لیا اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت دھومن دہلوی کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور اس نو عمری کے دور میں تدریس کا بھی آغاز کر دیا، اور یہ سلسلہ آخر عمر تک جاری رہا جو تقریباً نصف صدی پر محیط ہے۔^۳

تکمیل علوم پر مولانا فضل امام نے اپنی معقولات کی درس گاہ کے چند اسباق انکے سپرد کر دیے، علامہ نے بڑے اعتماد سے اپنی عمر سے دو چند، سہ چند عمر کے طلبہ کو درس دینا شروع کر دیا۔ اسی دور میں علامہ نے اپنی نو جوانی کی ترنگ میں ایک غبی مگر معمر طالب علم کی غباوت پر جھنجلا کر، کتاب اٹھا کر پھینک دی۔ اس نے جا کر مولانا فضل امام سے شکایت کر دی۔ مولانا نے اسی کے سامنے اپنے ہونہار فرزند کو بلا کر طالبانِ علوم کے ساتھ اس سخت گیرانہ معاملہ کرنے پر شدید سرزنش کی اور طلبہ کے احترام اور انکے ساتھ لطف سے پیش آنے کی ہدایت کی اس طرح ایک فاضل باپ نے اپنے نو جوان فرزند کو ایک جلیل القدر مدرس بننے کی تربیت دی۔^۴

^۱ ایہ شاہ ولی اللہ کے چھوٹے صاحبزادے تھے مزید تفصیل کیلئے اساتذہ کا عنوان ص: ۶۳، پر ملاحظہ کیجئے۔

^۲ تذکرہ غوثیہ، ص: ۱۳۷۔ شاہ عبدالعزیز، شاہ ولی اللہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔

^۳ سفر اور تلاش، ص: ۴۸،

^۴ تذکرہ غوثیہ، ص: ۱۳۶۔

3.6- شادی و اولاد

علامہ فضل حق خیر آبادی نے دو شادیاں کیں۔ علامہ کی پہلی شادی منشی فضل احمد بن حسن میاں خیر آبادی کی صاحبزادی ”بی بی وزیرین“ کے ساتھ ہوئی، ان سے تین صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادے تھے۔

۱- بی بی سعید النساء حرماں:

یہ سید احمد حسین رسوا کی اہلیہ اور سید حافظ محمد حسین بیکل خیر آبادی اور سید افتخار حسین مضطر خیر آبادی^۲ کی والدہ تھیں۔ یہ دونوں شاعر تھے۔ بی بی سعید النساء کا شعر و سخن میں بلند پایہ تھا۔^۳ ذکاوت و فطانت میں اپنے والد بزرگوار کی آئینہ دار تھیں۔ انکے بھائی مولانا عبدالحق صاحب فرمایا کرتے تھے کہ خداوند تعالیٰ نے مجھ پر بڑا کرم فرمایا کہ یہ مرد نہ ہوئیں اگر مرد ہوتیں تو میری قدر ختم ہو جاتی۔

۲- بی بی نجم النساء:

یہ منشی ضمیر علی فوجدار ریاست جے پور کی اہلیہ تھیں۔

۳- بی بی مخمور النساء:

یہ منشی طفیل احمد خیر آبادی کی زوجہ تھیں۔

۴- شمس العلماء مولانا عبدالحق خیر آبادی:

یہ علامہ کے صحیح علمی جانشین تھے اور انہیں سے سلسلہ اولاد بھی چلا۔ انکے بیٹے کا نام اسد الحق^۴ تھا اور انکے بیٹے کا نام حکیم ظفر الحق (ف ۱۹۷۸ء) تھا اور انکے بیٹے کا نام عین الحق تھا، انہوں نے خیر آباد میں اقامت رکھی۔

^۱ خیر آباد کی ایک جگہ، ہس: ۱۰۱ تا ۱۰۰، پر مزید حالات دیکھئے۔

^۲ مرجع سابق، ہس: ۹۲ تا ۹۳، پر حالات زندگی ملاحظہ کیجئے۔

^۳ مرجع سابق، ہس: ۱۱۹ تا ۱۲۰، پر مزید تفصیل دیکھئے، بی بی سعید النساء حرماں نے امام احمد رضا خان بریلوی کی ایک مشہور نعت پر تخریق لکھی، باب نمبر ۶ میں ص: ۳۶۸ تا ۳۶۹ پر ملاحظہ کیجئے۔

^۴ مرجع سابق، ہس: ۱۷۷

علامہ کی دوسری اہلیہ ”امراؤ بیگم“ دلی کی رہنے والی تھیں۔ ان سے بھی دو صاحبزادے پیدا ہوئے۔

۱۔ مولوی شمس الحق:

انکی ایک ہی صاحبزادی تھیں انکا قیام دہلی ہی میں رہا۔

۲۔ مولوی علاء الحق:

ان سے بھی علامہ کی اولاد کا سلسلہ چلا۔ انکے صاحبزادے کا نام ضمیر الحق تھا اور ضمیر الحق کے بیٹے فیض الحق تھے۔ یہ دہلی میں تھے پھر ریاست بھوپال میں ممبر مال ہو گئے۔

3.7۔ دینداری

علامہ فضل حق خیر آبادی ایک باخدا، صاحب دل اور متدین بزرگ تھے، بے مثال عالم اور حافظ قرآن تھے۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت دھومن دہلوی کے مرید تھے۔ تہجد کی نماز بالالتزام ادا فرماتے اور روزانہ ایک منزل قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے۔^۱ تلمیذ علامہ مولانا عبداللہ بلگرامی علامہ کی شب بیداری و نوافل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”جس شخص کا نوافل میں یہ حال ہو اس کے فرائض کا اندازہ کیا جاسکتا ہے“^۲

مولانا یعقوب حسین قادری (عرف مولانا ضیاء القادری) ذکر کرتے ہیں:

”حضرت سیف اللہ المسلمول مولانا فضل رسول بدایونی^۳ قدس سرہ سے

علامہ فضل حق خیر آبادی کو نہایت خلوس و عقیدت تھی۔ ایک زمانے میں بدایون

بھی تشریف لائے تھے۔ اکثر اوراد و اشغال کی اجازتیں حاصل کی تھیں۔

۱۔ اکمل التاریخ، ص: ۸۸

۲۔ دیباچہ ہدیہ سعیدہ، ص: ۵

۳۔ آپ معقول و منقول کے جامع اور شریعت و طریقت کے شیخ کامل تھے، عمر کا بہت بڑا حصہ خلق خدا کے جسمانی و روحانی امراض کے علاج میں صرف کیا، مقدمہ سیف الجبار، ص: ۸، تاج النجول نمبر، ۱۶۸ تا ۱۷۹۔ مزید تفصیل علامہ کے معاصرین سے روابط میں ص: ۱۵۲ تا ۱۵۳، پر ملاحظہ کیجئے۔

مدرسہ عالیہ قادریہ میں مقیم رہے تھے۔“۱

علامہ محمد فضل حق کے نزدیک نماز کی اس قدر اہمیت تھی کہ وہ اسکی ادائیگی میں حائل کسی پابندی کے قائل نہ تھے۔ انکا موقف تھا کہ انگریزی حکومت، انکا کوئی قانون حتیٰ کہ انگریزی حکومت کی نوکری کرنا بھی اس میں رکاوٹ نہیں بن سکتا، جیسا کہ درج ذیل واقعہ سے معلوم ہوتا ہے:

علامہ کے شاگرد مولانا نور الحسن کاندھلوی آگرہ کالج میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے، تو ظہر کے وقت نمازِ ظہر کیلئے چلے جاتے جس پر سیکرٹری کالج نے انہیں روکنا چاہا۔ اس پر انہوں نے علامہ محمد فضل حق خیر آبادی کو صورتحال سے تحریراً آگاہ کیا۔ جسکا جواب علامہ نے یوں دیا: ”بوصول ملاطفہ مؤرخہ ۱۱ ارشوال سنہ حال حال مصداقی ﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى ۝ عَبْدًا إِذَا صَلَّى﴾ دریافت، سخت متعجب و متحیر شدم کہ آیا ایس نہی سرکاری است یا طبع زاد سکرتری، اگر طبع زاد سکرتری است لغو است، و اگر سرکاری است از چہ رواست۔ در مدرسہ کلکتہ امام و مؤذن از سرکار مقرر است، و باز ماندن از نماز در ہیچک نوکری معنی ندارد۔ حال مال عرضی کہ در کمیٹی داده اند، بزودی نگارش فرمایند۔“۲

ترجمہ: سال ہذا میں ۱۱ ارشوال کو لطف نامہ موصول ہوا۔ ﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى ۝ عَبْدًا إِذَا صَلَّى﴾ (بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے، بندے کو جب وہ نماز پڑھے) آیات کے مصداق حال معلوم ہوا، مجھے سخت تعجب اور حیرت ہوئی کہ کیا یہ ممانعت سرکاری ہے یا سیکرٹری کی خود ساختہ؟ اگر سیکرٹری کی خود ساختہ ہے تو لغو ہے اور اگر سرکاری ہے تو کس ضابطہ و رو سے ہے؟ جبکہ مدرسہ کلکتہ میں امام و مؤذن سرکار کی طرف سے مقرر ہیں اور نماز سے روکنا کسی نوکری میں کوئی معنی نہیں رکھتا، اور وہ درخواست جو کمیٹی کو دی ہے اسکا جواب جلد تحریر کریں۔

الاکمل التاريخ، ص: ۸۹/۱

متذکرہ اسلاف، حالات مشائخ کاندھلوی، ص: ۱۳۹

حب رسول ﷺ کی دولت بھی آپ کو از زانی ہوئی تھی آپ کی عربی شاعری کا بڑا حصہ نعتیہ قصائد پر مشتمل ہے۔ جو ذات رسالت ﷺ سے آپ کی شیفتگی کے آئینہ دار ہیں۔

علامہ کی قلمی بیاض میں مولوی بہادر علی برنی کے نام ایک خط محفوظ ہے جس کے ساتھ علامہ نے انہیں ایک طویل قصیدہ بھجوا کر ان سے روضہ مبارک پر ان اشعار کو پڑھنے کی درخواست کی ہے۔

ایک ایسا ہی واقعہ جناب نجم الحسن خیر آبادی نے نقل کیا ہے کہ ایک بار آپ کے محبت، جو کہ عازم حج و زیارت شریف تھے، بغرض رخصت حاضر ہوئے۔ مولانا انکی تشییع کیلئے (یعنی انہیں رخصت کرنے کیلئے) پیادہ پا ہوئے اور فرمایا کہ حاضری اقدس پر اس مجبور غلام کے چند ابیات عرض کر دینا اور اسی حال راستہ چلنے میں آپ نے برجستہ وہ ابیات لکھوا دیئے تھے۔ جن کی تعداد دو قصیدوں کی صورت میں پچاس شعر کے قریب ہو گئی تھی۔ جس وقت ان زائر صاحب نے مواجہہ اشرف میں انکو پڑھنا شروع کیا تو علماء نے جو مشغول تدریس تھے اپنے اپنے درس بند کر دیے اور حرم محترم میں ہر جانب سے خلقت انکے گرد جمع ہو گئی اور حاضرین پر عجب حال طاری رہا۔ علماء نے سن کر فرمایا: یہ کلام تو کسی فصیح عربی الاصل کا بھی بہ مشکل ہو سکتا ہے چہ جائیکہ کسی ہندی کا اور بہتوں نے اس کے نقول لیے۔

درج ذیل واقعہ بھی علامہ کی سرکار دو عالم ﷺ سے وابستگی اور روحانی مقام پر مزید روشنی ڈالتا ہے:

علامہ فضل حق خیر آبادی کو اپنے ایک دوست جناب محمد فیض اللہ خان شہید سے بہت خاص انس تھا۔ نو جوانی میں شہید ہونے والے اس دوست کی یاد میں علامہ نے دو سو تیرہ (۲۱۳) اشعار پر مشتمل تین مرثیہ قصائد کہے ہیں، ان میں ایک قصیدہ ایک سو چھ اشعار

۱۔ سفر اور تلاش، ص: ۴۸

۲۔ خیر آباد کی ایک جھلک، ص: ۵۸

پر مشتمل ہے، علامہ اس مرثیہ قصیدے کی تمہید میں لکھتے ہیں کہ میں نے اس قصیدے میں اپنے شہید بھائی کو ہونے والی اس زیارت کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے مجھ سے بیان کی، وہ یہ ہے کہ ”میں نے خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت میں دیکھا کہ انہوں نے مجھے عزت و اکرام سے نوازا اور مجھے گلے لگانے کے بعد اپنی داہنی جانب بٹھایا۔“ علامہ لکھتے ہیں کہ ”رویا النبی ﷺ بلاشبہ حق ہیں، اور اشعار میں کہتے ہیں:

وَقَدْ أَيقَنْتُ نَفْسِي بِأَنْ سَتَفُوزَ بِالشَّ

شَهَادَةِ إِذْ زُرْتُ النَّبِيَّ مُحَمَّدًا

ترجمہ: جب آپ کو نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تھی تو میرے نفس کو یقین ہو گیا تھا کہ آپ کو شہادت ملے گی۔

3.8- مہمانداری

مولانا فضل امام کے شاگرد سید غوث علی شاہ قلندر قادری پانی پتی کہتے ہیں، جب ہم دربار رامپور میں گئے تو سرائے میں ٹھہرے، اتفاقاً مولوی فضل حق صاحب سے ملاقات ہوئی، نہایت محبت و عنایت سے پیش آئے، اور اپنے نوکر سے کہا کہ جاؤ آپ کا اسباب اٹھالو، میں نے کہا: حضرت براہ خدا مجھے وہیں رہنے دیجئے کہ بہت آرام سے ہوں۔^۲ کہا: اچھا جہاں آپ خوش رہیں لیکن بھٹیاری کو کہلا بھیجا کہ انکے خرچ کا حساب ہمارے ذمہ ہے، اگر پانچ روپیہ روز بھی انھیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہم دیں گے لیکن یہ شرط ہے کہ میاں صاحب بلا اجازت ہمارے کہیں چلے نہ جاویں۔^۳

^۲ دیکھئے علامہ کی قلمی بیاض، ص: ۹۱، ۹۲

^۳ لبافی ہندوستان، ص: ۲۰۴، پر ہے کہ شاہ صاحب اکثر استغراق میں رہتے تھے اور تخیل کے خوگر تھے۔

^۴ تذکرہ غوثیہ، ص: ۱۳۶

3.9- ایسٹ انڈیا کمپنی میں ملازمت

علامہ فضل حق خیر آبادی نو عمری ہی میں اپنے علم و قابلیت کے باعث مشہور ہو گئے۔ تکمیل علوم پر تالیس کے ساتھ ملازمت کا بھی آغاز ہوا۔ علامہ نے سب سے پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی میں ملازمت کی اور انیس سال کی عمر میں ۱۲۲۱ھ/۱۸۱۶ء سے کچھ قبل سرشتہ دارِ عدالت دیوانی (کچہری چیف) مقرر ہوئے۔ سولہ سال تک یہ ملازمت کی اور پھر ۱۲۳۵ھ/۱۸۳۱ء کے اواخر میں پینتیس سال کی عمر میں مستعفی ہو گئے۔ تحقیق کے مطابق انہیں یہ ملازمت ناپسند تھی۔ والد صاحب کے حکم کی وجہ سے کرتے رہے اور انکی وفات کے بعد استعفیٰ دے دیا۔
امیر مینائی لکھتے ہیں:

”شاہجہان آباد (دہلی) میں اگرچہ عدالتین کے سرشتہ دار تھے مگر بڑے ذی اقتدار و صاحب اختیار تھے۔“^۱
مرزا حیرت لکھتے ہیں:

”اس سرشتہ داری میں انہیں وہ دبدبہ اور قوت و شوکت حاصل تھی جو اس زمانے میں ڈپٹی کمشنر کو ہے۔ آپ کے مکان پر اہل مقدمہ کا دربار لگا رہتا تھا، اور زندگی نہایت عزت و احترام سے بسر ہوتی تھی۔“^۲
”ملازمت کمپنی کے دوران علامہ دہلی سے باہر مختلف علاقوں میں بھی جایا کرتے تھے۔“^۳

۱ تفصیل ”سیاسی احوال“ میں ص: ۱۸۳، ۱۸۴، پر ملاحظہ کیجئے۔

۲ انتخاب یادگار، ص: ۲۹۲

۳ منیات طیبہ از مرزا حیرت، ص: ۱۰۱

۴ علامہ کی ”فلکی بیاض“ میں انکے خطوط ملاحظہ کیجئے۔

کمپنی کی ملازمت سے مستعفی ہوئے تو ملک کی متعدد ریاستوں کے والیوں اور نوابوں نے انہیں یکے بعد دیگرے اپنے یہاں مدعو کیا اور اعلیٰ مناصب پر فائز کیا۔ تفصیل ملاحظہ کیجئے:

3.10- ریاست جھجر میں ملازمت:

علامہ فضل حق خیر آبادی ۱۲۳۶ھ / ۱۸۳۲ء میں نواب فیض محمد خان کی دعوت پر جھجر چلے گئے۔ نواب نے مشاہیرہ جلیلہ یعنی پانچ سوزو پے ماہانہ برائے مصارف خدام مقرر کیے۔^۱ ہمعصر مؤرخ مولوی عبدالقادر رامپوری لکھتے ہیں: جھجر کے نواب کی حیثیت رئیس رامپور سے بھی زیادہ تھی۔^۲

تاریخ جھجر میں ہے: ”مولوی فضل حق، یہ شخص رہنے والا خیر آباد کا تھا، اور آدمی بڑا نامی گرامی اور علم و فضل میں ایک علامہ روزگار تھا کہ ہندوستان میں مثل اس کے دوسرا ہم عصر کم ہو۔ جب اس نے سررشتہ داری دہلی کو چھوڑا تو قدردانی فیض محمد خان سے وہ جھجر میں آیا اور ایک مدت مصاحبت نواب میں رہا، آخر کار بسبب وارسہ مزاجی اپنی کے نوکری چھوڑ کر چلا گیا۔“^۳

پروفیسر ایوب قادری لکھتے ہیں:

جھجر میں مولانا کی علمی و تعلیمی سرگرمیوں کا ذکر نہیں ملتا، لیکن خیال یہ ہے کہ تعلیم و تدریس کا سلسلہ بھی رہا ہوگا اور طلبہ نے اکتساب فیض کیا ہوگا۔^۴

۱۔ ”نواب ایک جاگیردار تھے، نواب کی اپنی فوج تھی۔ دربار کی بڑی شان و شوکت تھی، نواب کا انتقال ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۳ء میں ہوا، اور اسکے بیٹے فیض علی خان کا انتقال ۱۸۴۵ء میں ہوا، جبکہ اسکے پوتے عبدالرحمن رئیس جھجر کو جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں حصہ لینے کے پاداش میں ۲۳ دسمبر ۱۸۵۷ء کو پچانسی ہوئی اور ریاست ضبط ہو گئی، ”علم و عمل“ ص: ۳۱۷، تاریخ جھجر از منشی غلام نبی تحصیلدار، ص: ۱۹۹، بحوالہ: مجموعہ مقالات از قرشی، ص: ۳۱۷-۲۸،

۲۔ شیخ آہنگ، ص: ۳۵۵-۳۵۶

۳۔ علم و عمل، ص: ۱۸۹

۴۔ تاریخ جھجر، ص: ۲۱۲، بحوالہ: مجموعہ مقالات مرتبہ افضل قرشی، ص: ۳۰،

۵۔ مجموعہ مقالات مرتبہ افضل قرشی، ص: ۳۰،

3.11- ریاست الور میں قیام

نادم سیتاپوری رقم طراز ہیں:

پھر مہاراجہ الور نے اپنے یہاں بلا لیا۔^۱

امیر مینائی لکھتے ہیں:

الور، سہارنپور اور ٹونک سب جگہ معزز و مؤقر رہے۔^۲

قیام الور کی تفصیل سے تمام مآخذ خالی ہیں۔ البتہ علامہ کے ایک ہم سبق ساتھی

مفتی صدر الدین آزر وہ جو عظیم عالم اور صدر الصدور دہلی تھے، ان کا ایک شعر قیام الور کے

دوران علامہ فضل حق کی علمی سرگرمیوں پر روشنی ڈالتا ہے۔ وہ شعر یہ ہے:

ر شک تہران و صفاہان شدہ دلی از من

الور از ذات ہمایوں تو یونان باشد^۳

ترجمہ: میری وجہ سے دلی رشک تہران اور صفاہان بن گئی

آپ کی بابرکت ذات سے الور یونان ہوگا

حکیم محمود احمد برکاتی کہتے ہیں:

شرافت المکان بالکین کی صداقت دیکھئے کہ بر عظیم کے مراکز علمیہ میں الور نامی

کسی مقام کا کوئی ذکر نہیں تھا مولانا فضل حق وہاں پہنچے تو انکی ذات ہمایوں نے الور کو یونان

بنادیا۔^۴

۱۔ الور، صوبہ راجستھان (بھارت) کا ایک ضلع ہے۔

۲۔ غالب نام آورم، ص ۱۰۷

۳۔ انتخاب یادگار، ص ۲۹۲

۴۔ تاج النحول نمبر، ص ۳۳۱

۵۔ علماء خیر آباد و بدایوں کے روابط، تاج النحول نمبر، ص ۳۳۱

علامہ کا الور میں قیام کب سے کب تک رہا؟ اسکی بھی کوئی وضاحت نہیں ملتی البتہ آغاز ۱۸۵۶ء سے ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی کے آغاز کے زمانے میں بھی علامہ ریاست الور میں تھے۔

3.12- سہارن پور اور ٹونک میں قیام

علامہ فضل حق کے بڑے بھائی فضل عظیم سہارن پور^۱ میں افسر تھے۔ علامہ ملازمت دہلی کے دوران سہارن پور بھائی کے پاس جایا کرتے تھے۔ قیام سہارن پور کی کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ علامہ کے مقدمے کے دو گواہان صفائی نے اس بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ خیال و شنید پر مبنی ہے، کوئی یقینی بات نہیں، جیسے قادر بخش کہتا ہے: ”مجھے انکے سابق حالات سے زیادہ واقفیت نہیں، میرا خیال ہے کہ وہ سہارن پور میں سررشتہ دار تھے، لیکن کب؟ اس کا مجھے علم نہیں۔“^۲

امیر مینائی نے بھی بس اشارہ دیا ہے:

”الور سہارن پور اور ٹونک سلسب جگہ معزز و مؤقر رہے۔“^۳

جبکہ ریاست ٹونک سے صرف چند دنوں منسلک رہنے کا ذکر ملتا ہے، نادم سیتا پوری نے علامہ کے ٹونک جانے کا سبب یہ بتایا ہے کہ ریاست ٹونک میں خیر آباد کے کئی بزرگ ممتاز عہدوں پر فائز تھے۔^۴ علامہ کے کلام عربی میں ریاست ٹونک کے نواب امیر خان کی دعوت پر کسی امر کے سلسلے میں، دوست احباب کے روکنے کے باوجود، ٹونک جانے کا ذکر ملتا ہے، مگر یہ مدحیہ قصیدہ^۵ علامہ نے اپنے قیام دہلی کے دوران ۱۸۲۳ء /

^۱ سہارن پور بھارت کے صوبہ اتر پردیش کے مغرب میں ایک مشہور ضلع ہے۔

^۲ مجموعہ مقالات از افضل قرشی، ص: ۱۱۵، ۱۱۶

^۳ ٹونک بھی علماء کا شہر ہے، اور بھارت کے صوبہ راجستھان کا ضلع ہے۔

^۴ انتخاب یادگار، ص: ۲۹۲

^۵ غالب نام آورم، ص: ۱۰۷

^۶ علامہ کی قلمی بیاض، ص: ۴۲ پر (ہینینا فقد وافی الی بشیر) سے شروع ہونے والا یہ قصیدہ رانیہ اور اس کے پیش لفظ ملاحظہ کیجئے۔

۱۲۴۰ھ میں کہا تھا، نہ کہ اس مذکورہ عرصہ میں، اس سے علامہ کے نواب امیر خان سے تعلقات کا پتہ ضرور ملتا ہے مگر قیام ٹونک کے بارے میں یہاں سے بھی کوئی وضاحت نہیں ملتی اور ٹونک کے تاریخی مآخذ بھی علامہ کے ٹونک میں قیام اور ملازمت کے ذکر سے خالی ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ کا جھجر کی ملازمت چھوڑنے کے بعد سے ۱۸۴۰ء تک کا عرصہ الور، سہارن پور اور ٹونک میں گزرا، تفصیل میسر نہیں، اسکے بعد وہ رام پور چلے گئے۔

3.13- رام پور میں ملازمت

ریاست رام پور^۲ میں علامہ کا قیام ۱۲۵۶ھ/۱۸۴۰ء سے ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۷ء تک رہا۔ اسلئے کہ منشی امیر احمد مینائی نے مولانا خیر آبادی کے رام پور کے قیام کی بدت آٹھ سال لکھی ہے^۳۔ اور ۱۸۴۷ء میں وہ رام پور سے لکھنؤ جا چکے تھے۔

۲۰ اگست ۱۸۴۰ء کو نواب محمد سعید خان تخت نشین ہوئے، وہ علماء و فضلاء کی بہت قدر دانی فرمانے والے تھے۔ انہوں نے علم و ادب کی سرپرستی کی اور علماء کو مختلف کتابوں کے ترجمہ و تالیف پر مامور کیا۔^۴

علامہ نے بھی حکمت طبعیہ پر عربی زبان میں ایک کتاب ”ہدیہ سعیدیہ“ لکھی اور نواب محمد سعید خان کے نام معنون کی۔ یہ کتاب ہند اور مصر سے طبع ہوئی۔

تصنیف و تالیف کے علاوہ محکمہ نظامت اور مرافعہ عدالتین (دیوانی و فوجداری) پر بھی نواب نے علامہ فضل حق کو مقرر کیا۔^۵

۱۔ ”دور ملازمت“ مقالہ پروفیسر ایوب قادری، دیکھئے مجموعہ مقالات از افضل قرشی، ص: ۴۳

۲۔ رام پور قدیم اور مشہور ریاست ہے اب بھارت کے صوبہ اتر پردیش میں بریلی اور مراد آباد کے درمیان ضلع ہے۔

۳۔ انتخاب یادگار، ص: ۲۹۲

۴۔ دیکھئے تقریب از بشیر حسین زیدی، ”مکاتیب غالب“ مرتبہ امتیاز علی خان عرشی رامپوری

۵۔ انتخاب یادگار، ص: ۲۹۲، مجموعہ مقالات از افضل قرشی، ص: ۴۶

اس کے علاوہ علامہ کے سپرد نواب محمد سعید خان کے دو صاحبزادگان ہوئے۔
نواب محمد یوسف علیخان (ف ۱۲۸۱ھ) اور نواب محمد کاظم علیخان (ف ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء)
دونوں نے علامہ سے استفادہ کیا۔^۱

جب یہ دونوں ریاست کے کاموں میں مشغول رہنے لگے تو نواب محمد کلب علی
خان بن نواب محمد یوسف علی خان (ف ۱۸۸۷ء) اور صاحبزادہ فدا علی خان بن محمد کاظم
علیخان کی تعلیم کا سلسلہ مولانا فضل حق سے متعلق ہو گیا۔^۲

ان کے علاوہ رامپور میں تلامذہ کی ایک بڑی تعداد نے مختلف جگہوں سے آ کر
اکتسابِ علم کیا۔^۳

علامہ فضل حق کے رامپور میں دوسرے علماء سے مباحثات و مذاکرات کا تذکرہ بھی
تاریخ نے محفوظ کیا ہے۔^۴

جب علامہ ریاست رامپور سے چلے آئے تو ان کے صاحبزادے مولانا عبدالحق خیر
آبادی (ف ۲۳ / شوال ۱۳۱۶ھ) ریاست سے وابستہ ہوئے۔ وہ وہاں حاکم مرافعہ اور
مدرسہ عالیہ رامپور کے افسر رہے اور تاحیات وہیں رہے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے مولوی اسد
الحق خیر آبادی مدرسہ عالیہ رامپور کے مدرس اعلیٰ ہوئے، مگر ایک ہی سال بعد ۴ / اگست
۱۹۰۰ء کو ان کا انتقال ہو گیا۔^۵

3.14- دارالسلطنت لکھنؤ میں ملازمت

۲۶ / صفر ۱۲۶۳ھ / ۱۳ / فروری ۱۸۴۷ء کو اودھ کا آخری تاجدار و اجد علی شاہ تخت

^۱ نتائج نسیر، ص ۳۰،

^۲ مرجع سابق، ص ۴۵

^۳ فہرست طلبہ رامپور کیلئے دیکھئے مرجع سابق، ص ۵۳ تا ۵۴

^۴ تذکرہ کمالان رامپور، ص ۱۲۳، بحوالہ: مجموعہ مقالات مرتبہ فضل قرشی، ص ۵۱،

^۵ تذکرہ کمالان رامپور، ص ۳۶ تا ۳۷، بحوالہ: مجموعہ مقالات مرتبہ فضل قرشی، ص ۵۲،

نشین ہوا۔ تو علامہ رامپور سے لکھنؤ بلا لیے گئے۔ ڈاکٹر ایوب قادری اپنے مقالے ”علامہ فضل حق خیر آبادی: دورِ ملازمت“ میں لکھتے ہیں: ”تاریخ اودھ میں سب سے پہلے سفارت کے عہدے پر تقرر کے ضمن میں مولانا محمد فضل حق خیر آبادی کا نام آتا ہے۔“^۱

یونہی حکیم محمود احمد برکاتی لکھتے ہیں: ”پہلے آپ کو مملکت اودھ کا سفیر بنا کر کلکتہ بھیجا جا رہا تھا، مگر پھر مرکز ہی میں (تقریباً نومبر ۱۸۴۷ء میں) ”صدر الصدور“ اور ”پچھری حضور تحصیل“ کے مہتمم کا منصب دیا گیا۔ لکھنؤ میں علامہ کا قیام ۱۸۴۸ء سے ۱۸۵۶ء تک رہا۔“^۲ اس دوران ہنومان گڑھی کا مشہور سانحہ بھی پیش آیا۔^۳

”یہاں بھی علامہ زیادہ عرصہ نہ ٹھہر سکے، دلی کی طرح یہاں بھی انگریزوں کی سازشیں تھیں اور پھر خانہ جنگیاں تھیں۔“^۴ غلام رسول مہر لکھتے ہیں: ایک روایت ہے کہ مولانا نے ہنومان گڑھی کے واقعہ سے متاثر ہو کر لکھنؤ کی ملازمت چھوڑ دی۔ دوسری روایت ہے کہ ترک ملازمت مولانا احمد اللہ شاہ سے بات چیت کا نتیجہ تھا۔^۵

بہر حال فروری ۱۸۵۶ء میں انگریزوں نے واجد علی شاہ کو معزول کر کے اودھ کا اپنی حکومت سے الحاق کر دیا، تو علامہ بھی وہاں سے چلے آئے۔ لکھنؤ کے عرصہ قیام میں مفوضہ سرکاری ذمہ داریوں کے باوجود درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔^۶

۱۔ لکھنؤ بھارت کا مشہور علمی و تہذیبی شہر ہے، یہ پہلے صوبہ اودھ کا دار الحکومت تھا، اب بھارت کے مشہور صوبہ اتر پردیش کا صدر مقام ہے۔ اب اس صوبے کا رقبہ قدیم سے تقریباً دو گنا ہے۔

۲۔ مجموعہ مقالات مرتبہ فضل قرشی، ص: ۵۹

۳۔ یہ محکمہ کمپنی فوج کے سپاہیوں کے حق کی حفاظت اور دادرسی کیلئے نومبر ۱۸۴۷ء کو قائم کیا گیا۔ تاریخ اودھ، ص: ۱۳۸/۵۰۔ قیصر التواریخ، ص: ۳۵/۲

۴۔ سفر اور تلاش، ص: ۵۰

۵۔ تفصیل کیلئے آئندہ صفحات میں ”سیاسی احوال“ ملاحظہ کیجئے۔

۶۔ غالب نام آورم، ص: ۱۰۸

۷۔ (۱۸۵۷ء کے مجاہد، ص: ۲۰۲)

۸۔ پروفیسر ایوب قادری، دیکھئے مجموعہ مقالات مرتبہ فضل قرشی، ص: ۶۹

3.15- رام پور واپسی

علامہ فضل حق خیر آبادی اودھ سے واپس رام پور آئے۔ چند دن یہاں ٹھہر کر الور

چلے گئے۔^۱

3.16- الور میں ملازمت

۱۸۵۶ء میں جن دنوں علامہ الور گئے، ان دنوں الور کا راجہ بنے سنگھ^۲ تھا۔ یہ علم و

فن کا بڑا قدردان تھا، مبارک شاہ کو تو ال دہلی کے مطابق وہ علامہ فضل حق کو اس زمانے میں

ساڑھے چار سو روپیہ بطور مشاہرہ دیا کرتا تھا۔^۳

علامہ کی تدریسی سرگرمیاں الور میں بھی جاری رہیں۔ آپ کے طلبہ بھی آپ کے

ساتھ لکھنؤ سے الور منتقل ہو گئے۔ علامہ ان طلبہ کو روزانہ سولہ سولہ سبق پڑھایا کرتے تھے۔^۴

علامہ فضل حق خیر آبادی الور میں ہی تھے کہ ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ سے جنگ

آزادی کا آغاز ہو گیا۔ ۱۱ مئی کو مجاہدین نے بڑی آسانی سے دہلی پر قبضہ کر کے انگریزوں کو

نکال باہر کیا، اور پھر اسی پر اکتفا کر لیا۔ قدرت انہیں کتنا بڑا موقع فراہم کر رہی تھی اس کا وہ

ادراک ہی نہ کر پائے۔ وہ جذبہ اور وہ اتحاد و اتفاق جس کے ساتھ وہ اٹھے تھے، وہ رفتہ رفتہ

مفقود ہوتا چلا گیا، اور قائدین^۵ جہاد آزادی خود غرضی، غفلت، نااہلیت اور دشمن کی سازشوں کا

شکار ہوتے چلے گئے اور دوسری طرف دشمن روز بروز اپنے آپ کو مضبوط کرتا چلا گیا، یہاں تک

۱۔ غالب نام آورم، ص: ۱۰۸، "مکاتیب غالب" مرتبہ امتیاز علی خان عرشی، ص: ۷۵

۲۔ "راجہ بنے سنگھ" ۱۵ جولائی ۱۸۵۷ء کو فوت ہو گیا، یہ ۱۸۳۵ء میں تخت نشین ہوا تھا، اس نے ریاست کے انتظام کی درستی

کے بعد علم و فن کی قدردانی کی اور وحید عصر و منتخب روزگار افراد کو اپنی ریاست میں جمع کیا۔ اس زمانے میں پچاس ہزار کے

مصارف سے "گلستان سعدی" لکھوائی، وقائع راجپوتانہ، ص: ۳۷۲، بحوالہ پروفیسر ایوب قادری، دیکھئے مجموعہ مقالات

مرتبہ فضل حق قرشی، ص: ۷۲۷

۳۔ The Indian Rebellion of 1857, P:212

۴۔ "باغی ہندوستان" ص: ۲۳۶ تا ۲۳۳۔ مجموعہ مقالات، ص: ۷۵ تا ۷۳

۵۔ استاذ العلماء مفتی لطف اللہ علیگز جی، مصنفہ مولانا حبیب الرحمن شروانی، ص: ۳۸

۶۔ قائدین کے جنگ آزادی میں کردار کی تفصیل علامہ کے سیاسی احوال میں ملاحظہ کیجئے۔

کہ ایک چیلنج بن گیا۔ اس پر امیر ٹونک نے خط لکھا:

”کہ اسے تولہ رام سے خبر ملی ہے کہ ابھی تک انگریزوں کو سمندر میں نہیں دھکیلا گیا۔“^۱

جب صورتحال قابو سے باہر ہو گئی اور دہلی ہاتھ سے جاتی نظر آنے لگی، تو بہادر شاہ ظفر نے علامہ فضل حق خیر آبادی کو الور سے بلا لیا، علامہ وسط اگست ۱۸۵۷ء میں دہلی پہنچے ایک منجر اس موقع پر انگریزوں کو اپنی رپورٹ میں لکھتا ہے:

”مولوی فضل حق، الور کے راجہ کی ملازمت چھوڑ کر دہلی آ گیا ہے۔“^۲

یوں آپ کے طویل دور ملازمت کا اختتام ہوا۔ سید محمد میاں آپ کے دور ملازمت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ”آپ نے ملازمت کی مگر اس طرح کہ آپ کی نازک مزاجی نے عزت نفس، خودداری اور وقار علم کے دامن کو کبھی میلا نہیں ہونے دیا۔ بظاہر یہی سبب تھا کہ کہیں آپ کا قیام مستقل نہیں رہا۔۔۔ نہ صرف ملازمت (ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت) ترک کی، بلکہ دہلی کی بود و باش بھی ترک کر دی۔“^۳

3.17- دہلی میں جہادِ آزادی کی قیادت

علامہ فضل حق خیر آبادی دہلی پہنچے تو بہادر شاہ ظفر نے تمام تر انتظام انکے سپرد کر دیا۔ علامہ نے حالات کا جائزہ لیا اور فوری ضرورتوں اور مستقبل کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے پورے نظام کی از سر نو اصلاح شروع کر دی، نااہل لوگوں کو ہٹا کر قابل اعتماد لوگوں کو رسد کی بہم رسانی پر مامور کیا لگان اور رسد میں اضافہ ہونے لگا۔ انتظامی امور کی درستی کیلئے ملک کا دستور بنایا۔ اس آئین کی روشنی میں فوجی و سول اراکین پر مشتمل کابینہ بنائی

^۱ ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۴۴

^۲ ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۷۶، رپورٹ، ۱۸ اگست ۱۸۵۷ء

^۳ علمائے ہند کا شاندار ماضی، ص: ۴۴۵/۴

^۴ علامہ کی جنگِ آزادی میں شرکت کی تفصیل انکے سیاسی احوال میں ملاحظہ کیجئے۔

غداروں کی دخل اندازی کی تمام راہیں بند کر دیں، رازداری کا بہت اہتمام کیا، بادشاہ شہزادوں اور عوام کو انکی ذمہ داری کا احساس دلایا اور انگریزوں کے خلاف بھڑکایا۔ اس سب کے نتیجے میں ہر طرف ایک ولولہ تازہ نظر آنے لگا۔ فتح و کامیابی آسان نظر آنے لگی، مگر مہلت ختم ہو گئی۔ اس لئے کہ غداروں اور سازشیوں کے ہاتھوں ملک و قوم کا سودا طے ہو چکا تھا اور نااہل قائدین نے اپنے ہاتھوں اس قدر کھودیا تھا کہ بازیابی و مداوانا ممکن ہو گیا اور ۱۹ ستمبر ۱۸۵۷ء کو انگریز دہلی پر دوبارہ قابض ہو گئے۔

3.18- خیر آباد روائگی اور وہاں قیام

انگریزوں نے دہلی پر قبضہ کرنے کے بعد اہل شہر اور فوج پر انتہائی مظالم ڈھائے۔ غلہ پانی بند کر دیا۔ بادشاہ، فوجی قائدین اور بہت سے لوگ سقوطِ دہلی سے پہلے ہی شہر چھوڑ گئے۔ باقی بعد میں چلے گئے جو بچا اسے انگریزوں نے شہید کر دیا۔ جب شہر میں کوئی نہ رہا تو پانچ دن اپنے مکان میں بھوکے پیاسے بند رہنے کے بعد، جان بچانے کی خاطر علامہ بھی اپنے اہل کے ساتھ چھپ چھپا کر نکلے اور خیر آباد کی راہ لی۔

کسی نہ کسی طرح خیر آباد پہنچے تو وہیں مقیم ہو گئے۔ دسمبر ۱۸۵۷ء میں لکھنؤ کے محاذ پر جنگ چھڑ گئی، تو علامہ خیر آباد سے لکھنؤ چلے گئے۔ وسط مارچ ۱۸۵۸ء میں لکھنؤ بھی مسلمانوں کے ہاتھوں سے جاتا رہا علامہ واپس خیر آباد آ گئے۔ لکھنؤ سے نکل کر مجاہدین منتشر ہو گئے۔ اپنے اپنے طور پر لڑتے رہے، اور ختم ہوتے چلے گئے، افراتفری و بھگدڑ کا سماں تھا۔ ہر کوئی جان بچاتا پھر رہا تھا۔ علامہ بھی مئی ۱۸۵۸ء میں خیر آباد سے نکل گئے اور مختلف علاقوں میں روپوش رہے۔ اس دوران ملکہ وکٹوریہ نے عام معافی کا ملک بھر میں اعلان کروایا۔ علامہ یہ اعلان پڑھ کر پیش ہو گئے اور رو بکاری کے بعد گھر خیر آباد چلے گئے جہاں سے انہیں تھوڑے دنوں بعد گرفتار کر لیا گیا اور ایک بے بنیاد مقدمے میں پھنسا کر عمر بھر کیلئے انڈیمان بھیج دیا گیا۔

19.3- جزیرہ انڈیمان میں وفات

۱۸ اکتوبر ۱۸۵۹ء کو آپ کلکتہ سے جنوبی انڈیمانہ میں پورٹ بلیر پر اترے۔ وہاں ایک سال دس ماہ سخت مضر صحت ماحول والے جزیرے میں مختلف بیماریوں کا شکار رہ کر اور طرح طرح کے مصائب و شدائد سہہ کر ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ / ۲۰ اگست ۱۸۶۱ء کو انتقال فرما گئے۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

علامہ کامدین جزیرہ نمک بھٹہ (ساؤتھ پوائنٹ میں، جزیرہ روس/Ross) کے قریب ہے۔ علامہ کے برابر مولوی لیاقت علی الہ آبادی مدفون ہیں۔

جزائر انڈیمان خلیج بنگال میں شرق کی طرف کلکتہ سے تقریباً چھ سو میل کے فاصلے پر واقع ہیں یہ مجموعہ جزائر ۷۴۶ مربع میل کے رقبے پر محیط ہے۔ اس مجموعے میں دو سو چار جزیرے ہیں اور انڈیمان کے نام سے مشہور ہیں۔ یہاں کے جنگلات میں قیمتی لکڑیوں کے درخت پائے جاتے ہیں خط استوا کے قریب ہونے کی وجہ سے بارہ مہینے بارش ہوتی رہتی ہے۔ اصل باشندے حبشیوں کی طرح ہیں۔ ستمبر ۱۷۸۹ء میں گورنمنٹ ہند نے طے کیا کہ جس دوام بھور دریائے شور کے قیدی جزائر انڈیمان و نکوبار میں رکھے جائیں چنانچہ کیپٹن بلیر اور کیپٹن مورس دو جہاز لے کر وہاں پہنچے جزیرہ چائم میں لنگر ڈالا اور اس چھوٹے سے جزیرے کو کسی قدر صاف کر کے کچھ مکانات بنوائے ایک کنواں کھدوایا اور وہاں رہنے لگے مگر طرح طرح کی بیماریوں اور آب و ہوا کی خرابی کے باعث آدمی مر گئے۔ چارو ناچار سات سال تک اس جزیرے پر قبضہ رکھا گیا آخر کار شدت بیماری اور آب و ہوا کی ناموافقت کی وجہ سے ۱۷۹۶ء میں یہ جزیرہ بالکل اجڑ گیا، اسی کیپٹن کے نام سے موسوم ہوا۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے سلسلے میں ہزاروں آدمیوں کو جس دوام بھور دریائے شور کی سزا تجویز ہوئی اس لئے کہ ان ہزار ہا قیدیوں کو ہندوستان کی جیل میں رکھنے میں فساد کا اندیشہ تھا۔

۱۸۵۸ء سے ۱۸۶۵ء تک ان جزائر کی آب و ہوا سم قاتل تھی اگر کسی شخص کے کوئی زخم ہو جاتا تو اس کی موت یقینی تھی زخم تین دن میں سڑ جاتا اور چوتھے دن زخمی ملک عدم کی راہ لیتا تھا۔ انڈیمان کی آباد کاری کے شروع زمانے میں اسکروبی کی بیماری بڑے زوروں سے رہی اور اس بیماری سے ہزاروں آدمی مر گئے۔ علامہ فضل حق نے بھی الشورہ الہند یہ اور قصائد میں ان جزائر کے متعلق لکھا ہے۔ تفصیل کیلئے قصائد کے علاوہ ڈاکٹر ایوب قادری کا مضمون، ”جزائر انڈیمان و نکوبار میں مسلمانوں کی غمی خدمات“ ص ۵۹ تا ۵۵ دیکھئے۔

مولوی لیاقت علی الہ آبادی نے جہاد آزادی ۱۸۵۷ء میں الہ آباد سے حصہ لیا، چال چلن کی پاکی کے باعث لوگ عزت کرتے تھے، الہ آباد آزاد ہوا تو ان کا نام صوبیدار کے لئے پیش کیا گیا۔ انگریزوں نے جب دوبارہ قلعہ الہ آباد پر قبضہ کر لیا تو یہ وہاں سے تیس لاکھ کا خزانہ لے کر ۷۱ جون کو کانپور نکل گئے جب کانپور پر بھی قبضہ ہو گیا تو دکن نکل گئے، وہاں سے گرفتار کر کے انگریزوں نے انہیں کالے پانی (جزائر انڈیمان) بھیج دیا۔ وہاں کئی سال جلاوطن رہنے کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ وہیں مدفون ہیں۔

جہاد کے دوران مسلسل بادشاہ بہادر شاہ ظفر سے رابطہ رکھا۔ مشہور نظم ”جہاد یہ“ لکھی۔ جگہ جگہ یہ نظم سنائی جاتی، اور دیواروں پر چسپاں کر دی جاتی۔ بحوالہ اردو میں نعت گوئی از ڈاکٹر ریاض مجید، ص ۳۹۰

3.20- قطعات تاریخ اور مرثیے

محمد سعید حسرت نے علامہ کی وفات پر یہ قطعہ تاریخ کہا:

قد توفی الإله فضل الحق عالماً جيداً بلا ريب
إن نفاه الولاية من بلده بجفاء فليس من عيب
قال تاريخه (لأ دركه فضل حق) هو اتف الغيب ۱

۱۲۷۸ھ

فارسی میں یہ قطعہ تاریخ کہا:

مولوی فضل حق چورحلت کرد جنتی گشت نیست ریب مرا
گفت تاریخ ”لأ دركه فضل حق“ سروش غیب مرا ۲

۱۲۷۸ھ

اردو میں درج ذیل قطعہ ہے:

بأعمل تھے حضرت فضل حق کر دیا نیرنگ نے جینا محال
انڈمن کو لے گئی قید فرنگ ہو گیا آخر وہیں پر انتقال
سال ہے مسعود بے ”ہادی ہند“ فضل حق خیر آبادی باکمال ۳
۷۹ ۱۹۳۰

۱۸۶۱ء ۲

مولانا فیض الحسن سہارنپوری نے علامہ کے مرثیہ میں تین قصیدے بزبان عربی

کہے، جیسے:

۱۔ اقسطاس البلاغہ ص: ۲۱۰، بحوالہ بناغی ہندوستان ص: ۲۳۲،

۲۔ مرجع سابق

۳۔ عند لیب تواریخ ص: ۱۱۰، بحوالہ: مرجع سابق۔

یعنی ۱۹۳۰ء سے ۷۹ نکالیں تو سال وفات ۱۸۶۱ء حاصل ہوتا ہے۔

لم يغيب فيضُه ولو غاب عنا
 لا يغيب الندى الكريم الجواد
 كيف يُنسى الفتى العطوف الرؤوف
 يُنسى وكم له من خصال
 ربنا اغفر له وأنت غفور
 ربنا ائمه ذكره ما طمى البحر
 هذه دعوة من القلب والقلب
 جسمه الأ زهر النقى العجيب
 الفاضل البارع الأديب الأريب
 الهين الين الحبيب اللبيب
 ذكرها مثل ربها المحبوب
 واستجب لي وأنت المستجيب
 وما هب شمال وجنوب
 كئيب ولا يخيب الكئيب

باب 4

علمی و ادبی احوال

4.1- اساتذہ

۱- مولانا فضل امام خیر آبادی: (ف ۱۲۳۴ھ / ۱۸۲۹ء)

علامہ فضل حق خیر آبادی نے معقولات، منقولات اور علوم عربیہ کی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا فضل امام خیر آبادی سے پائی۔ علامہ کی قلمی بیاض میں اوائل جوانی کے عربی میں کچھ خطوط اور قصائد ہیں جو انہوں نے اپنے والد گرامی کو بجوائے۔ مولانا فضل امام کے توسط سے علامہ کا سلسلہ معقولات محقق دوانی اور میر سید شریف جرجانی سے: داتا گنج بخش شیخ الرئیس اور معلم ثانی فارابی سے جالمتا ہے اور فارابی سے معلم اول ارسطاطالیس تک۔^۲

۲- شاہ عبدالقادر دہلوی: (۱۷۵۳ء-۱۸۱۳ء)

علامہ نے حدیث کی تکمیل شاہ عبدالقادر دہلوی سے کی جو شاہ ولی اللہ دہلوی کے شاگرد تھے، قرآن مجید کا اردو ترجمہ سب سے پہلے (۱۲۰۵ھ / ۱۷۹۰-۹۱ء میں) انہوں نے ہی کیا تھا جو کہ بہت متداول ہوا۔^۳ شاہ عبدالقادر کے توسط سے علامہ کا سلسلہ حدیث امام بخاری تک پہنچتا ہے اور ان سے حضور ﷺ تک۔^۴ صدیق حسن قنوجی نے لکھا ہے:

”شاہ عبدالقادر دہلوی عالم، زاہد، فاضل، عابد، صاحب تقویٰ و وقار اور صدق فراست و حسن بصیرت والے تھے، ایک جماعت نے ان سے شرف تلمذ پایا۔ ان میں سے سے نمایاں ابوالعلاء فضل حق خیر آبادی ہیں جو اپنے زمانے کے سب سے ماہر ادیب ہیں۔“

ان کے تفصیلی حالات زندگی ص: ۲۱۵ تا ۲۱۷ میں گزرے ہیں۔

ادیکھے ”سفر اور تلاش“، ص: ۴۹، تفصیل کیلئے دیکھئے ڈاکٹر قمر النساء کا مقالہ ڈاکٹریٹ ”العلامہ فضل حق خیر آبادی“ ص: ۵۲ تا ۵۰، باغی ہندوستان، ص: ۱۸۱ تا ۱۷۶۔

۲- ”المنجد“، ص: ۴۵۱۔

۳- ”سفر اور تلاش“، ص: ۴۹۔

۴- ماجد العلوم، ص: ۳/۲۲۵۔

۳۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی: (۱۷۳۶ء-۱۸۲۳ء)

علامہ فضل حق نے شاہ عبدالعزیز دہلوی کے سامنے بھی زانوئے تلمذتہ کیا ہے۔ عربی اشعار شاہ صاحب ہی کو دکھاتے تھے۔ ایہ شاہ ولی اللہ کے بڑے بیٹے تھے۔ انہوں نے ”میزان العقائد اور تحفہ اثنا عشریہ“ وغیرہ تالیف کیں۔^۱

باغی ہندوستان میں ہے کہ ”شاہ صاحب نے روشیعہ میں جب تحفہ اثنا عشری محققانہ انداز میں تحریر کی تو شیعان ہند اور ایران میں ہلچل مچ گئی، ایران سے میر باقر داماد کے خاندان کا ایک بچہ عالم و مجتہد اپنی ڈھیروں کتابوں کے ساتھ دہلی میں شاہ صاحب کی درسگاہ میں مناظرہ کیلئے حاضر ہو گیا تب علامہ فضل حق بارہ سال کے تھے اور شاہ صاحب کے حلقہ درس میں تھے، انہوں نے مہمان کے ساتھ شرح اشارات، شفا اور اوراق مبین پر ایسی مدلل گفتگو کی کہ وہ عالم اسی رات، شاہ صاحب سے مناظرہ کیے بغیر دہلی سے واپس ایران کوچ کر گیا۔^۲

۴۔ حافظ محمد علی خیر آبادی:

حافظ محمد علی خیر آبادی بھی علامہ کے اساتذہ میں سے ہیں ”مناقب حافظیہ“ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا فضل حق ”فصوص“ کا درس لینے انکی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔^۳

4.2- تدریس

علامہ فضل حق خیر آبادی نے تحصیل علم کے معاہدہ، عنفوان شباب میں تیرہ سال کی عمر ہی سے تدریس شروع کر دی۔ یوں ۱۸۱۰ء سے ۱۸۵۷ء تک مسلسل سینتالیس سال آپ نے

^۱ تذکرہ غوثیہ، ص: ۱۳۷

^۲ السجد فی الاعلام، ص: ۲۵۰

^۳ باغی ہندوستان، ص: ۱۳۵، ۱۳۶

^۴ دیکھئے علامہ محمد فضل حق خیر آبادی اور جہاد آزادی، ص: ۲۰۰ پر ڈاکٹر معین الدین کا مقالہ

درس دیا۔ علامہ کی تدریسی سرگرمیوں کی تفصیل نہیں ملتی صرف اشارات ہیں جن کے مطابق درس کا سلسلہ ہر جگہ ہر حالت میں جاری رہا۔^۲ فرائض ملازمت اور تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھی اس میں کبھی خارج نہ ہوا۔ حکیم سید محمود برکاتی ملازمت دہلی کو چھوڑنے کی ایک وجہ یہ بھی ذکر کرتے ہیں: ”ان مناصب کے اعزاز اور اختیارات کی وجہ سے علامہ کو مصروف زیادہ رہنا پڑتا تھا، اور خالص علمی مشاغل کیلئے خاطر خواہ فراغت نہیں ملتی تھی، اس لئے علامہ ناخوش اور بیزار تھے۔“^۳

علامہ علمی مشاغل کو صاحب علم کیلئے ضروری خیال کرتے تھے اسی لئے جس زمانے میں انکے شاگرد نور الحسن کاندھلوی کے پاس کوئی علمی مشغلہ اور درس و تدریس کا کوئی سلسلہ نہ تھا تو انکے خط کے جواب میں لکھا: ”تاسفہ کہ بے شغلی علوم نوشتہ اند بجا است۔ آن علوم را بمشقت حاصل کردہ بودند، آن محنت را رائیگاں کردن گوارا نمی شود۔“^۴

ترجمہ: کسی علمی مشغلے کے نہ ہونے کے بارے میں جو آپ نے لکھا ہے اس پر افسوس بجا ہے ان علوم کو مشقت سے حاصل کیا تھا، اس محنت کو ضائع کرنا گوارا نہیں ہے۔ غلام رسول مہر لکھتے ہیں: ”بہر حال مولانا نے فارغ التحصیل ہونے کے بعد کسی بھی دور میں درس و تدریس ترک نہیں کی۔ جو بھی فیض حاصل کرنے کیلئے آتا، اسے بے تامل مستفیض فرماتے، یہاں تک کہ مشاغل تفریح میں بھی اس کا خاص خیال رکھتے، جیسا کہ مولوی رحمان علی کے بیان سے واضح ہے۔“^۵

^۱ سفر اور تلاش، ص: ۴۹

^۲ ”علامہ کا دور ملازمت“ از پروفیسر ایوب قادری، دیکھئے، مجموعہ مقالات از افضل قریشی، ص: ۸۲۳

^۳ سفر اور تلاش، ص: ۵۰

^۴ تذکرہ اصناف، حالات مشائخ کاندھلوی، ص: ۱۴۹

^۵ ۱۸۵۷ء کے مجاہد، ص: ۲۰۲

جبکہ مولوی رحمان علی لکھتے ہیں: ”میں نے ۱۲۶۴ھ میں بمقام لکھنؤ مولانا کو دیکھا (اس وقت علامہ کی عمر باون سال تھی) کہ حقہ نوشی کی حالت میں شطرنج بھی کھیلتے جاتے تھے اور ایک طالب علم کو افق مبین کا درس اس خوبی سے دیتے تھے کہ مضامین کتاب طالب علم کے ذہن نشین ہوتے جاتے تھے۔“^۱

سید مصطفیٰ علی بریلی نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ ”بعض اوقات برسرِ عدالت مقدمات کی سماعت کے دوران بھی ضرورت مند طلبہ کو سبق دیے جاتے تھے۔“^۲

مفتی سلطان حسن بریلوی کے نام علامہ کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ قیام الور کے دوران علامہ کے پاس روزانہ سولہ سبق ہوتے تھے۔^۳

حکیم سید محمود احمد برکاتی نے اس خط میں مذکور طلبہ اور کتابوں کے ناموں سے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ الور میں علامہ سے شرف تلمذ پانے والے یہ طلبہ درجہ تخصص کے طلبہ تھے اور خط میں مذکور کتابیں درجہ تخصص کے نصاب کی کتابیں ہیں۔^۴

علامہ کے شاگرد مولانا عبداللہ بلگرامی مقدمہ ”ہدیہ سعیدیہ“ میں لکھتے ہیں: ”آپ طلبہ پر شفیق اور ذہین تلامذہ کے پڑھانے پر حریص تھے۔ آسان اور سہل الفاظ میں سمجھاتے، تعلیم و تدریس میں اپنے جگر گوشہ اور عام طالب علم میں ذرہ برابر فرق نہ کرتے۔“

4.3- تلامذہ

علامہ کا عہد سیاسی اعتبار سے مسلمانان ہند کے زوال اور علمی اعتبار سے کمال کا عہد تھا۔ دہلی میں جو کہ دارالسلطنت تھا، منقولات کا ولی الہی مدرسہ اور معقولات کا خیر آبادی مکتب تھا، دیارِ عرب، ایران، بخارا، افغانستان اور دوسرے دور دراز کے علاقوں سے

۱۔ تذکرہ علمائے ہند ص: ۱۶۵

۲۔ شہید آزادی ایڈیشن ”الہام“ ہفت روزہ، بہاولپور، ص: ۶۲

۳۔ باغی ہندوستان، ص: ۲۳۴ تا ۲۳۶، اور مجموعہ مقالات از افضل قرشی میں ص: ۷۴ تا ۷۵۔ جبکہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہانپوری لکھتے ہیں: ”علامہ محمد فضل حق خیر آبادی نے ایک کامل درجہ کی مدرسہ زندگی نہیں گزاری۔ (علامہ فضل حق خیر

آبادی اور جہاد آزادی، ص: ۱۸۰)

۴۔ تاج اللؤلؤ نمبر، ماہنامہ ”مظہر حق“ بدایون، ص: ۳۳۱

سے شائقین علم آکر شریک حلقہ تدریس ہوتے تھے۔

علامہ فضل حق خیر آبادی جس ریاست میں مقیم ہوتے طلبہ بھی وہیں منتقل ہو جاتے اور مستفیض ہوتے۔ آپکے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر افسوس کہ ان سب کے نام بھی محفوظ نہیں ہیں۔ معاصر مصنف مولوی کریم الدین پانی پتی (ف ۱۸۶۹ء) لکھتے ہیں: واضح ہو کہ یہ فاضل اجل، بڑا عالم ہندوستان میں ہے اس سے صد بالوگوں کو فیض ہوا ہے اور صد بانا فضل اسکے شاگردوں میں ہیں۔^۲ قریبی ہمعصر امیر مینائی کہتے ہیں: ”تلامذہ مولوی صاحب کے حساب سے باہر ہیں۔“^۳

علامہ عبدالشاہد شروانی لکھتے ہیں: ”کاش کوئی قریب تر زمانے میں علامہ کے تلامذہ کی فہرست مرتب کر لیتا۔“^۴

علامہ عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں: ”آج ہندوپاک کا شاید ہی کوئی مدرسہ ہوگا جہاں آپ کا فیض جاری نہ ہو۔“^۵ علامہ عبدالشاہد خان شروانی کے مطابق تیرہویں اور چودھویں صدی کے اکثر فضلاء ہند خیر آبادی شجر علم کے خوشہ چیں ہوئے ہیں۔ موجودہ دور کے صف اول کے مشاہیر علماء کو نسبت تلمذ علامہ کے تلامذہ یا تلامذہ کے تلامذہ سے حاصل ہے۔^۶

علامہ کے بعض تلامذہ کے نام یہ ہیں:

4.3.1- تلامذہ وہابی

- ۱- حکیم امام الدین دہلوی، طبیب اکبر شاہ ثانی و بہادر شاہ ظفر و وزیر الدولہ ٹونک۔
- ۲- مولانا شیخ محمد تھانوی ولد شیخ حمد اللہ (۱۲۳۰ھ/۱۸۱۵ء-۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء)

۱ یافعی ہندوستان، ص: ۲۴۰، نزہۃ الخواطر، ص: ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴

۳۔ مولانا نور الحسن ولد مفتی الہی بخش کاندھلوی۔ قائم مقام تحصیلدار دیوبند (ف ۱۲۸۵ھ)

۴۔ حکیم نور الحسن بن حکیم شاعر علی امر وہوی۔

۵۔ نواب ضیاء الدین خان پیر وودخشاں۔

۶۔ قلندر علی زبیری پانی پتی (ف ۱۳۲۳ھ)، مولف ”تنزیل التذیر فی نظیر البشیر“

والدیر“ و استاذ مولانا الطاف حسین حالی۔

۷۔ منشی دادار بخش پنجابی۔

۸۔ مولوی غلام قلندر گویا موی (سبط مولانا فضل امام)، ناظر سررشتہ دار عدالت دیوانی

تختہ تحصیلدار گورگانوہ۔

۹۔ ملا فتح الدین لاہوری۔

4.3.2۔ سہارن پور اور کاندھلہ کے تلامذہ:

۱۰۔ مولوی عبدالرزاق سہارن پوری۔

۱۱۔ مشہور شاعر و ادیب، مولانا فیض الحسن سہارن پوری (۱۲۳۲ھ/۱۸۱۶ء-۱۳۰۴ھ/۱۸۸۷ء)، استاذ شبلی نعمانی و استاذ شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی، شارح حماسہ،

شارح سبعہ معلقہ درعربی و فارسی و اردو۔

۱۲۔ مولوی محمد اکبر بن مولوی نور الحسن کاندھلوی (ف ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء)

4.3.3۔ تلامذہ رامپور:

۱۳۔ شمس العلماء مولانا عبدالحق بن فضل حق خیر آبادی (۱۸۲۸ء/۱۲۴۴ھ-۱۳۱۶ھ)

فلسفہ میں امام عصر، تقریباً چالیس کتابوں کے مصنف، استاذ شبلی نعمانی، و برکات

احمد ٹونکی و اسد الحق خیر آبادی، ہندوستان میں علامہ فضل حق خیر آبادی کی یادگار

تفصیلی حالات کیلئے دیکھئے ”باغی ہندوستان“، ص: ۳۳۶ تا ۳۱۳

۱۳- بی بی سعید النساء حرماں بنت علامہ فضل حق خیر آبادی و ام مضطر خیر آبادی و نسل خیر آبادی۔

۱۵- نواب محمد یوسف علیخان ابن نواب محمد سعید خان (ف ۱۲۸۱ھ)

۱۶- نواب محمد کلب علیخان ابن نواب محمد یوسف علیخان (ف ۱۸۷۸ء)

۱۷- صاحبزادہ محمد کاظم علیخان ابن نواب محمد سعید خان (ف ۱۲۹۲ھ)

۱۸- صاحبزادہ فدا علیخان ابن محمد کاظم علیخان۔

۱۹- مولوی ہدایت اللہ خان ولد رفیع اللہ خان رامپوری ثم جونپوری (ف ۱۳۲۶ھ)

۱۹۰۸ء)، و استاذ مولانا سید سلیمان اشرف و مولانا امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت۔

۲۰- مولانا ملا نواب ولد سعد اللہ خان رامپوری (ف ۱۳۰۹ھ)

۲۱- مولوی محمد موسیٰ خان ولد احمد خان رامپوری (ف ۱۳۳۳ھ غالباً)

۲۲- مولوی حکیم محمد فیاض خان ولد مولوی بشارت اللہ خان رامپوری (ف ۱۲۷۲ھ)

۲۳- مولوی عبدالعلی خان ریاضی دان ولد یوسف خان رامپوری (ف ۱۳۰۳ھ)،

استاذ الامام احمد رضا خاں بریلوی۔

۲۴- مولوی نور النبی ولد مولوی محمد اسحاق، مدرس مدرسہ عالیہ رامپور (ف ۱۲۸۷ھ)

تقریباً)

۲۵- مولوی عبدالعزیز خان ولد حاجی جبرہ باز خان، مدرس مدرسہ عالیہ رامپور۔

۲۶- مولوی سلطان حسن خان ولد مولوی احمد حسن خان، صدر الصدور بریلی (ف

۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء)۔ سید جمیل احمد بلگرامی اور انہوں نے مل کر علامہ فضل حق کے

عربی کلام کا ایک مجموعہ مرتب کیا۔

۲۷- مولوی ہدایت علی بریلوی، مدرس اول (پرنسپل) مدرسہ عالیہ رامپور (ف ۱۳۲۲ھ)

استاذ مولانا فضل حق رامپوری، و شاہ ابوالحسین احمد نوری، و مولانا یونس علی

بدایونی۔

۲۸- مولوی حکیم الہی بخش قادری ولد اشرف الحکماء حکیم عظیم اللہ قادری، ساکن قصبہ آنولہ (ف ۱۳۲۰ھ)

۲۹- مولوی احمد حسن مراد آبادی محشی شفا لقاضی عیاض (ف ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء)

۳۰- مولوی حکیم محمد حسن ولد شیخ کرامت علی امر وہوی (ف ۱۳۲۳ھ)

۳۱- مولوی عبدالعزیز سنبھلی۔

۳۲- مولوی عبدالرشید غازی پوری۔

4.3.4- لکھنؤ اور الور کے تلامذہ:

۳۳- مولانا نور احمد بن مولوی محمد شفیع عثمانی بدایونی (۱۲۳۰ھ - ۱۳۰۱ھ)

۳۴- مولانا عبدالقادر بن شاہ فضل رسول بدایونی (۱۲۵۳ھ - ۱۳۱۹ھ) صاحب

دیوان عربی و تاریخ بدایون و ہدایت الاسلام و رسالۃ حقیقت شفاعت وغیرہ۔

۳۵- مولوی محمد حسن ترہٹی، صاحب ”الیانح الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی“ (۱۸۳۷ء -

۱۹۰۱ء)

۳۶- مولوی عبداللہ بلگرامی بن سید شاد آل احمد بلگرامی (۱۲۲۸ھ / ۱۸۳۲ء - ۱۳۰۵ھ /

۱۸۶۳ء)

۳۷- شمس العلماء مولانا عبدالحق بن شاہ غلام رسول کانپوری (ف ۱۳۱۲ھ)

4.3.5- دیگر تلامذہ:

۳۸- مولانا جمیل احمد بن اسلم صدیق بلگرامی (ف ۱۲۹۴ھ) - علامہ کے عربی کلام

کا ایک مجموعہ بھی ترتیب دیا۔

۳۹- مولانا خیر الدین بن محمد ہادی، جو کہ مولانا ابوالکلام آزاد کے والد ہیں۔

(۱۸۳۱ء - ۱۹۰۸ء / ۱۳۲۶ھ) - شاعر بھی تھے - رد و ہابیہ میں دس جلدوں میں

علامہ سید احمد دھلان کی خواہش پر کتاب لکھی۔

ان کا نام محمد حسن بھی لکھا گیا ہے۔

- ۴۰- مولانا قلندر بخش پانی پتی۔
- ۴۱- مولانا سید علی لہ سہوانی۔
- ۴۲- مولانا محمد احسن گیلانی بن شجاعت علی واسطی (جد مولانا مناظر احسن گیلانی)
(۱۲۱۲ھ-۱۳۰۱ھ)
- ۴۳- مولانا ابوالاحمد مراد علی، استاد قاضی ظفر الدین لاہوری۔
- ۴۴- مولوی سراج الدین بجنوری ثم لکھنوی۔
- ۴۵- مولوی لطف علی راج گیری (بہاری)۔
- ۴۶- مولوی حکیم میر سید داعم علی عظیم آبادی ثم ٹونکی۔

4.4- تالیفات:

علامہ فضل حق خیر آبادی کی زیادہ تر تصانیف غیر مطبوعہ ہیں اور مردِ زمانہ کے باعث ضائع ہونے کے قریب ہیں خصوصاً علامہ کے ہاتھ کے تحریر کردہ نسخے اپنی قدامت کے باعث زیادہ بری حالت میں ہیں۔ علامہ کے رسم الخط کے ضمن میں یہ خیال رہے کہ علامہ شکستہ خط نستعلیق کے علاوہ شستہ خط نستعلیق میں بھی لکھا کرتے تھے۔ انکی بیاض ان ہردو کی نمائندگی کرتی نظر آتی ہے۔ چنانچہ شستہ خط کے آخر میں ”نَمَقَّہ العبد الفقیر محمد فضل حق ---“ کے الفاظ اسی بات کی دلیل ہیں۔^۱ اس کے علاوہ بیاض میں موجود بعض خطوط اور قصائد کا آغاز تو شستہ خط میں ہے مگر وہ آگے چل کر شستہ و شکستہ خط کی ملی جلی صورت سے گزرتے گزرتے مکمل شکستہ خط میں ہیں۔^۲ اس سے معلوم ہوا کہ علامہ ہردو خطوط جانتے تھے گو زیادہ تر شکستہ ہی میں لکھتے تھے۔

۱- سید علی یا سید یا علی نام تین۔

۲- شستہ و شکستہ خط کا نمونہ باب نمبر ۶ میں ص: ۶۹، ۷۰، ۷۱ پر ملاحظہ کیجئے۔

۳- نمونہ باب نمبر ۶ میں ص: ۷۰، ۷۱، ۷۲ پر ملاحظہ کیجئے۔

علامہ کی درج ذیل تالیفات مطبوعہ ہیں:

۱۔ حاشیہ شرح سلم العلوم، للقاضی مبارک گوپاموی۔ بزبان

عربی در علم منطق

سلم العلوم ملا محبت اللہ بہاری کی تالیف ہے۔ اسکی بہت سی شروح ہیں۔ سب سے مشہور شرح قاضی مبارک گوپاموی کی ہے۔

علامہ کا دور کتابوں کے حواشی لکھنے کا دور تھا۔ حاشیہ سے صرف متن کی تشریح و تفسیر رفع اشکالات، تفصیل اجمال، توضیح مبہم ہی مقصود نہیں ہوتی تھی، بلکہ محشی جگہ جگہ مولف و شارح سے اختلاف اور اس کے اقوال کی تردید و تصحیح بھی کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم علامہ کو شرح سلم العلوم کے اس حاشیے میں بہت سے مقامات پر فارابی و ابن سینا سے اختلاف کرتے اور ان کے اقوال کی تردید و تغلیط کرتے ہوئے بھی پاتے ہیں۔

ہمعصر مولوی کریم الدین پانی پتی کہتے ہیں: یہ حاشیہ میں نے بھی مولوی نور الحق صاحب کے پاس دیکھا تھا بہت اچھا ہے۔ تفصیل اور تطویل بہت ہے باعث اسکا تبحر اور ملکہ اور استعداد مصنف مذکور کا ہے۔

علامہ کے اس حاشیے کو بنجا طور پر مسائل منطق کا انسائیکلو پیڈیا اور علوم عقلیہ کا فتاویٰ کہا جاتا ہے۔

یہ حاشیہ علامہ کی مانیہ ناز تصنیف ہے۔ جزائر انڈیمان میں جلاوطنی کے زمانے میں علامہ سے کسی نے دریافت کیا کہ مولانا آپ ہندوستان میں کیا یادگار چھوڑ آئے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ ”دو یادگاریں چھوڑی ہیں۔“ ایک فرزند عبدالحق ہیں اور دوسری یادگار قاضی کا حاشیہ۔“

۱۔ تذکرہ فرائد الدہر، ص: ۴۰۷

۲۔ باغی ہندوستان، ص: ۲۹۷، ۲۹۸

اس حاشیہ کا قلمی نسخہ رامپور لائبریری میں ۱۲۴۰ھ، اور بانگی پور مکتبہ میں ۱۲۳۱ھ اور ۲۳۱۵ کے نمبر پر محفوظ ہے۔ یہ کتاب پہلی بار مصلح المطالع دہلی سے ربیع الاول ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء میں چھپی، یہ ۲۸۷ صفحات پر مشتمل کتاب تھی اور دوسری مرتبہ ۲۸/رجب ۱۳۹۵ھ / ۱۸/اگست ۱۹۷۵ء میں دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف ضلع سرگودھا سے چھپی۔

۲۔ الروض المجود فی تحقیق وحدۃ الوجود: بزبان عربی در تصوف۔

علامہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ رسالہ ائمہ کشف و شہود کے موقف کے اثبات میں بغیر سعی بسیار کے بڑی عجلت میں لکھا ہے۔

جبکہ علامہ محمد اقبال کے کلام کے شارح اور مبصر پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے لکھا ہے کہ ”علامہ خیر آبادی کے دلائل دیکھ کر میں بھی وحدۃ الوجود کا قائل ہو گیا ہوں۔“

والد ابوالکلام آزاد، مولانا خیر الدین دہلوی کہتے ہیں: علامہ کی وحدت الوجود پر تقریر اس قدر مشہور ہوئی کہ دور سے اہل علم اسکے سننے کیلئے آتے تھے۔ ۲

اس کا قلمی نسخہ رامپور لائبریری میں ۱۳۹۴ کے نمبر سے محفوظ ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۳۱۳ھ میں مطبع مفید الاسلام حیدر آباد دکن سے طبع ہوئی۔ دوسری مرتبہ مکتبہ سمعانی ہند سے طبع ہوئی۔ تیسری مرتبہ مکتبہ قادریہ لاہور سے حکیم سید محمود احمد برکاتی کے اردو ترجمے اور علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کے عربی زبان میں تعارف کتاب کے ساتھ طبع ہوئی۔

۳۔ تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ: بزبان فارسی در علم الکلام

یہ کتاب علامہ نے ۱۸/رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ میں شاہ اسماعیل دہلوی کی مشہور کتاب تقویۃ الایمان کے رد میں لکھی جو ۱۵/محرم ۱۲۴۰ھ کو لکھی گئی تھی۔ علامہ محمد فضل حق خیر

آبادی ہی وہ عالم دین ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اس کتاب کا رد کیا ہے اور اس میں مسئلہ امرکان و امتناع نظیر النبی اور مسئلہ شفاعت پر بحث کی۔

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا اور مکتبہ قادریہ لاہور نے اس ترجمے کو مع متن فارسی کے ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء میں شائع کیا۔ پھر دائرۃ المعارف الامجدیہ، گھوسی نے صرف اردو ترجمہ شائع کیا۔ تیسری مرتبہ مجمع الاسلامی مبارکپور انڈیا نے بھی ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء میں اس کا اردو ترجمہ شائع کیا، اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی اکیڈمی بنڈیال ضلع سرگودھا نے ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء میں اسی ترجمہ کو شفاعت مصطفیٰ کے نام سے چوتھی مرتبہ شائع کیا، جبکہ پانچویں مرتبہ الممتاز پبلی کیشنز، لاہور سے عنقریب شائع ہو رہی ہے۔

۴۔ امتناع النظر : بزبان فارسی در علم الکلام

مولوی حیدر علی رامپوری وٹوئی نے ایک عرصے بعد مسئلہ امتناع النظر پر شاہ اسماعیل دہلوی کی تائید میں غیر عالمانہ اور ناشائستہ انداز میں قلم اٹھایا اور علامہ محمد فضل حق کی تصنیف ”تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ“ کے مقام ثانی کا رد لکھا جو کہ مسئلہ امتناع النظر پر ”تقویۃ الایمان“ کی عبارات کے رد پر مشتمل ہے۔

اپنے اعتراضات میں مولوی حیدر علی رامپوری نے مولوی اسماعیل دہلوی کی حمایت میں یہ شعر بھی لکھا:

اَتَهْجُوْ عَالِمًا بَرًا تَقِيًّا وَعِنْدَ اللّٰهِ فِيْ ذَاكَ اِنْتِقَامُ

جس پر علامہ محمد فضل حق نے فی البدیہہ ایک سو چودہ (۱۱۴) اشعار پر مشتمل

مولوی حیدر رامپوری اور مولوی اسماعیل دہلوی کی ہجو کہی جس کا مطلع یہ ہے:

كَلَامِيْ فِيْ حَشَا الْعَادِيْ كَلَامُ نَوَافِذُ مَالِهْ مِنْهَا التِّيَامُ

اور مذکورہ بالا شعر کے جواب میں کہا:

تفصیل کیلئے اگلے صفحات میں ”مسئلہ امتناع النظر“ دیکھئے۔

اَتَمَدَحُ جَاهِلًا شَرًّا شَقِيًّا تَدَارَكُهُ مِنَ اللَّهِ اُنْتِقَامُ
اَضَاعَ الْعُمْرَ فِي عَوْمٍ وَنَوْمٍ وَلَمْ يَكُ مِنْهُ بِالْعِلْمِ اِهْتِمَامُ
فَلَمْ يَحْصِلْ لَهُ صَرْفٌ وَنَحْوُ وَلَا عِلْمُ الْأُصُولِ وَلَا الْكَلَامُ

علامہ کے ایک شاگرد (غالباً محمد ہدایت اللہ خان جونپوری) نے ”انتناع النظر“ میں یہ قصیدہ، تحقیق الفتویٰ کے مقام ثانی کی عبارات اور مولوی حیدر علی رامپوری کے جوابات کو مرتب کیا اور ساتھ ہی مولوی رامپوری کی ذہنی سطح اور علمی معیار پر تنقید کرتے ہوئے مسئلہ انتناع النظر کی شرح بھی کر دی۔

اس کتاب کا قلمی نسخہ مسلم یونیورسٹی علیگزہ کے مکتبہ حبیب گنج میں محفوظ ہے۔ علامہ کے ایک شاگرد مولانا ہدایت اللہ جونپوری کے ایک شاگرد سید سلیمان اشرف بہاری نے اسکی تحقیق کے بعد ۲۰ اگست ۱۹۰۸ء میں جادو پریس جونپور سے طبع کروایا۔ عرصہ دراز سے یہ بالکل نایاب تھی۔ اب رمضان، ۱۴۲۰ھ / دسمبر ۱۹۹۹ء میں مرکز تحقیقات اسلامیہ، شادمان لاہور نے دوبارہ طبع کی ہے۔

۵۔ تقریر اعتراضات بر رسالہ تقویت الایمان : بزبان فارسی

در علم الکلام

چند صفحات میں یہ رسالہ ان اعتراضات پر مشتمل ہے جو علامہ فضل حق خیر آبادی نے تقویۃ الایمان پر فوری تحریر کیے تھے۔ اصل تحریر کراچی کے رئیس الاطباء حکیم نصیر الدین (مرحوم) کی ملکیت تھی۔ اس کا اردو ترجمہ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے کیا اور یہ پہلی بار ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی اکیڈمی بن دیال ضلع سرگودھا سے، تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ کے اردو ترجمے شفاعتِ مصطفیٰ کے آخر میں مع فارسی متن شامل اشاعت ہوا۔^۲

^۱ ایضاً، ص ۹۵، نومبر ۱۹۹۸ء، گواہ مقالہ ہوا۔

^۲ دیکھئے شفاعتِ مصطفیٰ، ص ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴

۶۔ ہدیہ سعیدیہ: بزبان عربی در علم طبیعیات (فرکس)

ہدیہ سعیدیہ علم طبیعیات میں ایک بنیادی کتاب ہے۔ علامہ نے اسکا انتساب والی رام پور نواب محمد سعید خان اور ان کے بیٹے نواب یوسف علی خان کے نام کیا ہے، غالباً یہی وجہ تسمیہ بھی ہے۔

اس کتاب میں ایک مقدمہ اور تین اقسام (حصے) ہیں۔ مقدمے میں علامہ نے طبیعیات کے ان مسائل پر بحث کی ہے جو فلسفہ کے اعلیٰ ترین مباحث سے متعلق ہیں۔ پہلے حصے میں جسکو کئی ذیلی شاخوں میں تقسیم کیا گیا ہے، خصائص الاجسام پر بات کی گئی ہے، جبکہ دوسرے حصے میں اجرام سماوی یعنی فلکیات پر بحث ہے، یہ حصہ بھی ذیلی شاخوں میں منقسم ہے اور تیسرے حصے میں عنصریات پر بحث ہے۔ اس میں طبیعیات کی باقی ماندہ شاخیں زیر بحث آئی ہیں۔

علامہ فضل حق خیر آبادی نے زمین کے ساکن ہونے پر ایک مستقل رسالہ لکھنے کے علاوہ اس کتاب میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد چاروں عناصر کی باہم تبدیل پذیری اور باہم تحلیل پر بحث کی ہے۔

پھر دھواں، بخارات، ابر، بارش، اولے، گرج، بجلی، شہاب ثاقب، قوس قزح، ہالہ اور آندھی وغیرہ پر بحث کی ہے۔ ان مباحث کے بعد معدنیات کی بحث ہے اور پھر نباتات اور حیوانات کا بیان ہے۔ آخر میں علم نفسیات پر کچھ بحث ہے۔

علامہ کے فرزند مولانا عبدالحق خیر آبادی نے ہدیہ الہدیہ کے نام سے اس کتاب کا تاملہ لکھا اور مبحث نفس کو مکمل کیا۔ علامہ کے ایک اور شاگرد مولوی عبداللہ بلگرامی نے تحفہ علیہ کے نام سے اسکا حاشیہ لکھا۔

مفتی سعد اللہ مراد آبادی (ف ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء) نے ہدیہ سعیدیہ پر بعض اعتراضات کیے تھے، جسکے جواب میں علامہ کے ایک اور شاگرد مولوی سلطان حسن خان بریلوی نے ایک رسالہ لکھا۔ جو انہیں دونوں علامہ کی حیات ہی میں چھپ گیا تھا۔ بعد میں

ہدیہ سعیدیہ کے ساتھ شامل اشاعت ہوا۔ ڈاکٹر ایوب قادری اپنے مقالے ”مولانا فضل حق خیر آبادی، دور ملازمت“ میں لکھتے ہیں: ”یہ رسالہ مولانا فضل حق کی نظر سے گزرا ہے اور انہوں نے اپنے ایک خط مورخہ ۱۰/۱۰/۱۲۶۵ھ بنام مفتی حسن بریلوی میں اسکا ذکر کیا ہے، اور مولانا فضل حق کا یہ خط (خطی صورت میں) نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی میں محفوظ ہے۔“^۱

یونہی ایک اہل حدیث عالم شمس العلماء مولوی امیر احمد سہوانی نے علامہ کی اس کتاب الہدیہ السعیدیہ وغیرہ پر دس اعتراضات ”تک عشرۃ کاملۃ“ کے نام سے ایک رسالے میں لکھے تھے اور مولوی سید محمد نذیر نے رامپور میں یہ رسالہ طبع کروایا تھا۔^۲ مگر سرزا حیرت نے غلط بیانی کی اور لکھا: ”مولانا فضل حق کی نظم و نثر پر مولوی امیر احمد صاحب مرحوم نے تیرہ سو اعتراضات کئے تھے اور مولانا سید احمد رامپوری نے ان تیرہ سو اعتراضات کو ایک رسالے کی صورت میں مرتب کر کے اسکا نام ”تیرہ صدی“ رکھا تھا۔“^۳

ڈاکٹر زبید احمد نے اس کتاب کا تفصیلی تعارف^۴ کرواتے ہوئے لکھا ہے: ”یہ تصنیف طبیعیات کی ان نصابی کتب کا ایک عمدہ نمونہ ہے، جنکی اساس ارسطاطیلیسی فلسفہ ہے۔“

رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں: ”ہدیہ سعیدیہ محض ایک فنی کتاب ہے لیکن اسکی ایک ایک سطر مولانا کے ذوق ادب کی تصویر ہے۔ فقرے سانچے میں ڈھلے ہوئے نکلتے ہیں، الفاظ موتی کی طرح اپنی چمک دمک دکھاتے ہیں، انداز بیان کی فصاحت و بلاغت یہ محسوس بھی نہیں ہونے دیتی کہ ہم فلسفہ کے خاirstان میں بادیہ پیمائی کر رہے ہیں، بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ چمنستان ادب اور حدیقہ معنی کے گلگشت میں مصروف ہیں۔“^۵

^۱ مجموعہ مقالات از ”افضل قرشی“، ص: ۴۹

^۲ دیکھئے فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون، ص: ۱۱۷

^۳ ملاحظہ ہو، ”عربی ادبیات میں برصغیر پاک و ہند کا حصہ“ از ڈاکٹر زبید احمد (ترجمہ شاہد حسین رزاقی)، ص: ۱۵۰-۱۵۶

^۴ ملاحظہ کیجئے، بہادر شاہ ظفر اور انکا عہد، ص: ۸۷۰

یہ کتاب کئی بار طبع ہوئی۔ ۱۲۸۳ھ میں مطبع صدیقی بریلی سے اور ۱۲۸۸ھ اور ۱۲۹۲ھ میں کانپور سے چھپی۔ جبکہ ۱۳۲۸ھ میں مطبع مجتبائی دہلی سے مکملہ، تخریہ اور سلطان حسن بریلوی کے جوابی رسالے کے ساتھ طبع ہوئی، اور بعد میں بھی ہوتی رہی۔

یہ کتاب مصر سے بھی طبع ہوئی اور بیسویں صدی کے آغاز میں وہاں جامع اذہر میں پڑھائی بھی جاتی تھی۔ یونہی پاکستان کے دیگر مدارس میں ابھی تک داخل نصاب ہے۔

اس کا قلمی نسخہ مکتبہ رام پور میں ۴۰۵ کے نمبر سے اور بانگی پور میں ۲۴۰۳ کے نمبر سے اور آصفیہ کتب خانہ میں ۱۲۱۶/۲ کے نمبر سے محفوظ ہے۔

۷۔ الثورہ الھند یہ: بزبان عربی در تاریخ

یہ کتاب ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا آغاز سے اختتام تک کا آنکھوں دیکھا حال اور تنقیدی جائزہ ہے اس کے علاوہ برصغیر کے عربی ادب کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ علامہ نے یہ کتاب جنگ آزادی کے بعد جزائر انڈیمان میں اپنی جلاوطنی کے زمانے میں لکھی اور اس کے ساتھ اسی موضوع پر عربی زبان میں تین قصیدے بھی لکھے۔ مولانا عنایت احمد کوروی جب انڈیمان سے رہا ہو کر واپس ہندوستان آئے تو یہ سب کچھ علامہ نے ان کے ہاتھ اپنے بیٹے مولانا عبدالحق خیر آبادی کو بھجوا دیا۔

یہ کتاب ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی پر پہلی کتاب تھی مگر انگریزی حکومت کے خوف سے کسی کو چھپوانے کی جرأت نہیں ہوئی۔ تقریباً ایک صدی بعد مولانا عبدالشاہد خان شروانی نے دو قصائد اور الثورہ الھند یہ کا اردو ترجمہ کیا، اور پھر علامہ کے حالات زندگی پر مشتمل ایک مبسوط مقدمے کے ساتھ ۱۹۴۷ء میں مدینہ پریس بجنور سے ”باغی ہندوستان“ کے نام سے طبع کروایا۔

۸۔ یہ رسالہ اس ایڈیشن میں ص: ۲۸۵ پر ہے۔

۹۔ باغی ہندوستان، ص: ۳۰۷

رئیس احمد جعفری نے اپنی کتاب ”بہادر شاہ ظفر اور اٹک عہد“ میں ان قصائد اور کتاب کے ترجمے کو شامل کیا۔ پھر جناب غلام مہر علی نے انشورہ الہند یہ کے ترجمے کو اپنی کتاب ”دیوبندی مذہب“ میں شائع کیا۔ پھر غلام مہر علی گلائی نے ”الذات الحقیقیۃ المہر یہ“ کے نام سے انشورہ الہند یہ پر عربی میں حاشیہ لکھا اور ۱۹۶۴ء میں اسے شائع کروایا۔

”باغی ہندوستان“ یعنی انشورہ الہند یہ کا اردو ترجمہ مولانا محمد رفیع نے لاہور سے رمضان ۱۳۹۴ھ / اکتوبر ۱۹۷۴ء میں، اور تیسری مرتبہ بھی لاہور سے بخاران ۱۳۹۸ھ / اگست ۱۹۷۸ء میں اور چوتھی مرتبہ مجمع الاسلامی مبارکپور انڈیا سے ذی القعدہ ۱۴۰۵ھ / اگست ۱۹۸۵ء میں چھپا۔

اس چوتھی طبع میں مترجم نے علامہ کے مقدمہ بغاوت کی تفصیل اور علامہ کے مخالفین کے اعتراضات کے مدلل رد کا اضافہ کیا ہے۔

باغی ہندوستان کی پانچویں بار اشاعت جمادی الاخریٰ ۱۴۰۸ھ / نومبر ۱۹۹۷ء کو الممتاز پبلی کیشنز، لاہور سے ہوئی۔

جبکہ ڈاکٹر سید معین الحق نے انشورہ الہند یہ کا "The Story of the War of Independence" کے نام سے انگریزی میں ترجمہ کیا، جو پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی نے اپنے جرنل کی جلد پنجم، جز نمبر ۱ میں شائع کیا اور اسے باغی شائع ہوا۔

۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء میں خواتین کالج انوار العلوم حیدرآباد کی لیکچرار محترمہ قمر النساء بیگم نے ”انشورہ الہند یہ“ کو بطور مقالہ ڈاکٹریٹ ایڈس کیا اور عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد سے ڈاکٹر محمد عبدالستار خان کی نگرانی میں مقالہ مکمل کرنے کی ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

علامہ نے اس تصنیف کا کوئی نام نہ رکھا تھا، پہلے یہ ”رسالہ ہند یہ“ کے نام سے مشہور ہوا، پھر ”انشورہ الہند یہ“ سے۔

مکتبہ قادریہ، لاہور نے رمضان ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء میں اس مقالے کو طبع کیا اور اسکے آخر میں علامہ کے عربی قصائد اور خطوط پر مشتمل ایک نامکمل بیاض کے قلمی نسخے کی نقل بھی طبع کی۔

الثورۃ الہندیہ کا قلمی نسخہ علیگزہ یونیورسٹی کی لائبریری میں ۱۳۶ کے نمبر سے محفوظ

ہے۔

علامہ کی غیر مطبوعہ تالیفات درج ذیل ہیں:

۸- حاشیۃ الافق المسبین: بزبان عربی در منطق

یہ علم منطق میں سید باقر داماد کی تصنیف پر حاشیہ ہے، اس کا قلمی نسخہ علامہ کے ہاتھ کا علیگزہ یونیورسٹی میں ۱۶۰/۸۵ کے نمبر سے مولانا آزاد لائبریری، سبحان اللہ کلیکشن لٹن لائبریری میں محفوظ ہے، یہ نسخہ آخر سے ناقص ہے۔

اس کا ایک اور نسخہ شیخ معین الدین اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے کتب خانے میں ہے اسکا خط کافی صاف ہے اسکی ایک نقل علامہ عبدالحکیم شرف قادری شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کے پاس بھی ہے۔

۹- حاشیۃ تلخیص الشفا: بزبان عربی در فلسفہ

ابن سینا کی تصنیف الشفا کی، مولانا فضل امام خیر آبادی نے تلخیص لکھی، اسی تلخیص پر علامہ فضل حق نے جاشیہ لکھا، ہدیہ سعیدیہ کے صفحہ نمبر ۱۹ میں علامہ اس حاشیے کا ذکر کرتے

لے خیال رہے کہ جناب نادم سیتاپوری نے اپنی کتاب ”غالب نام آورم“ میں ص: ۱۲۳، ۱۲۴ ”پراثورہ الہندیہ اور قصائد فقہیہ الہندیہ کے متعلق لکھا ہے ”انکی صحت یقیناً مشکوک ہو جاتی ہے اور یہ کہ انگریزی حکومت کے خوف سے ان کتابوں میں کچھ نہ کچھ تحریف ضرور کی گئی“ ڈاکٹر ایوب قادری نے اپنے مضمون ”جزائر انڈیمان و نکوبار میں مسلمانوں کی علمی خدمات“ ص: ۶۲، ۶۵ (شائع شدہ در سہ ماہی ”اردو“ کراچی جنوری ۱۹۶۸ء) میں اس اعتراض کو بلا دلیل اور محض ظن و تخمین قرار دیکر رد کر دیا ہے اور اسکی صحت پر بہت سے دلائل دیے ہیں۔ یونہی جناب محمد عبدالشاہ شردانی نے بھی اسکا رد کیا ہے۔ دیکھئے

”باغی ہندستان“ ص: ۲۸۱ تا ۲۹۰

ہوئے لکھتے ہیں: ”مسائل حکمیہ کے متعلق ہماری ذاتی تحقیق حواشی تلخیص الشفا میں ہے“
اسکے کسی نسخے کا ذکر نظر سے نہیں گزرا۔

۱۰۔ الجنس الغالی فی شرح الجوهر العالی: در فلسفہ وحکمت الہیہ

معاصر تذکرہ نگاروں نے ذکر کیا ہے۔ کسی نسخہ کا مقام معلوم نہیں ہو سکا۔

۱۱۔ رسالہ تشکیک الماہیات: بزبان فارسی در علم منطق

اس کا قلمی نسخہ رضا لاہوری رام پور میں ہے۔

۱۲۔ رسالہ فی تحقیق الکلی الطبعی: بزبان عربی در علم منطق

یہ رسالہ باریک قلم سے پچیس صفحات پر تھا، اسکے کسی نسخے کے مقام کا علم نہیں ہو سکا مگر باغی ہندوستان میں اسکے آغاز کی عبارت نقل کی گئی ہے:

”اعلم أنه قد استمرَّ الخلاف بين الأسلاف والأخلاف من
الحکماء فی أمر للکلی الطبعی، فذهب الجمهور إلى أن کلیات التی هی
الأنواع أو ذاتیات للموجودات الخارجیة كالإنسان والحيوان واللون
والبیاض موجودات فی الخارج بالذات بعین وجودات أفرادها،
والکلیات التی هی عرضیات صادقة علی الموجودات الخارجیة
كالکاتب والماشی موجودة بوجود ما یصدق هی علیه بالعرض“

۱۳۔ رسالہ فی تحقیق العلم والمعلوم: بزبان عربی در علم منطق

اس کا قلمی نسخہ رضا لاہوری رام پور میں ۳۹۲ کے فہرست نمبر سے محفوظ ہے۔

۱۴۔ رسالہ قاطیغوریا: بزبان عربی در علم منطق

اس میں جو ہر و عرض کی بحث ہے، یہ ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ رضا لاہوری

رام پور میں محفوظ ہے۔

۱۵۔ رسالہ فی تحقیق حقیقۃ الأجسام:

اسکے کسی مخطوطے کا ذکر تو نہیں مل سکا۔ البتہ ”ہدیہ سعیدیہ“ کے صفحہ نمبر ۱۹ پر علامہ نے اس رسالے کا ذکر کیا ہے: وللقوم فی هذا المقام أقوال قد فرغنا من إبطالها فی حواشینا علی تلخیص الشفاء، ورسالتنا المعقودة فی تحقیق حقیقۃ الأجسام۔

۱۶۔ رسالہ الہیات:

ڈاکٹر قمر النساء نے اپنے مقالے میں اسکا ذکر کیا ہے! ان سے پہلے رئیس احمد جعفری نے ذکر کیا ہے۔ مگر ہر دو نے اس کی کوئی تفصیل نہیں دی۔

۱۷۔ الرسالہ فی رد علی القائلین بحرکت الارض:

اسکا ایک نسخہ برلن لائبریری میں فہرست نمبر ۵۱۱۴ سے محفوظ ہے۔^۳

۱۸۔ عربی شاعری:

علامہ فضل حق خیر آبادی کا عربی کلام چار ہزار سے زائد اشعار پر مشتمل ہے۔ ابھی تک دیوان مرتب نہیں ہوا۔ اس کلام کے درج ذیل مجموعے دسترس زمانہ سے محفوظ ہیں۔

(۱) نامکمل بیاض: علامہ کے کلام کا یہ مجموعہ علامہ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے بعض عربی خطوط اور قصائد پر مشتمل ہے، اس میں ایک ہزار ستاون (۱۰۵۷) اشعار ہیں۔ یہ بیاض اب حکیم سید محمود احمد برکاتی (کراچی) کی ذاتی لائبریری میں ہے۔ اس بیاض کے

^۱ علامہ فضل حق خیر آبادی، ص: ۱۶۵

^۲ بہادر شاہ ظفر اور انکا عہد، ص: ۸۵۶

^۳ ڈاکٹر جمیل احمد نے تصانیف کے ضمن میں الکافی لکل ایسا غوجی بھی ذکر کی ہے جبکہ وہ علامہ فضل حق رام پوری کی شرح ہے، دیکھئے انکی کتاب ”حرکت التالیف باللغۃ العربیہ، ص: ۱۹۳، یونہی ص: ۱۹۳“ ”فضل التخیلات فی مسألتہ الصفات“ مطبوعہ رامپور ۱۳۲۸ھ کو علامہ کی تصانیف میں سرفہرست رکھا ہے جبکہ ہم عصر تذکروں میں اس نام کی کسی تصنیف کا ذکر نہیں ملتا۔

قصائد کی ایک نقل کراچی کے مولانا ناظم ندوی مرحوم^۱ (سابق وائس چانسلر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور) نے حکیم سید محمود احمد برکاتی کی خواہش پر کی۔ امتدادِ زمانہ کے باعث بیاض کرم خوردگی اور بوسیدگی سے دو چار ہے اور بعض قصائد کو انکے دقیق و شکستہ خط کے باعث پڑھنا انتہائی دشوار ہے غالباً اسی لئے مولانا ناظم ندوی نے غیر واضح اشعار نقل نہیں کیے۔ بیاض کی یہ نقل بہت مفید ہے اور حکیم محمود احمد برکاتی صاحب کے پاس محفوظ ہے۔

(۲) علامہ کے عربی کلام کا ایک مجموعہ علامہ کے دو تلامذہ جناب جمیل احمد بلگرامی اور مفتی سلطان حسن بریلوی نے تیار کیا، اور معانی کی شرح کی۔ غالباً یہی مجموعہ سید جمیل الدین احمد قادری، ممبئی کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ اس میں سترہ اٹھارہ قصائد ہیں۔^۲

(۳) علامہ کے ان عربی قصائد کا ایک اور مجموعہ صاحب نزہۃ الخواطر جناب عبدالحی کے حکم پر انکے بیٹے عبدالعلی نے اکٹھا کیا۔^۳ مسلم یونیورسٹی علیگزہ میں محفوظ علامہ کا عربی کلام غالباً انہیں کا اکٹھا کیا ہوا ہے۔^۴ مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علیگزہ میں سولہ قصائد پر مشتمل دو مجموعے ہیں، جن میں اٹھارہ سوتر اسی (۱۸۸۳) اشعار ہیں۔

(۴) جزائرِ اندیمان میں جلاوطنی کے زمانے میں علامہ نے جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء سے متعلق تین قصائد کہے، یہ ”قصائدِ فتنۃ الہند“ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ بھی مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علیگزہ میں محفوظ ہیں۔ ان میں سے قصیدہ ہمز یہ اور دالیہ باغی ہندوستان میں طبع ہوئے اور قصیدہ نونیہ علیگزہ والے مجموعہ میں شامل ہے۔

(۵) رضا لائبریری رامپور میں بھی ایک مجموعہ محفوظ ہے جس کا نمبر ۴۴۱۴ ہے اور یہ ۱۳۴۳ھ کا تحریر کردہ ہے۔ غالباً ۱۸x۲۷ سائز کے چوالیس (۴۴) صفحات پر مشتمل ہے۔

۱۔ ۱۱ جولائی ۱۹۰۰ء کو انتقال کر گئے۔

۲۔ اجداد العلوم، ص: ۲۵۴، نزہۃ الخواطر، ص: ۳۷۶، غالب نام آورم، ص: ۱۲۳

۳۔ غالب نام آورم، ص: ۱۲۳

۴۔ نزہۃ الخواطر، ص: ۳۷۶

۵۔ صاحب نزہۃ الخواطر کا دیا ہوا نمونہ کلام اس بات پر دالیت کرتا ہے۔

- (۶) مولوی شاہ ولایت احمد لاہر پوری کے کتب خانے میں دو بیاضوں کا ذکر ملتا ہے۔
 (۷) کتب خانہ مفتیان گوپاموی میں بھی کچھ کلام اصل مسودہ کے ساتھ موجود ہونے کا ذکر ملتا ہے۔

4.5- مسئلہ امتناع النظر

علامہ کا ایک عظیم کارنامہ ”مسئلہ امتناع النظر النبی ﷺ“ سے ان کا اعتنا ہے۔ جسکی تفصیل کچھ یوں ہے کہ شاہ اسماعیل دہلوی، شاہ عبدالغنی بن شاہ ولی اللہ دہلوی کے بیٹے تھے، یہ برصغیر میں وہابی تحریک کے قائد اول تھے۔ انکی ایک اور وجہ شہرت انکی تحریک جہاد تھی۔ یہ تحریک جہاد انہوں نے اپنے مرشد سید احمد بریلوی کے ساتھ صوبہ سرحد میں سرحدی مسلمانوں اور سکھوں کے خلاف شروع کی۔ جس کا اختتام ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء میں قلعہ بالا کوٹ کے معرکہ پر ہوا۔ جس میں وہ اپنے مرشد کے ہمراہ مارے گئے، مگر یہ بات ابھی تشنہ تحقیق ہے کہ وہ کسی سکھ کے ہاتھوں مارے گئے یا کسی سرحدی پٹھان مسلمان کے ہاتھوں، معاصر مؤرخ سر سید احمد خان کی تحریر سے مسلمانوں کے ہاتھوں مارے جانے کا اشارہ ملتا ہے، وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس تحریک جہاد کی ناکامی کی وجہ انکا تشدد اور تحریک وہابیت تھی۔^۳

۱۔ نام سید لاہوری کے مطابق اس کتب خانے کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا۔ غالب نام آورم، ص: ۱۱۲

۲۔ شاہ اسماعیل کے ایک بڑے معتقد پیر و کار رشید احمد گنگوہی بیان کرتے ہیں: ”سید صاحب (سید احمد بریلوی) نے پہلا جہاد یار محمد خان حاکم یاغستان سے کیا تھا“ دیکھئے تذکرۃ الرشید، ص: ۲۰۷، جبکہ مقامی ماخذ، ”تاریخ تاولیاں“ از سید مراد علی، ص: ۴۹ پر ہے خلیفہ سید احمد سرگروہ وہابیہ نے یار محمد خان حاکم پشاور و کوہاٹ برادر دوست محمد خان والی کابل کو بہ پشت گری لشکر غازیان شکست دی۔

۳۔ سر سید لکھتے ہیں: ”چنانچہ ۱۸۲۴ء میں وہابیوں نے پہاڑیوں میں جا کر قیام کیا اور انہوں نے اس بات کا قصد کیا کہ سکھوں پر ہم لوگ جہاد کریں اور شہید ہوں لیکن چونکہ پہاڑی قومیں انکے عقائد کے مخالف تھیں اسلیے وہ وہابی ان پہاڑیوں کو ہرگز اس بات پر راضی نہ کر سکے کہ وہ انکے مسائل کو بھی اچھا سمجھتے، مگر البتہ چونکہ وہ سکھوں کے جوہر و ستم سے نہایت تنگ تھے اس سبب سے وہابیوں کے اس منصوبے میں بھی شریک ہو گئے کہ سکھوں پر حملہ کیا جاوے اور آخر کار وہابیوں اور پہاڑیوں نے متفق ہو کر سکھوں پر حملہ بھی کیا لیکن چونکہ یہ قوم مذہبی مخالفت میں نہایت سخت ہے اس سبب سے اس قوم نے اخیر میں وہابیوں سے دعا کر کے سکھوں سے اتفاق کر لیا اور مولوی محمد اسماعیل صاحب اور سید احمد صاحب کو شہید کیا۔“

ملاحظہ کیجئے: مقالات سر سید احمد خان، حصہ نہم، ص: ۱۳۹-۱۴۰

اس وہابی تحریک کا آغاز شاہ اسماعیل دہلوی کی کتاب ”تقویۃ الایمان“ سے ہوا جو ۱۵/ محرم ۱۲۴۰ھ کو لکھی گئی۔ ڈاکٹر ایوب قادری لکھتے ہیں کہ ”وہ امام ابن تیمیہ اور شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی سے متاثر تھے، تو انہوں نے کتاب التوحید کے انداز پر تقویۃ الایمان“ لکھی۔^۱

جبکہ حکیم برکاتی لکھتے ہیں: ”یہ کتاب ایک حد تک محمد بن عبد الوہاب نجدی کی کتاب التوحید کی اردو ترجمانی تھی، جزوی اختلافات کے ساتھ۔“^۲

اس کتاب کے اکثر مندرجات برصغیر کے غالب مسلمانوں کے مذہبی عقائد و خیالات سے متصادم تھے۔ چنانچہ تقویۃ الایمان کے خلاف گہرا رد عمل ہوا اور اس کو ”تقویت الایمان“ کہا گیا۔^۳

اس کتاب کا لہجہ سخت اور بعض جگہ غیر محتاط عبارتیں ہیں جن سے شفاعت کا انکار اور امکانِ نظیر کی تائید ہوتی ہے۔ جیسا کہ شاہ اسماعیل دہلوی نے خود اعتراف کیا: ”میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں، اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے، مثلاً ان امور کو جو شرکِ خفی ہیں، شرکِ جلی لکھ دیا گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اسکی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی۔“^۴

اس کتاب رد الاشراک میں شاہ صاحب، شفاعت و جاہت کے انکار میں یہاں تک لکھ گئے: ”اس شہنشاہ (باری تعالیٰ) کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی و جن، فرشتے، جبرائیل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے“^۵ نعوذ باللہ من ذلك۔

^۱ دیکھئے مجموعہ مقالات از افضل قرشی، ص: ۲۶-۲۷

^۲ دیکھئے حکیم سید محمود احمد برکاتی کی کتاب ”سفر اور تلاش“، ص: ۵۶

^۳ ڈاکٹر ریاض مجید، دیکھئے انکا ڈاکٹریٹ کا مقالہ ”اردو میں نعت گوئی“، ص: ۳۰۲

^۴ دیکھئے سیرت سید احمد شہید از مولانا ابوالحسن علی ندوی، ص: ۳۵۳، ۳۵۵

^۵ دیکھئے تقویت الایمان از شاہ اسماعیل دہلوی، ص: ۳۹

یعنی شاہ اسماعیل دہلوی نے خاتم الانبیاء محمد ﷺ کے کروڑوں مثیل و نظیر ممکن بتائے۔ اس پر علامہ فضل حق خیر آبادی اور دیگر علمائے اعلام نے (جن کا ذکر آگے آ رہا ہے) تصنیف و تالیف کے ذریعے تردید کی، مگر پہلے علامہ نے ہی کی۔ چنانچہ انہوں نے چند صفحات کا ایک رسالہ ”تقریر اعتراضات بر تقویۃ الایمان“ لکھ کر تقویت کی عبارات کا تعاقب کیا۔ شاہ اسماعیل دہلوی نے اسکے جواب میں ایک رسالہ ”یک روزی“ لکھا۔ پھر علامہ نے ایک استفتاء کے جواب میں ایک کتاب ”تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی“ ۱۸/ رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ میں تحریر فرمائی۔ جس میں مسئلہ امکان و امتناع نظیر کے علاوہ مسئلہ شفاعت پر بھی داد تحقیق دی۔ اس پر علمائے دہلی نے تصدیقی دستخط و مہریں کیں۔ اس کے نام یہ ہیں:

۱۔ شاہ مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ دہلوی۔

۲۔ محمد موسیٰ بن شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ دہلوی۔

۳۔ مفتی صدر الدین آزرودہ صدر الصدور دہلی۔

۴۔ مولانا احمد سعید مجددی نقشبندی۔

۵۔ مولانا محمد رشید الدین خان۔

۶۔ المتوکل علی اللہ محمد شریف۔

۷۔ حاجی محمد قاسم۔

۸۔ فقیر محمد حیات الاری۔

۹۔ کریم اللہ۔

۱۰۔ محمد رحمت۔

۱۱۔ عبدالخالق۔

مزید تفصیل کیلئے ان دونوں حضرات کی کتب سوانح اور اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ص: ۷۵۳/۲۔ مقدمہ ”تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی“ از علامہ شرف قادری، ”منارِ افلاک“، ص: ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱،

۱۲- محمد عبداللہ-

۱۳- خادم محمد-

۱۴- محمد شریف-

۱۵- محمد حیات-

۱۶- رحیم الدین-

۱- مولوی محبوب علی، تلمیذ شاہ عبدالعزیز دہلوی۔ انہوں نے دستخط کے علاوہ تصدیقی عبارت بھی لکھی۔

اس کے ایک عرصے بعد مولوی حیدر علی رامپوری، ٹونگی نے اس موضوع پر قلم اٹھایا، اور تحقیق الفتویٰ کے جواب میں ایک رسالہ لکھا اس کا لب و لہجہ اور زبان اب تک فریقین کی تحریروں کے برعکس عالمانہ اور شائستہ نہیں تھی۔ مولوی حیدر علی نے اس بحث کو کسی اور جہاں میں نظیر النبی کے ممکن ہونے تک بڑھایا، یونہی اس کے بعد مولوی امیر حسن سہوانی نے خواتم سب سے دستہ کا نظریہ پیش کیا۔^۲ تو اس مولوی حیدر علی کے رد میں علامہ فضل حق کے ایک شاگرد نے ”امتناع نظیر“ کے نام سے کتاب لکھی جس کا تاحال جواب نہیں ہوا۔

یہ مسئلہ تحریر و تالیف تک ہی محدود نہ تھا، بلکہ علامہ اور شاہ اسماعیل کے درمیان مناظرے اور مباحثے بھی ہوتے تھے جن میں دیگر علماء بھی حصہ لیتے تھے سلم اور چونکہ تقویت الایمان میں عامۃ المسلمین کو مشرک اور بدعتی قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے اس سے تمام اہل دلی میں اضطراب پھیل گیا۔ بات حکام وقت تک پہنچی، دہلی کے ریڈیڈنٹ کو پندرہ سو

۱۔ مولوی حیدر علی بن عنایت علی دہلی میں پیدا ہوئے۔ تعلیم و تربیت تمام تر رامپور میں ہوئی۔ سید احمد بریلوی کے خلیفہ تھے انکی تحریک کے نامور عالم اور مبلغ تھے۔ انہوں نے تحریک کی نشر و اشاعت میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ اختتامی مسائل پر متعدد درمالے لکھے۔

اردو نشر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ، ڈاکٹر محمد ایوب قادری، ص: ۱۴۲-۱۴۳

۲۔ تاج النجول اور مسئلہ امتناع النظیر از مفتی عبدالکلیم نوری مصباحی، دیکھئے تاج النجول نمبر، ص: ۲۴۸

۱۹۳۱ رجب الثانی ۱۳۵۰ھ بروز منگل جامع مسجد دہلی میں، مولوی عبدالحی اور مولوی اسماعیل دہلوی کے ساتھ ہونے والے مشہور مناظرے اور مولوی عبدالحی کے لکھ کر دینے کی تفصیل، ”سیف الجبار“ ص: ۹۴ تا ۸۸ پر ملاحظہ کیجئے۔

دستخطوں کے ساتھ درخواست پیش کی گئی، جس سے شاہ اسماعیل کو جامع مسجد دہلی میں تقریر سے منع کر دیا گیا۔ خیال رہے کہ اس وقت علامہ اٹھائیس (۲۸) برس کے تھے اور شاہ اسماعیل دہلوی کی عمر اڑتالیس (۲۸) سال تھی۔ بہادر شاہ ظفر آخری مغل تاجدار بھی علامہ کے طرفدار تھے۔^۲

بابائے اردو مرزا اسد اللہ خان غالب نے بھی علامہ کی طرفداری کی اور امتناع النظیر کے موضوع پر مثنوی لکھی۔^۳ مشتاق احمد نظامی لکھتے ہیں: ”غالب کے انداز بیان کا یہ کچھ کم کمال نہیں کہ ایسے مشکل مسئلہ کو ایسی روانی اور خوبی سے سمجھا دیا۔“^۴

یونہی اس عہد کے ایک اور شاعر مولوی محمد حسین تمنامراد آبادی (ف ۱۳۱ھ) نے امتناع النظیر کے موضوع پر اپنی شاعری سے بہت شہرت حاصل کی۔ وہ علامہ کے ہم نوا تھے۔ انہوں نے اپنے کلام میں متعدد جگہ پر بڑے شد و مد کے ساتھ اپنے موقف کا اظہار کیا ہے۔^۵

علامہ فضل حق خیر آبادی کے علاوہ مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی جو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھتیجے تھے، انہوں نے ”معید الایمان رد تقویت الایمان“ اور ”حفظ الایمان در رد تقویت الایمان“ لکھی۔^۶

شاہ ولی اللہ کے ایک اور پوتے مولانا محمد موسیٰ دہلوی نے ”حجة العمل فی ابطال الحیل“ اور سوال و جواب لکھی۔

^۱ ملاحظہ کیجئے، تقویت الایمان، ص: ۷، مطبوعہ امجد اکیڈمی، لاہور

^۲ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ص: ۳۷۵/۱۵

^۳ مثنوی اور دیگر تفصیل کیلئے غالب کے ذکر میں ص: ۱۱۲ تا ۱۱۹، ملاحظہ کیجئے۔

^۴ خون کے آنسو، ص: ۴۹۔ باغی ہندوستان، ص: ۱۹۳

^۵ ملاحظہ کیجئے ”اردو میں نعت گوئی“ از ڈاکٹر ریاض مجید، ص: ۳۴۱

^۶ دیکھئے تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ کا ضمیمہ، ص: ۲۶۹، مطبوعہ مبارکپور۔

مولانا منور الدین دہلوی جو شاہ عبدالعزیز دہلوی کے تلمیذ اور مولانا ابوالکلام آزاد کے والد کے بیٹا تھے، انہوں نے ایک کتاب لکھی اور جامع مسجد دہلی میں شاہ اسماعیل دہلوی اور مولانا عبدالحی سے شہرہ آفاق مناظرہ کیا۔

مولانا خیر الدین دہلوی والد ابوالکلام آزاد نے دس جلدوں میں بزبان عربی ”النجم لرحم الشیاطین“ لکھی۔

مولانا احمد سعید نقشبندی مجددی (ف ۱۲۷۷ھ) نے ”تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل اربعین“ لکھی۔

مولانا مفتی صدر الدین آزر دہ نے ”منتہی المقال فی شرح حدیث لا تشد الرحال“ لکھی۔ اور مولانا کریم اللہ دہلوی نے ”ہادی المصلین“ لکھی۔^۲

ایہ کتاب ۱۲۶۳ھ میں طبع ہوئی اور کتب خانہ محمدیہ جامع مسجد ممبئی میں موجود ہے، اس کے آخر میں علامہ فضل حق خیر آبادی اور مفتی سعد اللہ مراد آبادی کی تقریظات بھی شامل ہیں، اس کے ۹۲ صفحات ہیں، اس میں ابن تیمیہ کی کتاب ”اقتضاء الصراط المستقیم“ اور ابن حزم کی ”المحلی“ پر بھی تنقید ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے بعض نادرتحقیقات پیش کی ہیں۔ عربی قواعد اور اصول فقہ کی روشنی میں بڑے اہم نکات پیدا کیے ہیں۔ تفصیل کیلئے دیکھئے اصل کتاب یا مفتی صدر الدین آزر دہ از عبد الرحمن پرواز اصلاحی، ص: ۱۳۸ تا ۱۷۵

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نواب صدیق حسن خان قنوجی کا درج ذیل بیان بالکل غلط اور بے بنیاد ہے: ”میرے استاذ (مفتی صدر الدین) علامہ فضل حق کو انکے بعض کاموں پر برا بھلا کہا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ مولانا فضل حق نے حضرت حافظ واعظ محدث اصولی حاجی غازی شہید محمد اسماعیل دہلوی کا رد کیا تھا استاد ان سے فرمایا کرتے تھے کہ میں تمہاری اس بات سے خوش نہیں ہوں اور یہ تمہیں زیب نہیں دیتی۔“ ابجد العلوم، ص: ۲۵۳، حکیم سید محمود احمد برکاتی لکھتے ہیں کہ ”بقول مولانا فضل رسول بدایونی مفتی صدر الدین نے شاہ صاحب کو سمجھا کر اس سے باز رکھنا چاہا تھا“ اور یہ کہ حکیم برکاتی صاحب کے پاس مفتی صدر الدین کی امتناع النظر پر کتاب کا قلمی نسخہ محفوظ ہے جس میں انہوں نے شاہ صاحب سے اختلاف کیا ہے۔ دیکھئے فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون، ص: ۱۰۸، ۱۰۹

خالص امتناع النظر کے موضوع پر مفتی صدر الدین آزر دہ صاحب کی تصانیف، تقریظات اور اس ضمن میں مرتب ہونے والے فتاویٰ پر انکے دستخط کی موجودگی میں فضل حق قرشی صاحب کے، مفتی صاحب کی اجمالی نظر والی رائے وغیرہ سے استدلال بھی بے وقعت ہیں، دیکھئے علامہ فضل حق خیر آبادی اور جہاد آزادی از سعید الرحمن علوی، ص: ۳۸-۵۱۔

۲۔ مزید کتابوں کیلئے ”تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ“، مطبوعہ جامع الاسلامی مبارک پور کا ص: ۲۶۸ تا ۲۷۱ ملاحظہ کیجئے۔

جبکہ مولانا فضل رسول بدایونی نے تقویت الایمان کتاب کے رد میں سیف الجبار، بوارق محمدیہ رد فرقہ نجدیہ، تصحیح المسائل، سوط الرحمن علی قرن الشیطن، احقاق الحق وابطال الباطل، تلخیص الحق اور المعتقد المعتقد جیسی اپنی مشہور تالیفات اور رسائل لکھے۔

جبکہ مولانا فضل رسول بدایونی اپنی کتاب ”سیف الجبار علی الأعداء للأبرار“ میں علامہ فضل حق خیر آبادی کی کتاب ”تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی“ سے ایک طویل اقتباس نقل کرنے سے پہلے لکھتے ہیں: ”مولوی فضل حق خیر آبادی صاحب نے جزاء اللہ خیراً، کہ علم و فضل میں مولوی اسماعیل دہلوی وغیرہ کو ان سے کچھ نسبت نہیں ہے، علوم عقلیہ و نقلیہ اپنے والد ماجد سے کہ یگانہ روزگار تھے، حاصل کئے، ہر طرح مولوی اسماعیل کے روبرو ان کا رد و ابطال کیا اور تکفیر کی نوبت تحریر کی آئی۔ مسئلہ شفاعت میں مولوی اسماعیل نے حرکت مذبوحی کچھ جواب میں کی، آخر کو عاجز و ساکت ہو گئے اور تحقیق الفتوی فی رد اہل طغوی کمال شرح و بسط سے مولوی فضل حق صاحب نے لکھی“۔^۱

مولانا فضل رسول بدایونی نے اپنی عربی تصنیف ”المعتقد المعتقد“ مکہ معظمہ میں ایک بزرگ کی فرمائش پر لکھی۔ اس پر علامہ فضل حق خیر آبادی، مفتی صدر الدین خان آزدہ صدر الصدور دہلی، شیخ المشائخ مولانا شاہ احمد سعید نقشبندی اور مولانا حیدر علی فیض آبادی مؤلف منتہی الکلام وغیرہم نے گراں قدر تقریظیں لکھیں اور نہایت پسندیدگی کا اظہار کیا۔^۲

مولانا فضل رسول ”المعتقد المعتقد“ میں علامہ فضل حق کی طرف سے رد تقویت الایمان کا ذکر یوں کرتے ہیں: ”الفاضل الکامل الأجل الابلج المولی فضل

۱۔ سیف الجبار، ص: ۸۵، ۸۶، و تاج النحول نمبر، ص: ۴۳۳

۲۔ علامہ کی تقریظ کیلئے ملاحظہ کریں، باغی ہندوستان، ص: ۱۷۶ تا ۱۷۴، کتاب ہذا کے ص: ۱۵۲ تا ۱۵۴ پر مولانا فضل رسول کے علامہ سے رد وابطال اور ”المعتقد المعتقد“، ص: ۴۲۲۔

۳۔ المعتقد المعتقد، ص: ۸۶۳ پر تقاریظ ملاحظہ کریں۔

الحق الخیر آبادی، وهو بأرض الهند أول من جرح مبتدعات النجدية
ومفسدهم، وآخر من بین شرح فساد عقائدهم، فاطمئن قلوب أهل
اليقين وحصل اليقين للشاكين والمترددين، وهدى الله به كثيراً من
الضالين، وله منة على كافة المسلمين وأجر جزیل عند رب العالمين۔^۱
علامہ کے ایک شاگرد قلندر علی زبیری پانی پتی نے اپنی مشہور تصنیف ”تنزیل
التنذیر فی نظیر البشیر والنذیر“ اسی موضوع پر لکھی۔

ایک اور شاگرد شاہ عبدالحق کانپوری نے مولوی حیدر علی رامپوری ٹونکی کے
سوالات کے جواب دیے۔ جناب عبدالستار نے اس جواب کو استفتاء کی صورت میں مرتب
کیا اور علماء دیندار کے دستخط و مہر سے مزین ۱۲۶۹ھ میں طبع کروایا۔ اس پر بیس علماء رامپور
کے، پانچ علمائے مراد آباد کے، نو علمائے دہلی کے دستخط و مہر ہیں۔ جبکہ کچھ پڑھے نہیں
جاتے۔^۲

یہ تھی اس دور میں امکان نظیر النبی کے دعوے اور اس پر ہونے والے شدید رد عمل
کی ایک جھلک۔ اسکی تفصیلات کا ذکر ایک مستقل موضوع کا محتاج ہے۔ بہر حال تقویت
الایمان کے تعاقب و گرفت کا سلسلہ اب تک جاری ہے، اور تقریباً اڑھائی صد کتابیں اسکے

۱۔ المعتمد المتمدن، ص: ۱۳۰، ۱۳۱، تاج الخمول نمبر ۳: ۳۳۳

۲۔ تحقیق الفتوی مطبوعہ، مبارکپور کا ضمیمہ، ص: ۲۵۱ تا ۲۶۷

۳۔ امیر الروایات میں ہے کہ علامہ فضل حق خیر آبادی نے انڈیمان میں تقویت الایمان کے رد کو اپنی غلطی قرار دیکر اہل
بدایون کو اسکی وجہ قرار دیا تھا۔ خیال رہے کہ ڈاکٹر ایوب قادری کی تحقیق کے مطابق امیر الروایات کی اکثر روایتیں تاریخی
اعتبار سے غلط ہیں (مجموعہ مقالات از افضل قرشی، ص: ۲۶) جناب سعید الرحمن علوی اور افضل قرشی نے بھی اسی حوالے
سے اس بات کو دہرایا ہے دیکھئے، علامہ فضل حق خیر آبادی اور جہاد آزادی ص: ۵۱، ۵۲۔

چنانچہ یہ روایت و حوالہ قابل اعتبار نہیں اور حقائق بھی اسکی تغلیط کرتے ہیں، مسئلہ امتناع النظر کی بحث کے
زمانہ کی تصانیف و تصاند کے علاوہ، بعد میں کہے جانے والے بیشتر تصاند حتی کہ انڈیمان میں کہے ہوئے اس قصیدہ حمزہ
شعر نمبر ۱۱۳ تا ۱۱۶ میں بھی، جو انہوں نے مفتی عنایت احمد کاکوروی کے ہاتھ انڈیمان سے بھجوایا تھا، اپنے اسی عقیدے کو
دہرایا ہے جو ہمیشہ سے تھا۔ رہے اہل بدایون تو انکی تصانیف علامہ سے ایک عرصے بعد کی ہیں۔ جبکہ علامہ تو وہ ہیں جنہوں
نے پہلی کی، ڈاکٹر ایوب قادری بھی لکھتے ہیں کہ اس تحریک کی مخالفت کے آغاز کا سہرا مولانا فضل حق خیر آبادی کے سر
ہے۔ (تواریخ عجیب، حاشیہ ص: ۲۳، ۲۴)

رد میں لکھی گئی ہیں۔

چنانچہ حکیم سید محمود احمد برکاتی، علامہ فضل حق خیر آبادی کے امتناع نظیر الہی بالذات وبالغیر کے قائل ہونے پر انکی فراست کی داد دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ”علامہ کی فراست دینی خداداد تھی۔ آپکی ”تقویت الایمان“ کے رد میں تالیفات کی نوعیت صرف ایک کتاب پر تنقید اور ایک مصنف کی کسی علمی لغزش و خطا پر تعاقب ہی کی نہیں ہے، بلکہ آپ نے ایک بہت بڑے دینی فتنے ”انکار ختم نبوت“ کی طرف اس کے آغاز ہی میں التفات فرما کر ملت کو متنبہ فرمادیا تھا۔ (کیونکہ تقویت الایمان کی مذکورہ عبارت کا اعتقاد آیت ”ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین --- الخ“ کے کذب کو مستلزم ہے نعوذ باللہ۔) مگر افسوس ہے کہ شاہ صاحب کی حمایت میں مولوی حیدر علی رامپوری اور مولوی امیر حسن سہوانی وغیرہ میدان میں آ گئے، اور اس ایک مسئلے میں کئی مباحث پیدا کر دیے گئے جنکے نتیجے میں انکار ختم نبوت کی راہ ہموار ہوئی اور بالآخر ایک منتہی مرزا غلام احمد قادیانی کا ظہور ہوا۔ جس کی امت تقریباً سوا صدی سے امت مسلمہ کیلئے درد سر بنی ہوئی ہے۔ اور اس وقت جدید ترین ذرائع ابلاغ انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعے عالمگیریت اختیار کر چکی ہے۔

علامہ عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں: ”علامہ فضل حق خیر آبادی کا شاہ اسماعیل دہلوی سے یہ اختلاف صرف علمی نہیں بلکہ اصولی اور اعتقادی تھا۔“ ۴

نادم سیتا پوری لکھتے ہیں: ”اور انکے درمیان ہونے والے مناظرے اور مباحثے

۱۔ مقدمہ امتناع نظیر

۲۔ حتی کہ مولوی قاسم نانوتوی نے یہاں تک لکھ دیا ”کہ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدیم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں“ تحذیر الناس، ص: ۱۳ اور اپنی اسی تصنیف کے ص: ۱۳ پر لکھا: ”بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔“

۳۔ سفر اور تلاش، ص: ۵۷

۴۔ دیکھئے ”باغی ہندوستان“، ص: ۴۲۹ پر ”نقد و نظر“ از علامہ عبدالحکیم شرف قادری

کوئی ذاتی اور عامیانه نہ تھے جن کا سہارا لیکر علامہ کے خلاف ایک مستقل محاذ قائم کر دیا جاتا، لیکن ہوا کچھ ایسا ہی۔“^{۱۰۱}

اس عناد میں شاہ اسماعیل دہلوی کے معتقدین نے، علامہ کی ذات پر ہر پہلو سے اعتراضات، اور ان کے فضائل و کارناموں سے انکار کی ایسی منظم تحریک چلائی کہ تاریخ ہی بدل ڈالی۔^{۱۰۲} ”انگریزوں پر جہاد کرنا کسی طرح واجب نہیں“^{۱۰۳} کہنے والوں کو انگریز دشمن ورا انگریزوں کے خلاف لڑی جانے والی جنگ آزادی کے ہیرو بھی بتایا اور بعض محققین کی دھوری تحقیقات کے نتائج کے سہارے تاریخ سن ستاون سے علامہ محمد فضل حق خیر آبادی کا ذکر ہی غائب کر دیا۔

دیکھئے ”غالب نام آورم“ ص: ۱۰۱
دیکھئے ”غالب نام آورم“ ص: ۱۰۱
شاہ اسماعیل دہلوی کی ”تحریک جہاد“ کے وعظ کلکتہ سے اقتباس، تفصیل ملاحظہ کیجئے: حیات طیبہ، ص: ۲۹۴ طبع فاروقی دہلی میں ہے کہ ”کلکتہ میں جب مولانا اسماعیل نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی، تو ایک شخص نے دریافت کیا، آپ انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے جواب دیا: ان پر جہاد کرنا کسی طرح واجب نہیں،۔۔۔۔۔ بلکہ ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آئینہ نہ آنے دیں۔“ ”مقالات سرسید“ حصہ نہم، ص: ۱۴۲ پر ہے: ”۔۔۔۔۔ مذہب کی رو سے یہ بات فرض ہے کہ انگریزوں پر جہاد کرنے میں ہم کبھی شریک نہ ہوں“ اور سوانح احمدی از جعفر تھانی ص: ۷۳ بحوالہ امتیاز حق، ص: ۶۶ پر ہے: ”۔۔۔۔۔ فرمایا کہ ایسی بے روریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں۔ جبکہ اسی کے ص: ۱۸۲ پر ہے کہ ”سید صاحب (سید احمد بریلوی) کا سرکار انگریز سے جہاد کرنے کا ارادہ ہرگز نہ تھا۔۔۔۔۔“ ”حیات طیبہ“ طبع لاہور کے ص: ۲۹۰ پر ہے: ”سید صاحب نے یہ اعلان کیا کہ سرکار انگریزی سے ہمارا مقابلہ نہیں اور نہ ہمیں اس سے کچھ مخالفت ہے ہم صرف سکھوں سے اپنے بھائیوں کا انتقام لیں گے۔“ جبکہ اسی کے صفحہ نمبر ۵۲۳ پر ہے: ”لیفٹنٹ گورنر نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عملداری امن میں خلل نہ پڑے تو ہمیں آپ سے کچھ سروکار نہیں نہ ہم ایسی تیاری میں مانع ہیں۔ یہ تمام بین ثبوت اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ جہاد صرف سکھوں سے مخصوص تھا، سرکار انگریزی سے مسلمانوں کو ہرگز مخالفت نہ تھی۔“ ڈاکٹر ایوب قادری، ”تواریخ عجیب“، یعنی ”کالا پانی“ از منشی محمد جعفر تھانی ص: ۸۵، ۸۶ کے حواشی میں لکھتے ہیں: ”جماعت اہل حدیث کے سرگروہ مولوی محمد حسین بٹالوی (۱۲۵۶ھ-۱۳۲۸ھ) نے سرکار انگریزی سے موافقت اور وفاداری کا ثبوت اس طرح دیا کہ جہاد کی منسوخی پر ایک مستقل رسالہ ”الاقتصاد فی مسائل الجہاد“ تصنیف کیا۔ اس کتاب کے ترجمے اردو، انگریزی اور عربی میں ہوئے۔۔۔۔۔ مولوی مسعود عالم ندوی مرحوم لکھتے ہیں: ”اس کتاب پر (مولوی محمد حسین بٹالوی) انعام سے بھی سرفراز ہوئے۔۔۔۔۔ نہ صرف یہ ہوا بلکہ دوسرے معاصر علماء مثلاً مولانا فضل حق خیر آبادی (ف ۱۸۶۱ء/۱۲۷۸ھ) و حاجی امداد اللہ مہاجر کی (ف ۱۳۱۷ھ) کو سرکار کی مخالفت کے لئے بھی دیے۔ مسعود عالم ندوی ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں: معتبر اور ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ اسکے معاوضے میں سرکار انگریزی سے انہیں (مولوی محمد حسین بٹالوی کو) جاگیر بھی ملی تھی۔“ جبکہ مولوی صاحب نے خود چار مرتبے بتائی ہے۔ دیکھئے (اشاعت السنۃ، ج: ۱۹، شمارہ: ۹، ص: ۲۷۷)

4.6- پاک و ہند کے امام منطق و فلسفہ

علامہ فضل حق خیر آبادی علوم عقلیہ و نقلیہ میں تمام معاصرین پر فوقیت رکھتے تھے۔ علم کلام، اصول فقہ اور علوم ادبیہ میں تو انہیں تخصص حاصل تھا اور منطق و حکمت میں درجہ اجتہاد پر فائز تھے، اور کوئی ہم عصر انکا ہم پلہ نہیں تھا۔
حکیم سید محمود احمد برکاتی لکھتے ہیں:

”علامہ فضل حق خیر آبادی الہیات، علم کلام، منطق اور فلسفہ کے امام وقت تھے برصغیر کے معقولین میں ابتدا سے اب تک انکا کوئی مثل و نظیر نہیں ہے۔ عالم اسلام کے فلاسفہ میں وہ محقق نصیر الدین طوسی، میر باقر داماد اور صدر الدین شیرازی کے ہم صف اور ہم رتبہ محققین میں سے تھے۔“

دہلی میں انکے والد مولانا فضل امام کی قائم کردہ درس گاہ معقولات کی ایسی یونیورسٹی تھی جسکی مثال شاید ہی ہندوستان میں کہیں اور ملے۔^۱

طبیعیات، الہیات اور منطق میں علامہ فضل حق خیر آبادی کی تالیفات، شروع اور حواشی، فلاسفہ عالم، اسلام میں انکے مقام کا تعین کرتے ہیں۔ نصف صدی تک مسلسل تدریس کرتے رہے اور تلامذہ کی ایک معقول تعداد نے آپ سے کسب کمال کیا اور یوں آپ منطق و کلام کے ایک جدید مکتبہ فکر، مکتب خیر آباد کے بانی قرار پائے۔^۲

خیر آبادی مکتب فکر پر یہ اعتراض کیا جاتا تھا کہ اس میں منطق اور معقولات پر ضرورت سے زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ تفسیر اور حدیث کی نمائندگی کم ہے اور یوں بیکار علوم میں وقت کا ضیاع ہوتا ہے۔

۱۔ دیکھئے انتخاب یادگار از امیر مینائی، ص: ۲۹۱، اور تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی کا کلمہ افتتاح از علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، ص: ۸

۲۔ فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون، ص: ۱۹، اور ”سفر اور تلاش“، ص: ۳۸

۳۔ غالب نام آورم، از نامہ بیتا پوری، ص: ۱۰۲

۴۔ فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون، ص: ۱۹، اور ”سفر اور تلاش“، ص: ۳۸

ڈاکٹر سید محمد عبداللہ سابق پرنسپل اور نیشنل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور نے اس کے جواب میں لکھا: ”سب کو معلوم ہے کہ مغلوں کے زمانے میں میر فتح اللہ شیرازی کے زیر اثر اور بعد میں میر باقر داماد اور ملا صدرا کی تعلیمات کے زیر اثر معقولاتی زبان، زمانے کیلئے ایک رائج الوقت زبان بن چکی تھی، منطق کے بغیر کوئی عالم نہ بات کر سکتا تھا اور نہ ہی بات منوا سکتا تھا۔ جیسے آج علوم جدیدہ۔۔۔۔۔ ایسے میں منطق اور معقولات کو حفاظت دین کا ایک ذریعہ سمجھنا چاہیے۔۔۔۔۔ تو کہنا یہ ہے کہ خیر آبادی دبستان کی منطق بیکار شے نہ تھی، یہ اور بات ہے کہ اس زمانے میں اسکا زیادہ استعمال علامہ خیر آبادی اور مولوی شاہ اسماعیل دہلوی کے درمیان مناظروں وغیرہ میں ہوا۔۔۔۔۔ لیکن معترض یہ بھول جاتے ہیں کہ عیسائیوں اور ہندوؤں سے جو فیصلہ کن بلکہ دندان شکن مناظرے ہوئے، ان میں زیادہ تر حصہ خیر آبادی دبستان کے لوگوں نے لیا۔“

حکیم سید برکاتی اسے یوں واضح کرتے ہیں:

”کہ مسلمانوں کا فلسفے سے اشتغال مقصود بالذات نہیں تھا، اس کے رد کیلئے تھا۔ وہ فلسفہ اسلئے نہیں پڑھتے تھے کہ فلاسفہ کے نظریات کو قبول کر لیں۔ بلکہ اسلئے پڑھتے تھے کہ دیکھیں فلاسفہ کیا کہتے تھے؟ تاکہ اسکا رد کیا جاسکے، مسلمانوں نے خود فلسفے میں جو کتابیں لکھیں، ان میں سے بعض کی نوعیت بیان مسلک کی تھی، یعنی فلاسفہ کی ترجمانی ان کتابوں میں کی گئی تھی۔۔۔۔۔“ علامہ خیر آبادی نے اپنی تصانیف میں فلاسفہ کے افکار و نظریات کے بیان کے علاوہ انکے ہفوات و خرافات کا رد و ابطال بھی کیا ہے اور یہی مشکلمیں کا مقصود ہے۔“ ۲

حکیم صاحب مزید لکھتے ہیں ”یونہی علامہ نے اپنی تصانیف میں مناسبتہ قدیم کے افکار کا ردِ بلوغ کرنے کے علاوہ اپنا مسلک بیان کیا ہے اور اسے ثابت کیا ہے۔ صاف نظر آتا

املاحہ کیجئے ”اشت روزہ زندگی، لاہور، ص: ۲۵، ۲۶، ۱۳ نومبر ۱۹۷۲ء، اور مفت روزہ ”الہام“، بہاولپور، شہید آزادی

ایڈیشن، ص: ۳۰، ۳۱۔

۲ ”سفر اور تلاش“، ص: ۵۳۔

ہے کہ اب منطق کا فن ایک لادینی (سیکولر) فن نہیں رہا، اسکو مسلمان کیا جا رہا ہے، اور دین کے دفاع کیلئے استعمال کیا جا رہا ہے۔^۱

الغرض خیر آبادی مکتب کی علمی خدمات منطق و فلسفہ کے میدان میں اس قدر ہیں کہ ایک بار مولوی اکرام اللہ شہابی گوپاموی نے علامہ کے صاحبزادے مولانا عبدالحق خیر آبادی سے پوچھا کہ دنیا میں حکیم کا اطلاق کن کن پر ہے؟ تو وہ کہنے لگے، دنیا میں ساڑھے تین حکیم ہیں، ایک معلم اول ارسطو، دوسرے معلم ثانی فارابی، تیسرے والد ماجد مولانا فضل حق اور نصف بندہ۔^۲

4.7- علامہ بحیثیت قانون دان

علامہ فضل حق خیر آبادی ماہر قانون تھے۔ انکی عمر کا ایک بڑا حصہ عدالتوں سے وابستگی اور ان میں اعلیٰ مناصب پر تقرری میں گزرا۔ تفصیل درج ذیل ہے:

دارالحکومت دہلی میں، انیس سال کی عمر میں، سررشتہ دارِ عدالت دیوانی (و فوجداری) مقرر ہوئے اور سولہ سال تک وابستہ رہے۔

ریاست رام پور میں، تینتالیس سال کی عمر میں، حاکم محکمہ نظامت اور حاکم مرافعہ عدالتین (دیوانی و فوجداری) مقرر ہوئے، اور آٹھ سال تک اس منصب پر فائز رہے۔
دارالسلطنت لکھنؤ میں اکاون برس کی عمر میں، صدر الصدور اور ”کچہری حضور تحصیل“ کے مہتمم مقرر ہوئے اور آٹھ سال تک اس عہدے پر کام کرتے رہے۔

باقی ریاستوں میں انکے قیام و ملازمت کی تفصیل سے تاریخ خاموش ہے۔ صرف مذکورہ بالا کے مطابق بتیس سال تک علامہ نے بحیثیت قانون دان ملازمت کی۔

علامہ کی شخصیت کا یہ پہلو ہمیں غالب کے مقدمہ جائیداد میں انکی راہنمائی و مدد کی صورت میں بھی نظر آتا ہے^۳ اور اس سے بھی نمایاں تر صورت میں جنگ آزادی اٹھارہ سو

^۱ ”سنراور تلاش“ ص: ۵۴

^۲ ”باغی ہندوستان“ ص: ۱۹۶

^۳ تفصیل اگلے صفحات میں ”علامہ اور غالب“ میں ملاحظہ کیجئے۔

ستاؤں میں ان پر قائم ہونے والے مقدمہ بغاوت میں نظر آتا ہے۔^۱
 علامہ کے علم و فضل اور قانون دانی کا ٹھیک تر اندازہ ہمیں علامہ کے بنائے ہوئے
 اس آئین سے ہوتا ہے جو دنیا کا مختصر ترین اور مثالی آئین ہے اور جو بلا لحاظ خطہ و قوم اور
 زمانہ کے نافذ کیا جاسکتا ہے۔^۲

4.8- کچھ علامہ کی ذہانت کے بارے میں

علامہ فضل حق خیر آبادی کے ہم عصر مورخ مولوی رحمان علی لکھتے ہیں: علامہ نے
 قرآن مجید چار ماہ میں حفظ کیا اور تیرہ سال کی عمر میں تمام علوم معقول و منقول کی تحصیل سے
 فارغ ہو گئے۔^۳

علامہ کے سوانح سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ خالصتاً ذہانت سے تعلق رکھنے والے
 کھیل شطرنج کا نہ صرف علم رکھتے تھے بلکہ پوری مہارت رکھتے تھے۔ زمانہ قیام دہلی میں
 علامہ کے حکیم مومن خان مومن وغیرہ کے ساتھ شطرنج کھیلنے کے واقعات تاریخ میں محفوظ
 ہیں۔^۴ مولوی رحمان علی کا تذکرہ ان واقعات سے بھی زیادہ حیرت انگیز واقعہ پیش کرتا ہے،
 وہ کہتے ہیں: ”میں نے ۱۲۶۳ھ میں بمقام لکھنو مولانا کو دیکھا کہ حقہ کشی کی حالت میں
 شطرنج بھی کھیلتے جاتے تھے اور ایک طالب عالم کو ”الافق المبین“ کا درس اس خوبی سے
 دیتے تھے کہ مضامین کتاب طالب علم کے ذہن نشین ہوتے جاتے تھے۔“ شطرنج کا کھیل
 ”الافق المبین“ جیسی علم منطق کی منتھی کتاب کا درس اور ملازمت و تصنیف و تالیف
 کی مصروفیات اور پھر باون سال کی عمر، یقیناً یہ سب غیر معمولی ذہانت ہی کی صورت میں
 ممکن ہے۔

۱ آخری صفحات میں ”علامہ اور مقدمہ بغاوت“ ملاحظہ کیجئے۔

۲ آئین اور آئین کی خصوصیات اور دیگر تفصیل علامہ کے ”سیاسی احوال“ میں ص: ۳۲۳ تا ۳۲۸ پر ملاحظہ کیجئے۔

۳ تذکرہ علمائے ہند، ص: ۱۶۳

۴ اگلے صفحات میں ”علامہ اور مومن کے روابط“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۵ تذکرہ علمائے ہند، ص: ۱۶۵

علامہ بحث و مناظرہ میں بھی پیدِ طولی رکھتے تھے۔ مسئلہ امرکان و امتناع النظیر کے زمانے میں ان کے مناظرے بہت مشہور ہیں۔ ریاست رامپور میں قیام کے زمانہ میں بھی علمائے رامپور سے مناظرہ کے واقعات ملتے ہیں، اور زمانہ طالب علمی میں ایرانی عالم و مجتہد سے مناظرہ تو بہت مشہور ہے۔

4.9- ہند کے مایہ ناز شاعر و ادیب و نقاد

علامہ فضل حق خیر آبادی کو عربی، فارسی، اردو تینوں زبانوں پر دسترس حاصل تھی، اور ہر سہ زبانوں کے آداب سے انکا گہرا تعلق تھا، اتنا گہرا کہ کسی زبان و ادب کے نمائندہ شاعر کہلائے اور کسی کے محسن ٹھہرے۔ تفصیل ملاحظہ ہو:

عربی زبان و ادب

عربی نثر: علامہ کی عربی تصنیفات فنی کتب ہونے کے علاوہ ادب کا بھی شاہکار ہیں جیسے الثورہ الہندیہ، الہدیہ السعیدیہ اور الروض المجود فی تحقیق وحدۃ الوجود وغیرہ۔ علامہ کے اپنے احباب کے نام عربی زبان میں خطوط اور انکی تحریر کردہ تقریظات بھی عربی نثر کا عمدہ نمونہ ہیں۔ علامہ کی بیاض میں موجود تقریباً تمام خطوط انیس تا پچیس سال کی عمر میں ملازمت دہلی کے دوران مختلف جگہوں کے دوروں میں لکھے ہوئے ہیں۔

ملاحظہ کیجئے علامہ کے والد مولانا فضل امام خیر آبادی کے نام انکے اس خط سے اقتباس، جو انہوں نے ۲۰ ربیعہ ۱۲۳۴ھ کو بائیس سال کی عمر میں، اپنے پھوپھی زاد بھائی مولوی محمد بقا کی وفات کی خبر سن کر انہیں لکھا:

”وبعد فماذا یصف المملوک من حزن دہاہ، وشجن أدہاہ،
ونصب شغلہ عن عیشہ وألہاہ، وشجو عانہ، وکرب دانہ، وکمد

اساتذہ کے عنوان میں ص ۶۴ ملاحظہ فرمائیں۔

عَنَّا ، ووجد أضناه ، وقلق أيسره بسكرة الموت وأدناه ، وجزع بلغ به غاية فما اغناه ، لما بلغه نعى أجود من نعاہ ناع ، ودعاه بالرحمة داع ، وتذببه حزين لاع ، وأهّضل من وُصف بطول باع ، وبسط ذراع ، — — — — — ياليت الزفرات المرددة ، والجيوب المقددة والدموع المتحدرة ، والأنفاس المتصعده ، أغنت من موت فاجع ، أوشفت بلابل جازع ، وياليت المندوب ، يرجع ويؤب ، كَلَّا ان سكرة الموت سكر ليس له صحو ، وظلمة القمر دجية ليس بعدها ضحو ، وكذا الدنيا أولها ألفة ، وآخرها لهفة ، وأولها أمل ، وآخرها أجل ، وأولها أمنية ، وآخرها منية ، وأولها سرور وغرور ، وآخرها مضى ومرور —

عربی شاعری: علامہ فضل حق خیر آبادی نے عربی میں چار ہزار سے زائد اشعار کہے۔ یہ کلام سینکڑوں اشعار پر مشتمل طویل قصائد کی شکل میں ہے۔ جسکی تفصیل تالیفات میں گزر چکی ہے۔ انکا دیوان زیر تدوین و تحقیق ہے۔

علامہ کے کلام کے بارے میں ڈاکٹر اسحاق قریشی لکھتے ہیں:

”زبان و بیان کی جو بے پناہ قوت انکے شعروں میں موجود ہے۔ وہ کسی اور شاعر میں نظر نہیں آتی۔ آزاد بلگرامی کو کثرت کلام کا شرف حاصل ہے اور مولانا خیر آبادی کو معیار کلام اور اسلوب کلام کا۔“ ۳

علامہ فضل حق خیر آبادی عربی کے نہ صرف شاعر تھے بلکہ ناقد بھی تھے وہ برصغیر کے عربی ادب پر ناقدانہ نظر رکھتے تھے۔ جیسے ادبی ذوق رکھنے والے اپنے شاگرد مولانا نور الحسن کاندھلوی کو ایک خط میں تو یوں لکھتے ہیں:

”ہمہ ابیاتش شنیدنی دارد، اگر ناقلی صحیح نویس بہم می رسد، نزد آں اعز خواہم فرستاد،

املاحطہ کیجئے ”علامہ کی قلمی بیاض“ ص: ۹۵۶

۲۔ دیکھئے ص: ۸۶۵، مزید تفصیل ”علامہ کی دینداری“ کے ذکر میں ص: ۴۷۳ پر ملاحظہ کیجئے۔

۳۔ ملاحظہ کیجئے ”ڈاکٹر صاحب کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ ”المدائح العویۃ“ ص: ۴۱۵

درایں جا کسے نیست کہ صلاح ایں داشتہ باشد کہ برا خواندہ باشد^۱

ترجمہ: ”تمام اشعار سننے کے قابل ہیں۔ اگر کوئی صحیح نقل کرنے والا بہم پہنچ گیا تو اُن اعز کے پاس بھیجوں گا۔ اس جگہ کوئی ایسا شخص نہیں جس میں یہ صلاحیت ہو کہ اسکو سنایا جائے۔“

جبکہ دوسرے خط میں انہیں لکھتے ہیں:

”نقل قصیدہ تائیہ مرسل است بقدر ضرورت معانی و مرجع ضمائر نوشتہ شدہ است شاید حالا در کشف معنی ہیچک بیت تکلف نہ شود، ترصد کہ بعد مطالعہ ابیات حال آں بر نگارند کہ آیا ایں زباں با عربیت مناسبتے دارد یا از قبیل کلمات غلام علی آزاد است کہ حروف آں عربی است و در حقیقت آں زبان دیگر است۔ بدانت بندہ در ہندوستان کم تر کسے بوجود آمدہ کہ زباں او در نظم و نثر عربی درست باشد۔ زبان شاہ ولی اللہ صاحب درست است۔ مگر در کتب نظم و نثر شان بجز یک دو قصیدہ و دو چہار سطر نثر بنظر نرسیدہ است۔ قصائد نعتیہ کہ در لکھنؤ بنظم آمدند بسیارند، ناقل بہم نمی رسد و الا نقول آں می فرستادے^۲

ترجمہ: قصیدہ تائیہ کی نقل ارسال ہے، بقدر ضرورت معانی اور ضمیروں کے مراجع لکھ دیئے گئے ہیں، شاید اب کسی شعر کے معنی کی وضاحت میں تکلف نہیں ہوگا، امید ہے کہ آپ اشعار کے مطالعہ کے بعد تحریر کریں گے کہ کیا یہ زبان عربیت کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے؟ یا غلام علی آزاد کے کلمات کی طرح ہے کہ ان کے حروف عربی ہیں لیکن در حقیقت وہ دوسری زبان ہے۔ بندے کی دانست میں ہندوستان میں کم ہی کوئی ایسا شخص پیدا ہوا ہے جس کی زبان عربی نظم و نثر میں درست ہو۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی زبان درست ہے مگر کتابوں میں انکی نظم و نثر سے سوائے ایک دو قصیدے اور دو چار سطر نثر کے، نظر سے نہیں گزرا۔ جو نعتیہ قصائد لکھنؤ میں منظوم ہوئے، بہت ہیں۔ صحیح نقل کرنے والا نہیں ملا ورنہ انکی

^۱ تذکرہ اسلاف، حالات مشائخ کاندھلہ، ص: ۱۵۲۔

^۲ مرجع سابق، ص: ۱۵۲-۱۵۳۔

نقول ضرور بھیجی جاتیں۔

۲ جمادی الاخریٰ ۱۲۳۶ھ کو اپنے ایک رفیق مولانا فیض اللہ کی خبر شہادت سن کر

یہ مرثیہ رقم کیا:

أیام الیلٰی لا تسیرُ نجومہ وما لصباحی لا یهب نسیمہ
کذبت ومن أين الصباح لجازع بجنح دجی لا یستنیر بهیمہ
وما بال طرفی لا یلذ بنومہ وقد طال جدّ أسهده وسجومہ

فارسی زبان و ادب

فارسی نثر: فارسی زبان و ادب سے بھی علامہ کو گہرا تعلق تھا۔ انکی بیشتر تصانیف،

روزمرہ کی تحریرات اور معمول کی خط و کتابت فارسی میں ہے۔

فارسی شاعری: علامہ نے عربی کے علاوہ فارسی میں بھی شاعری کی۔^۱

تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ علامہ فارسی کے بھی اچھے شاعر تھے اور ”فرقتی“ انکا تخلص

تھا، اور یہ شعر نمونہ کیلئے درج ملتا ہے۔

فرقتی کعبہ رفتی بارہا نامسماں نامسلمانی ہنوز

فارسی شاعری کے بارے میں مزید کوئی تفصیل نہیں ملتی جو انکے فارسی کلام کے

معیار سے آگاہی میں مددگار ہوتی۔ تاہم یہ بات طے پاتی ہے کہ علامہ کا فارسی کلام عربی کی

نسبت بہت کم تھا اور یہ کہ سخن فہمی میں علامہ کو یہ مقام حاصل تھا کہ مرزا اسد اللہ خان غالب

ان سے مشورہ سخن کرتے تھے، اور اپنے فارسی کلام کی اصلاح اور داد پانے کیلئے ان ہی سے

رجوع کرتے تھے۔ بلکہ علامہ نے تو ایک جگہ غالب کے فن شعر کو چیلنج بھی کیا۔^۲

۱ علامہ کی قلمی بیاض، ص: ۸۴

۲ معصوم مورخ مولوی کریم الدین لکھتے ہیں: ”قصائد انکے زبان عربی اور فارسی کے مشہور و معروف ہیں“، دیکھئے ”تذکرہ

فرانند الدھر“ (تالیف ۱۸۴۷ء)، ص: ۴۰۷

۳ تفصیل غالب کے ذکر میں ص: ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ملاحظہ کیجئے۔

اردو زبان و ادب

اردو زبان علامہ کے زمانے میں ارتقائی مراحل میں تھی کچھ لوگ ان دنوں بھی اسکے ارتقا کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے تھے ان میں سے کوئی اردو کو ریختہ فارسی (فارسی کی بگڑی ہوئی شکل) کہتا اور کوئی ریختہ ہندی (ہندی کی بگڑی ہوئی شکل)

اردو شاعری: اردو کے ارتقاء کے اس مشکل مرحلے میں علامہ نے اردو کی سرپرستی کی اور غالب کو مشکل پسندی سے نکالا اور انتخاب دیوان کروایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کی اردو زبان و ادب کے اتار چڑھاؤ پر گہری نگاہ تھی۔ وگرنہ علامہ کے تبحر علمی کا تقاضا تو یہی تھا کہ غالب کا وہ اردو کلام دیوان سے نہ نکالا جاتا جس میں عربی اور فارسی کی مشکل پسندی کا رنگ نمایاں تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے یہ مولانا بہت ہی قریب سے ان تغیرات کو دیکھ رہے تھے جو اردو زبان و ادب آہستہ آہستہ قبول کرتا چلا جا رہا تھا، اور مولانا کی دور بین نگاہیں ”اردو“ کی اس انقلاب آفرینی کو صرف شعرو سخن کے نقطہ نظر سے نہیں دیکھ رہی تھیں بلکہ انکے سامنے اردو زبان و ادب کا ایک طویل مستقبل تھا۔۔۔۔۔ یعنی وہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اگر غالب نے مشکل پسندی کی شکوٹ کر کے عام فہم جادہ فکر اختیار نہ کیا تو یقیناً آنے والا زمانہ انہیں کسی قیمت پر قبول نہ کرے گا۔ ۱-۲

یوں انہوں نے اردو شعر و ادب کو غالب جیسی شخصیت سے روشناس کرایا، ان کا یہ کارنامہ انکی زندگی کا بڑا کارنامہ قرار دیا جاسکتا ہے اور یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ انکی عظیم الشان فتح اردو تاریخ ادب کی ایسی فتح و کامرانی ہے جس نے ہمارے شعر و ادب کو (پاک و ہندی) ادبیات میں سرخرو اور سر بلند کیا ہے۔ ۳

انتخاب دیوان غالب کے ایک عرصے بعد ۱۸۶۱ء/ ۱۲۷۸ھ میں، اردو شعر و ادب

۱۔ غالب نام آورم، ص: ۱۲۹

۲۔ مرجع سابق، ص: ۱۳۱

۳۔ مرجع سابق، ص: ۱۲۳، ۱۲۵

کے اس محسن ناقد نے جزائرِ انڈیمان میں اردو شاعری کا مجموعی جائزہ لیتے ہوئے منیر شکوہ آبادی سے جو کچھ کہا، منیر شکوہ آبادی اسے نظم کی صورت میں پیش کرتے ہیں:

<p>کہنے لگے ایک دن کچھ سبب اسکا بتا شاعر اردو زباں اس میں ہوں نو یا کہن مصطلحات عجم اور کنایات فرس کس لئے کرتے نہیں زینت نظم سخن یا متحمل نہیں لہجہ اردو زبان یا کوئی لائق نہیں تم میں سے بے ریب وطن گو غزل میں نہ ہو پر ہے قصیدے میں فرض دقت مضمون سے ہے حسن بوجہ حسن حضرت سودا بغیر کس نے قصیدے کہے وہ بھی پر اس راہ میں ہونہ سکے قطرہ زن شاعروں میں جز غزل پھر نہ کسی نے کہا زعم میں گو اپنے ہوں طوطی شکر شکن</p>	<p>میں نے کہا راست ہے آپ جو فرماتے ہیں مصطلحات غریب جو کہ نہ معروف ہوں جو متعارف ہوا شاعروں میں پہلے سے آپ سنیں تو کہے کچھ یہ اسیر محن نظم کرے کس طرح شاعر ہندی سخن اسکو بھی سکے آج ہوتے ہیں سب طعنہ زن</p>
--	---

<p>کہنے لگے یہ کلام مہمل و بے مغز ہے گرم ہوئے بڑھ گیا سلسلہ قہر و خشم کہتے تھے وہ بار بار ہندیوں سے ہے محال ہیں شعرا بے سواد، جہل ہے انکا وطن بسکہ تھے نازک مزاج، ماتھے پہ آئی شکن رمز و کنایات میں دقت و لطف سخن</p>	<p>اردو نثر:</p>
---	------------------

علامہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں ایسی با محاورہ اور عام فہم اردو بولتے تھے جو دلی یا لکھنؤ کے خواص میں بولی جاتی تھی، نادم سیتاپوری نے اس بارے میں ایک روایت نقل کی ہے: ”علامہ صاحب کی زبان تسنیم و کوثر سے دھلی ہوئی تھی۔ اتنی فصیح اور عام فہم اردو بولتے تھے کہ شاید دلی کے ”لال قلعہ“ کے سوا کہیں نہ بولی جاتی ہو۔ مگر جب خیر آباد آتے تو اپنے

اردو کلمات منیر، بحوالہ ”باغی ہندوستان“، ص: ۱۶۱،

بے تکلف خیر آبادی دوستوں سے اسی قصباتی زبان میں بات چیت کرتے جو عام طور پر خیر آباد میں بولی جاتی تھی اور پھر جوں ہی کوئی ذی علم آدمی آگیا فوراً ہی شائستہ اردو میں گفتگو کرنے لگتے! علامہ صاحب تذکیر و تانیث کے معاملے میں دہلی کی تقلید کرتے تھے: ”فاتحہ“ کو مؤنث اور ”رتھ“ کو مذکر فصیح سمجھتے تھے۔ فرماتے تھے مجھے جتنی مٹھاس دلی کی زبان میں محسوس ہوتی ہے۔ لکھنؤ میں نہیں۔“^۱

علامہ کے زمانے کی ادبی و علمی مجلسوں کو بڑی اہمیت حاصل تھی اور درج ذیل لوگ ان مجلسوں کے رکن رکین سمجھے جاتے تھے جیسا کہ نادم سیتا پوری لکھتے ہیں: ”انقلاب سن ستاون سے پہلے دہلی کی ادبی فضاء جن ”عناصر اربعہ“ سے ترتیب پا رہی تھی وہ یہی چار ہستیاں تھیں۔ مولانا خیر آبادی، مفتی صدر الدین آزرودہ، مرزا غالب اور حکیم مومن۔“^۲

4.10- علامہ کے معاصرین سے روابط

علامہ فضل حق خیر آبادی اپنے وقت کی عظیم شخصیت تھے۔ اسلئے انکے احباب میں دارالسلطنت دہلی، لکھنؤ اور دیگر ریاستوں کے اکابر علماء، شعراء، حکماء، رؤساء، امراء اور وزراء سبھی نظر آتے ہیں۔ وہ جس ریاست میں بھی گئے انکو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور ممتاز عہدے دیے گئے۔ پروفیسر ایوب قادری لکھتے ہیں: ”علمائے وقت مفتی صدر الدین آزاد مولانا رشید الدین خان دہلوی، مولانا فضل رسول بدایونی، مولانا محمد حسن خان صدرا الصدور بریلوی وغیرہ سے انکے خصوصی تعلقات تھے۔ ضرورت ہے کہ اس اعتبار سے مولانا فضل حق کی کتاب حیات کی ورق گردانی کی جائے۔“

شعروادب کی مجلس میں وہ یگانہ ہیں۔ مرزا غالب جیسا شاعر شعر کی پرکھ اور انتخاب میں اُن کا رہین منت ہے۔ بہت کچھ لکھے جانے کے باوجود ”مولانا فضل حق اور مرزا غالب“ کا عنوان تشنہ تحقیق ہے۔ اسی طرح مومن، منیر شکوہ آبادی اور دوسرے شعراء دہلی سے مولانا فضل حق کے تعلقات کا سراغ لگایا جائے۔ مولانا فضل حق اور امراء و عمائدین دہلی کے روابط کی تحقیق و تفتیش بھی کی جائے۔ حکیم احسن اللہ خان، مصطفیٰ خان شیفتہ، نواب حسام الدین حیدر نامی کتنے ایسے ارباب دول ہیں کہ جن سے مولانا فضل حق کے تعلقات رہے ہیں۔“

کچھ کا ذکر ذیل میں ملاحظہ کیجئے:-

4.10.1- علامہ اور غالب:

مرزا اسد اللہ خان غالب علامہ فضل حق خیر آبادی کو اپنا سب سے قریبی اور مخلص دوست گردانتے تھے اور ان سے بیحد متاثر تھے۔ غالب کی شخصیت پر علامہ کا اس قدر اثر تھا کہ نادیم سیتا پوری نے لکھا: ”غالب کے کردار و فن کی نشوونما اور ارتقا میں جتنا گہرا ہاتھ مولانا

فضل حق خیر آبادی کا رہا ہے انکے اعزہ و احباب میں شاید ہی کسی دوسرے کا رہا ہو۔“
 4.10.1.1- علامہ اور غالب ہم سن تھے:

علامہ اور غالب ہم سن تھے، وہ خیر آباد سے اور یہ آگرے سے تقریباً ایک ہی زمانے میں دہلی آکر رہے تھے۔ علامہ کا دولت خانہ (بارہ درہ شیر افغن خان) اور غالب کا مسجد کے زیر سایہ والا مکان بھی نزدیک ہی تھے۔ علامہ تو ابتداء سے انتہا تک مدرس رہے۔ غالب بھی ابتداءً عمر میں امراء کے بچوں کو فارسی پڑھایا کرتے تھے۔ دونوں کے کئی شاگرد بھی مشترک تھے۔ کئی احباب مشترک تھے۔ غرض اس طرح دونوں میں باہم ارتباط و اتحاد کے کئی رشتے تھے۔^۲

4.10.1.2- شعر و سخن کی ہم مذاقی:

شعر و سخن کی ہم مذاقی نے دونوں میں رشتہ خلعت و اخوت استوار کیا تھا۔ غالب فارسی کے بھی عظیم شاعر تھے اور اردو کے بھی۔ فارسی شاعری کی خوشبو تو بعد میں پھیلی، پہلے تو وہ اردو شاعری کے ذریعے متعارف ہوئے تھے۔ مگر بیدل کی اتباع اور مشکل پسندی کی وجہ سے انکے قبول عام کی رفتار تیز نہیں تھی۔^۳

4.10.1.3- ترک اتباع بیدل اور انتخاب دیوان:

مرزا غالب نے چونکہ مشکل پسند طبیعت پائی تھی اور پھر بیدل کی پیروی بھی کرتے تھے، اسلئے انکے کلام کے استعارات و تشبیہات اور دقیق لغات عام اہل فہم کی دسترس سے باہر تھے۔ یہاں تک کہ مولانا آزاد کہتے ہیں: ”بلکہ اکثر شعرا ایسے اعلیٰ درجہ رفعت پر واقع ہوئے ہیں کہ ہمارے نارسا ذہن وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ جب ان شکایتوں کے چرچے زیادہ ہوئے۔۔۔۔۔ تو غالب نے اس شعر سے سب کو جواب دیا۔

۱۔ غالب نام آورم، ص: ۷۸

۲۔ سفر اور تلاش، ص: ۶۷

۳۔ مرجع سابق،

نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا

نہ سہی گر مرے اشعار میں معنی نہ سہی

ایک بار حکیم آغا جان عیش نے مرزا پریوں تعریض کی:

اگر اپنا کہا تم آپ ہی سمجھے تو کیا سمجھے
کلام میر سمجھے اور زبان میرزا سمجھے
مرزا غالب نے ان اعتراضات پر کہا:

مشکل ہے زبں کلام مرا اے دل
آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمائش
ہوتے ہیں ملول اسکو سن کے جاہل
گویم مشکل و گرنہ گویم مشکل
مولانا الطاف حسین حالی اس طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”چونکہ مرزا (غالب) کی طبیعت فطرتاً نہایت سلیم واقع ہوئی تھی اس لئے نکتہ چینوں کی تعریضوں سے انکو بہت متنبہ ہوتا تھا اور آہستہ آہستہ انکی طبیعت راہ پر آ جاتی تھی۔

اسکے سوا جب مولوی فضل حق (خیر آبادی) سے مرزا کی رسم و راہ بہت بڑھ گئی اور مرزا انکو اپنا خالص و مخلص دوست اور خیر خواہ سمجھنے لگے تو انہوں نے اس قسم کے اشعار پر روک ٹوک کرنی شروع کی۔ یہاں تک کہ انہیں کی تحریک سے انہوں نے اپنے اردو کلام میں جو اس وقت موجود تھا دوثلث کے قریب نکال ڈالا اور اسکے بعد اس روش پر چلنا بالکل چھوڑ دیا۔“

جبکہ ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں: ”سن رسیدہ اور معتبر لوگوں سے معلوم ہوا کہ حقیقت میں انکا دیوان بہت بڑا تھا، یہ منتخب ہے۔ مولوی فضل حق صاحب (خیر آبادی) فاضل بے عدیل تھے۔ ایک زمانہ میں دہلی کی عدالت ضلعی میں سررشتہ دار تھے۔ اسی عہد میں مرزا خان عرف مرزا خانی صاحب کو تو الی شہر تھے۔ وہ مرزا قتیل صاحب کے شاگرد تھے نظم و نثر فارسی

اچھی لکھتے تھے۔ غرضیکہ یہ دونوں باکمال مرزا صاحب کے دلی دوست تھے ہمیشہ باہم دوستانہ جلسے اور شعر و سخن کے چرچے رہتے تھے۔ انہوں نے اکثر غزلوں کو سنا اور دیوان کو دیکھا تو مرزا صاحب کو سمجھایا کہ یہ شعر عام لوگوں کی سمجھ میں نہ آئیں گے۔ مرزا نے کہا اتنا کچھ کہہ چکا اب تدارک کیا ہو سکتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ خیر ہوا سو ہوا۔ انتخاب کرو اور مشکل شعر نکال ڈالو۔ مرزا صاحب نے دیوان حوالے کر دیا۔ دونوں صاحبوں نے دیکھ کر انتخاب کیا وہ یہی دیوان ہے جو کہ آج ہم عینک کی طرح آنکھوں سے لگائے پھرتے ہیں۔^۱

شیخ محمد اکرام کے مطابق اس پر مرزا غالب نے اپنی رباعی کا دوسرا مصرعہ بدلا اور اپنے معترضوں کو بجائے ”جاہل“ کے ”سخنوران کامل“ کہا۔^۲

مشکل ہے زبں کلام میرا اے دل سن سن کے اُسے سخنوران کامل
آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمائش گویم مشکل و گر نگویم مشکل

4.10.1.4- غالب کا علامہ سے مشورہ سخن اور قبول اصلاح کلام:

مولانا الطاف حسین حالی بیان کرتے ہیں: ”مرزا کے ایک فارسی قصیدے کی تشبیہ کا یہ شعر ہے:

ہم چناں در شوق غیب ثبوتے دارند

بوجودے کہ ندارد ز خارج اعیان

مرزا صاحب خود مجھ (حالی) سے کہتے تھے کہ میں نے ”ثبوتے“ کی جگہ ”نمودے“ لکھا تھا۔ مولوی فضل حق کو جب یہ شعر سنایا تو انہوں نے کہا ”اعیان ثابتہ“ کیلئے نمود کا لفظ نامناسب ہے۔ اسکی جگہ ثبوت بنا دو۔ چنانچہ طبع ثانی میں انہوں نے بجائے ”نمود“ کے ”ثبوت“ بنا دیا ہے۔^۳

۱۔ آب حیات، ص: ۴۶۱

۲۔ حیات غالب، ص: ۵۶

۳۔ یادگار غالب، ص: ۷۸

مؤلف باغی ہندوستان لکھتے ہیں: ”اہل علم جانتے ہیں کہ اس اصلاح نے فلسفیانہ اصطلاح کے مطابق شعر کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ مرزا کو ایسے باریک بینیوں اور بال کی کھال نکالنے والوں سے سابقہ تھا۔“^۱

عبدالصمد صارم الازہری علامہ اور مرزا غالب کے روابط اور کلام غالب کی اثر پذیری کے ایک اور پہلو سے پردہ اٹھاتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

”میں نے متنبی کے ایسے ستائیں شعر منتخب کئے ہیں جنکا مرزا غالب نے بعینہ ترجمہ کیا ہے، واللہ اعلم یہ اتفاق ہے یا کیا؟ مرزا کی عربی ادب سے دلچسپی کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتی۔ مرزا کے احباب میں مولانا فضل حق خیر آبادی جیسے لوگوں کی موجودگی سے یہ بعید نہیں کہ انہیں ان اشعار کا مفہوم پہنچا ہو۔“^۲

4.10.1.5- علامہ غالب کے راہنما اور استاد:

ڈاکٹر سید محی الدین زورقادی لکھتے ہیں: ”ابھی بخش کے علاوہ ”مولوی فضل حق خیر آبادی“ جیسی سخن فہم اور پاکیزہ ذوق ہستی سے بھی غالب نے اس زمانے میں بہت کچھ حاصل کیا اور ان لفظی و معنوی تعقیدوں سے پرہیز کرنے لگے۔ جو ان کے ابتدائی کلام میں بیدل کی تقلید کا نتیجہ تھا۔“

اگر مولوی فضل حق سے ملاقات نہ ہو جاتی تو شاید مرتقی میر کی پیشین گوئی کی دوسری شق پوری ہو جاتی جس میں انہوں نے کہا تھا کہ یہ لڑکا بھٹک جائے گا۔“^۳

شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں: ”مولانا فضل حق خیر آبادی جو علاوہ اپنی علمی اور دینی قابلیت کے اس لئے بھی یاد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے غالب کو ”بیدل“ کی تقلید سے روکا، اور اسکی ادبی تربیت کیلئے ایک ”استاد کامل“ ثابت ہوئے جو بقول میر تقی میر مرزا کی شاعری کی نشوونما کیلئے ضروری تھا۔“^۴

^۱ باغی ہندوستان، ص: ۱۵۹

^۲ مقام غالب از عبدالصمد صارم الازہری، ص: ۱۱۶

^۳ سرگزشت غالب، ص: ۲۰

^۴ غالب نامہ، ص: ۸۲، ۸۱

بلکہ خود غالب نے تو علامہ کے بارے میں ایک خط میں یہاں تک کہا ہے:

”چوں من صد و عرفی صد ہزار را بہ سخن پرورش تو اند کرد۔“^۱

ترجمہ: جو مجھ جیسے سینکڑوں اور عرفی جیسے لاکھوں کی شعر و سخن میں تربیت کر سکتے ہیں۔

غالب نے عرفی کے قصیدے کے جواب میں توحید کے موضوع پر ایک قصیدہ کہا

تھا جو انہوں نے مذکورہ بالا خط کے ساتھ علامہ فضل حق کو بھیجا اور رائے مانگی تھی۔^۲

4.10.1.6- غالب کے اخلاق و عادات کی اصلاح:

غالب اور علامہ کے تعلقات کی گہرائیوں کا پس منظر اس سے بھی زیادہ واضح

الفاظ میں اس دور کے ایک بڑے غالب شناس جناب مالک رام نے پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے

ہیں: ”اگر مولوی فضل حق خیر آبادی اور ان کے رفقاء کی صحبت کا فقط اتنا ہی اثر ہوتا کہ وہ

شاعری میں اپنی غلط روش کو چھوڑ کر ایک معتدل راہ پر آ جاتے تو یہ بھی کچھ معمولی بات نہیں

تھی۔ مگر اس سے بھی زیادہ قابل قدر کام غالب کی ”اخلاقی اصلاح“ کا ہوا۔ انکی اس

زمانے کی جو اخلاقی حالت تھی اگر وہ اسی ڈگر پر قائم رہتے تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کے

دل و دماغ کا کیا حشر ہوتا۔“^۳

اسی بات کا ذکر ڈاکٹر محی الدین زور قادری نے بھی کیا ہے: ”مولانا فضل حق خیر

آبادی وہ بزرگ ہستی ہے جس نے غالب کے اخلاق و عادات و شاعری کی اصلاح میں

بہت بڑا حصہ لیا۔ انکی بزرگی و عظمت کا اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مرزا جیسے

خود رائے اور آزاد و شاعر و ادیب جن کی نظر میں بڑے بڑے شعراء علماء نہیں جتے تھے۔

مولانا خیر آبادی کی بڑی تعظیم و عزت کرتے تھے۔“^۴

۱ بیخ آہنگ، ص: ۳۰۰، ۳۰۱

۲ مرجع سابق، مکمل خط آگے ص: ۱۳۳ تا ۱۳۵، ملاحظہ کیجئے۔

۳ ذکر غالب، ص: ۳۵

۴ سرگزشت غالب، ص: ۶۲

4.10.1.7- غالب کی مالی مشکلات اور علامہ فضل حق:

شیخ محمد اکرام کہتے ہیں: ”مولوی فضل حق غالب کے سب سے بڑے محبت اور محسن تھے انہوں نے نہ صرف مرزا کی شعرو سخن کے میدان میں ”راہنمائی“ کی، جو ان کا اصل دائرہ عمل تھا اور رند منش غالب کو متانت و استقامت کا راستہ دکھایا اور علم و فضل کی محبت میں استوار کیا بلکہ آگے چل کر انکی مادی مشکلات دور کرنے کی بھی کوشش کی اور مرزا کے تعلقات دربار رامپور سے وابستہ کرائے جو غدر کے بعد مرزا کی زندگی کا سب سے بڑا سہارا تھے۔“^۱

جناب نادم سیتاپوری لکھتے ہیں: ”غالب کو ہر پہلو سے ”غالب“ بنانے کا جو رول مولانا خیر آبادی نے ادا کیا ہے اسکا ایک اہم پہلو مرزا کی وہ مالی مشکلات ہیں جن پر باوجود کوششوں کے وہ زندگی بھر قابو نہ پاسکے۔۔۔۔۔ مصائب و آلام کے اس سخت دور میں اگر کسی نے خلوص دل کے ساتھ مرزا کا ہاتھ دیا تو وہ صرف مولانا فضل حق کی خاموش ذات تھی۔“^۲

4.10.1.8- بے تکلفی اور ڈانٹ:

علامہ فضل حق خیر آبادی سے مرزا کے جس قسم کے تعلقات اور ربط ضبط تھا، غالباً یہ منفرد مثال ہے کہ وہ غالب کو بے تکلف ٹوک دیا کرتے تھے اور باوجودیکہ غالب اس معاملے میں غیر معمولی حد تک نازک مزاج واقع ہوئے تھے، پھر بھی مولانا کے آگے سر تسلیم خم کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ (بقول حالی) ”جب مرزا مثنوی امتناع النظر لکھ کر مولانا کے پاس لائے تو وہ مثنوی کو اس شعر پر ختم کر کے لائے:

دریکے عالم دو تا خاتم مجوی صد ہزاراں عالم و خاتم بگوی

مولانا نے فرمایا کہ ”یہ تم نے کیا بکا ہے“ کہ متعدد عالموں میں متعدد خاتم ہو سکتے

^۱ حیات غالب، ص: ۵۲

^۲ غالب نام آورم، ص: ۹۳

ہیں۔ نہیں بلکہ اگر لاکھ عالم خدا پیدا کرے تو بھی خاتم النبیین ایک ہی ہوگا۔ پس اس مضمون کو مثنوی میں سے بالکل نکال ڈالو اور جس طرح میں کہتا ہوں اس طرح بیان کرو۔

جناب نادم سیتا پوری لکھتے ہیں: ”امتناع النظر کی بحث سے قطع نظر ہمیں تصویر کے صرف اسی رخ پر نظر رکھنا ہے جو غالب اور مولانا فضل حق کے گہرے تعلقات کو اجاگر کرتا ہے، اور حالی کی مرقع نگاری نے جس سیدھے سادے پیرائے میں اسکی عکاسی کر دی ہے وہ کسی تشریح و توضیح کی محتاج نہیں۔“

نازک مزاج غالب کی ساری زندگی کا جائزہ لینے پر بھی شاید کوئی ایک واقعہ اس نوعیت کا نہ ملے کہ انکے کسی بے تکلف دوست نے برہم ہو کر ان سے کہا ہو کہ:

”یہ تم نے کیا بکا ہے۔۔۔۔۔۔؟“

ہو سکتا ہے کہ غالب کی نجی اور گھریلو زندگی میں اس سے ملتا جلتا کوئی واقعہ گزرا ہو؟ لیکن جہاں تک ان کے ”فن شعر“ کو چیلنج کرنے کا سوال ہے اسکی مثال شاید ہی کہیں اور ملے۔“

4.10.1.9- غالب کے عقائد و مسئلہ امتناع النظر:

مثنویات غالب میں چھٹی مثنوی کا عنوان ہے:

بیان نموداری شان نبوت و ولایت

کہ در حقیقت پر تو نور الانوار حضرت الوہیت ست

اس میں مرزا غالب نے عقائد و نظریاتِ ظلم کیے ہیں۔ ایک سواٹھائیس اشعار پر مشتمل یہ مثنوی موضوع مذکور میں دلچسپی رکھنے والوں کیلئے بہت مفید مطالعہ ہے ہم یہاں عنوان کی مناسبت سے منتخب اشعار درج کرتے ہیں

بعد حمد ایزد و نعتِ رسول مہنگارم نکتہ چند از اصول

خدا کی تعریف اور رسولِ خدا کی نعت کے بعد میں کچھ اصولِ دین کے نکتے لکھتا ہوں۔

ایادگار غالب از حالی، ص: ۷۲

غالب نام آورم، ص: ۱۰۰

نور محض واصل ہستی ذات اوست ہرچہ جز حق بنی از آیات اوست
نور محض اور ہستی کی اصل اسی کی ذات ہے حق کے سوا جو تمہیں نظر آتا ہے وہ اسکی نشانیوں میں
سے ہے۔

نور حق ست احمد و لمعان نور از نبی در اولیا دارد ظہور
احمد خدا کا نور ہے اور نبی سے ولیوں میں نور کی چھوٹ پڑتی ہے۔

از نبی واز ولی خواہی مدد تانہ پنداری کہ ناجائز بود
نبی اور ولی سے مدد چاہیے تو ہرگز یہ نہ سمجھ لینا کہ ایسا کرنا جائز نہیں۔

ہر کہ اور انور حق نیرو فزا است ہرچہ از وی خواستی ہم از خداست
وہ جس کو نور حق قوت پہنچاتا ہے اس سے جو کچھ دعا کرو وہ خدا سے دعا ہے۔

لیک در پوزش بدرگاہ رفیع ماہمی آریم پیران را شفیع
لیکن خدا کے دربار میں عذر و انکسار کرتے وقت ہم ان پیروں کی سفارش چاہتے ہیں۔

ور سخن در مولد پیغمبر ست بزمگاہ دلکش و جان پرور ست
اور اگر میلاد النبی ﷺ کے بارے میں کلام ہے تو وہ ایک دلکش اور روح پرور بزم ہے۔

نکبت موئے مبارک جانفزا است بارگ جانش ہی پیوند ہاست
(رسول اللہ ﷺ کے) موئے مبارک کی مہک جانفزا ہے انکی رگ جاں سے اسکے گہرے
رشتے ہیں۔

ہر کرا دل ہست و ایمان نیز ہم چوں نواز عشق با ”نقش قدم“
جسکے (سینے میں) دل ہے اور ایمان بھی ہے وہ نقش قدم سے عشق کیوں نہ کرے گا۔

برردا و پیرہن کز مصطفیٰ است جان نیشاندن زامت کے رواست
مصطفیٰ ﷺ کے چادر اور کرتے پر امت کیسے جان نثار نہ کرے

اولیا را گر گرامی داشتیم نرپے روی و شامی داشتیم
اگر ہم اولیاء کو عزیز رکھتے ہیں تو انکے روی و شامی ہونے کے سبب نہیں۔

از برائے انکہ این آزادگان از ره حق جان بجاناں دادگان
بلکہ اسلئے کہ ان آزاد انسانوں نے راہِ راست پر چل کر اپنے محبوب پر جان قربان کر دی۔
امتناع نظیر النبی ﷺ کے بارے میں کہتے ہیں:

وین کہ می گوئی توانا کردگار چوں محمد دیگری آرد بکار
اور یہ جو تم کہتے ہو کہ خدائے قادر چاہے تو محمد ﷺ کی مثل دوسرا پیدا کر دے۔
با خداوند دو گیتی آفریں ممتنع نبود ظہورے ایں چنین
جس خدائے دونوں جہان پیدا کئے ہیں، اس کے لئے یہ ناممکن نہیں کہ وہ محمد ﷺ کا مثل
ظہور میں لے آئے۔

نغز گفتمی نغز تر باید شفت آنکہ پنداری کہ ہست اندر نہفت
تم نے اچھی بات کہی، اب اس سے اچھی بات سنو، تم جو سمجھتے ہو کہ عدم میں انکا مثل نہاں
ہے جو ظہور میں آ سکتا ہے۔

گرچہ فخر دودھ آدم یود ہم بقدر خاتمیت کم یود
اگرچہ وہ نسل انسانی کیلئے فخر ہوگا لیکن پھر بھی اس میں ”خاتمیت“ کی کمی رہ جائیگی۔
صورت آرایش عالم نگر یک مہ و یک مہر و یک خاتم نگر
دیکھ کہ دنیا کی آرایش کس طرح ہے، اس میں ایک سورج ہے، ایک چاند ہے اور ایک ہی
خاتم ہے۔

قدرت حق بیش ازیں ہم بودہ است ہرچہ اندیشی کم از کم بودہ است
خدا کی قدرت اس سے بھی زیادہ ہے جتنی تم سمجھتے ہو، وہ بھی کم سے کم ہے۔

لیک دریک عالم از روی یقین خودنی گنجد دو ختم المرسلین
لیکن یقین کی رو سے یہ بات نہیں مانی جاسکتی کہ ایک ہی دنیا میں دودو آخری پیغمبر ہوں۔
یک جہاں تاہست یک خاتم بس ست قدرت حق را نہ یک عالم بس ست
جب تک ایک دنیا ہے ایک ہی اسکا آخری پیغمبر ہوگا۔ البتہ خدا کی قدرت ایک دنیا پر ختم

نہیں ہوگی۔

خواہد از ہر ذرّہ آرد عالمی ہم بود ہر عالمی را خاتمی
وہ چاہے تو ہر ایک ذرے سے ایک دنیا پیدا کر دے اور پھر ہر دنیا کا ایک خاتم ہو۔

ہر کجا ہنگامہ عالم بود رحمۃ للعالمین ہم بود
جہاں کہیں بھی دنیا کی چہل پہل ہوگی، وہاں کوئی رحمۃ للعالمین بھی ضرور ہوگا۔

کثرت ابداع عالم خوب تر یا بیک عالم دو خاتم خوب تر
بہتر کیا ہے؟ نئی نئی دنیاؤں کا وجود میں آنا یا ایک دنیا میں دو دو خاتم کا ہونا؟

در یکی عالم دو تا خاتم مجوی صد ہزاراں عالم و خاتم بگوی
اس ایک دنیا میں دو خاتم کی امید نہ رکھو، ہاں یہ کہو کہ لاکھوں دنیائیں ہوں اور انکے اپنے
اپنے خاتم ہوں۔

غالب ایں اندیشہ پذیریم ہی خوردہ ہم برخویش می گیرم ہی
غالب یہ کیا بات کہی۔ یہ مجھے قبول نہیں، میں خود اپنی غلطی پکڑتا ہوں۔

ایکہ ختم المرسلینش خواندہ دامن از روی یقینش خواندہ
یہ جو تم نے (محمد ﷺ کو) ختم المرسلین کہا تو ظاہر ہے کہ پورے یقین سے ہی کہا ہوگا۔

این ”الف لامی“ کہ استغراق راست حکم ناطق معنی اطلاق راست
”ختم المرسلین“ میں الف لام استغراق کا ہے اسکے معنی ہوئے کہ مطلق مرسلین۔ (یعنی تمام
رسولوں کے خاتم)۔

مبدأ ایجاد ہر عالم یکیت گردو صد عالم بود خاتم یکیت
چونکہ ہر عالم کا مبدأ ایک ہی ہے، اس لئے اگر دو سو عالم بھی ہوں تو ان کا خاتم ایک ہی ہوگا۔

صانع عالم چنین کرد اختیار کس بعالم مثل نبود زینہار
دنیا کے پیدا کرنے والے کی مرضی یہی تھی کہ دنیا میں محمد کی مثل ہرگز نہ ہونے پائے۔

مولانا حالی مزید لکھتے ہیں: ”جب مرزا اول بار مثنوی لکھ کر مولانا کے پاس لائے تو مندرجہ ذیل شعر پر ختم کر کے لائے تھے:

در یکے عالم دو تا خاتم مجوی صد ہزاراں عالم و خاتم بگوی
مولانا نے فرمایا کہ ”یہ تم نے کیا بکا ہے۔“ کہ متعدد عالموں میں متعدد خاتم ہو سکتے ہیں؟ نہیں بلکہ اگر لاکھ عالم بھی خدا پیدا کرے، تو بھی خاتم النبیین ایک ہی ہوگا۔ پس اس مضمون کو مثنوی میں سے بالکل نکال ڈالو، اور جس طرح میں کہتا ہوں اس طرح بیان کرو۔۔۔۔۔ انہوں نے مولانا کے حکم کی فوراً تعمیل کی جو کچھ پہلے لکھ چکے تھے اسکو تو اسی طرح رہنے دیا، مگر اسکے آگے چند اشعار اور اضافہ کر کے کلام کو مربوط کر دیا۔^۲

جہاں تک مولانا الطاف حسین حالی کے بیان کردہ واقعہ کی صحت کا تعلق ہے تو وہ علامہ کا مسئلہ امتناع نظیر النبی ﷺ سے اعتناء، غالب سے گہرے دوستانہ مراسم اور بے تکلفی، غالب کا علامہ کا پایہ سخن سنجی ماننا اور مشورہ سخن کرنا، اور علامہ کا غالب کی راہنمائی کرنا۔۔۔۔۔ ان سب حقائق کے باعث کافی حد تک درست قرار دیا جاسکتا ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ علامہ نے فرمائش کی ہو اور پھر ہمیشہ کی طرح اصلاح کی ہو۔

مگر اس واقعہ پر مولانا حالی کا یہ تبصرہ ہرگز درست قرار نہ پائے گا، جس میں وہ کہتے ہیں: مرزا کو نہ وہابیوں سے کچھ خصومت تھی اور نہ انکے مخالفوں سے کچھ تعلق تھا، بلکہ صرف دوست کی رضا جوئی مقصود تھی۔۔۔۔۔ اور مسئلہ امتناع نظیر النبی ﷺ پر جو کچھ بعد میں لکھا ہے، وہ مولانا کے جبر سے لکھا ہے، اسکو مرزا کے اصلی خیالات سے کچھ تعلق نہیں۔“^۳

مولانا حالی کا یہ تبصرہ حقائق سے مطابقت نہیں رکھتا، مرزا غالب کی یہ مثنوی اپنے آغاز سے اختتام تک حالی کے اس گمان کی تردید کرتی ہے اس لئے مجبوری، رضا جوئی اور

اس جملے سے جہاں ان دونوں کی بے تکلفی ثابت ہے، وہاں اس مسئلے سے علامہ کا اعتناء ثابت ہے اور یہ کہ وہ اس پر کس قدر سنجیدہ اور حساس تھے۔

۲ یادگار غالب، ص: ۷۰، ۷۲

۳ مرجع سابق، ص: ۷۲، ۷۳

انتقال بالا امر کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ علامہ کے کہنے کے مطابق اس مضمون کو مثنوی سے بالکل نکال ڈالتے، مگر انہوں نے ایسا کچھ نہ کیا، بلکہ اپنی علمی لغزش پر متنبہ ہونے پر سر تسلیم خم کیا اور کہا:

غالب ایں اندیشہ نپذیرم ہی خورده ہم برخویش می گیرم ہی
ترجمہ: غالب یہ کیا بات کہی یہ مجھے قبول نہیں، میں خود اپنی غلطی پکڑتا ہوں۔
اور پھر اس اضافے کے آخری شعر میں مثل محمد مصطفیٰ ﷺ کے ممتنع بالذات
ہونے کا ذکر کرنے کے بعد وہ کہتے ہیں:

”زین عقیدت برنگردم والسلام: میں اس عقیدے سے منہ نہیں پھیر سکتا۔
معلوم ہوا کہ غالب بھی علامہ فضل حق خیر آبادی کے طرف دار تھے اور امتناع نظیر
النبی ﷺ بالذات کے معتقد تھے۔ وہ وہابیہ کے اعتقادات کے خلاف تھے، نہ صرف تقویۃ
الایمان کی عبارات پر تنقید اور بحثا بحثی کے زمانے ۱۸۲۳ء/ ۱۲۴۰ھ میں، بلکہ زندگی بھر ان کے
یہی عقائد رہے، حتیٰ کہ علامہ فضل حق کی وفات کے بعد بھی۔ اس کا ثبوت غالب کی ۱۸۶۵ء
میں شائع ہونے والی اس تحریر سے ملتا ہے جو عود ہندی میں محفوظ ہے۔ اس کے مطابق مرزا
رحیم بیگ نے اپنی تصنیف ”ساطع برہان“ میں (جو کہ ۱۲۷۶ھ کو تالیف ہوئی اور ۱۲۸۳ھ
میں شائع ہوئی) صاحب قاطع برہان کی توہین رسالت پر مبنی گستاخانہ عبارت نقل کی۔ اس پر
غالب نے انکی بڑی شدت سے گرفت کی اور جواب لکھا: ”مرزا رحیم بیگ صاحب: افسوس
کی بات ہے تم نے اس بیان خاص میں قاطع برہان والے کے قول کو کیوں کر مانا؟“

اپنے اس طویل جواب میں انہوں نے علامہ فضل حق خیر آبادی کی کتاب ”تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ“ سے استدلال کیا ہے۔ استدلال پیش کرنے سے قبل مرزا غالب

ادیکھئے "عود ہندی" مطبوعہ لاہور ۱۹۶۷ء، ص: ۴۷۷ تا ۴۷۲

۳۷۳: ج۲ مرثعہ سابق، ص

نے جس انداز میں اس کتاب اور صاحب کتاب کا وصف بیان کیا ہے وہ نہ صرف اس بات کا اعلان ہے کہ وہ خود عقائد وہابیہ کے مخالف تھے بلکہ انہوں نے اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ اس عہد کے باقی علماء بھی تحریک وہابیہ کو ناپسند کرتے تھے۔

مرزا غالب لکھتے ہیں: ”سنو فخر الفصلا و ختم العلماء امیر الدولہ مولوی محمد فضل حق رحمۃ اللہ علیہ نے رد عقائد وہابیہ میں بزبان فارسی (۱۲۴۰ھ میں) ایک رسالہ لکھا ہے، اور اس عہد کے علماء کی اس پر مہرین ہیں۔ اس رسالے میں جناب مولوی صاحب مرحوم (ف ۱۸۶۱ء) لکھتے ہیں کہ۔۔۔۔۔ پس موجب فتوئے علمائے اسلام فقرہ مذکور کا لکھنے والا کفر میں شداد سے اشد اور کذب میں مسیلمہ کذاب سے سوا ہے، خیر عقبی میں وہ خالق کا مقہور اور دنیا میں خلق کا مطعون ہوگا۔۔۔۔۔“

معلوم ہوا کہ مرزا غالب کے نظریات و عقائد یہی تھے ۱۸۲۲ء میں یعنی عہد جوانی میں بھی اور ۱۸۶۵ء یعنی زمانہ پیری میں بھی۔ رہی مولانا حالی کی رائے، کہ غالب کے اس اعتقاد میں دوست کی رضا جوئی مقصود تھی اور ایسا لکھنا مولانا کے جبر کے باعث تھا، تو یہ رائے علامہ کی زندگی میں ثابت نہیں اور وفات کے بعد تو محض بے اصل قرار پاتی ہے۔ کہ علامہ کی وفات کو اس تحریر تک چار سال کا عرصہ ہو چکا تھا اور علامہ اور غالب کا رابطہ منقطع ہوئے سن ستاون سے آٹھ سال بیت چکے تھے۔ تو بتائیے اب کونسی رضا جوئی مقصود تھی اور کونسا جبر حائل تھا؟!۔

4.10.1.10- غالب کا مقدمہ جائیداد میں علامہ سے رابطہ:

۱۸۲۵ء سے ۱۸۲۹ء تک کا عرصہ وہ ہے جب غالب مقدمہ جائیداد کے سلسلے میں کلکتہ میں مقیم تھے اس عرصے کی غالب کی علامہ فضل حق اور دیگر احباب سے جو خط و کتابت سینہ تاریخ نے محفوظ رکھی ہے وہ بہت کم ہے مگر غالب کے دل میں علامہ کی جو تعظیم و توقیر اور قدر و منزلت تھی اسکو سمجھنے میں مشتے از خروارے کا درجہ رکھتی ہے۔

10.1.10.4- فیروز پور جھر کا سے علامہ کے نام ایک منفر و معذرت:

۱۸۲۵ء کے وسط میں جب غالب دہلی سے کلکتہ کیلئے روانہ ہوئے تو علامہ سے نہ مل سکے تھے، اس لئے دہلی سے قریب فیروز پور جھر کا کے مقام ہی سے علامہ فضل حق کے نام ایک معذرت لکھی جو صنعت تعطیل میں ایک نثری نظم ہے بعد میں غالب نے اسے القاب و آداب اور خطوط نویسی کے لوازم کے ذکر میں اپنی تصنیف پنج آہنگ میں بھی شامل کیا، اور اس خط کا تعارف یوں کروایا:

ناچار نخست بعزم زمین بوس عم مغفور خلد آہنگ
فخر الدولہ دلاور الملک نواب احمد بخش خان بہادر رستم جنگ
پای تخت آن مرزبان بارای و فرہنگ کہ جنوب رویہ دہلی بچہل
کروہی دامنست پای خاکی کردم۔ از بسکہ سراسیمگی سراپای دل
رافرو گرفتہ بود، از بزرگان وطن پدرود ناشدہ براہ افتادم۔ ہر چند
از ان مردم شرمندہ مهر و وفائی نبودم کہ در حسرت فوت فرصت تودیع
پشت دستے بدنندان بایستے گزید، لیکن پارسا گوہر دستے و آشنا پرور
یارے داشتم، چون من بر من مہربان و چون دل در سینہ جاگزین، پشت
خرد را پناہ و بازوی دانش را نیرو، رسائی ازو دور بالیدن و آگاہی ازو
در نمو، زود پیوند دیر گسل سر بزرگ کوچک دل مستغرق تماشای
جمال وجہ مطلق مولوی حافظ محمد فضل حق کہ ازوے دستورے
ناخواستہ سفر کردن بمذاق شوقم ناگوار افتاد و معذا میانہ من او شکر
آبی نیز بود۔ دل بدرد آمد و جان بیغمای اندوہ رفت۔ چون کاروان
بمنزل رسید و رہرو از رنج راہ برآسود، کتابتے در صنعت تعطیل
بخدمتش فرستادہ شد و سوزش و پوزش را با آمیختہ بدین رنگ سخن
گزاردہ آمدہ۔

خط:

عالم اعلم و عالم علم، عالم عامل و عامل عادل، در حلم علم و در

عمل سمر دام اکرامه، ط-

آلوده عالم عالم درد دل، اسدالله، سلام معمول الاسلام ادا کرده

احرام درس اسرار مدعا دارد-

درد عدم وداع همدگر اگر صد عمر در گرو درد و ملالم دارد، روا

اما والله کمال گم کرده حواس و سراسر و هم و هراس آمده ام- اگر دل

مولا گله آلود گردد، وا دردا-

هر گاه آدم عهد کردگار را سہو کرد و عمر در سیر لہو کرد روح

را در ہوس مسرور کرد و دل را در حرص کامل، در معاملہ دہر کم طالع

آمد و در امر معاد کامل- دل آگاہ را ادراک مصالح کار سهل و مردم

گمراہ را اصلاح حال محال- ملک العلام آگاہ، دوم درد آلودہ گواہ کہ

الحال دل و داد محمل وداع حرص و ہوا کردہ گرد ملال مرا در احاطہ درد

عمر گاہ در آورده- واللہ عهد کردم کہ اگر مردم، گرد ہوس کم گردم-

سالکا، واصلا، مکرما، مطلقا، الحال کہ محرر در دلاور الملک

را دامگاہ ورود کردہ طمع دارد کہ اعلام حال ساہو کار مکرر کردہ و طرح

سود و اصل- وام اورا در احاطہ مد اطلاق در آورده راحلہ در مرحلہ سر

دہد، مگر دل والہ عدو کام در صحرارہد، اما عم کامگار در وہم و ہراس

مکر و حسد اعداء و درد عدم محاصل سز کار ایور و ملال در آمد دگر ہا

سرگرم و سوگوار و گم کردہ آرام- اورا منہر کو کہ کس را دل دہد و ہم

در اصلاح حاصل کس گمارد و مرا دل آسودہ رام و طور آرام کو کہ سر

صداع آلودہ در کوشار مال و دل را در طمع امداد کار سالہا در ورطہ

طولِ امل دارم۔ حاصل الامر دل دزد و دایِ گلۂ طالع و سر در کلاهِ احاطۂ
 کرم کردگار در آورده احرام صحرا دارم کہ گرد کردار و صر صر وار آوارۂ
 عالم گردم۔ اگر طالع مسعود کہ لوح طلسم مراد دارد مدد کرد و عروس
 مدعاسر در دام ارادۂ دعا گو در آورد۔ هوالمراذ و الالامحاله در گام اول
 رهرو راہِ عدم در سلسلۂ اہل کار عارِ دودۂ آدمم، الملک للہ و الحکم للہ
 ع

(م) صر صر صد دم سرد آمد دل

ہمہ درد و ہمہ گرد آمد دل

گہ درم دام دلِ ما گردد

گہ کرم کام دلِ ما گردد

ہوس طرۂ طرار اورا

حرص وصل و سر دلدار اورا

سادہ دل گرد ہوسہا گردد

کہ عسل دام مگسہا گردد

معاملۂ سوگیر ولد الحرام دلِ گرم مہر سراسر کرم مولا را در مادہ

اسدِ کم طالع سرد کردہ و کلامِ ہمدم صمصامِ حسدِ علام سراسر آلام۔ او

گرہ ملال در دل و دادِ اناسِ والا در آورده۔ مآمول کہ گردِ ملال ہوا گردد

و گرہ دل وا گردد۔ ملک الودود طولِ عمر و دوام مال، کمالِ سلام و

صلاح حال، عطا دارد، والسلام والا کرام۔

ترجمہ تمہید: مجبوراً پہلے عم مغفور (بخشے ہوئے چچا) خلد آشیان فخر الدولہ دلاور الملک نواب

افارسی متن کیلئے دیکھئے ”بیخ آبک“ ص: ۱۳۱ تا ۱۳۸

احمد بخش خان بہادر رستم جنگ کی زمین بوسی کے ارادے سے، اس زبان ولغت کے حکمران کے پایہ تخت پہنچا جو دہلی کے جنوب کی طرف چالیس کوس کے فاصلے پر ہے۔ چونکہ دل کو بہت ہی پریشانی نے گھیر رکھا تھا اس لئے وطن کے بزرگوں سے رخصت لئے بغیر چل پڑا، اگرچہ میں ان کی محبت اور وفا کے سامنے اتنا شرمندہ نہیں ہوں کہ الوداع کی فرصت نہ پانے کی حسرت میں ہاتھ کی پشت دانتوں سے کاٹنے لگوں، لیکن میں موتیوں کی حفاظت کرنے والا ہاتھ اور دوست پرور یا رکھتا ہوں جو میری طرح مجھ پر مہربان اور دل کی طرح سینے میں جاگزین ہے، عقل کی پشت کے لئے جائے پناہ اور حکمت و دانش کے بازو کی قوت، مطالب عالیہ تک رسائی اس کی بدولت ترقی پزیر اور علم اس کے ذریعے کمال حاصل کرنے والا، جلد تعلق قائم کرنے والا، دیر سے توڑنے والا، بڑے سر اور چھوٹے دل والا، وجہ مطلق (اللہ تعالیٰ کے جمال کے دیدار میں مستغرق)، مولوی حافظ محمد فضل حق کہ ان سے اجازت حاصل کئے بغیر سفر کرنا میرے شوق کے مذاق میں ناگوار گزارا، باوجودیکہ میرے اور ان کے درمیان اتحاد کی حد تک قرب بھی تھا، دل رنجیدہ ہوا اور غم نے میری جان کو غارت کر دیا، جب قافلہ منزل تک پہنچا اور مسافر نے سفر کی تکلیف سے نجات پائی تو تحریر کو اس رنگ سخن سے مزین کر کے پیش کیا گیا۔

ترجمہ خط:

عالمِ اعلم و عالمِ علم، عالمِ عامل و عاملِ عادل، درِ علم علم، درِ عمل سمر، مجھ پر آپ کا کرم ہمیشہ رہے۔

اسد اللہ جو کہ دنیا بھر کے گناہوں میں آلودہ ہے مگر درد دل کی قدر جانتا ہے۔ سنتِ اسلام کے مطابق سلام ادا کر کے اپنے مدعا کے اسرار فاش کرنے کا احرام باندھتا ہے۔ (یعنی عرض مدعا کرتا ہے)۔

اگر باہم ایک دوسرے سے مل کر رخصت نہ ہونے کا صدمہ مجھے ایسی سو عمروں تک بھی درد و ملال میں مبتلا رکھے تو روا ہے، لیکن خدا کی قسم میرے حواس قطعی گم ہو گئے ہیں

اور میں سراسر وہم و ہراس بن گیا ہوں۔ اگر آپ کا دل شکایات سے پر ہو جائے تو آپ حق بجانب ہیں۔

جب آدم (انسان) نے اس عہد کو بھلا دیا جو اس نے خدا کے ساتھ کیا تھا اور اپنی عمر غیر مفید کاموں میں صرف کر دی۔ اپنی روح کو ہوس رانی سے خوش کیا اور دل میں کمال حرص کو جگہ دی (نتیجہ یہ ہوا کہ) وہ دنیاوی معاملات میں بدنصیب نکلا اور اسکے ثواب آخرت میں کمی آگئی۔ دل آگاہ کیلئے مصالح کار کا ادارک آسان ہے مگر گمراہ آدمی کی اصلاح حال محال ہے، ملک العلام (خدا) آگاہ ہے اور میری درد آلود آہیں گواہ ہیں کہ اب میرے اس دل نے جو محبت کا گہوارہ ہے حرص و ہوا کو رخصت کر دیا ہے اور صدقات نے اسے احاطہ درد میں گھیر لیا ہے جو عمر کو ہر لحظہ کم کیے جا رہا ہے۔ بخدا میں نے عہد کر لیا ہے کہ اگر میں مرد ہوں تو کبھی لہو و لعب کے پاس نہ جاؤں گا۔

راہ سلوک پر چلنے والے! مقام وصول پر فائز! میرے کرم فرما! اور میرے آقا! فی الحال جب کہ یہ راقم الحروف دلاور الملک کے مکان پر مقیم ہے تو میری خواہش یہ ہے کہ میں ان سے ساہوکار کے قرض اور اس کے اصل و سود کا حال بیان کر کے یہاں سے سفر کر جاؤں مگر میرا دل شیفۃ جو میرے مقاصد کا دشمن ہے مجھے صحرا نوردی پر آمادہ کرتا ہے، لیکن میرے محترم چچا دشمنوں کے مکر و حسد کے وہم و ہراس میں گھرے ہوئے ہیں۔ انہیں ریاست الور کے محاصل (واجبات) کی عدم ادائیگی کی بھی فکر ہے، انہیں موسم گرما کے آنے کا بھی غم ہے۔ اس حالت میں انکا آرام و چین جاتا رہا ہے۔ انہیں اتنی فرصت کہاں ہے کہ کسی کی طرف ازراہ عنایت توجہ فرمائیں اور کسی کی اصلاح حال کی طرف متوجہ ہوں۔ میرا یہ حال ہے کہ نہ دل کو چین ہے، اور نہ جسم کو راحت۔ اپنے اس سر کو جس میں درد رہتا ہے پہاڑوں سے ٹکراتا ہوں اور دل کو برسوں تک کا زبر آری کی طمع میں امیدوار رکھتا ہوں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اب میں نے اپنی بدنصیبی کی شکایت کرنی چھوڑ دی ہے اور خدا کے کرم پر بھروسہ کر کے میں نے صحرا نوردی کا ارادہ کر لیا ہے تاکہ غبار کی مثل اور آندھی

کی طرح ویرانہ عالم میں پھروں اگر نیک بختی نے جس پر طلسم مراد کندہ ہے۔ میری مدد کی اور مقصود کی دہن مجھ دعا گو (راقم الحروف) کے ارادہ کے جال میں پھنس گئی (یعنی خوش قسمتی سے میرا ارادہ حسب مراد پورا ہو گیا) تو فیہا۔ ورنہ میں یقیناً پہلے ہی قدم میں ملک عدم کو روانہ ہو جاؤں گا۔ (اب میرا حال یہ ہے کہ باعتبار سعی و کوشش) بنسی نوع انسان کیلئے باعث شرم ہوں۔ ملک بھی اللہ کیلئے ہے اور حکم بھی اللہ کیلئے۔

ترجمہ اشعار:

۱۔ (آخر دل کی حقیقت یہ نکلی) کہ وہ سینکڑوں سرد آہوں کی آندھی تھی اور وہ سراپا غم و

اندوہ تھا۔

۲۔ کبھی کرم ہمارے دل کا مقصد بن جاتا ہے اور کبھی ہمارا دل روپے پیسے کے جال میں پھنس جاتا ہے۔

۳۔ میرے دل کو ہر وقت محبوب کی ان زلفوں کو مس کرنے کی آرزو رہتی ہے جو دل چرالیتی ہیں نیز اسے ملاقات محبوب کی خواہش شدید اور ہر وقت محبوب کا خیال رہتا ہے۔

۴۔ سادہ دل خواہشات نفسانی میں پھنسا رہتا ہے اسکی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ شہد خود ہی نکھیوں کے جال بن جائے۔

ولد الحرام سوداگر کے معاملہ نے جناب کے گرم جوش دل اور سراپا کرم مہربانی کو کم نصیب اسد (غالب) کے بارے میں ٹھنڈا کر دیا ہے۔ اور حسد کی تلوار کے ساتھی اور سراپا مصائب کے کلام نے محبت کی بنیاد والے دل میں ناراضگی کی گرہ ڈالی دی ہے، امید ہے کہ ناراضگی کا غبار زائل ہو جائے گا اور دل کی گرہ کھل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ لمبی عمر، مال کی بیشگی، کمال سلامتی اور حال کی درستی عطا رکھے والسلام والا کرام۔ اے

4.10.1.10.2- غالب کا بنارس سے علامہ کے نام رقعہ:

غالب اپنے کلکتہ کے لئے سفر میں بنارس پہنچے، اور وہاں چار ہفتے قیام کے بعد پٹنہ روانہ ہوئے۔ وہاں سے غالب نے رائے جمل کھتری کے نام ایک خط بھیجا، اس میں تین عدد رقعے بھیجنے کا بھی ذکر ہے۔ اس خط کے مطابق ان میں سے ایک رقعہ علامہ فضل حق کے نام تھا، غالب کا یہ خط بھی پنج آہنگ میں محفوظ ہے۔ اور یہ خط تقریباً جولائی ۱۸۲۷ء کا تحریر کردہ ہے۔^۲

4.10.1.10.3- غالب کلکتہ میں:

غالب ۲۰ فروری ۱۸۲۸ء کو کلکتہ پہنچے اور ۲۸ اپریل کو گورنر جنرل کے پرشین سیکرٹری مسٹر انڈریو اسٹرلنگ اور حکومت کے پولیٹیکل ڈپارٹمنٹ کے سیکرٹری مسٹر سائمن فریزر سے ملے اور اپنی عرضداشت پیش کی۔

۲۰ جون ۱۸۲۸ء کو غالب سے کہا گیا کہ وہ ضابطہ کے مطابق اپنا مقدمہ ریڈیڈنٹ دہلی کے توسط سے پیش کریں۔ یہ سن کر وہ بے انتہا پریشان ہوئے کیونکہ انکے بس میں نہ تھا کہ دلی واپس جائیں اور پھر کلکتہ آئیں۔ غالب کہتے ہیں کہ جب مسٹر اسٹرلنگ نے میری فریاد یعنی عذر سنا تو اسے مجھ پر رحم آیا اور کہا کہ ”اگر تم دہلی نہیں جاسکتے تو نہ جاؤ لیکن مقدمہ وہاں بھیج دو۔“

4.10.1.10.4- غالب کے اخوان الصفا:

مسٹر اسٹرلنگ سے مشورہ کے بعد اپنی پریشانی کا ذکر غالب نے ایک خط میں یوں کیا ہے: ”میں گھر واپس آیا اور دہلی کے دوستوں میں سے ایک ایک کے متعلق سوچنے لگا کہ ان میں سے حاجت مند کے کون کام آسکتا ہے؟ اور وکیل بنانے کے لائق کون ہے؟ کیوں کہ مدعی (شوکت و امارت سے قطع نظر کر کے) دہلی کے شریف ترین رؤسا میں سے

۱۔ پنج آہنگ، ص: ۳۸۲، ۳۸۳

۲۔ پنج آہنگ، ص: ۶۵۸۔ و مکتوبات غالب از لطیف الزمان خان، ص: ۵۸

ہے۔ بہت سے لوگوں پر اس کا گمان ہوا کہ انکے لئے دشمن کی شان و شوکت کو دیکھتے ہوئے
 وہ ہم وطنی کا لحاظ اور آبائی تعلق پر نظر کرتے ہوئے اعلانیہ مقابلے پر آنا اور شرم و حیا کے پردہ
 کو اٹھا دینا، بالخصوص مجھ جیسے بد بخت کیلئے دشوار ہو گا نیز بعض لوگوں کے متعلق دل میں یہ
 خیال گزرا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ دشمن سے مل جائیں اور میرے کام کی تباہی کو اپنے تعلقات کی
 استواری کا وسیلہ بنالیں۔ کیونکہ اس عالم کون و فساد میں ایسا بھی ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ مولوی
 فضل حق کے نام کا قرعہ نکل آیا۔

یہ امر پوشیدہ نہ رہے کہ مولوی فضل حق ابن مولوی فضل امام منشی برکت علی خان
 مرحوم کے اعزہ میں سے ہیں وہ آج کل ضلع دہلی کی دیوانی اور فوجداری عدالت میں سررشتہ
 دار ہیں۔ خدا انہیں زندہ رکھے اور بلند مراتب پر سرفراز کرے۔ میں نے انہیں اپنا صحیح
 قاطب سمجھ کر انتخاب کیا اور انہیں لکھا کہ ”اگر آپ ان حالات اور میری تکلیف میں چارہ
 مازی کر سکیں تو لکھئے تاکہ میں اپنے معاملات آپ کے سپرد کروں۔“ چونکہ وہ ”اخوان
 اصفا“ میں سے تھے انہوں نے مدد کرنے سے دریغ نہ کیا بلکہ (پنڈت ہیرالال کو) وکیل
 مقرر کر کے مجھے مطلع کر دیا۔“

اس پر غالب نے ۱۴/ صفر ۱۲۴۴ھ / ۲۶/ اگست ۱۸۲۸ء کو مقدمہ کے تمام کاغذات
 دہلی بھیجے۔ غالب کے بقول ”ہنوز اس مراسلہ کے پہنچنے کی مدت ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ مولوی
 فضل حق کا خط آگیا۔ جس میں مرقوم تھا کہ اپنا مختار نامہ بغیر دستخط رجسٹری کے نہ بھیجنا۔ حال
 آنکہ وہ مختار نامہ جو میں بھیج چکا تھا اس رجسٹری پر دستخط نہ تھے۔ لہذا فی الفور ایک اسٹیپ
 فرید کے اس پر مختار نامہ لکھ کر رجسٹری کرایا اور بلا تاخیر (۴/ ربیع الاول ۱۲۴۴ھ / ۱۵/ ستمبر
 ۱۸۲۸ء کو) پہلے خط کے پیچھے ہی روانہ کر دیا۔“

4.10.1.10.5- غالب کے چارہ گر:

آج جمادی الاول کی سترہ یا اٹھارہ تاریخ (یعنی اخیر اکتوبر) ہے۔ اس خط کے متعلق کوئی اطلاع نہیں آئی۔ اب تک تاکید کیلئے پے درپے سات خط بھیج چکا ہوں۔ مگر کوئی جواب نہیں آیا۔ اب آپ دیکھئے کہ میرے چارہ گر اور کام کرنے والے کا حال تو یہ ہے جو میں نے طویل عبارت اور پریشانی کے طور پر لکھا، اور گھر کا حال یہ ہے کہ میرا ایک بھائی ہے جو دیوانہ ہو گیا ہے اور حواس باختہ ہے۔ بھائی کے علاوہ تین پردہ نشین پاشکستہ عورتیں ہیں۔ ان میں سے ایک بیوہ ہے دوسری کا شوہر ہے وہ خود میرا سالہا ہے اور اس مقدمہ میں خواجہ حاجی کے ساتھ وہ بھی جزو اعظم ہے۔ البتہ مجھے اس سے ڈر لگتا ہے اور ایسے آدمی سے دور رہنا تقاضائے عقل ہے نہ کہ وہم کی بنا پر۔ لیکن تیسری عورت کا شوہر بہ لحاظ نسب سید، سادات دہلی میں سے ہے اور عالم آدمی ہے، میں قرآن اٹھا کر کہہ سکتا ہوں کہ یہ شخص اہل جنت میں سے ہے۔ کیونکہ

آدم از خاک و سید از نور است

آدمیت ز سیداں دور است

چونکہ وہ کسی مفید مشورے کے تو قابل تھا نہیں میں نے اسے اس خدمت پر مامور کیا ہے کہ وہ مقدمہ کے حالات لکھتا رہے اور کبھی کبھی نہیں بلکہ اکثر مولوی فضل حق صاحب کے پاس جایا کرے، مگر میں اس کے جدا مجد کے قربان جاؤں کہ ان تین ماہ میں اس نے ایک خط سے زیادہ نہیں لکھا اور اس میں میرے کام کی کوئی خوشخبری نہیں لکھی۔

اے قبلہ گاہ! میں کیا کہوں اور کس طرح فریاد کروں۔ آپ خدا کیلئے میری حالت پر نظر کیجئے اور میری بے کسی کی داد دیجئے کہ جس وقت میرا دل مقدمہ کے کاغذات واپس آنے سے پریشان ہوتا ہے۔ (میں اپنے دل میں کہتا ہوں) انگریزی ڈاک سے تو خط تلف ہوتا نہیں اور چونکہ تو نے خط پوسٹ ماسٹر کو دکھا کر بھیجا ہے، مطمئن رہ کہ کوئی خطرہ نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر وہ لفافہ راہ میں تلف ہو جاتا ہے اور مکتوب الیہ (علامہ فضل

حق) کو نہ پہنچتا تو اس تمام کا ہلی قلم کے باوجود وہ لکھتے کہ خط نہیں ملا۔ بالجملہ مجھے اس عدم اطلاع کا غم ہے کہ میں یہ حکم نہیں لگا سکتا کہ خط مکتوب الیہ (علامہ فضل حق) کو مل گیا یا راستہ میں ضائع ہو گیا مگر صرف قرائن و علامات ہی سے کچھ قیاس کر لیتا ہوں۔

تین ماہ سے اپنے غم کدہ کی صورت دیوار کی مانند ہوں۔ نہ کوئی محرم راز ہے کہ اس سے حال دل کہہ سکوں خود ہی دیوانہ ہوں اور خود ہی ناصح ہوں۔ خود ہی بیمار ہوں اور خود ہی طبیب ہوں۔ میری عادت یہ تھی کہ ہفتہ میں ایک بار اس محسن (یعنی اسٹرلنگ) کی خدمت میں جایا کرتا تھا جس کا تعارف میں نے اوپر کروایا ہے اب وہاں جانا بھی ختم ہو گیا ہے کیونکہ اگر میں وہاں جاؤں اور وہ (مسٹر اسٹرلنگ) مقدمہ کا حال پوچھیں تو میں یہ کس طرح کہوں کہ کاغذات دہلی نہیں بھیجے اور اگر یہ کہوں کہ دہلی بھیجے ہیں تو وہ پوچھیں گے کہ ”کیا جواب آیا؟“ تو میں پھر کیا کہوں گا۔

بہر طور جس شخص (علامہ فضل حق) کے کام سپرد ہے، وہ ایسا بھی نہیں کہ اس پر غصہ نکالا جاسکے یا شک کیا جاسکے ہاں البتہ اسکے تغافل کی شکایت ضرور ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ اس فکر میں ہوگا کہ مقدمہ شروع ہو تو پھر کچھ لکھوں اور منشی محمد حسن صاحب کا خط آج کی تاریخ سے ایک ماہ پیشتر لکھا ہوا ہوگا (پہنچا ہے) اگر اس خط لکھنے کے بعد مقدمہ پیش ہوا ہو تو تعجب نہیں ہے زیادہ سلام۔

الغرض غالب کو اپنے مختار، وکیل اور عزیزوں میں سے کسی کی جانب سے کوئی خبر نہ آئی۔ اصل میں ہوا یہ کہ قبل اسکے کہ مولوی فضل حق کو مختار نامہ ملتا، ریڈیڈنٹ کولبروک دہلی سے دورہ پروانہ ہو گیا اور شعبان ۱۲۴۴ھ / فروری ۱۸۲۹ء کو واپس آیا۔ ۳

۱۔ یہ خط دیکھئے، مکتوبات غالب از لطیف الزمان خان، ج ۱: ۱۰۹ تا ۱۰۷ پر
۲۔ خیال رہے کہ علامہ بھی اپنی اس ملازمت میں ان دوروں پر جایا کرتے تھے۔

۳۔ مکتوبات غالب از لطیف الزمان خان، ج ۱: ۳۹

4.10.1.10.6- غالب کا اندازِ شکوہ:

درج ذیل خط غالب نے غالباً مذکورہ بالا عدم رابطہ کے زمانے ہی میں علامہ کے گھر کے ارد گرد آگ لگنے کی خبر سن کر انکے نام کلکتہ سے دہلی لکھا تھا۔ اس طرح سے یہ خط تقریباً ۲۵ ربیع الاول ۱۲۴۴ھ / ۱۶ اکتوبر ۱۸۲۸ء کو لکھا گیا۔ اس لئے بھی کہ اس خط میں مذکور شعر اس غزل کا ہے جو غالب نے ۸ جون ۱۸۲۸ء کو کلکتہ کے مشاعرہ میں پڑھی تھی، اور اس پر اعتراض ہوا تھا۔

بنام نامی مولوی حافظ محمد فضل حق صاحب

قبلہ و کعبہ، اگر نہ این بودے کہ لالہ ہیرالال را ہوائی دیدن عنقا در سرو ناگاہ
شامگا ہے کہ پنج شنبہ بست و پنجم ربیع الاول بود بہ نشیمن تنہائی من گذر فتادے آن در گرفتن
آتش گردا گرد والا کا شانہ و سوختن خانہ و زحمت ہمسایگان از ہر کرانہ و نرسیدن آسپے بہ ملازمان
در آن میانہ از کجا شنودے و اگر نشودے ہر آئینہ ہم حق دوستاقت پرش کہ شیوہ غمخواری و
اندوہ رہائی ست ناگزاردہ ماندے و ہم ایزدی نیایش کہ لازمہ حق شناسی و سپاس گزاری
ست بتقدیم نرسیدے۔ ہاں اے وفادارمن، بیگانگان کامیاب پیام و نامہ و آشنایان جگر تشنہ
رشتہ خامہ۔

وای بر من کہ رقیب از توبہ من بنماید

نامہ و اشودہ مہر بہ عنوان زدہ

ہمانا سوزندہ آور سرگرمی شوق از من فرا گرفته بود کہ بیتابانہ گرد و سرگردید و اندران
اشتلم زبانہ و شرارہ در خویشستن نگہداشت۔ ہیہات، من کجا و اہمہ دعوی بلند از کجا! خود
نمایمہا گمان تاثیر مہر و وفاست کہ مرابدین رنگ ہرزہ لای و یافہ سرای دارد، ورنہ آنرا کہ از
شعلہ آہ جگر سوختگان دامن سوزد، عجب نیست، اگر آتش افروختہ پیرامن نسوزد و شکوہ پیشکش
و پیغارہ بر طرف، خدای تو انار اشکر گویم کہ بلای بے زینہار از بندگان خویش بگرداند تا بے
صبران را دیدہ و دیدہ و ران را سرمہ بہ دست افتد۔ کرشمہ نیروی جبریل و معجزہ آسودگی خلیل را

در نظر ہا تازہ کرد۔ یارب، این شگون سلامت کہ رنگارنگ فرخی دارد خجسته تر از آن باد کہ شمارہ
 آزار ہنجا ر گزارشے در ضمیر تو ان آورد۔ اگر دانستے کہ پیش خود شرمساری نخواہم کشید و مرا
 اندرین حال طلبی بر من زبان طعنہ دراز نخواہد شد، از آن مخدوم بے عنایت پاسخ این نامہ و
 تفصیل ابن ہنگامہ درخواستے و پرسیدے کہ در آن ہنگام کہ آتش زبانہ زد و نگہ بہ سراغ تیرگی
 دودے و تابش نمودے فرار سید، شامچہ می کردید و نور چشم مردی و فرزانگی مولوی عبدالحق کجا بود و
 پس از آنکہ رستخیز در ہمسایہ آشکارا شد و ہزار ہزار انجمن افتاد، سرا سیمگی درونی پرستاران و بیتابی
 برونی ہواداران چہ قیامت آورد و این ہمہ آشوب چہ مایہ در کشید و فرجام کار کہ مژدہ ایمنی
 دادند، بر کارخانہ دواب و نہ بارگیان کہ انہما را جز بہ اطراف کاشانہ محل نیست و بیشتر از انہما
 طعمہ آتش، بلکہ افروزینہ آتش است، چہ گذشت، لیکن چون ارزش التفات از من سلب
 کردہ و مرا نیک در دل فرود آوردہ اند کہ حالاً در آن گوشہ خاطر م جای نماندہ، ہر چہ گفتہ ام
 بطریق آرزوست، نہ بسبیل سوال، والسلام والا کرام۔

بنام نامی مولوی حافظ فضل حق صاحب

قبلہ و کعبہ!

اگر لالہ ہیرالال کے سر میں عنقا (غالب) کے دیکھنے کی خواہش پیدا نہ ہوتی اور وہ
 اچانک بروز جمعرات ربیع الاول کی پچیس تاریخ کو شیرے گوشہ تنہائی کے پاس سے نہ گزرتا
 تو مجھے آپ کے کاشانہ عالی کے ارد گرد آگ لگنے، پڑوسیوں کے گھر اور ساز و سامان کے
 جلنے، اور اس کے درمیان آپ کے خادموں کو کسی قسم کی تکلیف کے نہ پہنچنے کی خبر کہاں سے
 سنتا؟ اور اگر نہ سنتا تو خبر گیری جو حق دوستی اور غمخواری و غمگساری کا طریقہ ہے ادا نہ کر سکتا، اور
 حق شناسی اور سپاس گزاری کے طور پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ پیش خدمت نہ کر سکتا، ہاں! اے
 دشمن وفا! بیگانے نامہ و پیام میں کامیاب اور دوست تشنہ جگر اور تحریر کے منتظر۔

ایش آبنگ ہس: ۲۹۹۲-۲۹۹۳

مجھ پر افسوس کہ رقیب تمہارا کھلا ہوا خط مجھے دکھاتا ہے جس کے ایڈریس پر مہر لگی ہوئی ہے۔

یقیناً! ارد گرد کی آگ نے مجھ سے شوق کی سرگرمی حاصل کی تھی، جو بے تابی کے ساتھ سر کے گرد گھومتی رہی اور اس نے شعلوں کی تندگی کے درمیان اپنے آپ کو محفوظ رکھا۔ افسوس! میں کہاں اور یہ بلند دعویٰ کہاں؟ یہ خود نمائی مہر و وفا کی تاثیر کا نتیجہ ہے جو مجھے اس رنگ میں ہرزہ سرائی میں مصروف رکھتی ہے، ورنہ جس کا دامن چلے ہوئے جگر والوں کی آہ کا شعلہ جلا دے، عجیب نہیں کہ جلنے والی آگ اس کے ارد گرد کو نہ جلا دے۔

شکوہ و شکایت برطرف! میں قادر کریم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ بلائے بے درماں کو اپنے بندوں سے ٹال دیتا ہے، تاکہ بے صبروں کو آنکھ اور آنکھ والوں کو سرمہ عبرت مل جائے، نیز جبرائیل امین کی طاقت کا کرشمہ اور سیدنا خلیل علیہ السلام کے محفوظ رہنے کا معجزہ نگاہوں میں تازہ ہو جائے۔ اے رب کریم! سلامتی کا یہ نشان جو رنگارنگ برکت رکھتا ہے اسے اتنی برکتیں عطا فرما جن کا شمار میرے تصور سے باہر ہو، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ مجھے اپنی جگہ شرمساری اٹھانا نہیں پڑے گی اور مجھ پر اس صورت حال کے دریافت کرنے پر زبان طعن دراز نہیں کی جائے گی تو میں اس نامہربان مخدوم سے درخواست کرتا کہ اس عریضہ کا جواب دیں اور اس ہنگامے کی تفصیل بتائیں اور یہ بھی پوچھتا کہ جب آگ شعلہ زن ہوئی، نگاہ دھوئیں کی تاریکی پر پڑی اور آگ کی چمک نمودار ہوئی تو اس وقت آپ کیا کر رہے تھے؟ جو انردی اور دانائی کی آنکھ کا نور، مولوی عبدالحق کہاں تھا؟۔ پڑوسیوں کے ہاں قیامت نمودار ہونے اور جماعت میں افراتفری واقع ہونے کے بعد اہل محبت کی اندرونی پریشانی اور بھی خواہوں کی بیرونی بے تابی نے کیا قیامت برپا کی؟ یہ تمام پریشانی کیسے پیدا ہوئی؟ اور آخر کار جو محفوظ رہنے کی خوشخبری دی گئی تو چار پایوں اور گھوڑوں کے باڑے پر کیا گزری؟ جن کی جگہ آپ کے کاشانے کے آس پاس کے علاوہ نہ تھی اور ان میں سے زیادہ تر آگ کی خوارک بن گئے۔

لیکن چونکہ آپ نے نگاہ التفات مجھ سے پھیری ہوئی ہے اور مجھے دل سے اس طرح باہر نکال دیا ہے کہ اس وقت دل کے کسی گوشے میں میرے لئے جگہ باقی نہیں رہی ہے، اس لئے میں نے جو کچھ کہا ہے بطور سوال نہیں بلکہ بطور آرزو کہا ہے۔ والسلام والا کرام

4.10.1.10.7- غالب کے نزدیک علامہ کا علمی مقام:

غالب نے علامہ کے نام ایک اور خط میں فراموش کر دیے جانے اور عدم رابطہ کی شکایت کی ہے۔ اس خط کے ساتھ انہیں ایک قصیدہ بھی بھجوایا ہے جو غالب نے عرفی کے قصیدے کے جواب میں کہا تھا۔ پنج آہنگ میں اس کے صرف شروع کے دو اشعار درج ہیں۔ غالب نے علامہ سے اس قصیدے پر انکی رائے مانگی ہے اور انکے بارے میں یہ تاریخی جملہ کہا ہے کہ ”چون من صد و چوں عرفی صد ہزار را بہ سخن پرورش تو اند کرد۔“ جو مجھ ایسے سواور عرفی ایسے لاکھ افراد کی شعر و سخن میں پرورش کر سکتا ہے۔

خط:

سبحان اللہ با آنکہ از فراموش گشتگانم و دانم کہ دوست مرا بہ دو جو، بلکہ بہ نیم خس
برنگیرد، ہر گاہ بہ ساز دادن آہنگ گلہ روی آرم و سنجم کہ این پردہ را بہ پردہ میتوانم سرود و از
قہرمان اندیشہ دور باشی در میان نیست، ہر آئینہ بدین شادمانی کہ دستوری دل بہ دراز نفسی
نوید آبروئے دارد و ہنوزم بادوست روی سخنست، آنچنان برخویشتن میبانم کہ غم جانگداز
فراموشی فراموش و لب از زمزمہ کہ دل در بند سرودن آنست خاموش میگردد۔

از خویشتن بہ ذوق جفا با تو ساختیم

با ما دگر مساز کہ ما با تو ساختیم

درین روز ہا ہوا کی آن در سرافقاد کہ بیتے چند در تو حید مجیبا لعلی گفتہ آید۔ چون
کوشش اندیشہ بہ جائے رسید کہ نہ عرفی راحل ماند و نہ مرا جای، ناگزیر آن ابیات را بر کسے

پنج آہنگ ہس: ۳۰۱

۲ خیال رہے اس میں غالب نے عرفی پر اپنی ایک ہزار رتری کا اظہار بھی کر دیا ہے۔

عرضہ میدارم کہ چون منے صد و عرفی صد ہزار را بہ سخن تواند کرد و پایہ ہر یک بہ ہر یک تواند نمود
والسلام۔

قصیدہ:

اے زوہم غیر غوغا در جہان انداختہ
گفتہ خود حرفے و خود را در گمان انداختہ
دیدہ بیرون و درون از خویشتن پر، دانگہ
پردہ رسم پرستش در میان انداختہ

سبحان اللہ! باوجودیکہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جنہیں فراموش کر دیا گیا ہے
اور یہ بھی جانتا ہوں کہ دوست مجھے دو جو، بلکہ آدھے تنکے کے بدلے بھی لینے کے لئے تیار
نہیں، جب میں گلے شکوے کا راگ الاپنا چاہتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ میں یہ راگ بے پردہ
گا سکتا ہوں اور فکر کے غلبے سے دوری درمیان نہیں ہے میں اس پر خوش ہوں کہ دل کا طویل
گفتگو کی اجازت دینا عزت و آبرو کی خوش خبری ہے اور ابھی دوست کے ساتھ بات کرنے
کی گنجائش ہے تو میں اپنے اوپر اس طرح ناز کرتا ہوں کہ فراموش کئے جانے کے جاں گداز
غم کو بھول جاتا ہوں اور ہونٹ اس نغمے کے گانے سے خاموش ہو جاتے ہیں جس کے لئے
دل پھل رہا ہے۔

ہم نے جفا کی لذت کے لئے از خود تمہارے ساتھ دوستی لگائی ہے
اب ہمارے ساتھ دوبارہ موافقت نہ کرو کہ ہم نے تمہارے ساتھ موافقت
کر لی ہے۔

ان دنوں یہ خواہش سر میں سما گئی کہ عرفی کے جواب میں چند اشعار تو حید کے سلسلے
میں کہے جائیں، جب فکر کی کوشش ایسی جگہ تک پہنچ گئی کہ وہاں نہ عرفی کی گنجائش رہی اور نہ
میری، لہذا اب امر مجبوری وہ اشعار ایسی شخصیت کے سامنے حاضر کرتا ہوں جو مجھ ایسے سواور

ایضاً آہنگ، ص: ۳۰۰، ۳۰۱

عرفی ایسے لاکھ افراد کی شعر و سخن میں پرورش کر سکتا ہے اور ہر ایک کو اس کا مرتبہ دکھا سکتا ہے۔
قصیدہ:

۱۔ اے وہ ذات جس نے غیر کے وہم سے جہان میں شور مچایا ہوا ہے، خود بات کی اور اپنے آپ کو گمان میں ڈالا ہوا ہے۔

۲۔ آنکھ کو اندر اور باہر سے اپنے آپ سے پر کیا ہوا ہے، اس کے باوجود عبادت کی رسم کا پردہ درمیان میں ڈالا ہوا ہے۔

۱۰ فروری ۱۸۲۹ء کو دہلی ریزیڈنسی میں عرضی داخل کی گئی، ۷ فروری کو علامہ نے غالب کو خط بھیجا۔ جس کا ذکر غالب یوں کرتے ہیں: ”مولوی فضل حق صاحب کا خط میرے خانگی لفافے میں رکھا ہوا دہلی سے آیا ہے۔ وہ میں آپکو بھیج رہا ہوں۔ اس سے آپکو تمام حالات معلوم ہو جائیں گے۔“

اگست ۱۸۲۹ء میں غالب کلکتہ سے باندہ اور پھر نومبر میں دہلی واپس آ گئے۔ باندہ آتے ہوئے وہ اپنے کسی مخلص کو علامہ سے خط و کتابت کے بارے میں کچھ یوں ہدایات بھیجاتے ہیں: ”نیز یہ کہ میری عدم موجودگی میں اگر دہلی یا کلکتہ سے کوئی خط خواہ میرے نام کا ہو یا آپ کے نام کا، آپکے پاس پہنچے تو اسے پڑھنے کے بعد محفوظ رکھئے، میری خواہش یہی ہے۔ یہ پوشیدہ نہ رہے کہ دہلی سے مکرئی فضل حق صاحب کا خط آئے گا اور کلکتہ سے عبدالکریم صاحب کے بھتیجے مولوی سراج الدین احمد صاحب کا خط آئے گا۔ یہ سب حکومت کے شعبہ فارسی کے افسران میں سے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ میں نے ان بزرگ سے یہ درخواست کی ہے کہ اگر کوئی نئی بات پیدا ہو تو اپنی طرف سے ایک خط خواہ میرے نام خواہ مولوی محمد علی خان صاحب کے نام لکھ کر باندہ بھیج دینا۔ اسی طرح سے میں نے مولوی فضل حق صاحب کو لکھ دیا ہے۔ میرا مقصود یہ ہے کہ میں جب باندہ پہنچوں تو بغیر انتظار مجھے دونوں مقامات کا حال معلوم ہو جائے۔ یہ سب باتیں میں نے آپکو بطور اطلاع لکھ دی

ہیں۔ مجھے امید ہے کہ جب ان دو حضرات میں سے کسی کا بھی خط آپ کو ملے تو اسکے کاتب کو اس خط کی رسید ضرور بھیج دیجئے گا کیونکہ میں نے ان دونوں آدمیوں میں سے ایک کو بذریعہ تقریر اور دوسرے کو بذریعہ تحریر آپ کی معرفت کا آرزو مند اور آپ کی مودت کا شناسا کر دیا ہے۔“

4.10.1.10.8۔ ہم از حق ”فضل حق“ را باز خواہم:

غالب کلکتہ میں دہلی کے جن احباب کی یاد میں مضطرب رہتے تھے۔ انکا ذکر ایک مثنوی ”چراغ دیر“ میں انہوں نے یوں کیا:

- | | |
|---------------------------------|----------------------------------|
| ۱۔ ز دہلی تابروں آوردہ بختم | بطوفان تغافل دادہ رختم |
| ۲۔ کس از اہل وطن غمخوار من نیست | مرادر دہر پنداری وطن نیست |
| ۳۔ زار باب وطن جوئم سہ تن را | کہ رنگ و رونق اندر ایں نہ چمن را |
| ۴۔ چو خود را جلوہ سنج ناز خواہم | ہم از حق ”فضل حق“ را باز خواہم |
| ۵۔ چو حرز بازوئے ایماں نویسم | حسام الدین حیدر خان نویسم |
| ۶۔ چو پیوند قبائے جاں طرازم | امین الدین احمد خاں طرازم |
| ۷۔ گرفتہ کز جہاں آباد رتم | مرا یناں را چرا از یاد رتم |
| ۸۔ مگو داغ فراق بوستاں سوخت | غم نیمہری ایں دوستاں سوخت |

ترجمہ:

۱۔ جب سے تقدیر نے مجھے دہلی سے نکالا ہے، میرا سرو سامان لا پرواہی کے طوفان کے حوالے کر دیا۔

۲۔ وطن والوں میں سے کوئی بھی میرا ہمدرد نہ رہا، گویا دنیا میں میرا کوئی وطن ہی نہیں۔

۳۔ اہل وطن میں تین آدمیوں کی مجھے تلاش ہے، جنکے دم سے اس چمن کی رونق ہے۔

۱۔ مکتوبات غالب از لطیف الزمان خان، ص ۱۳۶

۲۔ مکمل مثنوی کیلئے دیکھئے ”مثنویات غالب“ مع ترجمہ از ظفر انصاری، ص ۴۱، ۴۲

۴- جب میرا دل چاہتا ہے کہ ناز کروں، تو فضل حق (خیر آبادی) سے ملنے کی دعا کرتا ہوں۔

۵- اور جب ایمان کے بازو کا تعویذ یاد کرتا ہوں حسام الدین حیدر خان کا نام لکھتا ہوں۔
۶- اور روح کی قبا پر پیوند ٹانگنے کی باری آتی ہے تو امین الدین احمد خان کی ضرورت پڑتی ہے۔

۷- میں نے مانا کہ جہاں آباد (دہلی) سے چلا آیا، لیکن ان (تینوں) کی یاد سے کیسے نکل گیا۔

۸- یہ نہ کہو کہ وطن کی جدائی کا غم جلانے ڈالتا ہے، دراصل ان دوستوں کی بے مروتی کے غم نے مار ڈالا۔

4.10.1.11- میں اور مولانا سے تغافل برتنے کی گستاخی کروں!

مفتی صدر الدین آزرودہ کے یہاں ارباب علم و ذوق جمع تھے۔ مولانا فضل حق کچھ چپ سے بیٹھے تھے، مرزا غالب نے ان سے پوچھا، کیوں مولانا آپ کچھ افسردہ سے معلوم ہوتے ہیں، خیریت تو ہے؟ مولانا نے جواب میں کہا۔

میں عنقریب اس محفل احباب سے جدا ہونے والا ہوں اور دربار اودھ کی ملازمت میں جانے والا ہوں، اس انجمن کی رونق سے جدا ہونے کا قلق ہے، مرزا نے کہا، آپ لکھنو جا رہے ہیں یہ تو خوشی کی بات ہے ہماری یاد سے وابستہ کا ذریعہ وہاں کے ثمر بہشت ہیں۔ اس پر سب ہنسنے لگے۔ مولانا نے کہا، غم نہ کھائیں میں وہاں پہنچتے ہی آموں کا ڈھیر لگا دوں گا۔ مرزا نے ہنس کر کہا: لیکن یہ ڈھیر کہاں لگائے جائیں گے؟ اپنے سامنے یا کوچہ بلی ماراں میں! اس پر مولانا نے کہا دربار پر۔

آشفہ نے کہا: مرزا صاحب مولانا کے ہاں محفل مشاعرہ منعقد ہو رہی ہے، محفل آپ کی رخصت کی تقریب میں ہے، بھول نہ جائیے تشریف لائیے۔ مرزا نے کہا: ”میں اور مولانا سے تغافل برتنے کی گستاخی کروں! ایک نہیں بے شمار محرومیاں نصیب ہوں گی،

بزم سے محرومی، مفتی صاحب کے اشعار سننے سے محرومی، مولانا کی صدارت سے محرومی۔“
 مولانا فضل حق کے مکان پر محفل مشاعرہ منعقد ہوئی، مرزا غالب، مومن خان
 مومن، مفتی آزرودہ، امام بخش صہبائی اور چند نوجوان شعراء الطاف حسین حالی اور تفتہ وغیرہ
 شریک ہوئے۔ مولانا فضل حق صدر تھے اور شیفتہ میر مشاعرہ۔

غالب ۲ جنوری ۱۸۵۴ء کو تفضل حسین خان خیر آبادی کے نام خط میں لکھتے
 ہیں: ”کہ مولانا ان دنوں دہلی آئے اور دو ہفتے قیام کر کے ۳ ربیع الثانی ۱۲۷۰ھ کو رام پور
 چلے گئے۔“^۲ یعنی غالب کے خطوط میں علامہ کی نقل و حرکت تک کا ذکر ان کے قریبی روابط پر
 دلالت کرتا ہے۔

4.10.1.12- غالب نے پہلا قطعہ تارتخ علامہ کے والد کیلئے کہا:

۵/ ذی القعدہ ۱۲۴۴ھ / ۱۸۲۹ء میں علامہ کے والد مولانا فضل امام کی وفات پر،
 غالب نے اپنی شعری زندگی میں پہلی بار قطعہ تارتخ کہا۔ غالب تارتخ و مرثیہ کہنے سے
 گہراتے تھے۔

اے دریغ اقدوہ اربابِ فضل کر دسویں جنت الماوی خرام^۳

4.10.1.13- غالب کی علامہ سے اثر پذیری اور انگریزوں سے نفرت:

علامہ فضل حق خیر آبادی نے ۱۲۴۵ھ / ۱۸۳۱ء میں ملازمت کمپنی سے استعفی
 دے دیا۔ نواب جھجر نے انہیں اپنے ہاں بلا لیا۔ علامہ جب دہلی چھوڑ کر جھجر کو روانہ ہوئے تو
 دوست و احباب نے انہیں بہت روکا۔ علامہ کی روانگی کے بعد غالب نے کلکتہ کے اخبار
 آئینہ سکندری کے نام اپنے ایک مراسلے مورخہ ۳۱ جنوری ۱۸۳۲ء میں ترک ملازمت کے

۱۔ ملاحظہ کیجئے، ڈاکٹر عارف بٹالوی کی کتاب ”غالب کے رومان“، ص: ۲۲۶-۲۳۸۔

۲۔ ”باغِ دودر“، مرتبہ وزیر الحسن عابدی، ص: ۵۲۰۔

۳۔ مکمل قطعہ تارتخ، علامہ کے والد کے ذکر میں ص: ۳۱ پر ملاحظہ کیجئے۔

۴۔ بیچ آجنگ، ص: ۶۵۵۔

اسباب اور اہل دہلی اور بہادر شاہ ظفر کے جذبات قلم بند کر کے اشاعت کیلئے بھجوائے، اور اس میں غالب نے اس واقعہ پر اپنے جذبات کے اظہار کیلئے انگریزی حکومت کے متعلق جس طرح کے الفاظ استعمال کیے ہیں ویسے انکی کسی اور تحریر میں نہیں ملتے۔ یہ انکے علامہ سے روابط کی گہرائی کا نتیجہ تھے۔ وہ مراسلہ درج ذیل ہے:

آرزو اسر انجام گفتگو داده می شود، نہفتہ مباد کہ قدرناشناسی حکام رنگ آن ریخت کہ فاضل بے نظیر و المعنی یگانہ مولوی فضل حق از سررشتہ داری عدالت دہلی استعفا کردہ۔ خود را از ننگ و عار وارہاند، حقا کہ اگر پایہ علم و فضل و دانش و کفش مولوی فضل حق آں مایہ بکاہند کہ از صد یک و اماند و باز آں پایہ را بررشتہ داری عدالت دیوانی سنجند، ہنوز ایں عہدہ دون مرتبہ و لے خواہد بود، بالجملہ بعد ازیں استعفا نواب فیض محمد خان (رئیس جھجر) پانصد روپیہ ماہانہ برائے مصارف خدام مخدومی معین کردہ و نزد خود خواند۔

روزے کہ مولوی فضل حق ازیں دیاری رفت، ولی عہد خسرو دہلی صاحب عالم مرزا ابوالظفر بہادر، مولانا را تا پدر و دکند سوئے خود طلبید و دو شالہ ملبوس خاص بدوش و لے نہاد و آب در دیدہ گرداند و فرمود، کہ ہر گاہ شامی گوئید کہ من رخصت می شوم مرا جز ایں کہ بہذیرم گزیر نیست، اما یزدانا دانند کہ لفظ و داع از دل بزباں نمی رسد الا بصد جہر ثقیل، تا ایں جا سخن و لہجہ بہادر است۔

غالب مستہام از شامی خواہد کہ واقعہ توذیعہ مولوی فضل حق، واندوہنا کی ولی عہد بہادر، و بدر آمدن دلہائے اہل شہر، بعبارتے روشن و بیان دل آویز در آئینہ سکندر بقالب طبع در آرید و مراد دریں نفقہ منت پذیرا نگارید۔ والسلام۔

ترجمہ: اب مدعائے نگارش سنئے، حکام کی بدتمیزی اور قدرناشناسی کی بدولت فاضل بے نظیر و المعنی یگانہ مولوی فضل حق نے سررشتہ داری عدالت دہلی سے استعفیٰ دیدیا اور خود کو ننگ و عار سے بچالیا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس سے ہزار درجہ بلند منصب بھی انکے علم و فضل کے شایان

شان نہ تھا۔ اس استغفی کے بعد نواب فیض محمد خان (والی جھجر) نے ان کے خادموں کے مصارف کیلئے پانچ سو روپیہ مشاہرہ مقرر کر کے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔

جس روز مولوی فضل حق اس شہر سے رخصت ہوئے تو شاہِ دہلی کے ولی عہد صاحبِ عالم مرزا ابوالظفر بہادر نے روانگی سے پہلے مولانا کو طلب کر کے ملبوس خاص دو شالہ انکے کندھوں پر ڈالا اور آبدیدہ ہو کر کہا: اگرچہ کہ آپ رخصت ہونے کا کہہ رہے ہیں اور میرے لئے بھی ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں، مگر خدائے علیم جانتا ہے کہ وداع کا لفظ دل سے زبان پر نہیں آتا، اس کے لیے ہزار جز ثقیل درکار ہیں۔ یہاں تک ولی عہد بہادر شاہ کا ارشاد ہے۔

اب غالب سرگشتہ و حیراں آپ سے استدعا کرتا ہے کہ مولوی فضل حق کے وداع پر ولی عہد کی اندوہنا کی اور اہل شہر کے دلوں کے اضطراب کا حال مناسب اور دل آویز پیرایہ میں لکھ کر آئینہ سکندر میں چھاپ دیجئے۔ یہ مجھ پر منت ہوگی۔

اس کے بعد کا پچیس برس کا عرصہ علامہ نے دہلی سے باہر مختلف ریاستوں میں مناصبِ جلیلہ پر فائز رہ کر گزارا۔ اس عرصے کے تفصیلی احوال تو نہیں ملتے مگر جیسا کہ اگلے صفحات سے معلوم ہوتا ہے انکے پر خلوص روابط بدستور قائم تھے۔ شیخ اکرام لکھتے ہیں: عزیز دوستوں میں سے انکے تعلقات مولوی فضل حق سے ہمیشہ برقرار رہے تھے۔

4.10.1.14۔ دربارِ رام پور میں غالب کی سفارش:

۱۸۴۰ء میں جب نواب محمد سعید خان والی تختِ رامپور قرار پائے تو نواب سید عبداللہ خان بہادر، برادرِ خردِ جنت آرام گاہ نے، جو مرزا صاحب کے بہت گہرے دوست، اور اس وقت میرٹھ کے صدر الصدور تھے، سابقہ تعلقات کی بنا پر مرزا صاحب سے نواب جنت آرام گاہ نواب محمد سعید خان کی مدح میں قصیدہ لکھنے کی فرمائش کی۔ مرزا صاحب نے ان سے معذرت کر لی اور انکے نام معذرت کے طور پر ایک خط بھی لکھا۔^۲

^۱ غالب نامہ، ص: ۴۶

^۲ مکتبِ غالب از امتیاز علی عرشی، ص: ۷۴

مرزا صاحب نے ۱۸۴۰ء میں جس کام کے سرانجام نہ پانے کا عذر کیا تھا۔ چند سال بعد خود ہی اسکی خواہش کی۔ امتیاز علی عرشی رامپوری لکھتے ہیں: ”چنانچہ اس مراسلت کے پندرہ سال بعد اپریل ۱۸۵۵ء میں نواب جنت آرا مگاہ محمد سعید خان نے وفات پائی، اور نواب فردوس مکاں یوسف علیخان تخت نشین ہوئے۔ مرزا صاحب نے ”شاہ و گدا“ کے رابطے کو مد نظر رکھ کر قطعہ تاریخ جلوس ارسال کیا۔ دربار رامپور سے اسکا کوئی جواب نہ گیا اور تقریباً دو سال تک تجدید تعلقات کی یہ کوشش بار آور نہ ہوئی۔“

امتیاز علی عرشی مزید لکھتے ہیں کہ ”مرزا صاحب کے شاگرد نواب مصطفیٰ خان شیفتہ نے ”مہر نیمروز“ کا غالباً مطبوعہ نسخہ شوال ۱۲۷۱ھ (جون ۱۸۵۵ء) میں نواب فردوس مکاں کی خدمت میں تحفہ ارسال کیا تھا نواب صاحب رجب ۱۲۷۱ھ (یکم اپریل ۱۸۵۵ء) کو تخت نشین ہوئے تھے۔ شیفتہ کا تخت نشینی کے چند ماہ بعد میرزا صاحب کی تصنیف کا تحفہ میں بھیجا اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ انہوں نے خود مرزا صاحب کے اشارے سے ایسے کیا تھا۔“

امتیاز علی خان عرشی مزید لکھتے ہیں: ”حسن اتفاق سے مولانا فضل حق خیر آبادی رامپور میں فروکش تھے۔ انہوں نے وقتاً فوقتاً سرکار کے روبرو مرزا صاحب کے اشعار پڑھے، جس سے سرکاران سے مراسلت اور مشورہ خن کے مشتاق ہو گئے۔“

مولانا نے مرزا صاحب کو لکھا کہ سرکار کی خدمت کیلئے کمر بستہ ہو جائیے اور اصلاح اشعار کا کام انجام دیجئے۔ مولانا کا نامہ گرامی مرزا صاحب کو ۲۷ جنوری ۱۸۵۷ء کو موصول ہوا۔ ۲۸ جنوری کو انہوں نے تعمیل ارشاد نواب فردوس مکاں یوسف علیخان کی خدمت میں پہلا عریضہ ارسال کیا۔ اسکے جواب میں سرکار نے ۲۵ فروری کو اپنے کچھ اشعار بغرض اصلاح بھیجے اور انکے ساتھ تحریر فرمایا:

نمیقتہ انیقہ بلاغت آگین مشعر رسید خط مسالوی صاحب مخدوم مولوی محمد فضل حق

صاحب بادیگر مراتب محبت و اشتقاق عبارت رنگین و دقیق، در عین انتظار سرمہ کش عیون وصول نشاط شمول گردیدہ، باطلاع خیرہما سرمایہ سرور نامحصور افزودہ۔ از مزید شفقت و ایلاف قلبی متصور شد۔

ترجمہ:

بلاغت سے لبریز مکتوب گرامی موصول ہوا جس سے مولوی صاحب مخدوم مولوی محمد فضل حق صاحب کے مکتوب کے پہنچنے کی اطلاع ملی، رنگین اور دقیق عبارت اور محبت و شفقت کے مراتب سے بھرا ہوا مکتوب عین انتظار کی حالت میں وصولی کی آنکھوں میں سرمہ لگانے والا اور باعث مسرت ہوا، خیریت کی اطلاع سے۔ بے حد خوشی ہوئی، مزید شفقت اور تالیف قلبی کا اندازہ ہوا۔

اس فرمان نے مرزا صاحب میں نیا ولولہ پیدا کیا، اور انہوں نے ۱۱ فروری کو سرکار کی مدح میں قصیدہ نظم کر کے بذریعہ ڈاک ارسال کیا، اسکی ایک نقل مرزا صاحب نے مولانا کی خدمت میں بھی بھیجی تھی، جو انہیں انور میں موصول ہوئی، وہاں سے ۱۰ اپریل کو مولانا نے سرکار کو تحریر فرمایا۔

خط:

”بعض عرض میرساند کہ خیرسگال بافضال ایزدہیماں بصحت و اعتدال بالور رسید ملاطفہ مرزا صاحب مشفق نجم الدولہ مرزا اسد اللہ خان صاحب متخلص بغالب مع قصیدہ میمییہ کہ در مدح حضور فیض معمور منظوم کردہ اند، از ڈاک خانہ یافت۔ مرزا صاحب موصوف در ثناء و ستایش موزونی طبع اقدس و توصیف غزلہائی کہ نزدشان شرف ارسال یافتہ بودند، و شکر و سپاس عطائی مبلغ پانصد روپیہ کہ بدو دفعہ بمرزا صاحب موصوف عنایت شدند، اسہاب در تحریر فرمودہ اند، حالانکہ طبع اقدس در علوم عقلیہ و فنون حکمیہ بہ پنچناں دقیقہ رس کہ عدیل آں در مملکت ہندوستان کہ حال علمائی آں تفصیلاً معلوم است، کمتر بلکہ معدوم است، نظم شعر و فہم

امکان غالب از اختیار علی عرشی، ص: ۷۵

آن وابداع معانی تازہ و مضامین مبتکرہ و سر الفاظ فصیحہ و تراکیب بلیغہ بحسب اوزان عروض نسبت بعلو طبع اقدس و بلندی افکار صائبہ از ادنیٰ مراتب است، مرزا صاحب ازیں حال لا علم اند۔ طبع حالی و فکر صائب در دقائق حکمیہ و مفصلات فلسفیہ بجائی میرسد کہ رسیدن افہام علام اعلام تا آن مقام معلوم، لا تنفاست، دریں سخن ہیچ مبالغہ و اغراق نیست۔ حضور لامع النور بنفس نفیس امتحانات فرمودہ اند، و تکریر امتحان ہم سہل است۔ و نظر بہمت والا در جود و سخا بذل آلاف الوف را اقل قلیل توان پنداشت۔ مرزا صاحب حق سپاسگزاری ادا کردہ اند نظم قصیدہ مدحیہ در غایت بلاغت و انجام است۔ غالباً شرف اندوز ملاحظہ والا شدہ باشد۔“

گزارش ہے کہ خیر خواہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے صحت و سلامتی کے ساتھ الور پہنچا، تو مرزا صاحب مشفق نجم الدولہ مرزا اسد اللہ خان صاحب غالب کا لطف نامہ قصیدہ میمئہ کے ساتھ ڈاک خانہ سے ملا، جس میں انہوں نے حضور فیض معمور کی مدح و ستائش نظم کی ہے، مرزا صاحب موصوف نے آپ کی طبع اقدس کی موزونیت مدح و ثنا کی ہے اور ان غزلوں کی تعریف کی ہے جو آپ نے ان کے پاس بھیجی تھیں، نیز دو دفعہ مبلغ پانچ سو روپے جو مرزا صاحب کو عنایت کئے گئے ان کا شکریہ لمبے چوڑے الفاظ میں تحریر کیا ہے۔

علماء ہندوستان کا حال تفصیلاً معلوم ہے ان میں علوم عقلیہ اور فنون حکمت میں آپ جیسی مقدس طبیعت والا نکتہ فہم بہت کم ہوگا، بلکہ ناپید ہے، شعر کہنا، اس کا سمجھنا، نئے نئے معانی اور انوکھے مضامین کا تیار کرنا، فصیح الفاظ کا استعمال، بلیغ تراکیب کا لانا اور عروض کے اوزان کا ملحوظ رکھنا، آپ کی طبیعت اقدس کی بلندی اور صحیح افکار کی جولانی معمولی مراتب میں سے ہے۔ مرزا صاحب اس حال سے بے خبر ہیں، آپ کی طبع عالی، اور فلسفہ و حکمت کی باریکیوں اور مشکلات میں فکر رسا ایسی جگہ پہنچی ہوئی ہے کہ بڑے بڑے علماء کے فہم اور فکر کی وہاں تک رسائی نہیں ہے، اس بات میں کوئی مبالغہ اور حد سے بڑھنے والی بات نہیں ہے۔

حضور لامع النور نے کئی دفعہ بنفس نفیس امتحان لیا ہے، دوبارہ آسانی سے امتحان لیا

جاسکتا ہے، جو دو سخا میں آپ کی بلند ہمت کو دیکھتے ہوئے ہزاروں ہزار روپوں کا خرچ کرنا بالکل معمولی شمار کیا جاسکتا ہے۔ مرزا صاحب نے حق سپاس ادا کیا ہے اور آپ کی مدح میں انتہائی بلیغ اور اعلیٰ قصیدہ لکھا ہے، غالباً ملاحظہ عالیہ کے شرف سے مشرف ہوا ہوگا۔

الغرض ابتداء نواب فردوس مکاں وقتی عطیات سے مرزا صاحب کی امداد فرماتے رہتے تھے۔ غدر کے بعد انکی پنشن بند ہو جانے پر، نواب صاحب نے جولائی ۱۸۵۹ء سے سو روپے ماہوار تنخواہ جاری فرمادی تھی۔ جو انکے انتقال کے بعد نواب خلد آشیاں کے خزانے سے ملتی رہی اور مرزا صاحب کی وفات پر انکے متبنے حسین علی خان شاداں کے وظیفے کی شکل میں تبدیل ہوگئی۔

غالب نے نواب کیلئے مدحیہ قصیدہ میں علامہ فضل حق کا ذکر یوں کیا ہے:

بتوقع فضل حق آں عین معنی کہ آباد بروے فراواں فرستم
گذشت اندر اندیشہ کز خامہ رشح بداں قلزم فیض واحساں فرستم

ترجمہ:

سراپائے معنی و مطلب فضل حق کی تصدیق کے ساتھ، جن کو میں نے بہت سی دعائیں دیں۔

میرے خیال میں یہ بات آئی کہ میں نے قلم کا ایک چھینٹا اس فیض واحسان کے قلزم (دریا) کی طرف بھیجا۔

4.10.1.15- اٹھارہ سو ستاون اور غالب:

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ختم ہوئی تو غالب کی پنشن بند کر دی گئی، کیونکہ ان پر الزام تھا کہ وہ بادشاہ کے نوکر تھے اور انہوں نے (۱۹ جولائی ۱۸۵۷ء کو) اسکا درج ذیل سکہ لکھا تھا۔

بہ زر زد سکہ کشور ستانی سراج الدین بہادر شاہ ثانی

امکاتیب غالب از امتیاز علی عرشی، تقریب از بشیر حسین زیدی

غالب کے بقول نہ تو وہ بادشاہ کے دربار جاتے تھے اور نہ ہی انہوں نے سکے کہا تھا بلکہ مذکورہ بالا سکے ذوق نے کہا تھا مگر انکی پنشن بحال نہ کی گئی۔

ڈاکٹر سید معین الرحمن نے ”غالب اور سن ستاون“ میں لکھا ہے کہ ”ظاہر اس بحث سے یہ ہے کہ انہوں نے سکے نہیں کہے، شاید انہیں (ذوق) کے دھرائے ہوں۔ اسی قدر (یعنی دھرانا) حصہ ہوگا، اور دربار میں جانا بھی ثابت ہے۔“ جیسا کہ جیون لال نے بھی لکھا ہے کہ ”۱۳ جولائی کو مرزا نوشہ (غالب) اور مکرم علی خان نے انگریزوں پر فتح پانے کی خوشی میں قصائد پڑھ کر سنائے۔“^{۱۲۸}

جنگ آزادی کے بعد انگریزوں نے اس قدر ظلم اور سفاکی کا مظاہرہ کیا کہ غالب خوفزدہ ہو گئے اور انہوں نے جہاد اور مجاہدین سے اپنے اس تعلق سے انکار کر دیا جو تاریخ میں صاف ثابت ہے۔ جہاد آزادی کے بعد کی انکی تحریریں بھی اس ڈر اور خوف کی ترجمانی کرتی ہیں۔

جیسے وہ شیونرائن آرام کو ۱۹ اپریل ۱۸۵۹ء کو لکھتے ہیں: ”ہندوستان کا قلمرو بے چراغ ہو گیا۔ لاکھوں مر گئے، جو زندہ ہیں ان میں سینکڑوں گرفتار بند بلا ہیں۔ جو زندہ ہے اس میں مقدور نہیں۔“^{۱۲۹}

اور مرزا ہر گوپال تفتہ کو لکھا: ”یہاں کا حال سن لیا کرتے ہو۔ اگر جیتے رہے اور ملنا نصیب ہوا تو کہا جائے گا، ورنہ قصہ مختصر، قصہ تمام ہوا، لکھتے ہوئے ڈرتا ہوں۔“^{۱۳۰}

اور ۲۶ دسمبر ۱۸۵۷ء کو حکیم غلام نجف خان کو لکھا: ”انصاف کرو (خط) لکھو تو کیا لکھو؟ کیا کچھ لکھ سکتا ہوں؟ یا کچھ لکھنے کے قابل ہے؟ تم نے جو کچھ مجھ کو لکھا تو کیا

^{۱۲۸} غالب اور سن ستاون، ص: ۱۲۸

^{۱۲۹} اندر کی ”صبح شام“، ص: ۱۶۹

^{۱۳۰} غالب اور سن ستاون، ص: ۱۱۹

^{۱۳۱} غالب نام آورم، ص: ۱۲۳۔

لکھا؟ اور اب میں جو لکھتا ہوں تو کیا لکھتا ہوں۔ بس اتنا ہی ہے کہ اب تک تم ہم جیتے ہیں، زیادہ اس سے نہ تم لکھو گے، نہ میں لکھوں گا۔“^۱

مرزا غالب کی تصنیفات میں بھی یہ خوف اور مصلحت بنی نمایاں ہے اسکی ایک اہم مثال مرزا کی تصنیف ”دستنبو“ ہے جو انہوں نے ملکہ وکٹوریہ کیلئے لکھی۔ اس میں باوجود اسکے کہ ”دلی پر باغیوں کا قبضہ کچھ اوپر چار ماہ رہا، غالب نے اسکا ذکر صرف پانچ، چھ صفحات میں کیا ہے۔“^۲

4.10.1.16- غالب کی ۱۸۵۷ء کے بعد کی تحریریں اور علامہ:

غالب کی ۱۸۵۷ء کے بعد کی تحریریں علامہ کا ذکر چھوڑ، نام تک سے تقریباً خالی ہیں، اور ان میں ایک شعوری گریز نظر آتا ہے۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ علامہ فضل حق نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں بڑا نمایاں حصہ لیا تھا اور انکا شمار باغیوں میں تھا، اور بقول رئیس احمد جعفری ”عذر کے بعد عذر کا ذکر بھی کتنا روح فرسا تھا! اور ان شخصیتوں کا تذکرہ جنہوں نے اس انقلابی تحریک میں مردانہ وار حصہ لیا تھا، اپنی جان سے ہاتھ دھونا تھا۔“^۳ جسکی وجہ سے بہادر شاہ ظفر وغیرہ جہاد میں حصہ سے انکاری ہو گئے اور بہت سوں نے جبر کی آڑ لے لی اور غالب مصلحت و احتیاط کا دامن تھامنے پر مجبور ہو گئے۔

مرزا غالب کے سن ستاون کے بعد کے خطوط میں علامہ کا ذکر صرف درج ذیل ہے:

جون ۱۸۵۹ء میں غالب نے یوسف مرزا کے نام ایک خط لکھا، جس میں علامہ کا ذکر کچھ یوں ہے: ”مولانا کا حال کچھ تم سے مجھ کو معلوم ہوا۔ کچھ مجھ سے تم معلوم کرو۔ مرافعہ میں حکم ”دوام جس“ بحال رہا۔ بلکہ تاکید ہوئی کہ جلد ”دریائے شور“ (کالے

^۱ غالب نام آدم، ص: ۱۲۳۔

^۲ غالب نام آدم، ص: ۱۲۹۔

^۳ بہادر شاہ ظفر اور انکا عہد، ص: ۸۳۳۔

پانی) کی طرف روانہ کرو۔ انکا بیٹا ولایت میں اپیل کیا چاہتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔“^۱

اور ۴ اکتوبر ۱۸۶۱ء میں غالب کے شاگرد میاں داد خان سیاح کلکتے گئے تھے اس وقت جزائر انڈیمان میں علامہ کا انتقال ہوئے دو ماہ ہو چکے تھے۔ مگر غالب کو خبر نہیں ہوئی تھی۔ اسلئے سیاح کو لکھا: ”ہاں خان صاحب! آپ جو کلکتے پہنچے اور سب صاحبوں سے ملے ہو تو ”مولوی فضل حق“ کا حال اچھی طرح دریافت کر کے مجھ کو لکھو کہ اس نے رہائی کیوں نہ پائی؟ اور وہاں جزیرے (کالے پانی) میں اسکا کیا حال ہے؟ کس طرح گزارا ہوتا ہے؟“^۲

4.10.1.17۔ فخر ایجاد و تکوین کا وصال اور غالب:

شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں: ”ظاہر ہے کہ جب ایسے دلی دوست اور حقیقی بھی خواہ پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹے ہوں گے تو مرزا کی کیا حالت ہوگی؟“^۳

اسکا جواب ہمیں غالب کے اس خط سے ملتا ہے جو انہوں نے علامہ کی خبر وصال سن کر لطیف احمد بلگرامی کو لکھا: ”کیا لکھوں اور کہوں؟ نور آنکھوں سے جاتا رہا اور دل سے سرور، ہاتھ میں رعشہ جاری ہے، کان سماعت سے عاری ہے۔“

عتاب در غروساں در آمد بجوش . صراحی تہی گشت و ساقی خموش
فخر ایجاد و تکوین مولانا فضل حق جیسا دوست مرجائے اور غالب نیم مردہ، نیم جاں رہ جائے۔

مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی موت آتی ہے پر نہیں آتی
آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی اب کسی بات پر نہیں آتی

^۱ خطوط غالب مرتبہ غلام رسول مہر، ص: ۴۰۵

^۲ مرقع سابق، ص: ۴۴۳

^۳ غالب نام آورم، ص: ۹۱، بحوالہ غالب نامہ

اگر جواں ہوتا تو آپ سے دعائے خیریت چاہتا، اسی برس کا بوڑھا ہونے کو آیا ہوں، دعائے مغفرت کا امیدوار ہوں۔^۱

مولانا حسرت موہانی لکھتے ہیں: ”مولانا فضل حق خیر آبادی اور غالب کے روابط باہم، مفتی صدرالدین خان مرحوم دہلوی و مومن و شیفتہ کے تعلقات محبت، مولانا آل حسن قبلہ و شہید کی صحت کی رنگینیاں، ”حسرت محروم“ نے بزرگوں سے ان سب کا حال سنا ہے اور بارہا تمنا کی ہے کہ اسے کاش میں بھی اس زمانہ تکلف میں موجود ہوتا اور ان بزرگوں کے فیض کمال سے مستفیض ہوتا۔“^۲

4.10.2- علامہ اور مومن:

حکیم مومن خان مومن نے سید احمد رائے بریلوی کی بیعت کی تھی اور مثنوی جہادیہ لکھی تھی۔ اگرچہ عملی شرکت نہ کی تھی۔ انکے خصوصی احباب علامہ فضل حق خیر آبادی، مفتی صدرالدین آزرده، نواب مصطفیٰ خان شیفتہ، مولوی رشیدالدین خان اور مرزا غالب سب ہی تحریک وہابیہ کے خلاف تھے۔

مومن علامہ فضل حق کے وہ دوست تھے کہ نظریاتی اختلاف بھی انکے دوستانہ مراسم پر اثر انداز نہ ہو پاتا۔ اس بنا پر اگر کوئی رنجش ہوتی بھی تھی تو وقتی طور پر۔ پروفیسر ایوب قادری لکھتے ہیں، ضرورت ہے کہ مومن، منیر شکوہ آبادی اور دوسرے شعرائے دہلی سے مولانا فضل حق کے تعلقات کا سراغ لگایا جائے، مومن، مولانا فضل حق کے باب میں کہنے پر مجبور ہوئے ہیں:

ٹھانی تھی دل میں اب نہ ملیں گے کسی سے ہم
پر کیا کریں کہ ہو گئے لاچار جی سے ہم

^۱ اردوئے معلیٰ، ص: ۳۱۹، ۳۲۰

^۲ غالب نام آورم، ص: ۱۲۵

^۳ مجموعہ مقالات از فضل حق قرشی، ص: ۲۶

اس واقعہ کی تفصیل امیر الروایات میں ہے، خیال رہے کہ بقول پروفیسر ایوب قادری امیر الروایات کی اکثر روایتیں تاریخی اعتبار سے غلط ہیں۔ امیر الروایات کے مطابق علامہ فضل حق خیر آبادی اور مولوی اسماعیل دہلوی میں تحریری مناظرہ ہوا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ علامہ اور حکیم مومن خاں شطرنج کھیل رہے تھے۔ کوئی اعتراض دماغ میں آیا۔ اسی وقت آدمی کو لکھ کر دیا، جاؤ، مولانا سے جواب لاؤ، وہ گیا، حضرت کسی کام میں تھے۔ خادم واپس آ گیا، شطرنج سے آنکھ اٹھا کے پوچھا جواب لائے، وہ بولا ابھی جواب نہیں لکھا ہے۔ تحریر دے آیا ہوں۔ مسکرا کر بولے ”بس ہولیا جواب“۔ یہ بات حکیم مومن خاں کو بری لگی، حکیم صاحب اور مولوی اسماعیل دہلوی پیر بھائی اور ہم عقیدہ تھے۔ کہنے لگے وہ بات ہی ایسی کیا ہے جس کا جواب مولوی اسماعیل نہ دے سکیں۔ اس پر ہردو میں بحث بہت خوب رہی، ہردو کے مزاج برہم سے ہونے لگے۔ حکیم صاحب نے یہ رنگ دیکھ کر بساط شطرنج تہ کی اور چلتے ہوئے یہ شعر پڑھا۔

لے نام آرزو کا تو دل کو نکال دیں

مومن نہ ہوں جو ربط رکھیں بدعتی سے ہم

علامہ فرقتی اور آرزو، ہردو تخلص رکھتے تھے۔ دو ایک دن بعد یاد اٹھی حکیم صاحب

کے گھر گئے اور دوست کو منالائے۔ انہوں نے فی البدیہہ کہا:

ٹھانی تھی دل میں اب نہ ملیں گے کسی سے ہم

پر کیا کریں کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم ۱

علامہ فضل حق خیر آبادی اگر غالب ساز تھے تو وہ مومن شناس بھی تھے۔ انکا درج

ذیل قول انکی مردم شناسی کا پتہ دیتا ہے۔ پروفیسر حکیم چند نیر لکھتے ہیں: مومن شطرنج میں اکثر

مولانا فضل حق خیر آبادی سے جیت جاتے تھے۔ مرزا غالب نے ایک بار مولانا سے اسکا

سبب پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: ”مومن بھیڑیا ہے، جسے اپنی قوت کی خبر نہیں اگر وہ عشق و

۱۔ مجموعہ مقالات از فضل حق قرشی، ص: ۳۸

۲۔ ارواحِ شام، ص: ۱۲۱، ۱۲۲

عاشقی کے قضیوں کو چھوڑ کر علمی مشغلے میں بڑھتا تو اسکے ذہن کی حقیقت معلوم ہوتی۔^۱

4.10.3- علامہ اور آزرده:

مفتی صدر الدین آزرده دہلی میں ۱۲۰۴ھ/۱۷۸۹ء میں پیدا ہوئے۔ انکے آباء واجداد کشمیر کے رہنے والے تھے۔ انکے والد مولوی لطف اللہ بغرض تجارت دہلی آئے۔ یہ شاہ عبدالعزیز، شاہ عبدالقادر اور مولانا فضل امام خیر آبادی کے شاگرد تھے۔ عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے، آزرده اور مہجور تخلص کرتے تھے شاعری میں شاہ نصیر اور میر ممنون دہلوی سے تلمذ تھا۔ نواب یوسف علی خان والی رامپور، نواب صدیق حسن خان قنوجی اور سر سید احمد خان مخصوص تلامذہ سے ہیں۔

۱۲۴۲ھ/۱۸۲۷ء کے قریب صدر الصدور دہلی مقرر ہوئے۔ یہ عہدہ تنخواہ اور منصب میں انگریزی سبج کے برابر تھا۔ انہوں نے جامع مسجد کے پاس دارالبقا کے نام سے مدرسہ بھی قائم کیا تھا۔ آزرده اور علامہ فضل حق ہم سبق ساتھی تھے آزرده علامہ سے عمر میں آٹھ سال بڑے تھے۔ انکے اساتذہ مشترک تھے۔ دہلی کے تمام دوست احباب بھی مشترک تھے۔ ۱۲۴۰ھ میں جب مسئلہ امتناع النظیر چھڑا تو آزرده نے علامہ کی طرفداری کی اور انکی مشہور تصنیف تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ پر دستخط و مہر کی۔^۲ اور جب مولوی حیدر علی رامپوری کی کتاب کے جواب میں جناب عبدالستار نے ایک استفتاء مرتب کر کے علماء وقت سے دستخط کروائے تو مفتی صاحب نے بھی اس پر دستخط و مہر کی، اور تصدیقی عبارت بھی لکھی۔^۳

مولانا فضل رسول بدایونی کی رد تقویت میں کتاب المعتقد والمعتقد پر تقریظ لکھی۔

۱۲۶۹ھ میں مسئلہ امکان کذب و امتناع کذب پر علامہ صاحب کو خط لکھا۔^۴

^۱ مومن خان مومن، حیات و شاعری، ص: ۲۸

^۲ شفاعت مصطفیٰ ترجمہ تحقیق الفتویٰ، ص: ۲۵۰، ۲۳۷

^۳ تحقیق الفتویٰ مطبوعہ مبارکپور، انڈیا کا ضمیمہ ملاحظہ کیجئے، ص: ۲۶۶، ۲۶۷

^۴ ملاحظہ کیجئے، تاج النحول نمبر، ص: ۲۲۱

رضا لاہوری رامپور میں مفتی صدر الدین آزرودہ، مولانا فضل رسول بدایونی، مولانا محمد حسن خان بریلوی اور علامہ فضل حق خیر آبادی کا ایک مجموعہ تحریرات ”شبہ لزوم لزومات اعتباریہ فی العقول المجردہ“ (۱۱۵۲) کے نمبر پر محفوظ ہے۔

۱۸۵۷ء میں جہادِ آزادی شروع ہونے پر صدر الصدور کا عہدہ ختم ہو گیا۔ شروع میں مجاہدین کے ساتھ رہے اور سقوطِ دہلی سے کچھ عرصہ قبل انگریزوں کے ساتھ ہو گئے۔ مولوی کریم الدین نے ”تذکرہ فرائد الدھر“ میں علامہ خیر آبادی کی ایک عربی تحریر نقل کی ہے جو انہوں نے مفتی صدر الدین کو لکھی تھی۔ جبکہ مفتی صدر الدین آزرودہ نے اپنی ایک فارسی نظم میں علامہ فضل حق کے علم و فضل کا ذکر کیا ہے ان دنوں علامہ ریاستِ الور میں تھے۔ مفتی صاحب کہتے ہیں:

رشکِ تہران و صفہاں شدہ دلی از من

الور از ذاتِ ہمایوں تو یونان باشد

ترجمہ: دلی مجھ سے تہران اور صفہاں کے رشک کی جگہ بن گیا

آپ کی بابرکت ذات سے الور یونان ہوگا۔

4.10.4- علامہ اور بہادر شاہ ظفر:

علامہ فضل حق خیر آبادی کے بہادر شاہ ظفر سے انکی ولی عہدی کے زمانے ہی سے روابط تھے۔ اس لئے کہ علامہ دہلی میں ہی پلے بڑھے اور وہیں تعلیم پائی۔ انکے والد دہلی کے صدر الصدور تھے۔ علامہ کا قلعہ میں آنا جاتا تھا۔ بہادر شاہ ظفر آخری مغل تاجدار کے ساتھ انکے تعلقات کی تفصیل نہیں ملتی۔ صرف ایک واقعہ ملتا ہے جسے مرزا غالب نے قلمبند کیا ہے۔

غالب کے مطابق ۱۸۳۲ء میں ۳۵ سال کی عمر میں جب علامہ فضل حق خیر آبادی ملازمتِ کمپنی سے استعفیٰ دے کر نواب جہجہر کی دعوت پر جہجہر روانہ ہونے لگے تو ولی عہد

تفصیل انکے صفحات میں ”قائدین جنگِ آزادی“ میں ملاحظہ کیجئے۔

سلطنت صاحب عالم ابوالظفر بہادر نے اپنا ملبوس دوشالہ علامہ فضل حق کے کندھوں پر ڈالا اور آبدیدہ ہو گئے اور کہا: چونکہ آپ جانے کیلئے تیار ہیں میرے لئے بجز اسکے اور کوئی چارہ کار نہیں کہ میں بھی اسکو منظور کر لوں۔ مگر خدائے علیم جانتا ہے کہ لفظ وداع زبان پر لانا دشوار ہے۔

اصل فارسی عبارت یہ ہے:

روزے کہ مولوی فضل حق ازیں دیاری رفت، ولی عہد خسرو دہلی صاحب عالم مرزا ابوظفر بہادر مولانا راتا پدرو دکنہ، سوئے خود طلبید و دوشالہ ملبوس خاص بدوش وے نہاد، و آب در دیدہ گرداند، و فرمود کہ ہر گاہ شامی گوئید کہ من رخصت می شوم مرا جزاں کہ پذیرم گزیر نیست، اما ایزدانا دانند کہ لفظ وداع از دل بزبان نمی رسد الا بصد جبر ثقیل۔

یہ واقعہ اس بات پر شاہد عادل ہے کہ بہادر شاہ ظفر کو علامہ فضل حق خیر آبادی سے کس قدر قلبی تعلق اور عقیدت تھی۔ یہ عقیدت بھرے روابط تاحیات جاری رہے۔ اس واقعہ سے ربع صدی بعد جہاد آزادی ۱۸۵۷ء پیش آیا۔ اس ربع صدی میں علامہ دہلی سے باہر مختلف ریاستوں میں رہے۔ مگر بہادر شاہ ظفر اور ان کے روابط میں فرق نہ آیا۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ اٹھارہ سو ستاون کی مشکل گھڑیوں میں جب کوئی وزیر، کوئی مصاحب، اور کوئی شہزادہ اعتبار کے قابل نہ رہا، اور سازشیوں اور غداروں نے اپنا گھیرا تنگ تر کر لیا تو اس وقت علامہ فضل حق خیر آبادی ہی کی وہ واحد ذات تھی جو بہادر شاہ ظفر کو اعتبار کے قابل نظر آئی۔ تو انہوں نے انہیں الور سے بلا بھیجا اور تمام انتظام و انصرام انکے سپرد کر دیا۔

4.10.5- علامہ و مولانا فضل رسول بدایونی:

علامہ فضل حق خیر آبادی کو مولانا فضل رسول بدایونی (ف ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء) سے نہایت خلوص اور عقیدت تھی۔ دونوں تقریباً ہم سن تھے۔ علامہ فضل حق صرف ایک سال

ایچ آہنگ، ص ۳۵۶

تفصیل علامہ کے سیاسی احوال میں ملاحظہ کیجئے۔

الفاضل الكامل الأجل الأنجل المولى فضل الحق الخیر آبادی وهوباً رض الھند أول
من جرح مبتدعات النجديّة ومفاسدھم وآخر من بین شرح فساد عقائدھم، فاطمئن قلوب
اھل الیقین دُخِّل الیقین للشاکین والمتر دین وھدی اللہ بہ کثیراً من الضالین، ولہ منۃ علی
کافۃ المسلمین وأجر جزیل عند رب العالمین۔ ۲

علامہ فضل حق نے المعتقد المنتقد پر جو تقریظ لکھی اسکا اقتباس درج کیا جاتا ہے:

مولانا لاأورع الأودع البارع المبرع الفارع المحضر القصارع المتضرع ذوالمناقب
الثواب الجلیلة والأظفار الثواقب الدقیقة الجامع بین العلوم العقلیة والنقلیة ، ومعارف
الشریعة والحقیقة ، طلاع الثنایا والنجاد ، ذائع الصیت فی انجاد الحق ، وقلل قرن طلع من النجد فی
الاغوار والأنجاد العریف العزیز البشرف العظرف الصفی الخفی الحصى الخفی المولوی فضل
الرسول القادری الخفی متع اللہ المؤمنین بطول بقائه وصانہ فی حرزہ ووقاہ وجعل خیرایامہ یوم
لِقَائِهِ - ۳

دونوں بزرگوں کے مراسم خلت و مودت کے سلسلے میں اکمل التاریخ کا بیان ہے کہ مولانا فضل رسول سے آپ (مولانا فضل حق) کو نہایت خلوص و عقیدت تھی۔ ایک زمانے میں بدایون میں بھی تشریف لائے تھے۔ اکثر اوراد و اشغال کی اجازتیں حاصل کی

انجیسی سیف الجبار میں، نم: ۸۸۴۸۶

۲۔ المعتقد المنتقد، ص: ۱۳۰، ۱۳۱، تفصیل ص: ۹۱ تا ۹۰ میں مسئلہ امتناع الظہر میں دیکھیں۔

۳۱ فی ہندوستان جس: ۱۷۵، المعتقد المنتقد جس: ۴۲۲۔

تھیں۔ مدرسہ قادریہ میں مقیم ہوئے تھے۔

اسی تعلق خاطر کے زیر اثر آپ نے اپنے لخت جگر جناب عبدالقادر بدایونی (تاج الفحول) کو مولانا فضل حق سے استفادے کیلئے لکھنؤ اور الور بھیجا اور مولانا فضل حق نے انہیں عزیز تر از جان سمجھا۔^۱

علامہ کے سینکڑوں شاگردوں میں سے چار حضرات عناصرِ اربعہ سمجھے جاتے تھے۔
(۱) مولانا عبدالحق خیر آبادی، معقولات میں۔ (۲) مولانا فیض الحسن سہارنپوری حماسہ ادب میں۔ (۳) مولانا ہدایت اللہ خان جونپوری، منقولات میں۔ (۴) اور مولانا عبدالقادر بدایونی جملہ علوم و فنون میں۔

یونہی مولانا فیض احمد بدایونی جو کہ مولانا فضل رسول بدایونی کے خواہر زادے اور خاص شاگرد تھے۔ انہوں نے جہادِ آزادی ۱۸۵۷ء میں علامہ فضل حق کے ساتھ محاذِ دہلی پر سرگرم حصہ لیا۔

الغرض علامہ اور مولانا فضل رسول بدایونی میں مختلف النوع عقیدتمندانہ اور گہرے روابط تھے۔

4.10.6- علامہ اور منیر شکوہ آبادی:

سید اسماعیل حسین منیر شکوہ آبادی کو (جوانیسویں صدی کے مشہور شاعر ہیں) مصطفیٰ بیگ نامی ایک شخص نے قتلِ نواب جان کے سلسلے میں پھنسا دیا تھا۔ اسی دور میں جنگ ۱۸۵۷ء شروع ہوئی، یہ نواب فرخ آباد کے ساتھ شریک انقلاب ہو گئے۔ عبورِ دریائے شوز کی سزاملی۔ باندہ، الہ آباد، کلکتہ جیلوں میں رہے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ ہتھکڑی اور بیڑی پہنا کر پاپیادہ لے جایا گیا تھا۔ ان پر صعوبتِ سفروں کو دیوان میں مختلف جگہ نظم کیا ہے۔ جب علامہ انڈیمان پہنچ گئے تو یہ انکے شریک مجلس رہے اور مستفید ہوتے

۱۔ اکل تاریخ، ص: ۸۹۱

۲۔ تاج الفحول نمبر، ص: ۴۳۳، ۴۳۴

رہے۔ اپنے ایک خط میں جوائنڈیمان سے محمد وزیر خان مقیم شہر باندہ کو ۲۳ مارچ ۱۸۶۴ء کو بھیجا تھا۔ اس میں علامہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

بیشتر غزلیات و بعض قصائد لباس نظم پوشیدہ، از انجملہ یک قصیدہ در تتبع بدر چاچی و خاقانی کہ بہ مبالغہ و اصرارِ عالم معقول و ادب علامہ لبیب المشتہر فی الہند مولوی فضل حق خیر آبادی موطن، دہلوی مسکن، ایں جزیرہ مدفن، سفتہ ام و بخاتمہ قصیدہ کیفیت اصرار جناب مرغوم بہ نظم آوردہ۔ بالجملہ قصیدہ ایست کہ از قدرت ایزدی خبری دہد۔
ترجمہ:

بہت سی غزلیں اور کچھ قصائد منظوم ہوئے ہیں، ان میں سے ایک قصیدہ بدر چاچی اور خاقانی کی پیروی میں معقول و ادب کے عالم، دانشور علامہ اور ہندوستان میں مشہور مولوی فضل حق کے اصرار پر نظم کیا ہے، علامہ کا وطن خیر آباد، مسکن دہلی اور مدفن یہ جزیرہ ہے، میں نے قصیدے کے خاتمہ میں جناب مرحوم کے اصرار کی کیفیت بھی نظم کی ہے۔ مختصر یہ کہ یہ وہ قصیدہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی خبر دیتا ہے۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت میں یہ ڈیڑھ سوا شعرا پر مشتمل قصیدہ جو علامہ کے اصرار پر لکھا گیا، ڈیڑھ سال میں مکمل ہوا۔ علامہ کی حیات میں شروع ہوا اور ۱۲۷۹ھ میں مکمل ہوا۔ قصیدہ کا مطلع یہ ہے:

اشک زلیخا ہوئے بحر صفت جوش زن غرق ہوا نیل میں یوسف گل پیر ہن
قصیدے کے آخری اشعار میں منیر شکوہ آبادی تمام روداد نظم کرتے ہوئے کہتے ہیں:

مخزن فضل و کمال، عالم عالی مقام	ناقد تازی زباں نبض شناس سخن
مولوی بے نظیر فضل حق اسم شریف	دہلی سے تالکھنو مشتہر و موتمن
قید میں، میں اور وہ رہتے تھے ایک جگہ	عین سمندر میں تھے غرق بحر محن

کہنے لگے ایک دن کچھ سبب اسکا بتا
مصطلحات عجم اور کنایاتِ فرس
یا متحمل نہیں لہجہٴ اردو زبان
گو غزل میں نہ ہو پر ہے قصیدے میں فرض
حضرت سودا بغیر کس نے قصیدے کہے
شاعروں میں جز غزل پھر نہ کسی نے کہا

شاعر اردو زباں اس میں ہوں تو یا کہن
کس لئے کرتے نہیں زینتِ نظم سخن
یا کوئی لائق نہیں تم میں سے بے ریب و ظن
دقت مضمون سے ہے حسن بوجہ حسن
وہ بھی پر اس راہ میں ہونہ سکے قطرہ زن
زعم میں گو اپنے دلوں طوطی شکر شکن

میں نے کہا راست ہے آپ جو فرماتے ہیں
مصطلحات غریب جو کہ نہ معروف ہوں
جو متعارف ہوا شاعروں میں پہلے سے

آپ سنیں تو کہے کچھ یہ اسیر محن
نظم کرے کس طرح شاعر ہندی سخن
اسکو بھی سکے آج ہوتے ہیں سب طعنہ زن

کہنے لگے یہ کلام مہمل و بے مغز ہے
گرم ہوئے بڑھ گیا سلسلہٴ قہر و خشم
کہتے تھے وہ بار بار ہندیوں سے ہے محال

ہیں شعرا بے سواد، جہل ہے انکا وطن
بسکہ تھے نازک مزاج، ماتھے پہ آئی شکن
رمز و کنایات میں دقت و لطف سخن

ہو کے ادب سے خموش پھر یہ قصیدہ کہا
قید میں قحط کتاب، حافظہ از بس ضعیف
بعض تراکیب خاص طبع کی ایجاد ہیں
نصف قصیدہ کیا سامنے انکے رقم
میری خطائیں کریں صاحب انصاف عفو

کوچہٴ نو میں چلا قاصدِ مشق کہن
پر مد و غیب سے خامہ ہوا حرف زن
نظم ہوئیں جو تھیں یاد مصطلحات کہن
ختم ہوا جب وہ تھے ہمد گو رو کفن
قید میں خود میں ہوں پوچ، پوچ ہے میرا سخن

غیب سے تاریخ نو ہاتھ لگی اے منیر
جز و دل و جاں ہوئی، شرح حدیث حسن!

۱۲۷۹ھ

اُکلیات منیر، بحوالہ: باغی ہندوستان، ص: ۱۶۱، ۱۶۲،

4.10.7- مولانا حیدر علی فیض آبادی:

مولانا حیدر علی فیض آبادی (ف ۱۲۹۹ھ) کا شمار بھی علامہ کے احباب میں ہوتا ہے۔ انہوں نے رد شیعہ میں اپنی مشہور تصنیف ”منتہی الکلام“ علامہ فضل حق کو بھجوائی۔ علامہ نے اسکے مطالعے کے بعد مولانا کو بزبان عربی ایک طویل خط لکھا۔ اس میں کتاب کی تعریف و توصیف کے علاوہ اس شیعہ عالم (سبحان علی خان) کی علمی بے بضاعتی اور اسکے دعوؤں کا ابطال بیان کیا ہے جسکے رسالہ (مصنفہ ۱۲۴۷ھ) کے جواب میں ۱۲۵۰ھ میں مولانا فیض آبادی نے ”منتہی الکلام“ تصنیف کی تھی۔

علامہ فضل حق خیر آبادی ان دنوں ریاست رام پور میں ملازم تھے۔ علامہ نے یہ جوابی خط ۵/ ذی القعدہ ۱۲۶۱ھ کو مولانا فیض آبادی کی طرف سے ایک اور خط ملنے کے بعد بھجوا دیا، اور لکھا کہ جواب میں تاخیر ملازمت میں کثرت مصروفیات کے باعث ہوئی۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اور مولانا میں قریبی روابط تھے۔ باین کہ علامہ نے انہیں اپنے تین قریبی رشتہ داروں کی وفات، درد قلوب میں ابتلاء، بڑے بھائی فضل عظیم کے پاس سہارنپور جانے کے پروگرام اور دو ماہ بعد واپسی کے ارادہ وغیرہ جیسی نجی مصروفیات سے بھی مطلع کیا ہے۔

4.10.8- مولوی رشید الدین خان دہلوی:

مولوی رشید الدین ولد امین الدین، شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے شاگرد رشید تھے۔ دوسرے علوم کے علاوہ ہنیت و ہندسہ میں کمال حاصل تھا، دہلی کالج میں مسند درس کو زینت دی۔

سر سید احمد خان نے تذکرہ اہل دہلی میں انکا خصوصی ذکر کیا ہے۔ انکے ساتھ علامہ کے خصوصی تعلقات تھے۔ علامہ کی قلمی بیاض میں مولوی صاحب کے نام عربی میں

اعلامہ کی بیاض ملاحظہ کیجئے، ص: ۵۸۲۵۱

۱۲ اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ، ص: ۹۶

ایک خط ہے۔ انہوں نے یہ خط ۱۵ صفر ۱۲۳۷ھ کو دارالحکومت دہلی، سے باہر دریائے جمنا کے قریب اپنی اقامت کے دوران لکھا۔ اس خط کا کچھ حصہ نظم پر مشتمل ہے اور کچھ نثر پر۔ اس خط میں علامہ نے ملاقات کی فرصت نہ ملنے پر معذرت کی ہے اور جدائی و فراق کا ذکر کرتے ہوئے انہیں ملاقات میں پہل کرنے کا لکھا ہے۔

یونہی ہمعصر وقائع نگار عبدالقادر رامپوری نے لکھا ہے: ”۲۶ شوال ۱۲۳۸ھ مطابق ۶ جولائی ۱۸۲۳ء کو مولوی فضل حق اور رشید الدین نے بندہ (مولوی عبدالقادر رامپوری) کو دیکھنے کیلئے قدم رنجہ فرمایا۔ اگلے دن میں باز دید کیلئے رشید الدین خان کے دولت خانہ پر گیا۔“^۱

علامہ فضل حق کی مشہور تصنیف ”تحقیق الفتی فی ابطال الطغویٰ“ پر دستخط کرنے والے علماء میں مولوی رشید الدین خان کا نام بھی شامل ہے۔ جامع مسجد میں ہونے والے مشہور مناظرہ میں یہی پیش پیش تھے۔^۲

4.10.9- نواب امیر خان رئیس ٹونک:

۱۸۲۳ء/۷ ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ کو رئیس ٹونک نواب امیر خان نے علامہ فضل حق خیر آبادی کو قاصد بھیج کر اپنے یہاں آنے کی دعوت دی۔ علامہ تشریف لے گئے۔ علامہ کی عمر ۲۸ سال تھی اور وہ ان دنوں دہلی میں ملازم تھے۔ علامہ نے اس دعوت کا کوئی خاص سبب ذکر نہیں کیا ہے، البتہ وہ یہ ذکر کرتے ہیں، کہ ان کے اہل و احباب انکو جانے سے روک رہے تھے اور اس روکنے کا سبب بھی ذکر نہیں ہے۔

یوں معلوم ہوتا ہے کہ علامہ وہاں پر کچھ دن رہے کیونکہ علامہ نے وہاں رئیس ٹونک امیر خان کی مدح میں فی البدیہہ ۵۴، اشعار پر مشتمل جو قصیدہ کہا، اس میں نواب کی سخاوت و عدل کے ذکر کے علاوہ وہ اپنے اہل و عیال کی خود سے جدائی و فراق پر آہ و بکا کا ذکر

^۱ علم و عمل، ص: ۱۸۵/۲

^۲ سیف البیار، ص: ۹۳ تا ۸۸

بھی کرتے ہیں۔

4.10.10- نوابینِ رام پور:

علامہ ریاست رام پور میں ۱۸۴۰ء سے ۱۸۴۷ء تک آٹھ سال کا عرصہ رہے۔
نواب محمد سعید خان کی دعوت پر وہاں گئے اور ان کے دونوں بیٹوں نواب یوسف علیخان اور محمد
کاظم علیخان، اور دونوں پوتوں نواب گلپ علیخان اور صاحبزادہ فدا علی خان کے استاد مقرر
رہے، یوں ان سب سے گہرے روابط رہے۔

علامہ کی رام پور آمد سے متعلق مؤلف تذکرہ کالملاں رامپور لکھتے ہیں:

”مولوی نصیر الدین خان رامپوری کے مرضِ موت میں نواب جنت آرامگاہ محمد
سعید خان نے مولوی فضل حق خیر آبادی کو بلایا۔ مولوی نصیر الدین کے ایک دوست مولوی
جلال الدین ان کے ہمسائے تھے، ان سے کہا، اگر صحت ہوگئی تو میں ان سے گفتگو کروں گا، مگر
تم ان سے گفتگو ہرگز نہ کرنا، اسلئے کہ وہ نہایت زبردست معقولی ہیں۔

مولوی فضل حق صاحب جس وقت رامپور پہنچے تو آپ کا انتقال ہو چکا تھا، مولوی
فضل حق صاحب آپ کے مکان پر فاتحہ خوانی کو آئے اور بہت افسوس سے کہتے تھے، کہ میرا آنا
نواب صاحب کے حکم سے ہوا ہے مگر زیادہ تر شوق یہاں آنے کا مولوی صاحب مرحوم
(مولوی نصیر الدین خان) کی ملاقات کیلئے تھا۔

مؤلف تذکرہ کالملاں رامپور مزید لکھتے ہیں: ”نواب محمد سعید خان بہادر جنت
آرامگاہ نے جناب نواب یوسف علی خان صاحب بہادر فردوس مکاں، کی تعلیم کے واسطے
سفارش عبدالرحمن خان، مولوی جلال الدین نابینا اور مولوی عبدالعلی خان ریاضی دان اور
مولوی محمد رام پوری کو مقرر فرمایا۔ ہر صاحب اپنے اپنے وقت پر حمد اللہ کے متعلق مختلف
تقریریں کیا کرتے تھے۔ فردوس مکان نواب یوسف علی خان کی تسکین خاطر ان تینوں علماء

۱۔ بحوالہ پروفیسر ایوب قادری، دیکھئے مجموعہ مقالات از افضل قرشی، ص: ۴۳، ۴۴

کے بیان سے نہ ہوئی تو مولانا فضل حق دہلی سے بلائے گئے اور مولانا نے تعلیم شروع کروائی۔^۱

حکیم نجم الغنی خان رامپوری لکھتے ہیں: ”نواب یوسف علی خان علوم کی طرف بہت رغبت رکھتے تھے۔ کاملوں سے صحبت رہتی تھی۔ علوم، عقلیہ منطق و حکمت میں اعلیٰ دستگاہ تھی، اور ان علوم کو مولانا فضل حق خیر آبادی سے حاصل کیا۔“^۲

حکیم صاحب مزید لکھتے ہیں: ”اس زمانہ میں مولوی عبدالحق خلف مولوی فضل حق و مولوی سلطان حسن خان ابن مولوی احمد حسن خان رئیس بریلوی و صدر الصدور، نواب کلب علی خاں کے ہم مکتب تھے۔“^۳

یوں نہ صرف علامہ فضل حق بلکہ انکی اوناد کے بھی نوابین رامپور سے قریبی تعلقات رہے۔

تذکرہ کاملان رامپور میں ہے کہ مولوی خلیل الرحمن سواتی نے نواب یوسف علی خان سے کہا کہ میں ہر چیز قرآن شریف سے نکالتا ہوں، یہ ذکر نواب صاحب نے مولوی فضل حق خیر آبادی سے کیا، انہوں نے فرمایا کہ آپ ان سے فرمادیں کہ معجون فلاسفہ کے اجزاء تو قرآن سے نکال دیجئے، چنانچہ دوسری ملاقات میں یہی سوال کیا، مولوی خلیل الرحمن سواتی سخت پریشان ہوئے، انکو بھی معلوم ہو گیا کہ یہ اشارہ مولوی فضل حق کا تھا۔ اسی لیے ایک روز نواب صاحب کے سامنے مولوی فضل حق سے اصول میں گفتگو کرنے لگے۔ مولوی فضل حق کھینچ تان کر ان کو منطق میں پکڑ لائے اور بند کر دیا۔ اسی روز مولوی فضل حق نے کتب اصول کو دیکھنا شروع کر دیا۔“^۴

تذکرہ کاملان رامپور میں نواب فردوس مکان کے ایک اور استاد صاحب کا علامہ

۱ بحوالہ مولانا فضل حق خیر آبادی، دور ملازمت، دیکھئے مجموعہ مقالات از قرشی، ص: ۴۴

۲ مرجع سابق، ص: ۴۵

۳ وقائع نصیر خانی، ص: ۳۱

۴ دیکھئے مجموعہ مقالات از قرشی، ص: ۵۱

کے حوالے سے ذکر ملتا ہے، جسکے مطابق ”مولانا جلال الدین معقولی مرحوم استاد نواب خلد
مکاں یوسف علی خان نہایت ذکی تھے، مناظرہ میں یدِ طولی رکھتے تھے۔ مولانا فضل حق خیر
آبادی جو علوم معقولہ میں یدِ طولی رکھتے تھے، ان سے ہمیشہ مناظرہ علمی نہایت لطف کے
ساتھ ہوا کرتا تھا اور بڑے بڑے علماء مجلس مناظرہ میں حاضر رہتے۔“^۱

4.10.11- شیخ احمد عرب یمنی شروانی:

علامہ فضل حق خیر آبادی کے احباب میں ایک نام شیخ احمد عرب یمنی شروانی
صاحب ”نفحۃ الیمن“ و ”مناقب حیدریہ“ و صدر مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ (ف ۱۲۵۶ھ
/ ۱۸۴۰ء) کا ہے۔ شیخ احمد عرب اور علامہ کے درمیان گہرے روابط تھے۔ طرفین سے علمی و
ادبی تحائف کے تبادلے بھی ہوتے تھے۔

شیخ احمد عرب یمنی شروانی بارہویں صدی کے آخر میں یمن سے بغرضِ سیاحت
ہندوستان میں آئے، ہندوستان میں بے مثل ادیب تسلیم کیے گئے اکثر کلکتہ میں اقامت
رہتی تھی، لکھنؤ بھوپال وغیرہ میں ایک عرصہ گزارا۔

شیخ احمد عرب یمنی شروانی نے جب سلطان غازی الدین حیدر (ف ۱۸۲۷ء) کی
تعریف و توصیف میں ایک کتاب ”مناقب حیدریہ“ لکھی تو انہوں نے اس کتاب کا ایک
نسخہ علامہ فضل حق خیر آبادی کی خدمت میں بھی بھیجا۔ علامہ نے رسید سے مطلع کیا اور شیخ
یمنی کی تعریف اور کتاب کی تقریظ میں عربی زبان میں ایک خط اور ایک قصیدہ بعمر چوہیس
سال لکھا۔ یہ دونوں تحریریں ۲۰ ربیع الآخر ۱۲۳۶ھ / ۱۸۲۱ء کی ہیں اور علامہ کی بیاض میں
محفوظ ہیں۔ اسی بیاض میں محفوظ خطوط کے مطابق علامہ فضل حق کے محب و رفیق خاص
مولانا محمد فیض اللہ خان، شریک کار سلطنت اودھ ۱۹ جمادی الثانی ۱۲۳۶ھ کو
رئیس الوزراء دستوراً عظمیٰ معتمد الدولہ کی ملاقات کو گئے۔ واپسی پر رات ہوئی۔ راستے میں
انکے حاسدین نے انہیں شہید کر دیا۔ علامہ اس حادثہ قاجعہ سے سخت متاثر ہوئے۔ انکی یاد

۱۔ مجموعہ مقالات از افضل قرشی ص: ۵۱

میں تین طویل مرثیے کہے، اپنے والد گرامی کو خط لکھا، یونہی لکھنو میں شیخ احمد یمنی شروانی کو ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۲۳۶ھ کو ایک طویل خط لکھا۔ جس میں انہیں اعانتِ مظلوم کیلئے کہا۔ یونہی ۱۰ شعبان ۱۲۳۶ھ کو مولانا خلیل الدین کا کوروی کو اسی حادثہ فاجعہ پر اپنی قلبی کیفیت لکھی اور اس طویل خط کے آخر میں شیخ احمد یمنی کیلئے سلام لکھا۔ نیز مولانا کا کوروی کے نام اپنے ۵ ربیع الاول ۱۲۳۶ھ والے پہلے خط میں بھی شیخ احمد یمنی کا ذکر کیا ہے۔

نواب حسام الدین حیدر خان بہادر دہلوی (ف ۱۲۶۲ھ / ۱۸۴۶ء) شیخ احمد یمنی شروانی کے نام اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

حسب الحکم رسالہ جناب فضیلت مآب الفائق علی الاماجد بحاسن افضالہ والسابق من الاقران بکرائم افعالہ الفاروق بین الباطل والحق مولوی محمد فضل حق دامت برکاتہ نویسانیدہ۔ لیکن ہنوز کحل صحت مزین نگر دیدہ۔ ہر گاہ بزور تصحیح جناب موصوف کہ باں مصروف محلی خواہد گشت، بخدمت اقدس ابلاغ خواہد شد۔ ترجمہ:

حسب ارشاد جناب فضیلت مآب، اپنی خوبصورت فضیلتوں کے اعتبار سے بزرگوں پر فوقیت رکھنے والے، اپنے عمدہ افعال کی بدولت معاصرین پر سبقت لے جانے والے، حق و باطل میں فرق کرنے والے، مولوی فضل حق دامت برکاتہ کا رسالہ لکھوایا گیا، لیکن ابھی تک تصحیح کی پوشاک سے مزین نہیں ہوا، جناب موصوف اس کی تصحیح میں مصروف ہیں، جیسے ہی زیور تصحیح سے مزین ہوگا خدمت اقدس میں پہنچا دیا جائے گا۔

مذکورہ بالا مختصر شواہد جہاں شیخ احمد یمنی شروانی اور علامہ کے تعلقات پر روشنی ڈالتے ہیں وہاں دہلی کے نواب حسام الدین حیدر خان بہادر کے دل میں علامہ کی قدرو منزلت کا بھی پتہ دیتے ہیں۔ یہ وہی نواب حسام الدین ہیں جو غالب کے خاص احباب میں سے تھے اور جن کا ذکر مرزا غالب نے علامہ فضل حق اور نواب امین الدین کے ساتھ،

کلکتہ میں کہی ہوئی اپنی مثنوی چراغ دیر میں کیا تھا۔

چو حرز بازوئے ایمان نویسم حسام الدین حیدر خان نویسم

4.10.12- مولانا مفتی خلیل الدین کا کوروی:

مولانا مفتی خلیل الدین خان (ف ۱۲۷۱ھ / ۱۸۴۶ء)، قاضی نجم الدین علی خان بہادر اشرف جنگ کے صاحبزادے، علم و فضل میں مشہور زمانہ اور علم ریاضی میں ماہر یگانہ تھے۔ گورنر جنرل کے یہاں شاہ اودھ کی طرف سے سفیر تھے۔

علامہ فضل حق اور مولانا کا کوروی میں گہرے روابط تھے۔ ان کے روابط کا آغاز ۱۲۳۶ھ کو ہوا۔ علامہ دہلی میں اور مولانا کا کوروی لکھنؤ میں تھے، علامہ کی عمر چوبیس سال تھی، دونوں کو ایک دوسرے سے رابطے اور ملاقات کا شوق تھا۔ مولانا منشی غلام علی عمری اور شیخ احمد یمنی شروانی کی وساطت سے روابط کا آغاز ہوا، اور پھر ایک سلسلہ چل نکلا۔ دونوں ایک دوسرے کو اپنا کلام بھجواتے اور اس سلسلہ کو قطع نہ کرنے کا لکھتے۔

علامہ کی قلمی بیاض کے مطابق انہوں نے پہلا خط ۵ ربیع الاول ۱۲۳۶ھ کو بھجوایا۔ مولانا کا کوروی نے ۲ ربیع الثانی کو جواب بھیجا۔ پھر ۵ شعبان ۱۲۳۶ھ کو دوبارہ مولوی منشی غلام علی عمری کے ہاتھ علامہ کو خط بھیجا۔ جس پر علامہ نے ۱۰ شعبان ۱۲۳۶ھ کو جواب بھیجا۔ ساتھ چالیس اشعار پر مشتمل قصیدہ ہمز یہ بھیجا۔ اس خط میں مدح نبوی ﷺ پر مشتمل قصیدہ رائیہ اور شکوی پر مشتمل قصیدہ والیہ بھیجنے کا بھی ذکر ہے۔

4.10.13- نواب نقی علی خان:

نواب نقی علی خان وزیر سلطنت لکھنؤ کا نام بھی علامہ کے احباب میں آتا ہے۔ جن دنوں نواب صاحب لکھنؤ میں وزیر مقرر ہوئے۔ انہیں دنوں علامہ وہاں ”کچھری حضور تحصیل“ کے مہتمم مقرر ہوئے۔

انفیل پچھلے صفحات میں غالب کے ذکر میں ص: ۱۳۶، ۱۳۷ پر ملاحظہ کیجئے۔

علامہ نے نواب صاحب کی مدح میں ایک قصیدہ بھی کہا جو طبع بھی ہوا۔ اب نایاب ہے۔ مفتی نجم الحسن کے مطابق اسکا ایک نسخہ ڈاکٹر حکیم انظار حسین خیر آبادی کے پاس محفوظ تھا اور پروفیسر ایوب قادری کے مطابق اسکے خطی نسخے بعض کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ علامہ نے یہ قصیدہ کب کہا، اسکی وضاحت ذکر نہیں ہے۔

علامہ فضل حق خیر آبادی کی جامع کمالات شخصیت اور ذکر کردہ اکابر کے ساتھ انکے روابط اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ انکا حلقہ احباب اس سے کہیں زیادہ وسیع اور روابط کہیں گہرے تھے، اس لئے بھی کہ چوبیس سال کی عمر ہی میں انکے روابط دیگر علمی مراکز کے اذہرین و ممتازین سے بھی پختہ ہو چکے تھے۔ تو یقیناً بعد میں یہ حلقہ اور بھی وسیع ہو گیا ہو گا۔ علامہ کے تلامذہ کی طویل فہرست اور انکے فتاویٰ پر علماء کی ایک بڑی تعداد کے دستخطوں سے بھی یہی ثابت ہے علامہ کے اپنے معاصرین سے روابط کیلئے معاصر تہ کرے اور دہلی کے علماء، شعراء اور ادباء کے سوانح مزید حقائق منکشف کر سکتے ہیں۔

4.11- علامہ شاہیر کی نظر میں

☆ جناب مولانا و مخدوم مولوی فضل حق نور اللہ تعالیٰ مرقدہ۔ مستجمع کمالات صوری و معنوی، جامع فضائل ظاہری و باطنی، بناء بنای فضل و افضال، بہار آرائی چمنستان کمال، متکی ارا یک اصابت رائی مسند نشین دیوان افکار رسائی، صاحب خلق محمدی، مورد سعادات ازلی وابدی، حاکم محاکم مناظرات، فرمان روائی کشور محاکمات، عکس آئینہ صافی ضمیری، ثالث اشین بدیعی و حریری، لمعی وقت، ولوزعی آوان، فرزدق عہد ولید دوران، مبطل باطل و محقق حق مولانا محمد فضل حق۔۔۔۔۔

زبان قلم نے انکے کمالات پر نظر کر کے فخر خاندان لکھا ہے اور فکر دقیق نے جب

سرکار کو دریافت کیا فخر جہاں پایا۔ جمیع علوم و فنون میں یکتائے روزگار ہیں اور منطق و حکمت کی تو گویا انہیں کی فکر عالی نے بنا ڈالی ہے۔ علمائے عصر بل فضلاء دھر کو کیا طاقت ہے کہ اس سرگروہ اہل کمال کے حضور میں بساطِ مناظرہ آراستہ کر سکیں۔۔۔۔۔

سبحان کو انکی فصاحت سے سرمایہ خوش بیانی اور امراء القیس کو انکے افکار بلند سے دستگاہِ عروج معانی، الفاظ پاکیزہ انکے رشک گوہر خوش آب، اور معانی رنگین انکے غیرت

اعل ناب۔۔۔۔۔

اس سرخیل سرکردگان روزگار کے اوصافِ جمیلہ۔۔۔۔۔

(ہمعصر مؤرخ، سرسید احمد خان، تذکرہ اہل دہلی، ص: ۱۳۰، ۱۳۱۔)

☆ وہ سرخیل علماء عصر تھے۔ منطق و حکمت، فلسفہ و ادب، کلام و اصول اور شعر و شاعری میں دست گاہ کامل رکھتے تھے۔ اعلیٰ درجے کے مدرس اور منطقی تھے۔ جنگی علمی شہرت کی وجہ سے دور و نزدیک کے طلبہ کھنچے چلے آتے تھے۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ص: ۱۵/۳۷۵)

☆ مولوی فضل حق، یہ شخص رہنے والا خیر آباد کا تھا، اور آدمی بڑا نامی گرامی اور علم و فضل میں علامہ روزگار تھا کہ ہندوستان میں مثل اسکے دوسرا ہم عصر کم ہوگا۔

(تاریخ جہجہر، ص: ۲۱۲، ہمعصر مورخ، منشی غلام نبی خان، بحوالہ مجموعہ مقالات، ص: ۳۰)

☆ مولانا فضل حق خیر آبادی ایک یگانہ روزگار عالم تھے۔ عربی زبان کے مانے

اعلامہ کے مشہور مناظرے وہ ہیں جو عقائد پر مولوی اسماعیل دہلوی کے ساتھ ہوئے جن پر سرسید کی یہ رائے تھی اور انکو حاکم محاکم مناظرات قرار دیا جبکہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری اپنے مقالے میں لکھتے ہیں:۔۔۔۔۔ سرسید نے انکے عقائد کی صحت یا شرک و بدعت یا جاہلانہ رسوم کے خلاف، انکے جہاد یا کسی ادنیٰ کوشش کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا“ (علامہ فضل حق خیر آبادی اور جہادِ آزادی، ص: ۱۸۳) ڈاکٹر شاہجہانپوری غالباً اس بات سے بھی بے خبر ہیں کہ سرسید نے ”آثار الصنادید“ جہادِ آزادی سے گیارہ سال قبل ۱۸۳۶ء میں تصنیف کی۔

علامہ نے نواب صاحب کی مدح میں ایک قصیدہ بھی کہا جو طبع بھی ہوا۔ اب نایاب ہے۔ مفتی نجم الحسن کے مطابق اسکا ایک نسخہ ڈاکٹر حکیم انظار حسین خیر آبادی کے پاس محفوظ تھا اور پروفیسر ایوب قادری کے مطابق اسکے خطی نسخے بعض کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ علامہ نے یہ قصیدہ کب کہا، اسکی وضاحت ذکر نہیں ہے۔

علامہ فضل حق خیر آبادی کی جامع کمالات شخصیت اور ذکر کردہ اکابر کے ساتھ انکے روابط اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ انکا حلقہ احباب اس سے کہیں زیادہ وسیع اور روابط کہیں گہرے تھے، اس لئے بھی کہ چوبیس سال کی عمر ہی میں انکے روابط دیگر علمی مراکز کے اکابرین و ممتازین سے بھی پختہ ہو چکے تھے۔ تو یقیناً بعد میں یہ حلقہ اور بھی وسیع ہو گیا ہو گا۔ علامہ کے تلامذہ کی طویل فہرست اور انکے فتاویٰ پر علماء کی ایک بڑی تعداد کے دستخطوں سے بھی یہی ثابت ہے علامہ کے اپنے معاصرین سے روابط کیلئے معاصر تذکرے اور دہلی کے علماء، شعراء اور ادباء کے سوانح مزید حقائق منکشف کر سکتے ہیں۔

4.11- علامہ شاہیر کی نظر میں:

☆ جناب مولانا دمنہ مولوی فضل حق نور اللہ تعالیٰ مرقدہ۔ مستجمع کمالات صوری و معنوی، جامع فضائل ظاہری و باطنی، بقاء بنائی، فضل و افضال، بہار آرائی چمنستان کمال، متکی اراک اصابت رائی مسند نشین دیوان افکار رسائی، صاحب خلق محمدی، مورد سعادات ازلی وابدی، حاکم محاکم مناظرات، فرمان روائی کشور محاکمات، عکس آئینہ صافی ضمیری، ثالث اشین بدیہی و حریری، لمعی وقت، ولوزی آوان، فرزدق عہد ولید دوران، مبطل باطل و محقق حق مولانا محمد فضل حق۔۔۔۔۔

زبان قلم نے انکے کمالات پر نظر کر کے فخر خاندان لکھا ہے اور فکر دقیق نے جب

۱۔ خیر آبادی کی ایک جھلک، ص: ۵۹

۲۔ مجموعہ مقالات از قرشی، ص: ۶۳

سرکار کو دریافت کیا فخر جہاں پایا۔ جمیع علوم و فنون میں یکتائے روزگار ہیں اور منطق و حکمت کی تو گویا انہیں کی فکر عالی نے بنا ڈالی ہے۔ علمائے عصر بل فضلاء دھر کو کیا طاقت ہے کہ اس سرگروہ اہل کمال کے حضور میں بساطِ مناظرہ آراستہ کر سکیں۔۔۔۔۔

سبحان کو انکی فصاحت سے سرمایہ خوش بیانی اور امراء القیس کو انکے افکار بلند سے دستگاہِ عروج معانی، الفاظ پاکیزہ انکے رشک گوہر خوش آب، اور معانی رنگین انکے غیرت لعل ناب۔۔۔۔۔

اس سرخیل سرکردگان روزگار کے اوصافِ جمیلہ۔۔۔۔۔

(ہمعصر مؤرخ، سرسید احمد خان، تذکرہ اہل دہلی، ص: ۱۳۰، ۱۳۱۔)

☆ وہ سرخیل علماء عصر تھے۔ منطق و حکمت، فلسفہ و ادب، کلام و اصول اور شعر و شاعری میں دست گاہِ کامل رکھتے تھے۔ اعلیٰ درجے کے مدرس اور منطقی تھی۔ جنگی علمی شہرت کی وجہ سے دور و نزدیک کے طلبہ کھنچے چلے آتے تھے۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ص: ۱۵/۳۷۵)

☆ مولوی فضل حق، یہ شخص رہنے والا خیر آباد کا تھا، اور آدمی بڑا نامی گرامی اور علم و فضل میں علامہ روزگار تھا کہ ہندوستان میں مثل اسکے دوسرا ہم عصر کم ہوگا۔

(تاریخ جھجر، ص: ۲۱۲، ہمعصر مؤرخ، منشی غلام نبی خان، بحوالہ مجموعہ مقالات، ص: ۳۰)

☆ مولانا فضل حق خیر آبادی ایک یگانہ روزگار عالم تھے۔ عربی زبان کے مانے

علامہ کے مشہور مناظرے وہ ہیں جو عقائد پر مولوی اسماعیل دہلوی کے ساتھ ہوئے جن پر سرسید کی یہ رائے تھی اور انکو حاکم محاکم مناظرات قرار دیا جبکہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہانپوری اپنے مقالے میں لکھتے ہیں:۔۔۔۔۔ سرسید نے انکے عقائد کی محنت یا شرک و بدعت یا جاہلانہ رسوم کے خلاف، انکے جہاد یا کسی ادنیٰ کوشش کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا۔ (علامہ فضل حق خیر آبادی اور جہاد آزادی، ص: ۱۸۳) ڈاکٹر شاہ جہانپوری غالباً اس بات سے بھی بے خبر ہیں کہ سرسید نے ”آثار الصنادید“ جہاد آزادی سے گیارہ سال قبل ۱۸۳۶ء میں تصنیف کی۔

ہوئے ادیب اور شاعر تھے۔ علوم عقلی کے امام اور مجتہد تھے اور ان سب خصائص سے بالا انکی یہ خصوصیت تھی کہ وہ بہت بڑے سیاستدان، مفکر اور مدبر بھی تھے۔ مسند درس پر بیٹھ کر وہ علوم و فنون کی تعلیم دیتے تھے اور ایوان حکومت میں پہنچ کر وہ دور رس فیصلے کرتے تھے۔

مولانا کی شخصیت، سیرت کردار اور علم و فضل پر ضرورت تھی کہ ایک مفصل کتاب لکھی جاتی، لیکن وہ ایک زود فراموش قوم کے فرد تھے، فراموش کر دیے گئے، اور کچھ دنوں کے بعد لوگ حیرت سے دریافت کریں گے کہ یہ کون بزرگ تھے؟

(سید رئیس احمد جعفری، بہادر شاہ ظفر اور انکا عہد، ص: ۸۵۴)

☆ مولانا فضل حق مجلس علماء کے صدر نشین تھے، علم و فضل میں اپنی مثال آپ تھے۔ علوم معقول اور عربی شعر و ادب میں انکا کوئی نظیر نہ تھا۔ اصحاب علم و فضل اور ارباب شعر و ادب دور دور سے اپنی تصنیفات و منظومات انکی خدمت میں ارسال کرتے تھے۔ نامور علماء اپنی تصنیفات پر ان سے تقاریظ لکھاتے تھے۔ اس دور میں جو فتوے جاری ہوئے ہیں ان پر مولانا فضل حق کے دستخط ثبت ہیں۔

(پروفیسر ایوب قادری، مولانا فضل حق خیر آبادی، دور ملازمت۔ بحوالہ مجموعہ مقالات از فضل قرشی، ص: ۲۵-۲۶)

☆ مولوی فضل حق خیر آبادی، عمری حنفی ماتریدی چشتی۔۔۔ قرآن مجید در چہار ماہ یاد گرفتہ، و فراغ علمی بعمر سیزدہ سالگی حاصل نمود۔۔۔ در علوم منطق و حکمت و فلسفہ و ادب و کلام و اصول و شعر فائق الاقران، و استحضارے فوق البیان داشت۔ نظمیں زائد بر چہار ہزار اشعار خواہد بود۔ از بلاد بعیدہ طلبہ علوم آمدہ از و مستفیدی شدند۔۔۔ ترجمہ:

مولوی فضل حق خیر آبادی، عمری، حنفی، ماتریدی، چشتی۔۔۔ قرآن مجید چار ماہ میں

حفظ کر لیا۔ تیرہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔۔۔ علوم منطق، حکمت، فلسفہ، ادب، کلام، اصول اور شاعری میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز اور اعلیٰ قابلیت رکھتے تھے۔ انکی نظم چار ہزار اشعار سے زیادہ پر مشتمل ہوگی۔ دور دور کے شہروں سے طلبہ آتے اور ان سے مستفید ہوتے۔

(ہمعصر مورخ مولوی رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند۔ ص: ۱۶۴، ۱۶۵)

☆ بڑے عالم فاضل، فقیہ، محدث خصوصاً علم و ادب و لغت و حکمت و فلسفہ میں گویا امام و شیخ و رئیس تھے۔۔۔۔۔ عربی و فارسی میں نظم لائق اور نثر فائق کہتے تھے۔
(فقیر محمد جہلمی، حدائق الحنفیہ، ص: ۳۷۴)

☆ مولانا فضل حق حافظ قرآن اور عالم باعمل بزرگ تھے۔ مولانا کا خاندان قبحر علماء و فضلاء کا خاندان تھا۔ انکے اجداد اس بر صغیر کے نامی گرامی باوقار بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ جنکے فضائل و برکات سے ہند کا چپہ چپہ فیض یاب ہوا۔ مولانا اپنے عہد کے کامل ادیب اور پرگو شاعر تھے۔ وہ زیادہ تر عربی اور فارسی میں لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ انکے عربی فارسی اشعار کے دفاتر کے علاوہ عربی زبان میں سینکڑوں قصائد موجود ہیں۔
(عشرت رحمانی: ۱۸۵۷ء کے مسلمان مجاہد، ص: ۷۵)

☆ مولانا ویسے تو علم و فضل کا دریا تھے۔ لیکن عربی ادب اور معقول میں انکا درجہ بہت بلند تھا۔

(غلام رسول مہر، ۱۸۵۷ء کے مجاہد، ص: ۲۱۲)

☆ سلسلہ خیر آباد کے حلقہ زریں مولانا فضل حق (۱۷۹۷ء-۱۸۶۱ء) معقولات اور

عربی ادب کے استاد تھے۔ بلکہ معقولات میں تو آخری دور کے امام مانے جاتے ہیں۔
حاضر دماغ اور مشتاق مدرس تھے۔

(افضل حق قرشی: علامہ فضل حق خیر آبادی اور جہادِ آزادی، ص: ۱۱)

☆ وہ بڑے روشن دماغ، ذہین، عالی ہمت اور رحمدل تھے۔

(خورشید مصطفیٰ رضوی: جنگِ آزادی اٹھارہ سو ستاون، ص: ۴۵۸)

☆ مولوی فضل حق فاضلِ بے عدیل تھے۔

(ابوالکلام آزاد، آبِ حیات، ص: ۴۶۱)

☆ میں نے ایسا خوش تقریر انسان عمر بھر نہیں دیکھا۔

(والدِ ابوالکلام آزاد، بحوالہ رئیس احمد جعفری: بہادر شاہ ظفر اور انکا عہد، ص: ۸۶۹)

☆ انکے پیروکار ہندوستان میں ہر جگہ پھیلے ہوئے تھے۔

(ضامن علی خان، جنگِ آزادی کے مسلم مجاہدین، ص: ۲۵۳)

☆ انقلابِ سن ستاون سے پہلے دہلی کی ادبی فضا جن عناصرِ اربعہ سے ترتیب پارہی تھی۔ وہ یہی چار ہستیاں تھیں۔ مولانا فضل حق خیر آبادی، مفتی صدر الدین آزاد، مرزا غالب اور حکیم مومن۔

(نادم سینٹاپوری: غالب نام آورم، ص: ۸۱)

☆ اگرچہ اردو میں شعر نہیں کہتے تھے لیکن نقاد کی حیثیت سے آپ کی رائے سند کا درجہ

رکھتی تھی۔

(الہام شہید آزادی ایڈیشن، ص: ۱۳۲، بحوالہ روزنامہ جنگ، ۱۸ جنوری ۱۹۸۳ء)

☆ مولانا فضل حق خیر آبادی نابغہ روزگار تھے، اور مختلف الانواع اور پہلودار شخصیت کے مالک تھے۔ وہ جہان علم و دانش اور فلسفہ و حکمت کے بحر بے کنار تھے۔ گلستان شعر و ادب کی نسیم و بہار بھی تھے۔ وہ علوم عقلی و نقلی کے ساتھ ساتھ، علوم طریقت و ولایت کے رازدار بھی تھے۔

(ڈاکٹر الف۔ د۔ نسیم؛ مولانا فضل حق کی پہلودار شخصیت: الہام، ص: ۱۱۰)

☆ علوم عقلیہ میں ریاضی کے سوا سلف کی یادگار ہیں۔ عربی ادب میں ابوالحسن اخفش جیسے ہیں، انکی نثر مقامات حریری سے اور نظم دیوانِ منتہی سے ممتاز ہے۔۔۔۔۔ علاوہ علم کے جرأت و تہوری بھی رکھتے ہیں۔

(مولوی عبدالقادر: علم و عمل، ۱/۲۵۵)

☆ فضل و کمال و علمی حیثیت سے علامہ جس قدر و منزلت کے شخص تھے۔ اسکی نظیر ہندوستان میں مشکل سے ملے گی۔ علوم معقول کے تو امام تھے ہی، علم ادب جو عربیت کا بڑا جوہر ہے اس میں وہ کمال پایا کہ عرب کے معاصر شعراء سے گویا سبقت لے گئے۔ علامہ کو عربی نظم پر بڑی قدرت حاصل تھی۔ چار ہزار سے زائد اشعار کہے۔۔۔۔۔ علامہ عربی کے سوا فارسی میں بھی فکر سخن کرتے تھے۔ فرقتی تخلص تھا۔

(مفتی انتظام اللہ شہابی: غدر کے چند علماء، ص: ۳۶)

☆ واضح ہو کہ یہ (مولوی فضل حق صاحب) فاضل اجل، بڑا عالم ہندوستان میں

ہے اس سے صد ہا لوگوں کو فیض ہوا ہے اور صد ہا فاضل اسکے شاگردوں میں ہیں، علوم عربیہ میں اس شخص کو بڑا رتبہ حاصل ہے، خصوصاً علم منطق اور فلسفہ اسکے خدمتگاروں کو یاد ہے، پھر انکا کیا کہنا، میری زبان میں کہاں طلاقت اور قلم میں طاقت کہ اسکی تعریف لکھوں یا کچھ کہوں۔۔۔۔۔ قصائد انکے زبان عربی اور فارسی کے مشہور و معروف ہیں۔ نثر عبارت اس طرح کی لکھتے ہیں کہ اچھے عرب کو انکے مقابلہ کی طاقت نہیں۔

(ہمعصر مورخ مولوی کریم الدین پانی پتی: تذکرہ فرائد الدھر، ص: ۴۰۶-۴۰۷)

☆ علامہ فضل حق خیر آبادی حاذق ترین مناظر اور اپنے زمانہ کے بڑے اصولی تھے وہ اپنے دور کے اچھے شاعر اور عربی کے بڑے ادیب تھے۔

(تلمیذ علامہ محمد حسن بن یحییٰ نزہتی: الیانح الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی، ص: ۷۵)

☆ جو کچھ چھپا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف برصغیر بلکہ عرب کے معاصرین شعراء سے بازی لے گئے تھے۔

(”خیال“ سن ستاون نمبر، ص: ۲۶۲)

☆ مولانا فضل امام کے جانشین، صاحبزادہ اور شاگرد مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی تھے، جنکے دم عیسوی نے معقولات میں روح پھونگی کہ ابن سینائے وقت مشہور ہوئے۔ دیار اطراف سے طلبہ نے انکی طرف رجوع کیا اور منطق و فلسفہ کو نئے طور سے ملک میں رواج دیا۔

(سلیمان ندوی: حیاتِ شبلی، ص: ۲۲، ۲۳)

☆ علامہ فضل حق بن فضل امام خیر آبادی وہ بڑے عالموں میں سے تھے، اعلیٰ علوم

ادب اور لغت میں بلاشبہ شیخ رئیس (بوعلی سینا) کی مثل تھے۔
(محمد حسین خان شاہجہان پوری: ریاض الفردوس، ص: ۱۴۰/۱)

☆ آپ کی علمی و ادبی زندگی دیکھ کر بوعلی سینا، غزالی، رازی، ابوحنیفہ کی یاد تازہ ہوتی

ہے۔

(علامہ مشتاق احمد نظامی: خون کے آنسو، ص: ۶۰)

☆ مولوی فضل حق نے مختلف علوم میں خاص مرتبہ حاصل کیا تھا، یقیناً فن منطق میں
ان کا علمی سرمایہ اجتہاد کے درجہ تک پہنچا ہوا تھا۔

(خلیق احمد نظامی: ۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامہ)

☆ علامہ فضل حق خیر آبادی افلاطون و سقراط و بقراط کی غلطیوں کی تصحیح کرنے والے

تھے۔

(جعفر تھانیسری، حیات سید احمد شہید، ص: ۳۰۴)

☆ قصائد غرا آپ کے امراء القیس اور لبید کے قصائد پر فوقیت رکھتے ہیں، نظم و نثر میں

آپ کو اس قدر مہارت تھی کہ بلا مبالغہ شاید سلف و خلف میں چند آدمی آپ کے ہم پلہ ہوئے ہوں

گے۔

(روضۃ الادباء، ص: ۱۴۸)

☆ أحذق الناضرة والأدباء في زمانه - ص: ۲۴۵/۳

☆ وصار بارعاً في علم المنطق والحكمة والفلسفة والعربية

والكلام والأصول والشعر — — — كان إمام وقته في العلوم الحكيمة
والفلسفية بلامدافع — وله نظم رائع وشعر فائق — ص: ٢٥٣، ٢٥٤
وكم له من قصائد وأشعار عارض بها الحريري والبديع وأتى
فيها بكل لفظ لطيف ومعنى بديع، لولا أنه أكثر فيها من التجنيس
والاشتقاق والألفاظ الحوشية بلا خوف — ص: ٣٢٤/١
(صديق بن حسن قنوجي: أجد العلوم)

☆ الشيخ الإمام العالم الكبير العلامة فضل حق — — — أحد
الأساتذة المشهورين، لم يكن له نظير في زمانه في الفنون الحكيمة
والعلوم العربية — — — وفاق أهل زمانه في الخلاف والجدل
والميزان والحكمة واللغة وقرض الشعر وغيرها، ونظمه يزيد على
أربعة آلاف شعر — — — اتته الطلبة للاشتغال عليه من بلاد بعيدة
فدرس وأفاد وألف وأجاد — وله شعر فائق — — —
(عبدالحی لکھنوی: نزہۃ الخواطر، ص: ٣٤٥/٤)

☆ عالم من العلماء الربانيين المجاهدين في شبه القارة ورأس
ثوارها المناضلين ضد الاحتلال البريطاني؛ وهو الشيخ المجاهد فضل
حق الخير آبادي، رحمه الله، والذي كان يتصدر للإقراء في جامع دهلي
وكان يعتبر أستاذاً وشيخاً لأهل شبه القارة جميعهم، وينتهي إليه
السند في المعقولات والمنقولات في هذه الديار، وقد كان الشيخ من
أعدى أعداء الاستعمار البريطاني الغاشم، فقاد الثورة التي قامت في
وجه الإنجليز في سنة ١٨٥٧م — فنفاه الإنجليز إلى جزائر اندمان

ومات فی المنفی، وله شعر رصین وکتب حسان لعربیة -
 الشیخ فضل حق الخیر آبادی الزعیم المناضل والعالم الألمعی
 والشاعر النابغة -

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، مقدمہ دیوان فیض، ص: ۳۳، ۳۹

☆ He was really a gifted Allama and Doctor of law and literature; he was also a thinker and a philoopher.....p.389.

In fact he was a leading philosopher of the Indian Revolution of 1857; and through his philosophy he gave the movement life and strength. (Mahdi Hussain: Bahadur Shah II & the war of 1857.)

☆ اللہ اللہ، ہمارا معاشرہ بھی کیا منبع علم و تہذیب تھا۔ اس میں جسے دیکھو آسمان فضیلت کا ماہتاب و آفتاب پاؤ گے۔ یہ وہ لوگ تھے جو جامع کمالات تھے۔ یک فنے نہ تھے اطراف علم پر حاوی تھے۔ کمال میں دریا کی مانند وسیع مگر قلب میں تواضع کا وہ رنگ کہ خود کو قطرۂ آشنا سمجھتے تھے۔ ایک شخص قلم علم، اقلیم ہنر۔ انکی زندگیاں بھرپور تھیں۔ وہ پورے آدمی ہوتے تھے۔ مکتب بھی، مدرسہ بھی، خانقاہ بھی، قلم بھی اور سیف بھی مگر ہائے زمانے نے وہ بساط الٹ ڈالی۔ وہ بزرگ تو کہاں سے آئیں گے، اب انکی منزلت جاننے والے بھی گم ہیں۔۔۔۔۔ بہر حال علامہ فضل حق خیر آبادی بھی ان عالی مقام بزرگوں میں سے ایک تھے۔

(اقتباس از مولانا فضل حق خیر آبادی، سراپا فضل، سراپا حق، سراپا خیر:

ڈاکٹر سید محمد عبداللہ سابق پرنسپل اور نیشنل کالج پنجاب یونیورسٹی، لاہور
شہید آزادی ایڈیشن ہفت روزہ ”الہام“ بہاولپور، ص: ۲۹)

☆ جب تک فضل حق شامل نہ ہو انسان مولانا فضل حق کے مرتبہ سے آگاہ نہیں ہو سکتا۔

(پروفیسر یوسف سلیم چشتی، مقدمہ شرح دیوان غالب، ص: ۱۶۱، ۱۶۲، بحوالہ: باغی ہندوستان، ص: ۴۰۵)۔

☆ فضل انکے کفن میں مکفون اور علم انکے ساتھ مدفون ہو گیا۔
(عبداللہ بلگرامی، مقدمہ ہدیہ سعیدیہ)۔

4.12- علامہ معترضین کی نظر میں:

نواب صدیق حسن خان قنوجی (۱۲۴۸-۱۳۰۷ھ / ۱۸۳۲-۱۸۸۹ء) وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علامہ محمد فضل حق خیر آبادی پر اعتراضات کیے، نواب صاحب نے زمانہ طالب علمی میں علامہ کو دہلی میں دو مرتبہ دیکھا اسکا ذکر انہوں نے اپنی تصنیفات میں کیا، اپنی مشہور کتاب ابجد العلوم میں لکھتے ہیں:

وقد رأيت الشيخ فضل بدھلی زمان الطالب وهو كهل في
المسجد الجامع وقد أتى هناك لصلاة الجمعة وزيه زى الأمراء دون
العلماء۔۔۔۔۔ رده على الشيخ الحافظ الواعظ المحدث الأصولي
الحاج الغازي الشهيد محمد اسماعيل الدهلوي۔۔۔۔۔

یعنی میں نے شیخ فضل حق کو اپنی طالب علمی کے زمانہ میں جامع مسجد دہلی میں دیکھا تھا اس وقت انکی عمر پچاس برس سے کم تھی، اور وہاں وہ جمعہ کی نماز کیلئے آئے تھے۔ انکا لباس علماء کا نہیں بلکہ امرا کا تھا۔۔۔ انہوں (علامہ) نے حافظ واعظ محدث اصولی الحاج غازی شہید محمد اسماعیل دہلوی کا رد کیا۔

خیال رہے کہ اس وقت نواب صاحب کی عمر زیادہ سے زیادہ پندرہ برس تھی اسلئے کہ انہوں نے علامہ کو گھل لکھا ہے گھل اس شخص کو کہتے ہیں جسکی عمر تیس سال سے متجاوز اور پچاس سے کم ہو اور یہ کہ نواب صاحب علامہ خیر آبادی سے عمر میں پینتیس برس چھوٹے تھے۔

نواب صاحب اپنی دوسری کتاب ”تاریخ قنوج“^۱ میں لکھتے ہیں:

فقیر صحبت ایشاں رادر دہلی بدولت خانہ حضرت استاد یافتم۔ باوجود آں علم و کمال و دستگاہ قوی در علم و حکمت و فلسفہ و ریاضی و عربیت و ادب و لغت از حسن اخلاق و تواضع عالمانہ بسیار دور بودند۔ مزاج ایشاں امیرانہ بود، و توجہ بعیش و عشرت و تفاخر در لباس غیر مشروع و بازی نزد و شطرنج و غیرہ بسیار بود۔ دیدم کہ زیش بالا کشیدہ اند و خلعت شاہانہ، ایشاں اند کہ بامولانا محمد اسماعیل شہید بعد انتقال شاں مناظرہ کردند و بہ تر دید کتب مؤلفہ شاں و تزییف کلام شاں و تنقیص مرتبت شاں بہ قرار دادن اعتقاد شاں خلاف علمائے وقت بزعم خود پر داختند۔

ترجمہ: فقیر (نواب صدیق حسن) کو انکی صحبت دہلی میں حضرت استاد کے مکان پر نصیب ہوئی۔ اس قدر علم و کمال اور علم و حکمت اور فلسفہ، ریاضی، عربی، ادب اور لغت میں اتنی دستگاہ ہونے کے باوجود حسن اخلاق اور عالمانہ تواضع سے بہت دور تھے۔ انکا مزاج

۱۔ یعنی اس وقت انکی عمر (۵۰-۳۵) = ۱۵ سال ہوئی۔

۲۔ نواب صاحب کی اس کتاب کا مسودہ علیگزہ یونیورسٹی میں ہے ملاحظہ ہو کراچی سے نکلنے والے جون، جولائی ۱۹۷۳ء کے ”سرخس“ ۳۵، پڑا کٹر ایوب قادری کا مقالہ ”تاریخ قنوج تعارف و اقتباسات“۔

امیرانہ تھا۔ انکی توجہ عیش و عشرت کی جانب تھی اور غیر شرعی لباس اور نرد اور شطرنج کی کھیلوں میں بے حد فخر محسوس کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ داڑھی چمھی ہوئی اور لباس شاہانہ ہے۔ وہ (ایسے) ہیں کہ مولانا محمد اسماعیل شہید سے انکے انتقال کے بعد مناظرہ کیا۔ انکی تالیف کردہ کتابوں کی تردید، انکے کلام کو کمزور کرنے، اور ان کے مرتبہ شان کو کم کرنے میں مصروف ہوئے اور اپنے خیال میں یہ بیان کیا کہ ان کے عقائد علمائے وقت کے خلاف تھے۔

ان اعتراضات میں ہمارے سامنے ایک جانب نواب صاحب کی علامہ کے اخلاق کے بارے میں رائے ہے اور دوسری جانب علامہ کے معاصرین سے روابط اور انکے گرد علماء فضلاء شعراء ادباء اور تلامذہ کا ہجوم اور اس وقت کی یادگار محافل و مجالس کے تذکرے ہیں، ایک طرف خبر واحد اور دوسری طرف تواثر ہے، دونوں میں مکمل تضاد ہے، اسلئے کہ حسن اخلاق سے عاری و بعید شخص کے احوال تو اسکے برعکس ہونے چاہئیں، تو معلوم ہوا کہ نواب صاحب کے پیش نظر اپنی صغریٰ اور زمانہ طالب علمی کی یہ اتفاقی ملاقاتیں ہیں علامہ کی اصل شخصیت اور مکمل سوانح نہیں۔

نواب صدیق حسن قنوجی کو علامہ کے لباس پر بھی بڑا اعتراض ہے انکا کہنا ہے کہ علامہ خیر آبادی علماء کا سالباس نہ پہنتے تھے، غیر شرعی اور شاہانہ لباس پہنتے تھے۔ نواب صاحب نے بات پوری واضح نہیں کی کہ علماء کا لباس یا شرعی لباس کس کو کہتے ہیں، کیونکہ شریعت نے نہ تو صرف کچھ اصول اور حدود مقرر کرنے کے بعد باقی کو مباح قرار دیا ہے، کسی مخصوص لباس کو شرعی لباس قرار نہیں دیا۔ البتہ لباس تقویٰ (ایمان، حیا، نیک خصلتیں، اعمال صالحہ) اور تواضع و سادگی کو بہتر بتلایا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ نواب صاحب نے شاہانہ لباس کو غیر شرعی اور لباس علماء سے برعکس تعبیر کیا ہے۔ مگر وہ بھول گئے کہ شریعت میں یہ بھی

انتقال کے بعد مناظرہ کرنے کی بات بھی عجائب میں سے ہے، خیال رہے یہ سلسلہ تقویت الایمان کی تالیف کے فوراً بعد شروع ہو گیا تھا، پچھلے صفحات میں امتناع نظیر النبی میں ص ۸۳ تا ۹۳ پر ملاحظہ کیجئے۔

فرمایا گیا ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ----- (الأعراف: ۳۲)

تم فرماؤ کس نے حرام کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کیلئے نکالی۔

يَبْنِيْ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ----- (الأعراف: ۳۱)

اے آدم کی اولاد اپنی زینت کو جب مسجد میں جاؤ۔

يَبْنِيْ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِيْ سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا ط

وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَيْرٌ----- (الأعراف: ۲۶)

اے آدم کی اولاد بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اتارا کہ تمہاری شرم کی

چیزیں چھپائے اور ایک وہ کہ تمہاری آرائش ہو اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بھلا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ اسکی نعمت کا اثر بندہ پر ظاہر ہو۔ (ترمذی شریف)

ابوالاحوص روایت کرتے ہیں کہ انکے والد کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی

خدمت میں حاضر ہوا اور میرے کپڑے گھٹیا تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے

پاس مال نہیں ہے؟ میں نے عرض کی ہاں ہے، فرمایا کس قسم کا مال ہے؟ میں نے عرض

کی: خدا کا دیا ہوا ہر قسم کا مال ہے، اونٹ، گائے، بکریاں، گھوڑے، غلام، فرمایا جب خدا نے

تمہیں مال دیا ہے تو اسکی نعمت و کرامت کا اثر تم پر دکھائی دینا چاہیے۔ (مسند امام احمد و نسائی

شریف)

علامہ فضل حق خیر آبادی تو صاحب دو تین تھے انہوں نے آنکھ کھلتے ہی اپنے

ارد گرد علم و فضل اور امارت و ریاست کو جلوہ گرد یکھا اور تاحیات یہی سلسلہ رہا۔

حاصل یہ کہ شایان شان لباس پہننا شریعت سے ہٹنا نہیں بلکہ تحدیثِ نعمت ہے۔

حکیم سید محمود احمد برکاتی نے ان اعتراضات کا بڑا تفصیلی جائزہ لیا ہے، اسی ضمن میں وہ لکھتے

ہیں:

”ہم نے امام الائمہ ابو حنیفہ، امام ابن تیمیہ، شاہ ولی اللہ وغیرہ متعدد اکابر و ائمہ

کے متعلق پڑھا ہے کہ وہ نہ صرف صاف ستھرا بلکہ اعلیٰ درجے کا لباس پہنتے تھے۔ خود نواب صدیق حسن خان کے متعلق متعدد ثقہ حضرات سے لباس کے اہتمام اور غیر شرعی اسباب زینت پر توجہ کے متعلق سنا ہے اور انکی جو تصویر نظر سے گزری ہے اس میں وہ زینتی علماء کے بجائے زینتی امرا میں نظر آتے ہیں۔۔۔۔ اور شاہ اسماعیل کے لباس کے متعلق تو جعفر تھانیسریؒ نے لکھا ہے کہ وہ ہمہ سپاہیانہ وضع رکھتے تھے۔ گلے میں الخالک اور چست پاجامہ، سر پر پچیدہ عمامہ اور گلے میں تلوار جمائل کئے رہتے تھے۔“ ۳

پروفیسر ایوب قادری نے علامہ کے بارے میں ایک مضمون لکھا، جس کا عنوان تھا: ”مولانا فضل حق خیر آبادی کو انگریزی لباس اور طرز سے نفرت تھی۔“ ۴

نواب صدیق حسن صاحب کو علامہ خیر آبادی کی جو بات سب سے زیادہ ناگوار گزری اور جس کا انہوں نے پوری طرح احاطہ کیا ہے وہ یہ تھی کہ علامہ نے مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب ”تقویت الایمان“ کی وہ عبارات جو شانِ مصطفویٰ کے منافی ہیں ان پر اعتراض میں پہل کی اور انکا بھرپور رد کیا ہے۔ اسی لئے نواب صاحب لکھتے ہیں کہ علامہ نے مولوی اسماعیل صاحب سے مناظرت و منازعت کی، انکی کتابوں کی تردید کی، انکے کلام میں کھوٹ نکالا اور انکے مرتبے کو گھٹایا۔۔۔۔۔

علامہ خیر آبادی پر ہونے والے تمام اعتراضات کا عمیق مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کی ان عبارات کا رد، یہ علامہ کا وہ جرم ہے جسکی وجہ سے دیگر تمام

اخیال رہے کہ علامہ کے زمانہ میں تصویر کے رواج اور انکے معاصر حضرات غالب، بہادر شاہ ظفر اور سر سید احمد خان وغیرہ کی تصاویر اور علامہ کی ممتاز حیثیت کے پیش نظر ہم نے علامہ کی تصویر ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی مگر سچی بیسار کے باوجود انکی تصویر نہیں ملی، قرین قیاس ہے علامہ نے تصویر اتروائی ہی نہیں۔

۳ سوانح احمدی، حیات سید احمد شہید، ص: ۳۱۰

۴ فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون، ص: ۱۰۷

۵ دیکھئے روزنامہ حریت، کراچی، ۹ جولائی ۱۹۷۷ء۔

۱۵۔ ۱۵۵۵۲۵۳۲۳، ص: ۲۵۵۵۲۵۳۲۳

اعتراضات کی ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ ہر وہ شخص جسکے نزدیک علامہ مولوی صاحب کے اس سلسلہ میں مجرم ہیں اس نے ابجد العلوم وغیرہ کے انہیں الفاظ و معانی کو دہرایا ہے اور مقدور بھر اضافہ بھی کیا ہے۔

چنانچہ نواب صاحب کے بعد جب جناب عبدالحی صاحب (ف ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۷ء) نے، جنکی علامہ خیر آبادی سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی، ان پر نزہۃ الخواطر میں قلم اٹھایا تو انہوں نے ابجد العلوم میں کئے گئے اعتراضات و تنقیصی کلمات کو من و عن نقل کیا اور پھر کچھ اضافہ بھی کیا اور لکھا: ”وہ (علامہ) مزامیر سننے اور مجالس رقص میں شرکت اور دوسری ممنوع باتوں سے بھی پرہیز نہیں کرتے تھے۔“^۱

جناب عبدالحی صاحب کا یہ اضافہ دراصل انکے سفر نامے ”دہلی اور اسکے اطراف“ صفحہ ۳۱ پر موجود اس روایت کی تلخیص ہے جو انہوں نے علامہ کے مخالف مکتبہ فکر کے ایک بڑے نام میاں سید نذیر حسین سے سنی، جس کا کہیں اور ذکر نہیں ملتا۔ جو تہجد کے پابند علامہ خیر آبادی پر یقیناً ایک تہمت ہے۔ حکیم سید محمود احمد برکاتی نے بھی اس داستان کو من گھڑت ثابت کیا ہے۔^۲

انکے علاوہ باقی تمام معترضین غیر معاصر ہیں۔ انکے اعتراضات انہیں مذکورہ بالا حضرات سے نقل کردہ ہیں، یا بلا دلیل و حوالہ ہیں اور سوائے چند من و عن، بلا تحقیق نقل کرنے والوں کے باقی تمام^۳ کا تعلق اسی مکتب فکر سے ہے جو شاہ اسماعیل دہلوی کا حامی اور محب

انزہۃ الخواطر، ص: ۳۷۵/۷

۲۔ فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون، ص: ۱۲۱ تا ۱۲۲

۳۔ جیسے مرزا حیرت دہلوی، حیات طیبہ، ص: ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۳۳، منشی محمد جعفر تھانیسری: سیرت سید احمد شہید، ص: ۳۰۴، ۳۰۵، غلام رسول مہر: ۱۸۵۷ء کے مجاہد، ص: ۲۰۳، پیام شاہجہان پوری: ۱۸۵۷ء کے مجاہد، ص: ۱۳۳ تا ۱۳۸، سید محمد میاں: علماء ہند کا شاندار ماضی، ص: ۴۴۲/۴، ڈاکٹر جمیل احمد: حرکت التالیف باللغة العربیہ، ص: ۱۹۳، افضل حق قرشی، مولانا فضل حق خیر آبادی، ص: ۱۵۲، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۶۳، اور علامہ فضل حق خیر آبادی اور جہاد آزادی، ص: ۱۲، ۵۹، ۷۰ تا ۷۱، سعید الرحمن علوی: غلامہ فضل حق خیر آبادی اور جہاد آزادی، ص: ۶ تا ۸۔ اور شاہ اسماعیل اور انکے ناقد از اخلاق حسین قاسمی، ص: ۱۵، ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری، علامہ فضل حق خیر آبادی اور جہاد آزادی، ص: ۱۷۴، و دیگر حضرات۔

ہے اور جنگے نزدیک شاہ صاحب کی مدح کا حق صرف اسی صورت میں ادا ہوتا ہے کہ ساتھ علامہ خیر آبادی کی تنقیص کی جائے۔

علامہ فضل حق خیر آبادی کی سیاسی زندگی پر اعتراضات کا سلسلہ پوری ایک صد کے بعد شروع ہوا، ان اعتراضات کی بہت کچھ حقیقت تو مقدمے ہی میں کھول دی گئی ہے مزید کیلئے آئندہ صفحات میں علامہ کے سیاسی احوال ملاحظہ کیجئے۔

باب 5

سیاستی احوال

5.1- ایسٹ انڈیا کمپنی میں ملازمت اور استعفیٰ

علامہ فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عملی زندگی کا آغاز ایسٹ انڈیا کمپنی میں ملازمت سے کیا یہیں سے انکی سیاسی سرگرمیوں کی ابتدا ہوئی جو تاحیات جاری رہیں۔ علامہ فضل حق انیس سال کی عمر میں ۱۲۳۱ھ/۱۸۱۶ء سے کچھ قبل عدالت دیوانی میں سررشتہ دار (کچہری چیف) مقرر ہوئے۔ مرزا حیرت لکھتے ہیں کہ ”اس سررشتہ داری میں انہیں وہ دبدبہ اور قوت و شوکت حاصل تھی جو اس زمانے میں ڈپٹی کمشنر کو ہے۔ آپکے مکان پر اہل مقدمہ کا دربار لگا رہتا تھا اور زندگی نہایت عزت و احترام سے بسر ہوتی تھی۔“ تقریباً سولہ سال تک یہ ملازمت جاری رہی اور پینتیس سال کی عمر میں ۱۲۴۵ھ/۱۸۳۱ء کو اس ملازمت سے مستعفی ہو گئے۔

5.2- علامہ ایسٹ انڈیا کمپنی اور انگریزوں سے

متنفر اور انکے مخالف تھے:

علامہ فضل حق خیر آبادی انگریزوں سے متنفر اور انکے شدید مخالف تھے۔ میدان سیاست میں انکی آمد کی وجہ یہی انگریز دشمنی اور ناپسندیدگی تھی۔ جسکے ثبوت انکی مختصر سوانح حیات میں بہت جگہ ملتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے:

۱- ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت سے استعفیٰ کی وجہ یہی انگریز دشمنی اور نفرت تھی۔ اس ملازمت کے دوران انہیں انگریز کی تسلط اور انکی نااہلی، ستم شعاری، مکاری، اور ہندوستان اور ہندوستانیوں کیلئے انکی نفرت و حقارت کے جذبات کے حقیقی تجزیے کا موقع ملا۔ اور وہ ان سے بیزار اور متنفر ہوتے چلے گئے تا آنکہ مستعفی ہو گئے۔

حکیم سید محمود احمد برکاتی لکھتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ ”یہ ملازمت ناپسند ہونے

کے باوجود والد ماجد کے حکم اور خواہش کی سعادت مندانہ تعمیل تھی۔۔۔۔۔ اور والد ماجد کی طرف سے ترک ملازمت کی اجازت نہ ملتی تھی۔ غالباً اسی لیے انکی رحلت ۵/۱۲/۱۸۲۹ء کے تھوڑے عرصے بعد ۱۲۳۵ھ/۱۸۳۱ء میں مستعفی ہو گئے۔“

۲۔ آغاز ملازمت کے تین چار سال بعد کا تحریر کردہ (یعنی ۱۲۳۴ھ/۱۸۱۸ء کا) علامہ کا اپنے والد صاحب کے نام عربی زبان میں ایک خط دستیاب ہے جس میں اس ملازمت سے بیزاری کا اظہار واضح طور پر ملتا ہے، لکھتے ہیں:

هذا والمملوك بفضل ربه في رفاع حالٍ وفراغ بالٍ، لا يشتكي
وصباً ولا يلتقي نصيباً، غير ما في الخدمة من المحنة والمهنة، فانه
يظل واقفاً بين يدي الحاكم وينسخ احكامه التي حقها أن ينسخ في رد
النظام، والذي نفسي بيده لو لا خشية العار ومظنة الشنار لا رتحت
من هذه الديار إلى غيرها من الأمصار، ولا تخذت التوكل معاشاً۔^۱
ترجمہ: ”میں خدا کے فضل و کرم سے خوشحال اور مطمئن ہوں، مگر ملازمت میں ذلت و خواری
بہت ہے۔ حاکم کے سامنے مستقل حاضر ہنا پڑتا ہے اور اسکے وہ احکام املا کرنا ہوتے ہیں
جو قابل قبول نہیں ہوتے قسم خدا کی اگر مجھے رسوائی کی شرم نہ ہوتی تو کبھی کا کہیں اور منتقل
ہو جاتا اور متوکلانہ زندگی بسر کرتا۔“

۳۔ مفتی انتظام اللہ شہابی درج کرتے ہیں: مولانا نے حکام کا طریقہ خلاف مرضی پایا
مستعفی ہو گئے۔ ۳۔

۴۔ مرزا اسد اللہ خان غالب جنکے ساتھ علامہ کے گہرے علمی و ادبی روابط ہونے کے
علاوہ دوستانہ مراسم بھی تھے، انہوں نے ۳۱ جنوری ۱۸۳۲ء کو مدیر ”آئینہ سکندری“ کلکتہ
کے نام ایک مکتوب روانہ کیا، اور علامہ کے ملازمت کمپنی سے استعفی کے واقعہ پر اپنے

^۱ فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون، ص: ۲۱۰

^۲ علامہ کی اصل قلمی بیاض (مملوکہ حکیم سید محمود احمد برکاتی، کراچی) ص: ۱۳۰

^۳ ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء، ص: ۵۳۰

تاثرات اور جذبات کا کچھ یوں اظہار کیا:

”بے تمیزی و قدر ناشناسی حکام رنگ آں ریخت کہ فاضل بے نظیر و المعنی یگانہ

مولوی حافظ فضل حق از سر رشتہ داری عدالتِ دہلی استعفاء کردہ - خود را از رنگ و عار و اربابند -

حقا کہ از پایہ علم و فضل و دانش و کنش مولوی فضل حق آن مایہ بکاہند - کہ از صد یک و اماند باز -

آں پایہ را بسر رشتہ داری عدالت دیوانی سنجند ایں عہدہ دوں مرتبہ وے خواہد بود۔^۱

ترجمہ: حکام فرنگ کی بے تمیزی اور قدر ناشناسی نے یہ رنگ دکھایا کہ فاضل بے نظیر و المعنی

یگانہ مولوی حافظ فضل حق نے عدالتِ دہلی کی سر رشتہ داری سے استعفاء دیکر رنگ و عار سے

نجات پائی۔ واقعہ یہ ہے اگر مولانا کے علم و فضل کے ایک فی صدی کا عدالتِ دیوانی کی سر

رشتہ داری سے موازنہ کریں تو اس عہدہ کا پلہ ہلکا نکلے گا۔

حکیم سید محمود احمد برکاتی ایک حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: کہ

”غالب نے اس خط میں فرنگی حکومت کے متعلق جس طرح کے الفاظ استعمال کیے ہیں

ویسے کہیں اور نہیں کیے، اسلئے اگر ہم مولانا سے مرزا غالب کے مراسم اخوت و اتحاد کے

پیش نظر انہیں مولانا کے جذبات و تاثرات تصور کریں تو بے جا نہ ہوگا۔“^۲

۵۔ علامہ کے اشہر تلامذہ میں ایک نام نور الحسن کاندھلوی کا ہے۔ یہ ۲۴ جنوری ۱۸۴۶ء

کو دیوبند ضلع سہارنپور کے تحصیلدار مقرر ہوئے۔ دوران ملازمت بعض خلاف طبیعت امور

برداشت نہ کر سکے اور مستعفی ہو گئے۔ اس پر علامہ فضل حق نے انہیں ایک خط روانہ کیا، جس

میں مولوی نور الحسن کاندھلوی صاحب کی دلجوئی و حوصلہ افزائی کی ہے اور غیرتِ دین کی بنا پر

ترکِ ملازمت پر اظہار خوشی کیا ہے:

بدریافت قطع کردن آں اعز سلسلہ روزگارِ ختمیت دین بغایت مسرور شدم، بفضل

رزاق مطلق روزی بسیار است۔ ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب در مظفرنگر و غیرہ اضلاع روزگار

ایش آجک جس: ۲۵۵، ۲۵۶

۱۔ فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون جس: ۲۲۰

صورت می بندو، نظر بر شانِ رزاقی باید داشت۔^۱

ترجمہ: دینی غیرت کی بنا پر اس معزز سلسلہ روزگار کے ختم کرنے کی اطلاع پر میں انتہائی خوش ہوا، رزاق مطلق جل شانہ کے فضل سے روزگار بہت ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب مظفر نگر اور دوسرے اضلاع میں روزگار کی صورت بن جائے گی، اللہ تعالیٰ کی شانِ رزاقی پر نظر رکھنی چاہیے۔

۶۔ عشرت رحمانی اپنے دادا نواب احمد یار خاں کے حوالے سے، جو سانحہ ہنومان گڑھی کے وقت لکھنؤ میں کو تو ال تھے، لکھتے ہیں:

”حضرت امیر المجاہدین مولانا امیر الدین علی شاہ کی شہادت نے علامہ فضل حق کو بے حد متاثر کیا، اور انکا دل انگریزی ڈپلومیسی اور جبر و ظلم سے سخت متنفر ہو گیا۔“^۲

علامہ کی انگریزوں سے یہ دشمنی و تنفر انکی اولاد میں بھی منتقل ہوا۔ چنانچہ آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالحق خیر آبادی نے بستر مرگ پر اپنے تلامذہ و اخلاف کو یہ وصیت کی کہ ”میں تو وطن سے انگریزوں کو جاتے نہ دیکھ سکا، خدا تمہیں یہ روز روشن دکھائے تو میری قبر پر آ کر یہ ضرور کہہ دینا کہ انگریز چلا گیا۔“

چنانچہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو مولانا مفتی سید نجم الحسن رضوی خیر آبادی نے مولانا کے مدفن (درگاہِ مخدومیہ) پر ایک جم غفیر کے ساتھ حاضر ہو کر میلاد شریف کے بعد فاتحہ خوانی کی اور انگریزی سلطنت کے خاتمہ کی خبر سنا کر وصیت پوری کی۔^۳

۷۔ علامہ کی انگریزوں سے نفرت اور انکے احکام و اقدامات پر تنقید، علم معاشیات

۱۔ تذکرہ اسلاف، ”حالات مشائخ کاندھلہ“ ص: ۱۴۷

۲۔ انہ ہنومان گڑھی کی تفصیل ص: ۳۳۰، ۳۳۱ پر ملاحظہ کیجئے۔

۳۔ جنگ آزادی کے نامور مجاہدین ص: ۱۲۳

۴۔ زبدۃ الحکمہ ص: ۱۲، باغی ہندوستان ص: ۳۳۲، فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون ص: ۳

میں انکی مہارت اور دور اندیشی کا اندازہ ہم علامہ کی اس درخواست سے بخوبی کر سکتے ہیں جو انہوں نے انگریزی تسلط کے زمانے میں کمپنی کی ملازمت کے دوران، ساکنانِ دہلی کی طرف سے، انگریز حاکم کی بجائے معزول بادشاہ اکبر شاہ ثانی کے نام، جنگِ آزادی سے کم از کم ۳۰ سال پہلے ۱۸۲۷ء سے پہلے کے کسی سن میں لکھی تھی۔ یہ درخواست فارسی میں ہے اور ناقص الآخر ہے اور علامہ کی سیاسی بصیرت پر پہلا تحریری ثبوت ہے جو امتدادِ زمانہ کے ہاتھوں کچھ محفوظ ہے۔^۲

حکیم سید محمود احمد برکاتی نے اس طویل درخواست کی اردو زبان میں تلخیص کچھ یوں کی ہے:

ملک کی اقتصادی حالت: یہاں کے باشندے ہندو ہوں یا مسلمان، ملازمت تجارت، زراعت، حرفت، زمینداری اور در یوزہ گری پر معاش رکھتے ہیں۔ انگریزوں کی حکومت کے قیام کے بعد سے معاش کے یہ تمام وسائل مسدود و مفقود ہو گئے ہیں۔

۱۔ ملازمت کے دروازے شہریوں پر بند ہیں۔

۲۔ تجارت پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا ہے، کپڑا، سوت، ظروف اور گھوڑے وغیرہ تک انگلستان سے منگوا کر، خود فروخت کر کے نفع کماتے ہیں۔

۳۔ معافی داروں کی معافیاں ضبط کر لی گئی ہیں۔

۴۔ کسانوں کو محاصل کی کثرت نے بد حال کر دیا ہے۔

ان چاروں طبقوں کی زبوں حالی کے نتیجے میں اہل حرفہ اور ان سب کے نتیجے میں در یوزہ گرتنگی معاش کے شکار ہیں۔

ایہ درخواست جناب شہزاد احمد فاروقی کو ایک قلمی مجموعہ انتخاب میں ملی تھی۔ اس مجموعہ میں غالب کے بارہ غیر مطبوعہ خطوط کے علاوہ فیضی، بیدل، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، علامہ فضل حق خیر آبادی، مولوی فیض الحسن سہارنپوری اور شیفتہ جیسے ۱۸۵۷ء کے قبل کے فارسی انشاء پردازوں کے خطوط و تعلات کا انتخاب شامل ہے، تفصیل کیلئے دیکھئے، ”سلاش غالب“ از شہزاد احمد فاروقی ص ۲۱، یہ درخواست پہلی مرتبہ ماہی نوائے ادب ممبئی، جلد ۱۳، شمارہ ۳، میں جولائی ۱۹۶۲ء میں چھپی اور فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون کے ص ۹۱ تا ۹۴ پر بھی ہے۔
۲ فارسی متن آخر میں ص ۲۸۵ تا ۲۸۷ پر ملاحظہ کیجئے۔

دہلی کی اقتصادی زبوں حالی: دہلی میں ہوڈل وغیرہ بہت سے پرگنے جاگیر میں شامل تھے، اور جاگیرداروں کے یہاں ہزاروں آدمی فوج، انتظامی امور اور شاگرد پیشہ کی خدمت پر مامور تھے۔ اب یہ پرگنے اور دیہات و مواضع انگریزوں نے ضبط کر لیے ہیں اور لاکھوں کسان بے روزگار ہو گئے ہیں۔

بیواؤں کی معاش چرخہ کاتنے، رسیاں بٹنے اور چکی پیسنے پر موقوف تھی، اب رسی کی تجارت حکومت (کمپنی) نے اپنے ہاتھ میں لے لی ہے اور ہاتھ کی چکیوں کی جگہ پن چکیاں لگ گئی ہیں۔ تو یہ ذریعہ معاش بھی جاتا رہا۔

عوام کی اس بے بضاعتی اور بے روزگاری کی وجہ سے اہل حرفہ اور ساہوکار بے روزگار اور رزق سے محروم ہو گئے ہیں۔

ان سب پہ مستزاداب چارلس مٹکاف نے یہ حکم دیا ہے کہ غریب زرچوکیداری ادا کیا کریں۔ یہ ٹیکس پہلے کبھی نہیں لیا جاتا تھا۔

دوسرا حکم یہ ہوا ہے کہ ہر گلی کے دروازے پر پھانک لگایا جائے۔ جس کا کوئی فائدہ معلوم و متصور نہیں ہے۔

تیسرا حکم یہ ہوا ہے کہ ان پھانکوں کے کھلنے اور بند ہونے کے اوقات مقرر ہوں جس سے ہمیں مشکلات کا سامنا ہے۔

چوتھا حکم یہ ہوا ہے کہ ہر محلے سے ۵/۵ پنچ مقرر کئے جائیں۔^{۲۱}

اس درخواست پر میاں عبدالرشید اپنے مضمون ”علامہ، علم و فضل کے بحر بکراں“ میں یوں تبصرہ کرتے ہیں: علامہ نے برطانوی حکومت کی معاشی پالیسی کو جس طرح بے نقاب کیا ہے اس سے انکی بلند نظری اور دقیقہ رسی ظاہر ہوتی ہے۔^{۲۲}

۱۔ سرچارلس مٹکاف پہلے ۱۸۱۱ء سے ۱۸۱۹ء تک اور پھر دوبارہ ۱۸۲۵ء سے ۱۸۲۷ء تک دہلی کارپوریشنٹ رہا تھا۔ ڈکشنری

آف انڈین بائیوگرافی، ص: ۲۸۷ بحوالہ فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون، ص: ۲۳۔

۲۔ ملاحظہ کیجئے ”فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون، ص: ۲۶۲-۲۶۳۔

۳۔ دیکھئے ہفت روزہ ”الہام“، بہاولپور، ”شہید آزادی ایڈیشن، ص: ۲۱۳۔

حکیم سید برکاتی صاحب کا کہنا ہے کہ ”اس درخواست کی خاص بات یہ ہے کہ دہلی پر ۱۸۰۳ء سے انگریزوں کا تسلط ہو چکا تھا اور لال قلعے کے نخل بادشاہ، کمپنی کے وظیفہ خوار اور بے اقتدار تھے، مگر درخواست کمپنی کے ریڈیڈنٹ کے نام نہیں (جو با اختیار اور دراصل حاکم تھے) بلکہ اکبر شاہ ثانی کے نام ہے، اس میں کئی سیاسی اور نفسیاتی منافع و مصالح تھے۔“^۱

اس درخواست کے ذریعے علامہ نے عوام کو اصل مسلم حکمرانوں کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی، اور مغل بادشاہ اکبر شاہ ثانی کو حالات کی سنگینی سے آگاہ کرتے ہوئے انہیں انکی ذمہ داری کا احساس دلایا۔ اس درخواست میں انگریزوں کیلئے مسلم حکمرانوں اور رعایا کے ساتھ اپنے رویے کی اصلاح اور جاری کردہ احکامات و اقدامات پر نظر ثانی کا بھی پیام تھا۔

۸۔ نادم سیتاپوری رقمطراز ہیں: مولانا کی دور رس نگاہوں اور حساس دل نے غالباً اس قومی توہین و تحقیر کا جلد ہی جائزہ لے لیا، ان کا دل انگریزوں کی ملازمت سے بیزار ہو گیا، اور انہوں نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔^۲

۹۔ جناب مہدی حسین لکھتے ہیں: ”انہوں نے چند ہی سال بعد استعفیٰ دے دیا کیونکہ وہ کمپنی کی نوکری کو پسند نہیں کرتے تھے۔“^۳

۱۰۔ علامہ کی انگریز دشمنی کا انمٹ اور ناقابل تردید ثبوت جنگِ مزہبِ ادبی ۱۸۵۷ء میں انکا حصہ اور سب سے اہم کردار ادا کرنا ہے۔ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے دہقانِ علامہ کی سیاسی سرگرمیاں عروج پر پہنچ گئیں ان سرگرمیوں کی نوعیت و افادیت کے تعین اور محاذِ دہلی کے دیگر کرداروں کے مقابل علامہ کے کردار کی اہمیت کے جائزے کیلئے ہم جنگِ آزادی اور اسکے کرداروں کا درج ذیل اصل تاریخی مآخذ و مراجع سے تجزیہ پیش کرتے ہیں۔

^۱ سفر اور تلاش، ص: ۷۱

^۲ غالب نام آورم، ص: ۱۰۶

☆ ”غدر کے فرمان“: یہ کتاب خواجہ حسن نظامی کی مرتب کردہ ہے اور یہ محاصرہ دہلی کے دوران شاہی محل سے جاری ہونے والے ان فرامین پر مشتمل ہے جنکو سقوطِ دہلی پر قبضے میں لے لیا گیا تھا۔

☆ ”Kedarnath's Diary“: یہ دہلی گزٹ پریس کے سابق کلرک

کداری ناتھ کی مختصر ڈائری ہے جو کہ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء سے ۱۱ ستمبر ۱۸۵۷ء تک کے واقعات پر مشتمل ہے اسکی سب سے بڑی خوبی دن اور تاریخ کی وضاحت کے ساتھ اسکی ترتیب ہے۔

☆ ”Memoirs of Hakim Ahsanullah Khan“: یہ

بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے سب سے معتمد وزیر، محل میں محاصرہ دہلی کے دوران رونما ہونے والے تمام واقعات کے چشم دید گواہ، حکیم احسن اللہ خان کی یادداشت پر مشتمل کتابچے کا انگریزی ترجمہ ہے۔ اصل مسودہ تو دستیاب نہیں البتہ اسکا انگلش ترجمہ ”سرجون کیز“ کے اوراق کے ساتھ انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ہے۔ بقول مترجم کے حکیم صاحب نے یہ یادداشت انکی فرمائش پر تحریر کی۔ یہ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء سے ۱۹ ستمبر ۱۸۵۷ء تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔ حکیم صاحب نے اس مختصر یادداشت میں واقعات کے رونما ہونے کا وقت تک تحریر کیا ہے۔ مگر تاریخ اور دن کی پوری وضاحت نہیں کی بلکہ صرف ”اگلے دن“ اور ”کچھ دنوں بعد“ کے الفاظ سے واقعات کا تسلسل برقرار رکھا ہے۔

☆ ”خدنگ غدر“: غدار معین الدین حسن خان کا روزنامہ ہے۔ معین الدین

جنگ آزادی سے قبل پولیس افسر تھا۔ آغازِ جہاد پر انگریزوں اور انکے وفاداروں کی جانیں بچانے میں سرگرداں رہا۔ جب مجاہدین کو اس پر شبہ ہوا تو وہ نہایت چالاکی سے انکے ساتھ مل گیا۔ بادشاہ سے کرنل کا عہدہ حاصل کر لیا اور اپنی مرتب کردہ فوج پر شہزادہ مرزا مغل کو کمانڈر بنالیا۔ اسکا کام صرف بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہنا تھا۔ پھر بیماری کا بہانہ کر کے گھر پر پڑا رہا۔ شہزادوں کی سفارش سے کوتوال بھی مقرر ہوا۔ اس نے شہر کو خوب لوٹا۔ اس دوران پیش آنے والے واقعات کو وہ لکھتا رہا۔ جنگ آزادی کے تقریباً بیس برس بعد ان

مسودات کی مدد سے سر چارلس مٹکاف کی فرمائش پر یہ روزنامہ لکھا اور ان سے اپنی وفات کے بعد چھاپنے کا وعدہ لیا۔ یہ روزنامہ ”غدر کی صبح و شام“ کے ص: ۳۹ تا ۹۰ پر ہے۔ اس روزنامہ میں بھی دن اور تاریخ کے تعین کا اہتمام نہیں ہے۔

☆ ”غدر کی صبح و شام“: یہ روزنامہ غدار رائے جیون لال بہادر کا ہے۔

یہ تعلیم یافتہ اور انگریزوں کا مخلص و وفادار ملازم تھا۔ اسٹنٹ ریز یڈنٹ اپنی اور ریز یڈنٹ کی اطلاع کیلئے قلعہ کے تمام معاملات کے متعلق ڈائری اسی سے لیتے تھے۔ جنگ آزادی شروع ہوئی تو اس (جیون لال) نے اپنے آپ سے کہا: اب تیرے لئے اپنے آقاؤں کی خدمت کرنے کا موقع آگیا ہے۔ میں چونکہ خطرہ کے باعث گھر میں قلعہ بند تھا اس لئے خبریں حاصل کرنے کے ارادہ سے میں نے دو برہمنوں گردھاری مصر اور ہیرا سنگھ اور دو جاٹوں کی خدمات حاصل کیں۔ انکا کام یہ تھا کہ وہ شہر کی اور قلعہ کی تمام خبریں مجھے لا کر دیا کریں تاکہ میں سلطنت کے اعلیٰ افسروں کی اطلاع دہی کیلئے سچے واقعات قلمبند کر لیا کروں۔ چنانچہ جیون لال کا یہ روزنامہ بہت مفصل اور مفید ہے۔ اس میں ترتیب کے ساتھ ہر دن کی رپورٹ تاریخ کی وضاحت کے ساتھ ذکر کی گئی ہے۔ اسکو پڑھنے کے بعد یہ سوال ابھرتا ہے کہ کیا کوئی بات جاسوسوں اور غداروں سے چھپی ہوئی بھی تھی؟

☆ ”غداروں کے خطوط“: یہ کتاب سلیم قریشی صاحب کی گراں قدر کاوش

ہے اور تقریباً سینتالیس (۴۷) جاسوسوں کی محاصرہ دہلی کے دوران انگریزوں کو بھیجی جانے والی رپورٹوں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے رجب علی (ایک آنکھ والا)، تراب علی، گوری شنکر،

ایہ مولوی رجب علی جاسوس گروہ کا سردار تھا۔ انگریزوں نے اسکی خدمات کا واضح اعتراف کیا ہے۔ کیو براؤن (Cave Brown) نے اپنی کتاب ”Punjab & Dehli in 1857“ کی جلد نمبر 1، ص: ۳۳۹، ۳۴۰ پر لکھا ہے: ”دہلی کا محاصرہ شروع ہوتے ہی میجر ہوڈسن کی سرکردگی میں مخبروں اور جاسوسوں کی تنظیم کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ میجر ہوڈسن نے اپنے ایک پرانے واقف کار مولوی رجب علی سے جو اس سے پہلے ہنری ڈارنس کے میرٹھی رہ چکے تھے، رابطہ کیا۔ مولوی صاحب یہ خدمت انجام دینے کیلئے بخوشی تیار ہو گئے، انہوں نے یہ خدمت ایسی وفاداری اور جوش و خروش سے انجام دی کہ اسکا اندازہ لگانا دشوار ہے۔ وہ دہلی کے عین وسط میں رہتے ہوئے شہر میں موجود باغیوں کے متعلق ہر وہ اطلاع جسکا جاننا ہمارے لئے ضروری تھا، کاغذ کی پرچیوں پر لکھ کر، چپاتیوں کے پرتوں میں، جوتوں کے تلووں میں، پکڑیوں کی تہوں میں سکھوں کے بالوں کے جوڑوں میں چھپا چھپا کر ہم تک بھیجتے رہے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے کے حاشیے میں)

فتح محمد خان، جواہر سنگھ اور ایک نامعلوم جاسوس نے جاسوسی کی خاص تاریخ رقم کی۔ ان کی رپورٹوں میں حریت پسندوں کی تعداد، جائے وقوع، نقل و حرکت، انکے حوصلے، تدابیر، فیصلے، اسلحہ کی چیدہ چیدہ تفصیل، محل میں آنے جانے والے لوگوں، وفود، خطوط، پیغامات، شاہی فرامین، اور بادشاہ، ملکہ، وزراء، روساء، افسران، فوج اور شہزادوں کی گفتگو تک کا ریکارڈ ہے۔ یہ اہم اور نایاب خطوط انڈیا فیس لائبریری اینڈ ریکارڈز کی تحویل میں ہیں، ان میں سے کچھ خطوط کا متن ”پریس لسٹ آف میوٹی پیپرز“ میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

☆ ”الثورہ الھند یہ اور قصائد فتنۃ الھند“: الثورہ الھند یہ جنگ آزادی کے بعد، اس موضوع پر سب سے پہلی باقاعدہ کتاب ہے۔ جو اس جنگ کے عینی شاہد و شریک علامہ فضل حق خیر آبادی کی خودنوشت ہے۔ انہوں نے جزیرہ انڈیمان میں انگریزوں کی قید میں، جنگ آزادی کا آنکھوں دیکھا حال، ذاتی تجزیہ اور غیر جانبدارانہ تنقید، عربی میں ایک رسالہ اور تین قصائد کی شکل میں قلمبند کی۔ اسکا اردو قصائد کا اردو ترجمہ ”باغی ہندوستان“ کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ تیسرا قصیدہ نوئیہ ۲۳۵ اشعار پر مشتمل ہے نامکمل قصیدہ ہے اس میں سقوطِ دہلی تک کے حالات ہیں علامہ اسے رہائی کے بعد مکمل کرنا چاہتے تھے مگر جزیرہ انڈیمان میں ہی انکا انتقال ہو گیا۔ الثورہ الھند یہ کے نام سے مشہور علامہ کی یہ تصنیف جنگ آزادی پر مستند ترین اور پہلی کتاب ہونے کے علاوہ علامہ کا بڑا کارنامہ بھی ہے۔ اسلئے کہ جنگ آزادی کے بعد جنگ کے حقائق کا تذکرہ اور جنگ آزادی لڑنے

(سابقہ بقیہ حاشیہ) اس طرح باغیوں کے مورچوں اور منصوبوں کی اطلاع ہمارے کمانڈروں تک بروقت پہنچاتے رہے۔“ ان خدمات کے اعتراف میں رجب علی کو سقوطِ دہلی کے بعد خلعت، پانچ ہزار روپیہ، جاگیر (جگراؤں) اور ارسطو جاہ، خان بہادر کے خطاب ملے۔ دیباچہ غداروں کے خطبہ، ص: ۷۷، ۷۸۔

۱۔ جو کہ بہت اثر و رسوخ والا اور متحرک قسم کا شخص تھا۔ جاسوسوں کے گروہ سے اسکا مکمل رابطہ تھا، تمام فوجی معلومات اور درباری رازوں سے آگاہ تھا۔ شاہی خاندان حتیٰ کہ ملکہ زینت محل تک اسکی رسائی تھی۔ وہ شاہی خاندان سے نہ تھا۔ جبکہ ”غداروں کے خطبہ“ ص: ۷۲ پر شہزادہ مرزا مغل پر شبہ کیا گیا ہے۔

۲۔ اس تصنیف کا مکمل تعارف علمی احوال میں تصانیف کے ضمن میں گزر چکا ہے۔

۳۔ آخر میں ص: ۳۹۸ تا ۴۳۳ پر ملاحظہ کیجئے۔

والوں کے ذکر کی جرأت صرف علامہ نے ہی کی۔ اس میں انہوں نے مصلحت و مجبوری کے سبب اشخاص اور جگہوں کے نام ذکر کرنے سے گریز کیا ہے اور ہر بات کا ذکر انتہائی اختصار سے کیا ہے۔

5.3۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء تمام اہل ہندوستان کی ہندوستان کو انگریزوں کے تسلط سے آزاد کروانے کی مشترکہ کوشش تھی، نہ کہ محض فوجی بغاوت اور یہ کہ مسلم علماء اور عوام کی طرف سے اسکی تیاری ایک عرصے سے جاری تھی، یہ کوئی اتفاقی جنگ نہ تھی۔

اسباب:

علامہ فضل حق خیر آبادی نے جنگ آزادی کے مندرجہ ذیل اسباب ذکر کیے ہیں۔ جنگی تصدیق دیگر کتب تاریخ سے بھی ہوتی ہے۔

۱۔ انگریز اپنے اقتدار کے استحکام اور دوام کیلئے تمام اہل ہندوستان کو نصرانی بنانے کے عزائم رکھتے تھے۔ ان عزائم کی تکمیل کیلئے انہوں نے تمام ہندوستان میں عیسائی مبلغین کو پھیلا دیا اور اور جدید نظام تعلیم رائج کیا۔

۲۔ وہ عوام کو مجبور اور اپنا دست نگر بنانے کیلئے ہندوستان کی تمام اجناس و غلہ خرید لیتے اور یوں معاش کے تمام ذرائع مفقود ہو جاتے۔

۳۔ انگریزوں نے مسلمانوں کو ختنہ کرانے سے اور شریف و پردہ نشین عورتوں کو پردے سے روکا۔

۴۔ تمام رعایا کو ملت کفر و الحاد پر متفق کرنے کیلئے مسلمانوں کو سنور کی چربی والے اور ہندوؤں کو گائے کی چربی والے کارتوس دیے۔^۱

۱۔ دیگر مؤرخین نے تو ہندوستان میں انگریزوں کے تسلط کے خاتمہ تک اسکو غدر اور بغاوت ہی لکھا۔ بعض نے ڈر سے اور بعض نے رضا جوئی کیلئے۔

۲۔ مباحثی ہندوستان، ص: ۳۱، ۳۲، اور آخر میں قسیدہ نونیہ کا شعر نمبر ۱۲۶-۷-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۴-۱۴۸۵-۱۴۸۶-۱۴۸۷-۱۴۸۸-۱۴۸۹-۱۴۹۰-۱۴۹۱-۱۴۹۲-۱۴۹۳-۱۴۹۴-۱۴۹۵-۱۴۹۶-۱۴۹۷-۱۴۹۸-۱۴۹۹-۱۵۰۰-۱۵۰۱-۱۵۰۲-۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۵-۱۵۰۶-۱۵۰۷-۱۵۰۸-۱۵۰۹-۱۵۱۰-۱۵۱۱-۱۵۱۲-۱۵۱۳-۱۵۱۴-۱۵۱۵-۱۵۱۶-۱۵۱۷-۱۵۱۸-۱۵۱۹-۱۵۲۰-۱۵۲۱-۱۵۲۲-۱۵۲۳-۱۵۲۴-۱۵۲۵-۱۵۲۶-۱۵۲۷-۱۵۲۸-۱۵۲۹-۱۵۳۰-۱۵۳۱-۱۵۳۲-۱۵۳۳-۱۵۳۴-۱۵۳۵-۱۵۳۶-۱۵۳۷-۱۵۳۸-۱۵۳۹-۱۵۴۰-۱۵۴۱-۱۵۴۲-۱۵۴۳-۱۵۴۴-۱۵۴۵-۱۵۴۶-۱۵۴۷-۱۵۴۸-۱۵۴۹-۱۵۵۰-۱۵۵۱-۱۵۵۲-۱۵۵۳-۱۵۵۴-۱۵۵۵-۱۵۵۶-۱۵۵۷-۱۵۵۸-۱۵۵۹-۱۵۶۰-۱۵۶۱-۱۵۶۲-۱۵۶۳-۱۵۶۴-۱۵۶۵-۱۵۶۶-۱۵۶۷-۱۵۶۸-۱۵۶۹-۱۵۷۰-۱۵۷۱-۱۵۷۲-۱۵۷۳-۱۵۷۴-۱۵۷۵-۱۵۷۶-۱۵۷۷-۱۵۷۸-۱۵۷۹-۱۵۸۰-۱۵۸۱-۱۵۸۲-۱۵۸۳-۱۵۸۴-۱۵۸۵-۱۵۸۶-۱۵۸۷-۱۵۸۸-۱۵۸۹-

مگر افسوس مذکورہ بالا اسباب کے باعث شروع ہونے والی جنگ تادیر مشترکہ جنگ نہ رہی اور انگریز سکھوں کو خریدنے میں کامیاب ہو گئے اور ہندوؤں کی اکثریت بھی بدلتے ہوئے حالات دیکھ کر انگریزوں کی جان و مال سے مدد کرنے لگ گئی اور رہے مسلمان تو وہ قیادت کی نااہلی اپنوں کی غداری اور غیروں کی سازش کا شکار ہو کر جنگ ہار گئے۔

نتائج:

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چار شہزادوں کو دھوکے سے گرفتار کر کے گولی باردی گئی ان کے سر تن سے جدا کر کے خوان میں لگا کر بطور تحفہ بیاسی سالہ بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو پیش کیے گئے اور بادشاہ کو جان بخشی اور اہانت نہ کرنے کا وعدہ کر کے غداروں کے ذریعے پہلے گرفتار کیا اور پھر تمام عالمی قوانین کو بالائے طاق رکھ کر، خود ہی قاتل، خود ہی شاہد، خود ہی منصف کا مقدمہ چلا کر، اس پیرانہ سالی میں تاحیات جزیرہ رنگون میں جلاوطن کر دیا اور ہزاروں مسلمانوں کو گولیوں سے اڑا دیا گیا، ہزاروں کو پھانسی دے دی گئی، دہلی کی فتحپوری مسجد سے قلعے کے دروازے تک درختوں کی شاخوں پر مسلمانوں کی لاشیں لٹکتی نظر آئیں۔ مسلمانوں کو توپوں کے دھانوں پر باندھ کر اڑایا گیا۔ زندہ مسلمانوں کو سور کی کھال میں سلوا کر کڑھاؤ میں ڈلوایا گیا۔ دہلی شہر کا غلہ پانی بند کر دیا گیا، جس سے ایک بڑی تعداد ہجرت پر مجبور ہو گئی۔ مساجد ڈھادی گئیں اور ان میں نماز و اذان پر پابندی لگا دی گئی۔ جامع مسجد دہلی کے حجروں میں گھوڑوں کو باندھا گیا۔ حوض میں وضو کے پانی کی جگہ لید ڈلوادی گئی۔ پردہ نشین عورتوں کو قیدی ولونڈی بنایا گیا، بیچا گیا، بعض نے ڈوب کر اور خودکشی کر کے جان دے دی، لوٹ مار کی انتہا کی گئی، جاگیریں، مال، مویشی، زیورات حتیٰ کہ پہنے ہوئے کپڑے بھی اتروائے گئے۔

جبکہ ہندوؤں میں سے صرف اسکو سزا دی گئی جس کا جرم یقینی طور پر ثابت ہوا اور جن سکھوں نے جنگ آزادی میں شرکت جاری رکھی تھی ان کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا تاریخ

تفصیل کیلئے ”الثورہ الہندیہ“ (باغی ہندوستان)، قصائد علیہ الہند اور کتب تاریخ ملاحظہ کیجئے۔

اس پر خاموش ہے۔

5.4- فتح دہلی سے سقوط دہلی، آخر کیوں؟

۱۰ اگست ۱۸۵۷ء کو میرٹھ کی فوج نے کارتوس استعمال کرنے سے انکار کر دیا اور یوں عملی طور پر انگریزوں کی اطاعت سے اعلانیہ انحراف کا آغاز کیا، اور پھر ۱۱ اگست کو دارالحکومت دہلی فتح کر لیا، اسکی اطلاع ملتے ہی ہندوستان کے بہت سے حصوں میں فوج اور عوام نے انگریزوں کی غلامی کے جوئے کو اتار پھینکا، اور مقامی علاقوں میں کامیابی کے بعد دارالحکومت دہلی کا رخ کرنے لگے۔ چنانچہ

☆ میرٹھ سے فوج ۱۱ اگست کو دہلی آئی۔

☆ نصیر آباد ڈویژن ۱۸ جون کو دہلی پہنچا۔

☆ روہیل کھنڈ کے پانچ پلٹن جنرل بخت خان کی قیادت میں ۲ جولائی کو آئے۔

☆ جھانسی کی فوج ۱۵ جولائی کو آئی۔

☆ نیچے فوج ۲ جولائی کو دہلی آئی۔

چار ماہ سے زائد عرصہ تک مجاہدین دہلی پر قابض رہے، اور پھر سقوط دہلی کا دلخراش سانحہ رونما ہوا اور ۱۹ ستمبر ۱۸۵۷ء کو انگریز دہلی پر دوبارہ قابض ہو گئے۔ یہ جنگ کیوں نہ جیتی جاسکی؟ اسکا جواب ذیل میں قائدین جنگ آزادی کے کرداروں سے بخوبی ملتا ہے۔

5.5- قائدین جنگ آزادی

5.5.1- بہادر شاہ ظفر:

بہادر شاہ ظفر آخری مغل تاجدار ۱۷۵۷ء میں پیدا ہوئے اور ۸۷ سال کی عمر میں ۱۸۶۲ء میں جزیرہ رنگون میں جلاوطنی کی حالت میں انتقال کر گئے۔ ان کے دور حکومت کے آخری ایام میں انگریز شاہی خاندان کو حق جانشینی سے محروم کر کے، مغلیہ دور حکومت کے خاتمہ کے خواہاں تھے اور بہادر شاہ ظفر اس پر راضی نہ ہونے کے باوجود کچھ کرنے سے قاصر تھے۔

اس دوران جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا آغاز ہو گیا۔ بادشاہ بہادر شاہ ظفر اپنی حکومت کی بحالی پر خوش ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے مجاہدین کے ساتھ تعاون کیا اور حتی الامکان ان کی مدد کی۔ شہر کا گشت کر کے ان کی خوراک کے انتظام کیلئے خائف دکانداروں سے دکانیں کھلوانے کی کوشش کی۔ دیگر ریاستوں کو خط لکھ کر افواج کی تنخواہ کے انتظام وغیرہ میں مدد مانگی۔ فتح حاصل ہونے پر مجاہدین سے انعامات کا وعدہ کیا۔ ان کی حوصلہ افزائی کیلئے بارہا مورچوں پر گئے۔ ان کی کامیابیوں پر اظہارِ خوشی کیا اور ناکامیوں پر انہیں ملامت کی۔ شہزادوں کے ساتھ بھی کوئی رعایت نہ برتی۔ جنرل بخت خان پر پورا اعتماد کیا اور اسے ہر طرح سے راضی رکھا اور نواز ایشیہ فتح کے حصول کی خاطر ہندو مسلم اتحاد برقرار رکھنے کیلئے ذبیحہ گاؤ پر پابندی عائد کی اور سب سے مایوس ہو کر انتظام ملکی و فوجی کیلئے ایک کونسل (معروف بہ کورٹ) بنائی۔ اسکے باوجود وہ اپنا تخت و تاج بچانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو ناکامی اسلئے ہوئی کہ وہ ایک بوڑھے کمزور حکمران اور نااہل قائد تھے، اوصاف حکمرانی اور لوازمات قیادت سے ہی داماں تھے، وہ اپنی بیگم ملکہ زینت محل اور وزیر حکیم احسن اللہ کے مطیع اور ان پر حد درجہ اعتماد کرتے تھے۔ ان کی اپنی کوئی رائے یا فیصلہ نہ ہوتا تھا۔ وہ بصیرت و فراست سے عاری تھے۔ چنانچہ نااہلوں، غداروں اور جاسوسوں کا

انکے گرد گھیرا تنگ سے تنگ تر ہوتا گیا مگر وہ انکو پہچان نہ سکے بلکہ آخر وقت تک ان پر اعتماد کرتے رہے اور انکے کہنے پر انگریزوں کو گرفتاری دے دی، حکیم احسن اللہ خان کیلئے تو وہ جان تک دینے کیلئے تیار تھے۔ بادشاہ بزدل، کوتاہ ہمت اور انگریزوں سے متاثر و خائف بھی تھے، چنانچہ انہوں نے کئی بار ہمت ہاری اور سبکدوش ہو کر قطب صاحب (خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار) یا حجاز چلے جانے کا ارادہ کیا اور دیگر والیان ریاست کو اس سلسلے میں مدد کیلئے خط لکھے۔ فوجی افسروں کو طعنہ دیا کہ انکی ہی وجہ سے انگریز اسکے دشمن ہو گئے ہیں اور اسکا وظیفہ بند ہو گیا ہے۔ بادشاہ بہادر شاہ ظفر میدان جنگ میں لڑنے سے نا آشنا اور انتظامی امور میں ناتجربہ کار تھے اسی لئے نہ تو وہ چار ماہ سے دہلی میں قیام پذیر ہزار ہا فوج کی مدد سے انگریزوں کے خلاف کوئی کامیابی حاصل کر سکے اور نہ ہی اس دوران انکے لیے رسد و تنخواہ کا انتظام کر سکے بلکہ تنخواہ کے مطالبے پر بیشتر دفعہ انکو شہر چھوڑ کر چلے جانے کیلئے کہا اور جہاد کیلئے دہلی کی طرف عازم سفر افواج کو آنے سے منع کیا۔ انجام کار بادشاہ شکست سے دوچار ہوئے۔ معاصر مصادروں کا خدائے کردار کے بارے میں درج ذیل شہادتیں پیش کرتے ہیں۔

O ۱۱ مئی، ۱۸۵۷ء، Memoirs of Hakim Ahsan ullah

Khan, P-2,3: سپاہیوں نے بادشاہ سے کہا کہ ہم اس لئے آئے ہیں کہ

اپنے دین کیلئے لڑیں اور اپنی خدمات حضور والا کو پیش کریں۔ بادشاہ نے کہا: ”میرے پاس

کوئی فوج، اسلحہ خانہ یا خزانہ نہیں ہے میں کسی کا ساتھ دینے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔“

سپاہیوں نے کہا: ”صرف ہمارے سروں پر ہاتھ رکھ دیجئے ہم ہر چیز مہیا کریں گے۔۔۔۔۔“

ملکہ بھی بادشاہ کے ساتھ تھی۔ میں نے کہا کہ ”ضروری ہے کہ ان واقعات کی تفصیل لیفٹننٹ

گورنر آگرہ کو لکھی جائے کہ یہاں کوئی حکومت نہیں ہے۔“ بادشاہ نے منشی کو جلدی سے لکھنے

کو کہا۔۔۔۔۔ میں اور ملکہ دوبارہ بادشاہ کے پاس گئے اور کہا کہ شہزادوں کو افواج کی کمانڈ پر

۱۔ ”عند کی صبح شام“ ۱۰۰ اپریل ۱۸۵۷ء کی جیون الال کی رپورٹ بھی یہی ہے۔

مقرر کرنا قرین مصلحت نہیں۔۔۔۔۔ اور یہ کہ افسران فوج کو یہ عذر پیش کر دیا جائے کہ شہزادے نو جوان ہیں اور جنگی فنون میں نا تجربہ کار ہیں۔۔۔۔۔

○ ۱۱ مئی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۹۹: دو صوبیداروں نے باضابطہ طور پر بادشاہ کے حضور میں افواج کی خدمات پیش کیں انہیں ہدایت کی گئی کہ وہ اپنے متعلق حکیم احسن اللہ خان سے احکام حاصل کریں۔۔۔۔۔

○ ۱۱ مئی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۶۲ تا ۶۳، رپورٹ از معین الدین (غدار): اسکے بعد میں قلعہ معلیٰ گیا تاکہ بادشاہ سلامت سے ملاقات کروں اور ان کی خدمت میں عرض کروں کہ یورپیوں کو قتل سے بچانے اور اپنے گھربار کی حفاظت کا تيقن کرنے کے مقصد سے وہ مجھے اختیارات عطا فرمادیں۔۔۔۔۔ میں نے ظل سبحانی سے عرض کی کہ خدارا خونریزی کو روکیے اور شہر میں امن و امان قائم کر دیجئے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ ”میں بالکل عاجز ہوں۔ میرے تمام ملازمین کا دماغ الٹ گیا ہے یا وہ بھاگ گئے ہیں۔ میں تنہا رہ گیا ہوں۔ میرے پاس فوج نہیں ہے جو میرا حکم مانے۔ ایسی حالت میں میں کیا کر سکتا ہوں؟“۔۔۔۔۔ پھر میں نے اپنے طریقہ کار کو پیش کیا۔ ظل سبحانی نے فرمایا کہ ”میرے بیٹے! میں تم سے یہی توقع رکھتا تھا، تم میرے پاس بڑی مصیبت اور خطرہ کے وقت آئے ہو۔ جو کام اچھا سمجھو اسے کر ڈالو۔ میں تمہیں اس کا اختیار دیتا ہوں۔“ اسکے بعد میں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ ”اگر کبھی کوئی شخص حضور کے روبرو میری برائی کرے اور شورش دبانے کا مجھ پر الزام رکھے تو حضور یہ فرمادیں کہ وہ میرے احکام کے مطابق عمل کر رہا ہے۔۔۔۔۔ بادشاہ سلامت نے میری تجاویز کو پسند فرمایا۔

○ ۱۲ مئی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۰۱، بیون لال کی رپورٹ: حکیم احسن اللہ خان نے نج کے (نجی) طور پر بادشاہ کو متنبہ کر دیا کہ ان (باغیوں) پر کسی قسم کا اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ جو نہی وہ کافی تعداد میں جمع ہو جائیں گے تو شہر کی عام لوٹ مار شروع ہو جائے گی۔۔۔۔۔ آج نواب حامد علی خان پر یہ الزام لگایا گیا کہ انہوں نے

یورپیوں کو چھپا رکھا ہے۔۔۔۔۔ صرف بادشاہ کے وزیر کا حکم ملنے پر انہیں رہائی نصیب ہوئی۔۔۔۔۔ سپاہیوں نے بادشاہ سے مطالبہ کیا کہ آپ فوج لے کر شہر کے بازاروں میں گشت لگائیں اور اہل شہر کے خدشات کو زائل کر کے ان سے دکانیں کھولنے کیلئے کہیں۔ بادشاہ نے اسے تسلیم کر لیا اور ہاتھی پر سوار ہو کر جلوس کے ساتھ بازاروں میں گشت لگایا۔ انہوں نے بہ نفس نفیس حکم دے کر چند دکانیں کھلوائیں۔ لیکن عام طور پر دکانداروں نے انکی ایک نہ سنی۔۔۔۔۔ بادشاہ نے مختلف قسم کے مشوروں سے پریشان ہو کر شاہزادوں کو جو مختلف پلٹنوں کے کمانڈر مقرر کر دیئے گئے تھے، حکم دیا کہ وہ ہر باغی کو شہر کے باہر نکال دیں۔۔۔۔۔

بادشاہ نے فارسی روبکاری کے ذریعہ جسکی زبان نہایت فصیح و بلیغ تھی، صوبہ داروں کو بتایا کہ موجودہ صورت حال نہایت ناخوشگوار ہے بالخصوص ایک مسلمان بادشاہ کے عہد حکومت کے کسی طرح شایان شان نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔ حکم کی کچھ پروا نہ کی گئی بلکہ انہوں نے گستاخانہ اور بے ادبانہ الفاظ سے بادشاہ کو خطاب کیا۔ کسی نے کہا ”او بادشاہ، میری سن!“ دوسرے نے کہا ”ارے بڈھے! ارے بادشاہ“ تیسرے نے ہاتھ پکڑ کر کہا کہ ”میری سن“۔ بادشاہ نے ان کے طرز عمل سے کبیدہ خاطر ہو کر اور ساتھ ہی یہ سمجھ کر کہ مجھ میں انکی گستاخی کو روکنے کی کوئی قوت موجود نہیں ہے، انہوں نے اپنے ملازمین کے روبرو اپنی قسمت کا شکوہ کرنا شروع کر دیا۔۔۔۔۔ آج سارے دن بادشاہ پریشان خاطر رہے اور یہ دیکھ کر کہ وہ مجمع کے ہاتھ میں محض کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں، بہت ہی رنجیدہ تھے۔۔۔۔۔

○ ۱۳ مئی، ”غدر کی صبح شام، ص: ۱۰۵، ۱۰۶، رپورٹ از جیون لال: غلام

عباس نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ نے ان کی جانیں بچالیں تو انگریزوں کے سامنے سرخرو ہونے کا موقع رہے گا۔ بادشاہ نے سنتے ہی ان سے دلچسپی شروع کر دی اور پوچھا کہ وہ کہاں ہیں۔ اس کے بعد احکام نافذ کر دیئے گئے کہ ان کی جانوں پر کسی طرح کی آنچ نہ آنے پائے۔۔۔۔۔ مرزا معین حسن خان (غدار مصنف ”خدا گداز“) آج کے دن کو تو ال

شہر مقرر کئے گئے۔ اور انہیں حکم دیا گیا کہ سپاہیوں کے راشن کیلئے فوری انتظامات عمل میں لائے جائیں۔ مرزا معین الدین، مرزا خضر سلطان اور مرزا عبداللہ پیدل پلٹنوں کے کرنیل مقرر ہوئے۔۔۔۔۔

○ مئی، ۱۷: P:7, Memoirs of Hakim Ahsanullah Khan:

میں (حکیم احسن اللہ خان) نے بادشاہ سے کہا کہ اگر بادشاہ ان قیدی انگریزوں کی حفاظت کرے گا تو انگریزوں کو جب فتح ہوگی تو یہ لوگ انکے اچھے سلوک کے گواہ ہونگے ○ ۱۴ مئی، ”غدر کے صبح شام“، ص: ۱۰۸: بادشاہ نے حکم دیا کہ مسٹر سائمن فریزر (کمشنر) اور پکتان ڈگلز کی لاشوں کی تلاش کی جائے، تاکہ اگر وہ مل جائیں تو انہیں عیسائیوں کے قبرستان میں دفن کر دیا جائے۔ مگر باقی لاشوں کو دریا برد کر دیا جائے۔

○ مئی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۰۷، رپورٹ از معین الدین: قاصد بھیجنے کے بعد مجھے سب سے زیادہ سر تھیو فلاس کی فکر ہوئی، اس لئے کہ بادشاہ نے ان کی گرفتاری کیلئے دس ہزار روپے کا انعام مقرر کیا تھا۔

○ ۱۵ مئی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۰۸، ۱۰۹، رپورٹ از جیون لال: یہ حکم نافذ ہوا کہ جب تک بادشاہ حکم نافذ نہ کریں، کسی حکم پر عمل نہ کیا جائے۔۔۔۔۔ نواب جھجر کے نام تہدید آمیز چھٹی لکھی گئی اور یہ جتلا دیا گیا کہ اگر آپ فوراً بادشاہ سے آکر نہ مل جائیں گے تو آپ پر حملہ کر دیا جائے گا۔

○ ۱۶ مئی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۰۹ تا ۱۱۱، رپورٹ از جیون لال: سپاہی محل کے سامنے علی الصبح جمع ہو گئے اور بادشاہ اور انکے افسروں کو دھمکی دی اور یہ الزام عائد کیا آپ نے یورپین مردوں اور عورتوں کو قلعہ میں پناہ دے رکھی ہے۔۔۔۔۔ سپاہیوں نے حکیم احسن اللہ خان اور نواب محبوب علی خان کو قتل کر دینے کی دھمکی دی اور کہا کہ زینت

۱: P:4, Memoirs of Hakim Ahsanullah Khan پر ہے کہ شہزادوں نے معین الدین کو کوٹوال مقرر کیے جانے کی سفارش کی۔ اسی کے ص: ۱۲ پر ہے کہ بادشاہ کو خبر دی گئی کہ معین الدین حسین خان کو کوٹوال اہل شہر کو بری طرح لوٹ رہا ہے۔

محل بیگم کو بادشاہ کی وفاداری کی ضمانت کے طور پر لئے جاتے ہیں۔۔۔ محل میں بے انتہا غل
مچ رہا تھا۔۔۔۔۔ بادشاہ اور انکے مشیر سب کے سب دم بخود کھڑے رہے۔ بادشاہ نے
سپاہیوں کی دو ٹولیاں کر دیں ہندو اور مسلمان، اور ہر ایک سے کہا کہ اپنے مذہبی آدمیوں سے
پوچھو کہ بے کس مردوں، عورتوں اور بچوں کا قتل کس طرح جائز ہو سکتا ہے لیکن ”خونی جنونی
کس کی سنتے ہیں؟“

مولوی عبدالقادر نے اطلاع دی کہ میں ایسے انتظامات مکمل کر رہا ہوں جن کی وجہ
سے باغی خود بخود شہر چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ بادشاہ نے انہیں نہایت تزک و احتشام کے
ساتھ شاہی ہودہ میں بٹھا کر ان کے گھر روانہ کیا۔۔۔۔۔ آج کے دن بادشاہ نے سر جان
مٹکاف کے بارے میں خاص تحقیقات کرنے کا حکم دیا۔۔۔۔۔ وہ کچھ معلوم نہ کر سکے۔

○ ۱۷ مئی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۱۲: بادشاہ کو خبر ملی کہ سر جان مٹکاف ابھی
تک جھجر ہی میں مقیم ہیں اور نواب کی زیر حفاظت ہیں۔۔۔۔۔ آج باغیوں نے ابو بکر کو
بوڑھے بادشاہ کی جگہ اپنا بادشاہ مقرر کر لیا کیونکہ انکا خیال تھا کہ بہادر شاہ ظفر بہت معمر اور
کمزور ہو گئے۔ حکیم احسن اللہ خان کو باریابی حاصل ہوئی اور انہوں نے عرض کیا کہ باغی
پُر فریب اور خونی لوگ ہیں اور ان پر کسی قسم کا اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ بادشاہ نے بہت سے
سپاہیوں کو بلا کر خوب دھمکایا۔

○ ۱۷ مئی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۲۲، رپورٹ از معین الدین (غدار): اس
دن میں نے اپنا نام بیماروں کی فہرست میں لکھوا لیا اور تمام دن گھر میں رہنے لگا۔ فوجی
فرائض میں سے صرف یہ خدمت میرے ذمہ تھی کہ میں بادشاہ سلامت کی خدمت میں
حاضر رہا کروں۔ اس روش سے سپاہیوں کو اطمینان ہو گیا کیونکہ صوبہ دار اب بلا دخل غیرے
فوج کے کمانڈر تھے اور چونکہ میرا عہدہ کرنیل کا تھا اس لئے میرے دشمن مجھے کسی قسم کا گزند
نہ پہنچا سکتے تھے۔۔۔۔۔ بادشاہ سے روزانہ برطانوی ہندوستانی فوج کی مختلف پلٹنوں کے نام
پروانے زبردستی لکھوائے جاتے تھے اور ان سے وعدہ کیا جاتا تھا کہ انہیں زیادہ تنخواہ دی

جائگی بشرطیکہ وہ بادشاہ کی فوج سے آئیں۔۔۔۔۔ ۱۲ مئی سے باغیوں نے بادشاہ کے پرائیویٹ دفتر پر قبضہ جمالیا تھا اور دیوان خاص میں اپنا پہرہ بٹھا دیا تھا۔

○ ۱۹ مئی، ”غدر کی صبح شام، ص: ۱۱۳، ۱۱۴: بادشاہ نے دربار منعقد کیا۔ مولوی علی تھانہ دار بھی حاضر تھے اور انہوں نے نذر کے طور پر چند اشرفیاں پیش کیں۔ سکوں پر یہ الفاظ کندہ تھے۔ ”سکہ زد برسیم وزر در ہند۔ شاہ و دین پناہ ظل سبحانی سراج الدین بہادر شاہ۔“ دوسری جانب حسب ذیل عبارت درج تھی: ”سکہ صاحب قرانی زد بہ تائید الہ۔ سایہ یزدان سراج الدین بہادر بادشاہ۔“ بادشاہ نے مرزا جواں بخت کو خلعت عنایت فرمایا اور انہیں اپنا وزیر مقرر کیا۔۔۔۔۔ گڑ گاؤں کے خزانے کے متعلق خبر ملی کہ اسکا بہت سا حصہ میواتیوں سے چھین لیا گیا ہے اور دہلی آرہا ہے۔ بادشاہ اس خبر سے بہت محظوظ ہوئے اور حکم دیا کہ روپیہ شاہی خزانہ میں داخل کر دیا جائے۔۔۔۔۔ آج کے دن جامع مسجد میں مسلمانوں نے جہاد کا علم بلند کیا۔ یہ کارروائی دھر پور کے باشندوں اور شہر کے بد معاش آدمیوں کی تھی بادشاہ بہت ناراض تھے اور انہوں نے بہت کچھ زجر و توبیخ بھی کی اس لئے کہ اس قسم کی کارروائی ہندوؤں کی علیحدگی کا باعث ہو جائے گی۔

○ ۲۰ مئی، ”غدر کی صبح شام، ص: ۱۱۵، ۱۱۶: مولوی محمد سعید نے باریابی چاہی اور بادشاہ سے عرض کیا کہ علم جہاد اس لئے بلند کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے خیالات کو ہندوؤں کے خلاف مشتعل کیا جائے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ ایسا جہاد بالکل ناممکن ہے اور نہایت بڑی حماقت ہے اس لئے کہ زیادہ تر باغی فوج کے آدمی ہندو ہی ہیں مزید برآں اسکا نتیجہ باہمی خونریزی کی شکل میں نکلے گا اور بہت خراب نتائج پیدا کرے گا۔ یہ ظاہر کیا گیا کہ ہندو انگریزوں سے اتحاد کرنے کی جانب مائل ہو رہے ہیں۔۔۔۔۔ ہندو افسروں کا وفد آج بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے شکایت کی کہ مسلمان ہندوؤں کے خلاف اعلان جنگ کر رہے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ ”جہاد تو صرف انگریزوں کے خلاف ہے۔ میں نے منع کر دیا ہے کہ ہندوؤں کے خلاف جہاد نہ کیا جائے۔“۔۔۔۔۔ محبوب علی خان نے

اطلاع دی کہ ایک یورپین خاتون برآمد ہوئی ہے اور باغیوں کے قبضہ میں ہے جو اسے قتل کرنا چاہتے ہیں مگر اسلامی شرع کی بنیاد پر انہیں ایسا کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ بادشاہ نے اس کا رروائی کو پسند کیا۔

○ ۲۱ مئی، ”غدر کی صبح شام، ص: ۱۱۶، ۱۱۷: بادشاہ کے بجد اصرار سے جدید مقرر شدہ افسروں اور شہر کے مہاجنوں نے افواج کی ادائیگی کیلئے ایک لاکھ روپے کا چندہ اکٹھا کیا۔۔۔۔۔ بادشاہ نے نواب جھجر کے ایجنٹ غلام نبی خاں کو حکم دیا کہ فوراً جاؤ اور اپنے آقا کو دہلی لے آؤ۔ آج قلعہ سپاہیوں سے بھر گیا جو اپنی تنخواہ کیلئے چلا رہے تھے۔ بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ چونکہ کل (۲۲ مئی) ماہ رمضان کا آخری دن ہے لہذا ہندوؤں کے خلاف جہاد کا اعلان ہو جانا چاہیے۔ بادشاہ اور شاہی کونسل نے نہایت سختی سے مخالفت کی اور کہا کہ اکثر باغی ہندو ہیں اور پورے طور سے مسلح ہیں اور یہ کہ وہ بآسانی تمام مجاہدین کو تباہ و برباد کر دیں گے۔۔۔۔۔ بادشاہ نے تمام شہر میں منادی کرادی کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو آپس میں لڑنا نہیں چاہیے۔۔۔۔۔ بادشاہ آج شاہی جلوس کے ساتھ نماز ادا کرنے کی غرض سے جامع مسجد گئے مرزا مغل بہادر اور مرزا ابوبکر بھی انکی معیت میں تھے۔

○ حکیم احسن اللہ خان نے بادشاہ سے کہہ کر ایک حکم نامہ شائع کرادیا جس میں فوجوں کو اس بناء پر شہر چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ سوائے لوٹ مار اور خونریزی کے کچھ نہیں کرتیں۔

○ ۲۵ مئی، ”غدر کی صبح شام، ص: ۱۱۹: بادشاہ نے آج جامع مسجد میں عید کی نماز ادا کی۔۔۔۔۔ راجہ بلب گڑھ کی طرف سے انگریزی فوج کی دہلی کی طرف پیش قدمی کی خبر سن کر، سپاہی اور بادشاہ کے مشیر ادھر ادھر پھر رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ کیا کارروائی اختیار کی جائے اور یہ کہ شہر کو چھوڑ دینا چاہیے یا نہیں۔۔۔۔۔ بعد میں معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی۔ شہر کے عمائدین بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جیسا کہ عید کے موقع پر ان کا دستور تھا۔

نواب جھجر کو جنگ آزادی میں حصہ لینے کی پاداش میں انگریزوں نے گرفتار کر لیا اور انکی ریاست ضبط کر لی اور ۲۳ دسمبر ۱۸۵۷ء کو انہیں پھانسی دیدی۔ مجموعہ مقالات، مرتبہ افضل قرشی، ص: ۳۱۔

○ ۲۵ مئی، ”غدر کی صبح شام، ص: ۷۶، رپورٹ: زمین الدین: بادشاہ بار بار

میرٹھ پر حملہ کرنے کا مشورہ دیتے تھے، لیکن باغی کسی نہ کسی بہانے سے اسے ٹالتے ہی رہے

○ ۲۶ مئی، ”غدر کی صبح شام، ص: ۱۲۸: اور اس الزام میں کہ وہ انگریزوں

سے ملی بھگت رکھتے ہیں، حکیم احسن اللہ خان اور محبوب علی خان دونوں کو بادشاہ کے حضور میں

پیش کیا گیا۔۔۔۔۔ بادشاہ نے ملزموں کی حمایت کی اور سپاہیوں کے غصہ کو فرو کر دیا۔

○ ۲۸ مئی، ”غدر کی صبح شام، ص: ۱۲۳: بادشاہ کو خبر دی گئی کہ مغل پورہ میں

بہت سے یورپین چھپے ہوئے ہیں۔ سپاہیوں کے ایک دستے کو متعین کیا گیا کہ وہ انہیں

ڈھونڈ نکالیں اور قتل کر دیں۔ بادشاہ نے اپنے چند آدمیوں کو بھیجا کہ اگر یورپین مل جائیں تو

انہیں محل میں لے آنا۔ چنانچہ ضروری احکام نافذ ہو گئے۔۔۔۔۔ بادشاہ کی خدمت میں

شکایات پیش کی گئیں کہ کوئی نہ کوئی شخص شہر میں ایسا ہے جو انگریزوں سے خط و کتابت رکھتا

ہے بادشاہ سے درخواست کی گئی کہ اس شخص کا کھوج لگانا چاہیے۔

○ ۲۹ مئی، ”غدر کی صبح شام، ص: ۱۲۴: محل کے اناج خانہ میں گولے بارود

کی کچھ مقدار پائی گئی تھی۔ جسکی نسبت یہ گمان کیا گیا تھا کہ وہ انگریزوں کو بھیجی جانے والی

ہے۔ باغی بہت دیر تک غل مچاتے رہے۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ بادشاہ کی بیگم زینت محل اور محمد

حیدر علی خان دونوں نے مل کر یہ کارروائی کی ہے۔ بعد میں انکے غصہ کو فرو کر دیا گیا۔

○ ۳۰ مئی، ”غدر کی صبح شام، ص: ۱۲۵: مرزا ابوبکر کی کمان میں بھیجے جانے

والے دستہ کو شکست ہو گئی تو بادشاہ نے باغیوں کی مدد کیلئے محفوظ فوج بھیجی۔ مرزا ابوبکر نے جو

اس کے کمان افسر تھے، آکر خوب شیخی بھگاری کہ میں نے میدان جنگ میں یہ یہ بہادری

دکھائی۔ سننے والوں کو یقین تھا کہ یہ سب بے بنیاد باتیں ہیں، بادشاہ بہت مضطرب تھے۔

تمام رات بیٹھے بیٹھے کاٹ دی۔ انکے مشیر اور درباری خوشامدی بھی حالات کی تبدیلی پر

بحث کر رہے تھے اور ایک دوسرے سے مشورے کر رہے تھے۔

○ ۲ جون، ”غدر کی صبح شام، ص: ۱۲۸: بادشاہ نے آج ایک اعلان کے

ذریعے یہ بات مشہور کرائی کہ آئندہ سے براہ راست بادشاہ کی خدمت میں عرائض پیش نہیں کی جائیں گی۔ بلکہ انہیں پہلے محبوب علی خان اور نواب حکیم احسن اللہ خان کے پاس بھیجا جائیگا۔۔۔۔۔ بادشاہ نے مرزا مغل بیگ، مرزا ابوبکر اور مرزا عبداللہ کو بلوا بھیجا اور سپاہیوں کے ساتھ اظہار ہمدردی کرنے پر انہیں ڈانٹا اور آگاہ کیا کہ جب انگریز شہر میں داخل ہو جائیں گے تو ایک نہ ایک دن تم کو پھانسی پر چڑھا دیں گے۔ رہی میری قسمت تو وہ اس شعر کے مطابق ہے:

کفن پہن کر زندگی کے ایام

کسی باغ میں گزراں دوں گا

○ ۳ جون، ”غدر کی صبح شام، ص: ۱۲۹: آج بادشاہ کے دربار میں شہر کے تمام عمائدین شریک تھے۔۔۔۔۔ انگریزوں کی پیشقدمی کا سن کر بادشاہ نے باغیوں کے افسروں سے دریافت کیا کہ کون کون سے موقع پر ان کا مقابلہ کیا جائے گا۔ انہوں نے بتایا کہ پہاڑی دھیرج، کنگھڑ۔۔۔۔۔

○ ۴ جون، ”غدر کی صبح شام، ص: ۱۳۰: بادشاہ کے احکام کے مطابق

مہاجنوں کا ایک جلسہ ہوا جس میں ایک لاکھ روپیہ کا چندہ جمع ہوا اور دوسرے ایک لاکھ کے وعدے ہوئے۔ جسکی نسبت یہ کہا گیا کہ چار دن کے اندر یہ رقم بھی جمع کر دی جائیگی۔ بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ نہر کے پل کو توڑ دیا گیا ہے اور وہاں ایک باتری نصب کر دی گئی ہے۔

○ ۵ جون، ”غدر کی صبح شام، ص: ۱۳۱: نواب جھجر کے نام چھٹی لکھی گئی جسکا

مضمون یہ تھا کہ جس قدر فوج جمع کر سکتے ہو اسے لے کر آ جاؤ اور بادشاہ کو جو فقیر کے بھیس

میں ہونگے، قطب صاحب اپنے ساتھ لے جاؤ۔

۱ ”غدر کے فرمان“، ص: ۴۸، ۴۹ پر نامعلوم تاریخ کا تحریر کردہ بادشاہ کا ایک طویل خط ہے جو انہوں نے قطب جا کر سبکدوشی کے سلسلہ میں نواب جھجر عبدالرحمن خان کے نام لکھا ہے۔ نواب پر پورا اعتماد کرتے ہوئے اپنی یہ خواہش تفصیلاً ذکر کی ہے اور اسے کہا ہے کہ وہ شاہی خاندان کیلئے پانچ چھ سو اونٹوں کا فوری بندوبست کرے تاکہ وہ سبکدوشی کے بعد حجاز کوچ کر جائیں۔

○ ۶ جون، ”غدر کی صبح شام، ص: ۱۳۱، ۱۳۲: بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ نوکروں کی تنخواہیں ادا کر دی گئی ہیں۔ بادشاہ اس خبر سے بہت مسرور ہوئے۔۔۔۔۔ باغیوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ شہر میں یہ خبر گشت کر رہی ہے کہ انگریز آج رات کو شہر میں داخل ہو جائیں گے اور اس لئے ضروری ہے کہ سپاہیوں کو فیصلوں پر متعین کر دیا جائے۔ بادشاہ نے ضروری احکام نافذ کر دیئے۔

○ ۹ جون، ”غدر کی صبح شام، ص: ۷۸، رپورٹ از معین الدین: علی پور میں انگریزوں کی آمد سے چار دن قبل احمد خان جو چار نمبر کی سواروں کی فوج میں رسالدار تھے، شہر میں آ پہنچے۔ انہوں نے ظن سبحانی سے ملاقات کی، اپنی وفاداری کا یقین دلایا اور کہا کہ میری پلیٹن بھی باغیوں کے ساتھ شامل ہو جانے کو تیار ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ جس دن فوجوں کا مقابلہ ہوگا۔ میں اپنی فوج کو دائیں جانب۔۔۔ آؤں گا اور باغیوں سے مل جاؤں گا۔ احمد خان کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کیا گیا۔ تیسرے دن وہ رخصت ہو کر چلے گئے اور انگریزی فوج سے مل گئے۔ اس شخص نے بالکل بغاوت نہ کی بلکہ انگریزوں کا پکا وفادار رہا۔ اور ۹ جون کو پیر کے دن ان لوگوں نے باغیوں کی فوج میں سخت تباہی پھیلا دی۔۔۔۔۔

○ ۱۰ جون، ”غدر کی صبح شام، ص: ۱۳۵، ۱۳۶: جیون لال کی رپورٹ:

بادشاہ نے حکم نافذ کیا کہ شہر کی تمام دکانوں کو زبردستی کھلوا دیا جائے۔ جنرل صد خان بادشاہ کی طلبی پر حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ اگر شاہی افواج میری کمان میں دیدی جائیں تو میں انگریزوں پر حملہ کرنے کو تیار ہوں۔ بادشاہ نے انہیں کمانڈر انچیف مقرر کر دیا اور حسب معمول خلعت بھی عطا کی۔۔۔۔۔ انگریزوں کو دھوکہ میں رکھ کر حملہ کرنے کی کوشش کی مگر ان کا یہ حیلہ کارگر ثابت نہ ہوا۔۔۔۔۔ تقریباً پچاس سپاہی (انگریزوں کے حلیف راجہ پٹیلہ کے بھائی) راجہ اجیت سنگھ کے مکان پر گئے اور اسے گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کر دیا احسن اللہ نے سفارش کی کہ راجہ اپنے بھائی کے طرز عمل کا ذمہ دار نہیں ہے۔۔۔۔۔ راجہ نے خود کو بادشاہ کے قدموں میں ڈال دیا اور رحم کی درخواست کی، جس پر بادشاہ نے فوری رہائی

کا حکم دیدیا۔

○ ۱۱ جون، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۳۷: بادشاہ، کالے خان توپچی کی جرأت و

ہمت سے بے حد مسرور ہوئے اور سون بارود کی تیاری کا حکم دیا۔۔۔۔۔ بادشاہ کو خفیہ اطلاع ملی

کہ ملکہ معظمہ نے بغاوت ہند کی خبر پاتے ہی ۲۴ ہزار افواج روانہ کر دی ہیں۔

○ ۱۲ جون، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۳۸: بادشاہ باغیوں کی بے اعتنائی سے

سخت ناخوش تھے کیونکہ انکی جانب سے انگریزوں کو نکال دینے کی کوئی سنجیدہ کوشش عمل میں

نہیں آئی۔ بادشاہ نے کمانڈر انچیف کو سرزنش کی اور کہا کہ ابھی تک تم نے ایک فتح بھی

حاصل نہیں کی۔

○ ۱۵ جون، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۳۹: آج صبح محل میں ۱۵ گولے گرے۔

بادشاہ نے دھمکی دی کہ اگر فوجیں شہر نہ چھوڑیں گی تو میں قطب صاحب چلا جاؤں گا۔

اصرار کے بعد دس ہزار باغی آدھی رات کے وقت انگریزوں پر حملہ کرنے کی نیت سے شہر

سے نکلے۔

○ ۱۷ جون، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۴۰، ۱۴۱: چند کھتریوں نے بادشاہ کی

خدمت میں عریضہ پیش کیا، جس میں سپاہیوں کے مظالم کا ذکر درج تھا۔۔۔۔۔ اس پر بادشاہ

نے باغیوں کے سردار کو بلایا اور دھمکی دی کہ اگر فوجوں کے طرزِ عمل میں بہتری نہ ہوئی اور

مظالم کا سد باب نہ ہوا تو میں زہر کھالوں گا۔۔۔۔۔ چند آدمی جو شہر سے باہر چٹھیاں بھیجنا

چاہتے تھے۔ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چٹھیاں بھیجنے کی اجازت چاہی مگر انہیں

اجازت نہیں دی گئی۔

○ ۱۸ جون، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۹۹: انگریزی فوجوں کی آمد کی اطلاع سن

کر بادشاہ بہت خوفزدہ ہے، بادشاہ گولہ باری کے ڈر سے تہہ خانے میں چھپا ہوا ہے۔

○ ۱۹ جون، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۴۱: نصیر آباد کی فوجوں کے افسروں کو

۱ ”غداروں کے خطوط“، ص: ۹۸ پر ۱۷ جون کی رپورٹ میں بھی یہی حکم ہے۔

بادشاہ نے باریابی عطا کی، افسروں نے وعدہ کیا ہے کہ کل انگریزوں پر حملہ کیا جائے گا۔
(اگلے روز حملہ بھی کیا)

○ ۲۴ جون، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۴۲، ۱۴۳: جالندھر کی تین پلٹنوں کے افسروں نے بڑے فخر سے بیان کیا کہ ہم نے کلکٹر نصیر آباد قتل کر ڈالا اور اس کے ہاتھی کو بھی اپنے ساتھ پکڑ کر لے آئے ہیں۔ بادشاہ نے انکی تعریف کی اور کہا کہ آپ جیسے بہادر کہیں نہیں ملیں گے۔

○ ۲۴ جون، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۴۳: سپاہیوں کے سردار بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے۔۔۔۔۔ انہوں نے شکایت کی کہ جب ہم شہر کو لوٹ رہے تھے تو کالے خان کا ایک گولہ ہمارے سپاہیوں پر آ کر گرا جس کی وجہ سے تین سپاہی سخت زخمی ہوئے۔ کالے خان کو گرفتار کر لیا گیا اور بادشاہ کے حضور میں پیش کیا گیا۔ اس پر انگریزوں سے سازش کرنے کا الزام عائد کیا گیا۔

○ ۲۵ جون، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۴۴، ۱۴۵: علی خان اور قادر بخش نے حکیم احسن اللہ خان پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے ایسے بد معاشوں کو جو لوٹ مار کرتے ہوئے گرفتار ہوئے تھے، رشوت لے لے کر رہا کر دیا ہے۔۔۔۔۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ علی خان اور قادر بخش کو شہر بدر کر دیا جائے کیونکہ ان دونوں نے حکیم احسن اللہ خان کو ناحق متہم کیا ہے۔۔۔۔۔ محلہ چوڑی گراں کے تاجروں نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہمارے مکان کے قریب شمر و بیگم کے یہاں بارود بنائی جا رہی ہے، اور ہر لمحہ ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں ہم بھک سے نہ اڑ جائیں۔ بادشاہ نے انہیں تشفی دی اور وعدہ کیا کہ وہاں بارود سازی بند کر دی جائیگی۔۔۔۔۔ بادشاہ نے فوجی افسروں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم اس سلطنت کا خاتمہ کر رہے ہو جو ۵۰۰ سال سے قائم ہے اور طعنہ دیا کہ جب تم انگریزوں سے لڑ کر واپس آتے ہو تو نہایت پریشان اور خستہ حال نظر آتے ہو۔ انہوں نے دعا مانگی اور آخر میں کہا کہ ”افسوس ہے اور خدا کی مرضی یہی ہے کہ میں اور میری سلطنت تباہ و برباد ہو جائیں میں تم سب سے

درخواست کرتا ہوں کہ شہر کو چھوڑ کر کہیں چلے جاؤ۔

○ ۲۶ جون، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۴۶: بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ جو فوجیں انگریزوں سے لڑنے کیلئے گئی تھیں وہ واپس لوٹ آئی ہیں اسلئے کہ ہوا کارخانے کے موافق نہ تھا۔ بادشاہ نے حکم جاری کیا کہ چونکہ فوجیں انگریزوں کو نکالنے میں ناکام رہی ہیں اس لئے انہیں شہر چھوڑ کر کہیں چلا جانا چاہیے۔

○ ۲۸ جون، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۴۷: بادشاہ نے حکم دیا کہ واجب الادار تم بھیج دی جائے۔۔۔۔۔ فوج کے افسروں نے شکایت کی کہ ایام بارش میں شہر کے باہر قیام کرنے سے ہمیں سخت تکلیف ہوتی ہے۔ بادشاہ نے دوران برسات میں انہیں شہر میں رہنے کی اجازت دیدی۔۔۔۔۔

○ ۲۸ جون، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۰۳: باغی فوج اور بادشاہ سلامت جنید کے راجہ کے فرار اور باغیت کے پل کی تباہی کی خبر سن کر بے حد خوش ہیں۔

○ ۲۹ جون، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۴۸: بادشاہ نے دربار منعقد کیا۔ جس میں بے شمار آدمی موجود تھے۔ کئی گھنٹے تک جنگ کی صورت حال کے متعلق بات چیت ہوتی رہی۔۔۔۔۔ بریلی کے چند افسر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ فوج ۳ دن کے اندر اندر پہنچ جائے گی۔۔۔۔۔

○ ۳۰ جون، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۴۹: سبزی منڈی پر انگریزوں سے مقابلہ ہوا۔ جو افسر لڑائی میں شریک تھے وہ بادشاہ کے دربار میں بھی موجود تھے۔ انہوں نے اپنی وفاداری کا یقین دلایا اور کہا کہ ہم حتی الامکان انگریزوں کا مقابلہ کیے جائیں گے۔

○ ۱ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۵۱: بادشاہ نے تمام لیڈروں کو بلایا اور دروازہ کے باہر انگریزوں سے مقابلہ کرنے کی غرض سے فوج بھیجنے کے لئے حکم دیا، چنانچہ چند ہزار سپاہی شہر سے باہر نکلے اور عید گاہ پر جم گئے۔

○ ۲ جولائی، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۰۷: بادشاہ سلامت گزشتہ

جنگ کے نتائج کی وجہ سے کافی دل شکستہ ہیں۔ شاہی خزانہ ختم ہو چکا ہے۔ بادشاہ سلامت قطب صاحب جا کر سبکدوش ہونا چاہتے ہیں، یا پھر دریا عبور کر کے کسی دوسری طرف نکل جانا چاہتے ہیں۔

○ ۲ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۵۱، ۱۵۲: بادشاہ نے حکم دیا کہ شر کے باشندوں کو نہ لوٹا جائے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ میرے احکام دینے کی ضرورت ہی لیا ہے۔ اس لئے کہ ان کی کبھی تعمیل نہیں کی جاتی، اور نہ کوئی آدمی میرے پاس ایسا ہے جو ان پر عمل درآمد کرائے۔ لیکن میرا حکم یہ ہے کہ کوئی انگریز زندہ نہ رہنے پائے۔

محمد بخت خاں نے کمانڈر انچیف کے طور پر اپنی خدمات پیش کیں تاکہ فوج میں ڈسپلن قائم کیا جاسکے۔ بادشاہ نے ان سے اظہار مودت و دوستی کیلئے مصافحہ کیا۔۔۔۔۔ دربار کے بعد بادشاہ نے جنرل کونج میں باریابی دی جنرل نے کہا کہ میں بھی آپ ہی کے خانوادہ سے ہوں اور بادشاہ سے کہا کہ اپنا اطمینان کرنے کی غرض سے آپ تحقیقات فرما سکتے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ تحقیقات کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس وقت جنرل سے اور کوئی بڑا آدمی موجود نہیں ہے۔۔۔۔۔ محمد بخت خان نے بادشاہ سے کہہ دیا کہ اگر کسی شاہزادہ نے شہ کو لوٹنے کی کوشش کی تو میں اس کی ناک اور کان کٹوا دوں گا۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ تمہیں پورے اختیارات حاصل ہیں جو بہتر سمجھو کرو۔۔۔۔۔ بادشاہ نے بریلی کی فوج کی ضیافت کیلئے چار ہزار روپے دیئے۔۔۔۔۔ رات کے آٹھ بجے جنرل بخت خان نے بادشاہ سے ملاقات کی اور انکے ساتھ اور زینت محل، حکیم احسن اللہ خان اور احمد قلی خان کے ساتھ بہت دیر تک مشورہ کرتے رہے۔۔۔

○ ۳ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۵۵: آج کے دن بادشاہ نے بخت خان کے نام احکام جاری کئے کہ میرے ملازمین کو تنخواہ دینے کا انتظام کیا جائے۔ جنرل کو اختیار دیا گیا کہ لوٹنے والے اشخاص پر جرمانہ کر دو اور مظلوم اشخاص کو تاوان دلاؤ۔۔۔۔۔ جنرل نے بادشاہ سے خیموں کی مرمت کیلئے منظوری مانگی۔

○ ۳ جولائی، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۰۹: فتح حاصل کرنے پر ہر سپاہی کو سونے کا ایک کنگن دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

○ ۵ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۵۷: بادشاہ نے حکیم احسن اللہ خان کو باریابی دے۔ بہادر شاہ کے بیٹے مرزا بلاتی کی بیوی ایمان بیگم بھی موجود تھیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ گزشتہ رات کو ابو بکر نشہ کی حالت میں چند سوار لیکر میرے مکان پر آئے اور مجھے پکڑنا چاہا۔ انہوں نے ہندوؤں اور پستولوں سے چند فائر بھی کیے اور محلہ کے کئی ایک آدمیوں کو خوب زد و کوب کیا۔ پولیس پہنچ گئی مگر ابو بکر نے کوتوال پر تلوار سے حملہ کیا اور اسے گرفتار کر کے تحویل میں رکھا۔ پھر اس کی بے عزتی کی اور بالآخر میرے مکان کو لوٹ لیا۔ بادشاہ اس واقعہ سے بہت ناخوش ہوئے اور شاہزادہ کو تمام فوجی اعزاز سے محروم کر دیا۔ بادشاہ نے یہ بھی حکم دیا کہ کوئی شاہزادہ دربار میں شریک نہ ہونے پائے۔ انہوں نے تمام سرداروں کے نام احکام بھیج دیے کہ تمام شاہزادگان بے بیس ہیں اور اگر وہ لوٹتے ہوئے دیکھے جائیں تو ان سے معمولی آدمیوں کا سا سلوک کیا جائے۔

○ ۵ جولائی، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۱۱: ہندوؤں اور مسلمانوں میں کچھ نا اتفاقی پیدا ہو گئی تھی لیکن یہ اب دور کر دی گئی ہے۔ بادشاہ باغیوں کو ان کی شکست پر لعن طعن کرتے رہتے ہیں۔

○ ۶ جولائی، ”غدر کی صبح و شام“، ص: ۱۵۸، ۱۵۹: بات کی بھی شکایات کی گئیں کہ جنرل نے اپنی فوج کیلئے تو رسد کا انتظام کر لیا ہے مگر باقی فوج کیلئے کچھ نہیں کیا۔ بادشاہ نے شکایت کرنے والے اشخاص کو حیل کے پاسبان بھیج دیا۔ بادشاہ نے مرزا عبداللہ اور دوسرے شاہزادوں کو ان کی خراب رہش پر سب کے سامنے سخت سرزنش کی اور انہیں حکم دیا کہ جتنا روپیہ تم نے مہاجنوں سے زبردستی وصول کیا ہے وہ واپس کر دو، ورنہ تمہارے وظیفے بند کر دیئے جائیں گے۔۔۔۔ حکم ہوا کہ تمام مسلح آدمیوں کو دیوان خاص سے نکال دیا

جائے۔ جو اشخاص پکڑی پہنے ہوئے نہ تھے انہیں بھی نکال دیا گیا ہے اس لئے کہ ان کی موجودگی اچھی معلوم نہ ہوتی تھی۔ دوسرے بادشاہ کے احترام میں فرق آتا تھا۔۔۔۔۔ بادشاہ نے جنرل بخت خان کو بلوایا مگر کام کی غیر معمولی مصروفیت کے باعث وہ حاضر ہونے سے معذور رہے۔ بادشاہ نے احمد قلی خان کے پاس ایک تعویذ بھیجا اور کہلوا یا کہ اس پر لو ہے کا خول منڈھوا لو اور اپنے ہاتھ پر باندھ لو انشاء اللہ خدا فتح دے گا۔۔۔۔۔ بادشاہ نے آسوڑ کی باتری کا معائنہ کیا اور انتظامات کا مشاہدہ کیا۔

○ ۷ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۶۰، ۱۶۱: رئیس بلب گڑھ ولی داد خان کی طرف سے ایک چٹھی موصول ہوئی۔ چٹھی میں یہ بات بھی درج تھی کہ اگر بادشاہ کی طرف سے مجھے کچھ امداد مل گئی تو میں کلکٹر صاحب کا بالکل خاتمہ کر دوں گا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ایک پلٹن اور ایک توپ بغرض امداد بلب گڑھ روانہ کر دی جائے۔۔۔۔۔ اعلیٰ ذات کے چند سپاہیوں نے بادشاہ سے شکایت کی کہ جنرل ہماری ضروریات پوری نہیں کرتے۔ انہوں نے درخواست دی کہ ہمیں مرزا مغل کی فوج میں داخل کر دیا جائے۔ اور جو روپیہ ہم اپنے ساتھ لائے تھے وہ ہمیں واپس کر دیا جائے۔ بادشاہ نے وعدہ کیا کہ آئندہ سے تمہارا پورا پورا خیال رکھا جائے گا۔۔۔۔۔ بادشاہ کی طرف سے ہر پلٹن کے نام خاص پیغام بھیجا گیا اور وہ یہ تھا کہ جو شخص میدان جنگ میں جائے گا اور کارہائے نمایاں کریگا اسے پانچ بیگہ زمین دی جائیگی اور اعزازی عہدہ بھی عطا ہوگا۔۔۔۔۔ حکیم احسن اللہ خان نے شکایت کی کہ احمد قلی خان کا درجہ مجھ سے بڑھا دیا گیا ہے۔ بادشاہ نے انہیں اطمینان دلایا اور حکم میں اتنی ترمیم کر دی کہ آئندہ سے پولیس کی رپورٹ حکیم احسن اللہ خان کے پاس آنی چاہیے۔

○ ۸ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۶۱، ۱۶۲: حافظ نعمت اللہ خان رئیس

بریلی کے صاحبزادے خان بہادر خان کا مراسلہ موصول ہوا جس میں لکھا تھا کہ میں بریلی اور شاہجہانپور پر تمام وکمال قابض ہو گیا ہوں۔ بادشاہ نے انہیں مبارکباد کے خطوط بھیجے۔۔۔۔۔ سعادت خان کو گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کیا گیا۔ اس نے -/6200 روپے کی

نذر دے کر رہائی حاصل کی۔

○ ۸ جولائی، ”غدر کے فرمان“، ص: ۶۴، ۶۸: بادشاہ بہادر شاہ ظفر،

شہزادہ مرزا مغل کے نام طویل خط لکھتے ہیں اور خزانے کے ختم ہونے پر فکر مندی کے اظہار کے علاوہ شہزادے کو حکیم دیتے ہیں کہ وہ فوری اور ترجیحی بنیادوں پر تمام رجنٹوں کے افسروں کو جمع کر کے ان سے آراء اور تجاویز لیں کہ فوج کے مصارف کس طرح پورے کیے جائیں اور کل ہی مجھے تمام تجاویز سے آگاہ کریں۔۔۔۔۔ بادشاہ کے اس حکم پر عمل کیا گیا۔

○ ۹ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۶۳، ۱۶۴: شہر کے قصابوں نے

شکایت کی کہ ہماری قوم کے پانچ آدمیوں کو قتل کر دیا گیا ہے اور یہ کہ ہمیں حکم ملا ہے کہ اپنی دکانیں مت کھولو۔ مرزا مغل کو معاملے کی تحقیقات کا کام سپرد کیا گیا، منادی کر دی گئی کہ جو شخص گائے ذبح کرے گا اسے توپ کے منہ سے اڑا دیا جائیگا اور یہ کہ اگر کسی نے بکری ذبح کرنے پر اعتراض کیا تو اسے بھی سزا دی جائے گی۔۔۔۔۔ خبر مشہور تھی کہ جنرل بخت خان نے دس ہزار فوج کے ساتھ انگریزوں پر حملہ کیا ہے۔۔۔۔۔ چند یورپین جو محبوب علی خان کی سرانے میں چھپے ہوئے تھے قتل کئے گئے اور ان کے سروں کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا اور ان کی تشہیر کرائی گئی تاکہ لوگوں کو فتح کا ثبوت مل جائے۔ بادشاہ نے سروں کو دیکھ کر اظہار اطمینان کیا اور جن لوگوں نے ان یورپیوں کو قتل کیا تھا انہیں -100 روپے بطور انعام عطا کئے۔

○ ۱۰ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۶۴: بادشاہ نے سلیم گڑھ کی باتری کا

معائنہ کیا۔ نواب احمد ولی داد خان نے درخواست پیش کی، جس میں محاصل جمع کرنے کی غرض سے امداد طلب کی گئی تھی۔ محمد بخت خان کو حکم دیا گیا کہ فی الفور فوجوں کو روانہ کر دیا جائے تاکہ جن آسامیوں نے لگان ادا نہیں کیا انہیں سزا دی جائے۔ لکھنؤ سے آنے والی چٹھیوں میں کامیابی کا ذکر پڑھ کر بادشاہ نے حکم دیا کہ مبارکباد کا خط روانہ کیا جائے۔

○ ۱۱ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۶۵: بادشاہ نے دربار منعقد کیا اور شہر کے

عمائدین سے ملاقات کی اس کے بعد وہ مرزا مغل کے پاس گئے اور ایک گھنٹہ تک نج کی

گفتگو کرتے رہے، واپسی پر وہ محل میں تشریف لائے جہاں انہوں نے جنرل بخت خان اور پچاس دیگر افسروں سے ملاقات کی جنرل نے اظہار افسوس کیا کہ حضور کی جانب سے مجھے عتاب کا خط موصول ہوا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ میں نے اس قسم کا کوئی خط نہیں بھیجا۔ جنرل نے درخواست کی کہ آئندہ حضور کی طرف سے جس قدر چٹھیاں بھیجی جائیں ان پر شاہی مہر ثبت ہوئی چاہیے۔ بادشاہ نے تجویز کو منظور کر لیا، ساتھ ہی اس درخواست کو درجہ منظوری عطا فرمایا کہ زخمی سپاہیوں کو پنشن دی جائے اور کچھ زمین بھی عطا ہو۔ (جنرل بخت خان نے اپنے حسب نسب کا بتا کر کہا) آپ تصدیق فرما سکتے ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تصدیق کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ مجھے آپ کی شرافت و نجابت پر پورا یقین ہے۔

○ ۱۲ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۶۶، ۱۶۷: بادشاہ مہتاب باغ تشریف لے گئے۔۔۔۔۔ مختلف درخواستیں بنائیں، ضروری احکام دیے۔۔۔۔۔ جنرل بخت خان نے بادشاہ کی خدمت میں عریضہ بھیجا جس میں لکھا تھا کہ فوج کی تنخواہ ادا کرنے کی غرض سے نواب جھجر سے چار لاکھ روپے حاصل کئے جائیں درخواست پر نمبر لگایا گیا اور نواب کے نام احکام جاری کر دیئے گئے۔

○ ۱۳ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۶۹: بادشاہ دیوان خاص میں داخل ہوئے شہر کے تمام شرفا اور افسران فوج بھی موجود تھے، بہت دیر تک فتح آگرہ کے متعلق بات چیت ہوتی رہی۔ فوجی بینڈ نے فتح کے مرثدہ جانفزا کی خوشی میں بادشاہ کے سامنے باجہ بجایا بادشاہ نے بینڈ کو دو اشرفیاں عنایت کیں۔ بادشاہ نے عبدالحق پر یہ الزام عائد کیا کہ انہوں نے انگریزوں کے پاس ایک بگھی، ایک چٹھی اور دس سوار بھیجے۔ حکیم احسن اللہ خان جو دربار میں حکیم عبدالحق کی طرف سے الزام کا جواب دینے کیلئے موجود تھے۔۔۔۔۔ کہا کہ مجھے یقین نہیں آتا کہ عبدالحق کا اس سازش سے کچھ تعلق ہو۔ مرزا انوشہ (مرزا اسد اللہ خان غالب) اور مکرم علی خان نے انگریزوں پر فتح پانے کی خوشی میں قصائد پڑھ کر سنائے۔

○ ۱۳ جولائی، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۱۲: بادشاہ نے فرمان جاری کیا

ہے کہ آگرہ پر باغیوں کا قبضہ ہو گیا ہے اور وہاں بادشاہ کی حکومت قائم کر دی گئی ہے۔ اسکی خوشی میں آج اکیس توپوں کی سلامی دی گئی۔۔۔۔۔ بادشاہ نہیں چاہتا کہ آگرہ کی فوج (مجاہدین) یہاں پہنچے۔ اسلئے کہ اسکا خزانہ بالکل خالی ہو چکا ہے۔

○ ۱۵ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۷۱: بادشاہ نے ایک شکایت سننے کے بعد یہ کہہ کر اسے رد کر دیا کہ سراسر دروغ بیانی سے کام لیا گیا ہے۔۔۔۔۔ جنرل بخت خان نے عرض کیا کہ شکر اور نمک کی محصول چوگنی کو ہٹا لیا جائے۔۔۔۔۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ میرا خود یہ خیال ہے کہ محصول چوگنی لگانے میں دانشمندی سے کام نہیں لیا گیا، اور اس لئے اسے ہٹا لینا چاہیے۔ بادشاہ نے جنرل محمد بخت خان کو مطلع کیا کہ فوج کے افسروں نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ ڈویژن کے تین جنرل مقرر کئے جائیں۔۔۔۔۔ مرزا مغل نے آج بادشاہ کی خدمت میں نہایت اعلیٰ درجہ کی دور بین نذر کی۔ بادشاہ کی سب سے اعلیٰ بیوی (بیگم زینت محل) آج کسی مقصد سے اپنے گھر گئیں۔ مرزا مغل اور بعض افسران بادشاہ کی خدمت میں طلب کئے گئے اور انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ڈویژن کیلئے جنرل منتخب کریں۔۔۔۔۔ بادشاہ کو خبر دی گئی کہ جنرل بخت خان نے مہاجن سالگرام کو بلوایا تھا اور اس سے روپیہ طلب کیا تھا۔۔۔۔۔

○ ۱۵ جولائی، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۱۴: شہر کے بیویوں اور جھجھر کے نواب کو چندہ دینے کیلئے کہا گیا۔

○ ۱۸ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۷۲، ۱۷۳: بادشاہ دیوانِ عام میں تشریف لائے اور جو شرفاؤں ہاں موجود تھے ان کے احترامات اور آداب کو قبول کیا۔

○ ۱۹ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۷۳، ۱۷۴: بادشاہ سلیم گڑھ گئے۔ اس کے بعد انہوں نے لوگوں کو باریابی دی۔ باغی گارڈ نے حسب معمول شاہی سلام سے ان کا استقبال کیا۔۔۔۔۔ بادشاہ نے الہامی لہجہ میں فرمایا کہ ”اگر مجھے کامل فتح حاصل ہوئی تو میں فتح کے بعد آگرہ جاؤں گا اور اجمیر کے دربار میں حاضری دوں گا، اور شاہ سلیم چشتی کے مزار کی

زیارت کرونگا بشرطیکہ خدا کو منظور ہوا اور اس نے میری تمام خواہشات کو پورا کرادیا۔“ احمد قلی خان کو حکم دیا گیا کہ وہ ہر روز دربار میں شرکت کیا کریں۔ بادشاہ بہت دیر تک دہلی اور میرٹھ کی باغی فوجوں کے نامعقول طرز عمل پر گفتگو کرتے رہے۔۔۔۔۔ بادشاہ کو خبر دی گئی کہ فوج لڑنے کیلئے نکلی تھی مگر انگریزوں نے لڑنے کی پرواہ نہ کی۔ صرف توپوں کی جنگ ہوتی رہی۔

○ ۱۹ جولائی، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۱۹ تا ۱۲۱: گاؤ کشی منع تھی، سات

آدی مارے گئے بادشاہ نے حکم دیا ہے جو گاؤ کشی کریگا توپ سے اڑا دیا جائیگا۔۔۔۔۔ حکم تلنگوں کا ہے، بادشاہ کی کوئی نہیں سنتا۔۔۔۔۔ اگر جنگ پر روزانہ کی تدبیر سے فتح نہ ہوئی تو بادشاہ لڑنے کو نکلیں گے۔۔۔۔۔ بادشاہ کا حکم ہے کہ فوج سے بھاگنے والوں کو گرفتار کیا جائے۔

○ ۲۰ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۷۵: جنرل محمد بخت خان کو حکم

دیا گیا کہ انگریزوں کے خلاف جو کارروائی کرنا چاہیں، کریں۔۔۔۔۔ چند سواروں نے ملازمت کی خواہش ظاہر کی مگر بادشاہ نے کہا کہ میرے پاس تمہیں تنخواہ دینے کیلئے روپیہ نہیں ہے۔۔۔۔۔ چند غیر مسلح سپاہیوں نے بندوقین مانگیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ میرے پاس اسلحہ محفوظ نہیں ہے۔۔۔۔۔ نجیب آباد کے نواب کے بیٹے محمد خان نے نواب کی طرف سے عریضہ پیش کیا جس میں بادشاہ سے درخواست کی گئی تھی کہ حضور نجیب آباد، رامپور، بجنور، دسینریا اور نگینہ انگریزوں سے چھین لینے پر اظہار مسرت کریں، بادشاہ نے بغرض جواب چٹھی جنرل محمد بخت خان کے پاس بھیج دی اور کہا کہ میں جواب کی ذمہ داری اپنے سر نہیں لینا چاہتا۔۔۔۔۔ چند یورپیوں کا مال و اسباب بادشاہ کو بھیجا گیا۔ بادشاہ نے سامان کا معائنہ کرنے کے بعد حکم دیا کہ اسے بیگم صاحبہ کے حوالے کر دیا جائے۔

○ ۲۱ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۷۸، ۱۷۹: بادشاہ نے سلیم گڑھ کے

قلعہ کا معائنہ کیا اور جدید قائم شدہ پیدل فوج نمبری ۴۶ کا بھی معائنہ کیا۔ اسکے بعد انہوں نے لوگوں کو باریابی عطا فرمائی۔۔۔۔۔ جھانسی کی فوج کا ایک رسالدار بھی بادشاہ کی خدمت

میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ مجھے اپنی خدمات کے معاوضہ میں نہ تو تنخواہ ملی اور نہ انعام۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ جھانسی کی فوج نے تین لاکھ روپیہ غصب کر لیا ہے اور اس میں سے ایک پائی بھی شاہی خزانہ کو موصول نہیں ہوئی۔ بادشاہ نے پھر کہا کہ میں تنخواہ اور انعام کہاں سے دے سکتا ہوں۔ رسالدار کو حکم ہوا کہ اپنے تئیں مرزا مغل کے سامنے پیش کرے۔ میر سعید علی خان نے بادشاہ کی خدمت میں کمر کا پٹکہ پیش کیا۔ بادشاہ نے اس کے دو ٹکڑے کر دیے اور نصف حصہ جنرل بخت خان کے پاس بھیج دیا۔۔۔۔۔ ٹونک سے آنے والے مجاہدوں کو بادشاہ نے جواب دیا: میرے پاس تم لوگوں کو دینے کیلئے روپیہ نہیں ہے۔۔۔۔۔ بادشاہ نے جنرل محمد بخت خان کے پاس شاہی مطبخ سے ۷۱ خوان بھیجے۔۔۔۔۔ جس شخص کو بادشاہ نے محاصل جمع کرنے کے کام پر مقرر کیا تھا اس نے -/3900 روپے لا کر پیش کیے۔

○ ۲۲ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۸۰ تا ۱۸۲: جنرل محمد بخت خان بھی موجود تھے انہوں نے شکایت کی کہ چند بدخواہ اشخاص یہ خبر پھیلا رہے ہیں کہ میں انگریزوں سے ساز باز رکھتا ہوں۔۔۔۔۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ مجھے تمہاری وفاداری پر کامل بھروسہ ہے اور افسوس ہے کہ تمہیں خواہ مخواہ تکلیف پہنچی، مجھے انگریزوں سے کوئی پر خاش نہیں ہے بلکہ میرا خیال یہ تھا کہ جو فوج میری حفاظت کیلئے دوڑ کر آئی ہے اسکی وجہ سے میرا درجہ بلند ہو جائیگا۔۔۔۔۔ جنرل نے تجویز پیش کی کہ بادشاہ کو فوج کے نام احکام جاری کر دینے چاہئیں کہ روزانہ انگریزوں پر حملے کر کے انہیں دق کرتی رہے۔۔۔۔۔ جنرل بخت خان دو مولویوں کی معیت میں اندر گئے اور بادشاہ کے روبرو ایک درخواست رکھ دی جس پر انہوں نے دستخط ثبت کر دیے۔۔۔۔۔ انگریزوں نے نواب جھجرو وغیرہ کو متنبہ کر دیا کہ آئندہ سے بادشاہ کو مالی امداد نہ دی جائے۔

○ ۲۲ جولائی، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۲۳: متھرا سے ایک کروڑ روپیہ وصول کر کے لانے کا حکم۔

○ ۲۳ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۸۳: بادشاہ سلیم گڑھ کے قلعہ میں گئے اور حکم دیا کہ بنارس سے جو ۶۰۰ سوار آرہے ہیں ان کا شاندار استقبال کیا جائے اور

ان کی پریڈ کرائی جائے۔۔۔۔۔ نواب سعید علی خان والی فرخ نگر کے معاملات بھی بادشاہ کے گوش گزار کئے گئے۔

○ ۲۴ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۸۳، ۱۸۴: مرزا ابوبکر نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر مجھے اختیارات دیدیے جائیں اور دو ہزار سپاہی میرے ساتھ کر دیئے جائیں تو میں گوڑ گاؤں کے قرب و جوار کے تمام دیہات سے لگان وصول کر کے لے آؤں گا۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ میں غور کرنے کے بعد جواب دوں گا۔۔۔۔۔ مرزا الہی بخش نے بادشاہ سے ملاقات کی اور نج کے طور پر انہیں مشورہ دیا کہ انگریزوں سے نامہ و پیام کا سلسلہ شروع کر دیا جائے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ میں بالکل بے بس ہوں اور یہ کام کرنے سے سراسر قاصر ہوں۔ انہیں آگاہ کر دیا گیا کہ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو نتائج آپ کے خلاف نکلیں گے۔ معاملہ یہیں پر ختم ہو گیا۔۔۔۔۔ بادشاہ بہت دیر تک رات کو دارالمشورہ میں بیٹھے رہے اور حکیم احسن اللہ سے بات چیت کرتے رہے۔ بادشاہ نے اپنے استاد مولوی حسن عسکری کے پاس چند خوان اور ململ کا تھان بھیجا۔

○ ۲۵ جولائی، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۲۷، ۱۲۸: بادشاہ بخت خان سے سخت ناراض ہیں اور اس سے کہتے ہیں یا تو شہر سے باہر جا کر لڑو یا مجھے اپنی مرضی کے مطابق شہر چھوڑ کر جانے دو۔۔۔۔۔ بادشاہ نے بخت خان کو سونے کا ایک بہت ہی قیمتی نیام بند تحفے میں دیا ہے۔۔۔۔۔ ایک فرمان جاری ہوا ہے کہ جنگ میں مارے جانے والے سپاہیوں کے لواحقین کو وظیفہ اور جاگیریں دی جائیں گی۔

○ ۲۶ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۸۷: جنرل محمد بخت خاں کی درخواست پر انہیں گورنر کے درجہ پر فائز کیا گیا۔ بادشاہ نے جنرل کے طرز عمل پر اپنی خوشنودی کا اظہار کیا

○ ۲۸ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۸۹: بادشاہ نے قلعہ سلیم گڑھ کا معائنہ کیا اور وہاں سے دربار عام میں تشریف لے گئے، امراء اور افسر بھی موجود تھے۔۔۔۔۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ جنرل اور فوج کے افسران کے نام اس مضمون کی چٹھیاں بھیج دی جائیں کہ عید کے موقع پر شہر میں کوئی گائے ذبح نہ کی جائے اور تنبیہ کر دی گئی کہ اگر کسی مسلمان نے ایسا کیا

تو اسے توپ کے منہ سے اڑا دیا جائے گا۔۔۔۔۔ حکیم احسن اللہ خان نے اظہار ناراضگی کیا،
بادشاہ اس مخالفت سے سخت ناراض ہوئے، دربار برخواست کر دیا۔

○ ۲۹ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۹۰، ۱۹۱: عمائدین شہر نے ایک
دربار منعقد کیا جس میں صوبہ دار قادر بخش نے جنرل بخت خان پر یہ الزام عائد کیا کہ وہ
انگریزوں پر حملہ کرنے سے عداوت پہلو تہی کرتے ہیں۔ بہت دن ہو چکے ہیں اور جنرل نے
ابھی تک انگریزوں پر فوج کشی نہیں کی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ انگریزوں نے شہر پر کامیابی
کے ساتھ حملہ کرنے کی غرض سے تمام ضروریات جمع کر لی ہیں۔ جنرل اس تقریر پر بہت کچھ
جھلائے مگر بادشاہ نے یہ کہہ کر انکے غصہ کو دھیمہ کر دیا کہ صوبہ دار نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ
صداقت پر مبنی ہے۔۔۔۔۔ بادشاہ نے اپنے مطبخ سے جنرل بخت خان کو گوشت کے مختلف
کھانوں کے چار خوان بھیجے۔

○ ۲۹ جولائی، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۳۳: جاسوس رجب علی انگریزوں کو
اس دن کی رپورٹ میں لکھتا ہے، ”میں نے بادشاہ سلامت کو مشورہ دیا تھا کہ انکو چاہیے کہ
خفیہ طور پر شہر کا دروازہ کھلوا کر انگریزی فوج کے شہر میں داخل ہونے کا بندوبست کریں، اس
طرح انکی جان تو شاید نہ بچ سکے، لیکن اس احسان کے بدلے میں انگریز انکے ورثاء سے
اچھا سلوک کریں گے، بادشاہ سلامت تو راضی ہو جاتے لیکن حکیم احسن اللہ خان نے دخل
اندازی کر کے معاملہ خراب کر دیا۔

○ ۳۰ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۹۱ تا ۱۹۳: آج بادشاہ مہتاب باغ
میں ایک فقیر سے ملنے کے لئے گئے اور کچھ دیر تک اس سے لڑائی کے متعلق بات چیت
کرتے رہے۔۔۔۔۔ چند جہادیوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ ہمارے پاس کھانے کو کچھ
نہیں ہے اور ہم بھوکے مر رہے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ خزانہ خالی ہے۔۔۔۔۔ بادشاہ
نے جنرل بخت خان کے نام حکم نافذ کر دیا کہ عرض کنندہ کو نہ ستایا جائے۔۔۔۔۔ عرضی میں
سپاہیوں نے بادشاہ سے یہ درخواست کی تھی کہ ہمارے طرز عمل پر اظہار خوشنودی فرمادیں،
جواب میں بادشاہ نے یہ تحریر لکھوا دی کہ جو کوئی شخص بادشاہ کا وفادار رہے گا اسے انعام و

اکرام سے مالا مال کیا جائے گا۔۔۔۔۔ سہ پہر کو رام جی مل مہاجن اور پٹیا مل سوداگر دربار میں حاضر ہوئے۔ رام جی نے پگڑی بادشاہ کے پاؤں پر رکھ دی اور عرض کیا کہ میں بالکل مفلس اور قلاش ہو گیا ہوں۔۔۔۔۔ بادشاہ نے جواب میں فرمایا کہ ”میں تم سے روپیہ قرض مانگتا ہوں۔ میں ٹیکس کے طور پر نہیں لینا چاہتا۔ دیکھو میرے دوست جو توتی پر شاد نے انگریزوں کو تیس ہزار روپے قرض دیئے ہیں۔ اب تم کس بنا پر روپیہ قرض دینے میں پس و پیش کرتے ہو؟“ بادشاہ نے پٹیا مل سے کہا کہ تمہیں بالضرور ۵۰ ہزار روپے قرض دینے چاہئیں۔

○ ۳۱ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۹۴، ۱۹۵: بادشاہ نے خواہش ظاہر فرمائی کہ نواب فرخ نگر اور راؤ تلارام کو روپیہ بھیجنے کا غرض سے چٹھیاں لکھی جائیں۔۔۔۔۔ میر فیاض علی نے معروضہ پیش کیا کہ جہادی بھوکے مر رہے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ انہیں کھلانے کیلئے میرے پاس روپیہ نہیں رہا۔ فیاض نے کہا کہ شہر والوں کو حکم دیجئے کہ وہ ان کے کھانے کا بندوبست کریں۔ بادشاہ نے اس تجویز کو پسند کیا۔۔۔۔۔ (نیچے فوج کی کامیابی پر) بادشاہ نے بلند آواز سے شاباش دی اور انشروں کی بجد تعریف و توصیف کی۔

○ اراگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۹۶: بادشاہ نے دربار منعقد کیا حکیم احسن اللہ خان اور دوسرے امراء بھی شریک تھے۔ بادشاہ ایمان سلطنت کی معیت میں عید کی نماز ادا کرنے کی غرض سے مسجد میں تشریف لے گئے۔۔۔۔۔ بادشاہ کے فرستادہ افسر نشی سلطان سنگھ کے پاس گئے اور ان سے ۵۰ ہزار روپے طلب کئے۔۔۔۔۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ معاملہ جنرل محمد بخت خان کے ہاتھ میں ہے اور میں مداخلت کرنے سے معذور ہوں لیکن رہائی حاصل کرنے کی غرض سے ضروری ہے کہ کچھ روپیہ ادا کیا جائے۔

○ ۲ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۹۷، ۱۹۸: آج بادشاہ دربار عام میں نہایت شان و شوکت کے ساتھ جلوہ فرما تھے۔۔۔۔۔ بالعموم جنگی حالت پر گفتگو ہوتی رہی۔ اس کے بعد بادشاہ نے چند اشعار سنائے۔ جنہیں انہوں نے موزوں کیا تھا۔ یہ اشعار جنرل بخت خان کے پاس بھیج دیے گئے تھے۔ ان کا مفہوم یہ تھا:

”خدا کرے کہ دین کے دشمن تباہ و برباد ہو جائیں!
خدا کرے کہ فرنگی نیست و نابود ہو جائیں!
قربانیاں کر کے عید کے قربان کے تہوار کو مناؤ!
اور دشمنوں کو تہ تیغ کر دو اور کوئی نہ بچنے پائے!“

جنرل بخت خان بھی شریک دربار ہوئے اور اطلاع دی کہ موسلا دھار بارش کی وجہ سے تمام علاقہ جل تھل ہو گیا ہے اور اس لئے میں واپس آ گیا ہوں۔ بادشاہ یہ سن کر بہت برا فروختہ ہوئے اور کہا کہ تم باؤٹہ کو بھی فتح نہیں کر سکو گے۔“ آج شام کو بادشاہ نے تمام افسروں کو دربار عام میں مدعو کیا اور ان کے سامنے حسب ذیل تقریر کی:

”جو خزانہ تم میرے پاس لائے تھے وہ سب ختم ہو گیا۔ شاہی خزانہ اب خالی پڑا ہوا ہے، اور اس میں ایک پیسہ بھی باقی نہیں رہا۔ میں سنتا ہوں کہ دن بدن سپاہی اپنے اپنے گھروں کو جا رہے ہیں۔ مجھے اب فتح کی کوئی امید دکھائی نہیں دیتی، میری خواہش یہ ہے کہ تم لوگ سب کے سب شہر چھوڑ کے کسی مرکزی مقام میں چلے جاؤ۔ اگر تم نہ جاؤ گے تو جو کارروائیاں مناسب ہونگی انہیں میں عمل میں لاؤں گا۔“ اس تقریر کے بعد افسروں نے بادشاہ کو ڈھارس دی اور کہا کہ ”ہم اب بھی باؤٹہ کو فتح کر سکتے ہیں۔ انشاء اللہ۔“

○ ۳ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۹۸، ۱۹۹: غوث محمد خان جو نیچ کی فوج کے سرداروں میں سے تھے، بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر بادشاہ نے یہ کہہ کر ملاقات کرنے سے انکار کر دیا کہ میرے پاس وقت نہیں ہے۔۔۔۔۔۔ نصیر آباد سے چند جہادیوں کا معروضہ موصول ہوا جس میں لکھا تھا کہ اگرچہ چھ ہزار سپاہی ایک دل ایک جان ہو رہے ہیں لیکن انگریزوں نے شہر پر قبضہ کر لیا ہے۔ بادشاہ نے حسب ذیل جواب لکھا: ”دہلی میں ۶۰ ہزار سپاہی موجود ہیں اور وہ بھی ابھی تک انگریزوں کو باؤٹہ سے نہیں ہٹا سکے۔ تمہارے ۶ ہزار سپاہی کیا کر لیں گے؟۔۔۔۔۔ ایک سوار نے بادشاہ کی خدمت میں خنجر پیش کیا اور کہا کہ ”یہ خنجر حضور نبی کریم ﷺ کی زیبتن فرماتے تھے۔“

○ ۴ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۰۲، ۲۰۰: بادشاہ ابھی حرم ہی میں

تھے کہ افسروں کا وفد حاضر ہوا، انہوں نے شکایت کی کہ حکیم احسن اللہ خان انگریزوں سے ساز باز رکھتے ہیں۔۔۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ مجھے یقین ہے کہ حکیم احسن اللہ خان اس قسم کی کسی سازش میں شریک نہیں ہیں۔۔۔ بادشاہ نے افسروں اور مرزا مغل کو بلا بھیجا اور موخر الذکر کی تعریف کر کے یہ بات کہی۔۔۔ کہ میں نے مرزا مغل اور جنرل محمد بخت خان کو حکم دیدیا ہے کہ تمہیں اپنی کمان میں لے لیں۔ اب تم یہ نہ کر لو کہ کس کی کمان میں رہنا پسند کرتے ہو۔ یہ امر باعث تکلیف ہے کہ شہر والوں کو ستایا جائے اور سپاہیوں کی جانب سے انہیں دھمکی دی جائے۔ حالانکہ وہ شہر میں صرف اسی مقصد سے آتے ہیں کہ انگریزوں کا تہس نہس کر دیں نہ کہ اپنے ہم ملکوں کا۔ یہ سپاہی ہمیشہ شیخی بگھارا کرتے تھے کہ ہم انگریزوں کو تباہ کرنے کی غرض سے اپنے استحکامات میں سے باہر نکلیں گے۔ لیکن وہ ہر بار لوٹ آتے ہیں۔۔۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ”مجھے صاف دکھائی دے رہا ہے کہ انگریز دوبارہ اس شہر پر قابض ہو جائیں گے اور مجھے قتل کر ڈالیں گے۔ بظاہر افسر بادشاہ کی تقریر سے متاثر ہوئے۔ انہوں نے تسلی دی اور درخواست کی کہ آپ اپنا ہاتھ ہمارے سروں پر رکھیں اور ہم بلاشبہ فاتح ہونگے۔ تقریباً ۱۵۰ افسر موجود تھے اور گزرتے وقت بادشاہ نے ہر ایک کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا۔ اسکے بعد بادشاہ نے دعا مانگی اور فرمایا ”جلدی جاؤ اور باؤٹہ پر قبضہ کر لو۔“

بادشاہ کھڑے ہوئے اور جب سب چلے گئے تو اس کے بعد وہ سلیم گڑھ گئے اور حکم دیا کہ باتریوں سے گولہ باری کی جائے۔ بعد ازاں وہ حرم میں آگئے وہاں سے انہوں نے مرزا مغل کے نام ایک خط بھیجا جس میں یہ تاکید کی گئی تھی کہ وہ حکیم احسن اللہ خان کی نگرانی رکھیں اور انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچنے دیں۔ بادشاہ نے فوج میں خواہ تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے مزید برآں یہ حکم دیا کہ فوج کا ہر افراد انکی خدمت میں حاضر ہو۔ جنرل بخت خان بھی اس حکم کے مطابق دربار میں حاضر ہوئے۔۔۔۔ گوالیار سے بادشاہ کی

خدمت میں یہ پیغام وصول ہوا کہ ہم سب آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے تیار بیٹھے ہیں۔ بادشاہ نے نہایت بے صبری کے ساتھ جواب دیا کہ انہیں لکھ دو کہ ان کی امداد کیلئے میرے پاس روپیہ موجود نہیں ہے۔ میرے پاس یہاں ۶۰ ہزار سپاہی ہیں اور ابھی تک انہوں نے مٹی کا ڈھیلا بھی انگریزوں سے واپس نہیں لیا۔۔۔۔۔ فوج کو تین بریگیڈوں میں مرزا مغل، جنرل محمد بخت خان اور غوث محمد خان کی سرداری میں منقسم کر دیا گیا۔

○ ۴ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۴۲-۱۴۳: نیچے فوج کے افسروں نے

بادشاہ سے محاذ جنگ پر بروقت مدد و رسد نہ ملنے کی شہادت کی تو بادشاہ نے بڑے غصے سے جواب دیا کہ وہ اگر بغاوت پر اتنے ہی مصرتھے تو انہیں چاہیے تھا کہ وہ کہیں اور چلے جاتے، نہ کہ دہلی آتے، جہاں آکر انہوں نے اسے تباہ کر دیا ہے۔۔۔۔۔ پشاور سے خط آیا، جس میں شرکت جہاد کی خواہش پہنچائی گئی تھی۔ اسکا جواب بادشاہ نے یہ دیا کہ انہیں چاہیے کہ جو کرنا ہو کریں لیکن دہلی کا رخ نہ کریں کیونکہ یہاں پیسہ ختم ہو چکا ہے اور فوج خود سر ہو گئی ہے۔

○ ۵ اگست، ”غدری صبح شام“، ص: ۲۰۴: بادشاہ نے مختلف شکایتیں نبھائیں۔

جنرل بخت خان نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ فوجیں کل انگریزوں پر حملہ کریں گی۔۔۔۔۔ ایک فرانسیسی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پھٹنے والی گولیاں بنانے کیلئے اپنی خدمات پیش کیں۔ بادشاہ نے دمدموں کی باتریاں ملاحظہ کیں اور حکم دیا کہ وہاں سے انگریزوں پر مسلسل گولہ باری رکھی جائے اور نیزاتریوں پر بھی پے درپے گولے برسائے جائیں جو شہر پر گولے پھینکتی ہیں۔

○ ۷ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۰۶ تا ۲۰۸: آج سہ پہر کو بارود سازی

کا کارخانہ بھک سے اڑ گیا اور چار سو چورانوے آدمی ضائع ہوئے صرف تیرہ اشخاص اپنی جان بچانے میں کامیاب ہوئے۔ اس وقت بادشاہ سیالکوٹ کے قلعہ میں تھے۔۔۔۔۔ اطلاع دی گئی کہ تقریباً ۱۰۰ اسوار حکیم احسن اللہ کی تلاش میں مصروف ہیں۔ بادشاہ نے انہیں تخت کے نیچے چھپ جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ بازارے بند کر

بادشاہ نے فرمایا: ”ہر بادشاہ پر انقلابات گزر رہے ہیں اور اب میری باری آرہی ہے۔“ اپنے لڑکوں کو انہوں نے حکم دیا کہ احسن اللہ کی جان بچانے اور رہائی دلانے کی ہر ممکن تدبیر عمل میں لائیں۔ بیگم نے بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ مجھ پر بھی انگریزوں کے ساتھ ساز باز رکھنے کا شبہ کیا جا رہا ہے اور مجھے بھی متنبہ کر دیا گیا ہے کہ سپاہی محل کو لوٹنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ بادشاہ نے بیگم اور احسن اللہ کے مکان کی حفاظت کیلئے ۲۰۰ سوار بھیجے۔ بادشاہ نے سپاہیوں کو حکیم کا سامان جلانے سے باز رکھنے کی انتہائی کوشش کی لیکن کسی نے ان کے احکام کی پرواہ نہیں کی۔ بادشاہ نے محروں کو بلا بھیجا لیکن موت کے ڈر سے کوئی بھی اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا۔ بادشاہ نے مرزا عبداللہ کو حکیم احسن اللہ کے پاس بھیجا تا کہ وہ کہہ سن کر انہیں کھانا کھانے پر مجبور کریں۔

○ ۸ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۵۰، ۱۵۱: داؤد خان کے پوتے نے بادشاہ کو پیغام پہنچایا کہ راجہ داؤد خان بادشاہ کا مطیع ہے اور وہ لگان بھی ادا کریگا۔ بادشاہ نے یہ سن کر خدا کا شکر ادا کیا اور کہا: ”یہ سب کچھ خدا کے فضل و کرم سے ہو رہا ہے۔۔۔۔۔“ بادشاہ سارا دن شعر و شاعری میں لگن رہتے ہیں۔

○ ۹ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۱۱، ۲۱۲: بادشاہ عبادت خانے میں داخل ہوئے۔ بادشاہ کے پیرزادہ میاں کالے صاحب کے صاحبزادے نظام الدین دربار میں آئے اور محمد علی اکبر خان سے کہا کہ پاؤدی میں ۵۰ سوار اس غرض سے پہنچے ہیں کہ تین لاکھ روپیہ وصول کر کے بادشاہ کو دیں اور یہ کہ ان سواروں نے روپیہ وصول کرنے کی غرض سے نواب کے لڑکے کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ ”میں نے انہیں روپیہ وصول کرنے کی غرض سے نہیں بھیجا۔ انہیں تخت سزا ملنی چاہیے۔“

○ ۱۰ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۱۲، ۲۱۳: بادشاہ عبادت خانہ میں گئے۔ حافظ داؤد صاحب اور ناظر حسن مرزا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دوران ملاقات میں بادشاہ نے سپاہیوں کی زیادتیوں اور مظالم پر اظہار ناراضگی کیا۔ بادشاہ نے مرزا

مغل سے آج پھر احسن اللہ خاں کی رہائی کیلئے کہا۔۔۔۔۔ حکیم احسن اللہ آج رہا ہو گئے۔۔۔۔۔
 شریک دربار ہوئے اور ایک اشرفی پیش کی اور بادشاہ کا شکریہ ادا کیا کیونکہ انکی امداد کے بغیر
 جاں بخشی ممکن نہ تھی۔ انہوں نے عرض کی کہ میرا جو مال و اسباب سپاہیوں نے لوٹ لیا ہے
 اسے واپس دلا دیا جائے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ پانچ ہزار روپیہ لے کر جاؤ اور منتشر مال کو یکجا
 کر دو۔

○ ۱۱ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۱۳: بادشاہ نے حکیم احسن اللہ کی عزت
 افزائی کرنے کے خیال سے شاہزادگان سے خواہش ظاہر کی کہ وہ حکیم کو اپنی حفاظت میں ان
 کے گھر پہنچادیں، اس پر عمل ہوا۔

○ ۱۲ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۱۴: بادشاہ نے مولوی صدر الدین خان
 سے کہا کہ جب تک حکیم کا مال جسے سپاہیوں نے لوٹ لیا تھا، واپس نہ کر دیا جائیگا اس وقت
 تک تمہیں دربار میں شرکت کی اجازت نہ دی جائیگی۔۔۔۔۔ افسروں نے بادشاہ کو کچھ خفیہ
 خبریں دیں جسکی وجہ سے بادشاہ نے قلعہ سلیم گڑھ کا معائنہ کیا۔

○ ۱۳ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۱۵: بادشاہ نے حکم دیا کہ لوگ میرے
 سامنے پستول لگا کے نہ آیا کریں اور آئندہ کیلئے اس رسم کو بند کر دیا مگر تلواریں لگانے کی
 اجازت تھی۔۔۔۔۔ محمد علی اکبر خان کے پاس سے عریضہ موصول ہوا جس میں یہ شکایت درج
 تھی کہ سپاہی مجھے بہت دق کر رہے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ ”تم نے اپنے سپاہیوں کو
 قتل کرنے میں غلطی کی۔ تمہیں اپنے علاقے پر حکومت کرنے کا اختیار حاصل ہے تم حکومت
 کئے جاؤ۔۔۔۔۔“

○ ۱۳ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۵۵: بادشاہ کافی افسردہ ہیں۔

○ ۱۴ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۱۶: جنرل محمد غوث نے بادشاہ سے رنج میں

۱۵۶ پر ۱۴ اگست کی رپورٹ ہے کہ بادشاہ نے جرنیلوں کو طویل خط لکھ کر خود کشی کی دھمکی دی تو
 انہوں نے حکیم کو رہا کر دیا۔

کچھ کہا جسکا جواب بادشاہ نے یہ دیا کہ ”جب تک انگریز باؤٹہ سے نہ نکال دیے جائیں گے، تم کبھی فتح مند نہیں ہو سکتے۔ اندور کی فوجیں آرہی ہیں۔ تمہارے پاس نیچ کی فوجیں ہیں۔ تمہیں بالضرور علی پور کے مقام پر انگریزوں کے خلاف حملہ آور ہونا چاہیے۔“ آج شاہی بستر خوان سے جنرل بخت خان کے پاس کھانا بھیجا گیا۔

C ۱۴ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۵۸: آج دربار کے بعد بادشاہ نے سپہ سالاروں سے فرمایا کہ چونکہ وہ انگریزوں کی ایک چھوٹی سی فوج کو فتح کرنے میں ناکام رہے ہیں، اسلئے بہتر یہ ہے کہ وہ ان سے رحم کی درخواست کریں اور شہر اور محل کو مزید برباد کرنے کی کوشش نہ کریں۔ سپہ سالار نے جواب دیا کہ اسکے بھاگنے کیلئے کوئی راستہ نہیں ہے، اس پر بادشاہ نے اپنے ہاتھی بان کو ایک ہاتھی تیار کرنے کو کہا تا کہ وہ انگریز کی کمپ میں جا کر گفت و شنید کر سکے۔ فوج کے افسروں نے انہیں اس ارادہ سے باز رکھنے کیلئے وعدہ کیا، یا تو وہ کمپ پر فتح حاصل کریں گے یا پھر ہمیشہ کیلئے اپنا منہ نہ دکھائیں گے۔

O ۱۵ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۱: بادشاہ عظیم خان کی نقل و حرکت پر سخت غضبناک ہوئے اور روپیہ بھیجنے کے متعلق اسکے نام تاکید خطوط بھیجے اور حکم دیا کہ آئندہ کسی کو مت ستاؤ۔ بادشاہ نے مہاراجہ گوالیار کے نام بھی خط بھیجا اور لکھا کہ اپنی فوج اور خزانہ سمیت میرے ساتھ شامل ہو جاؤ۔

O ۱۵ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۵۸، ۱۵۹: بادشاہ نالے میں پھنسی دو توپوں کو نکلوانے کی فکر میں ہیں، سپاہیوں کو ترغیب دیتے رہتے ہیں بالآخر وہ نکل آئیں۔۔۔۔۔ بادشاہ ہر روز اپنا دربار لگاتے ہیں مگر کسی سے زیادہ بات نہیں کرتے۔۔۔۔۔

O ۱۵ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۶۱: دہلی کی جانب گامزن، اندور کی فوج کے راستے میں کسی راجہ نے رکاوٹ ڈالی، بادشاہ نے اسے حکم دیا کہ وہ اس فوج کے راستے میں رکاوٹ نہ ڈالے اور فوج کو کہا گیا ہے کہ وہ دہلی کی طرف اپنا سفر جاری رکھے۔

مغل سے آج پھر احسن اللہ خاں کی رہائی کیلئے کہا۔۔۔۔۔ حکیم احسن اللہ آج رہا ہو گئے۔۔۔۔۔
 شریک دربار ہوئے اور ایک اشرفی پیش کی اور بادشاہ کا شکریہ ادا کیا کیونکہ انکی امداد کے بغیر
 جاں بخشی ممکن نہ تھی۔ انہوں نے عرض کی کہ میرا جو مال و اسباب سپاہیوں نے لوٹ لیا ہے
 اسے واپس دلا دیا جائے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ پانچ ہزار روپیہ لے کر جاؤ اور منتشر مال کو یکجا
 کر دو۔

○ ۱۱ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۱۴: بادشاہ نے حکیم احسن اللہ کی عزت
 افزائی کرنے کے خیال سے شاہزادگان سے خواہش ظاہر کی کہ وہ حکیم کو اپنی حفاظت میں ان
 کے گھر پہنچادیں، اس پر عمل ہوا۔

○ ۱۲ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۱۴: بادشاہ نے مولوی صدر الدین خان
 سے کہا کہ جب تک حکیم کا مال جسے سپاہیوں نے لوٹ لیا تھا، واپس نہ کر دیا جائیگا اس وقت
 تک تمہیں دربار میں شرکت کی اجازت نہ دی جائیگی۔۔۔۔۔ افسروں نے بادشاہ کو کچھ خفیہ
 خبریں دیں جسکی وجہ سے بادشاہ نے قلعہ سلیم گڑھ کا معائنہ کیا۔

○ ۱۳ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۱۵: بادشاہ نے حکم دیا کہ لوگ میرے
 سامنے پستول لگا کے نہ آیا کریں اور آئندہ کیلئے اس رسم کو بند کر دیا مگر تلواریں لگانے کی
 اجازت تھی۔۔۔۔۔ محمد علی اکبر خان کے پاس سے عریضہ موصول ہوا جس میں یہ شکایت درج
 تھی کہ سپاہی مجھے بہت دق کر رہے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ ”تم نے اپنے سپاہیوں کو
 قتل کرنے میں غلطی کی۔ تمہیں اپنے علاقے پر حکومت کرنے کا اختیار حاصل ہے تم حکومت
 کئے جاؤ۔۔۔۔۔“

○ ۱۳ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۵۵: بادشاہ کافی افسردہ ہیں۔

○ ۱۴ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۱۶: جنرل محمد غوث نے بادشاہ سے رنج میں

غداروں کے خطوط، ص: ۱۵۶ پر ۱۴ اگست کی رپورٹ ہے کہ بادشاہ نے جرنیلوں کو طویل خط لکھ کر خود کشی کی دھمکی دی تو
 انہوں نے حکیم کو رہا کر دیا۔

کچھ کہا جسکا جواب بادشاہ نے یہ دیا کہ ”جب تک انگریز باؤٹہ سے نہ نکال دیے جائیں گے، تم کبھی فتح مند نہیں ہو سکتے۔ اندور کی فوجیں آرہی ہیں۔ تمہارے پاس پیچ کی فوجیں ہیں۔ تمہیں بالضرور علی پور کے مقام پر انگریزوں کے خلاف حملہ آور ہونا چاہیے۔“ آج شاہی دسترخوان سے جنرل بخت خان کے پاس کھانا بھیجا گیا۔

○ ۱۴ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۵۸: آج دربار کے بعد بادشاہ

نے سپہ سالاروں سے فرمایا کہ چونکہ وہ انگریزوں کی ایک چھوٹی سی فوج کو فتح کرنے میں ناکام رہے ہیں، اسلئے بہتر یہ ہے کہ وہ ان سے رحم کی درخواست کریں اور شہر اور محل کو مزید برباد کرنے کی کوشش نہ کریں۔ سپہ سالار نے جواب دیا کہ اسکے بھاگنے کیلئے کوئی راستہ نہیں ہے، اس پر بادشاہ نے اپنے ہاتھی بان کو ایک ہاتھی تیار کرنے کو کہا تا کہ وہ انگریزوں کی کمپ میں جا کر گفت و شنید کر سکے۔ فوج کے افسروں نے انہیں اس ارادہ سے باز رکھنے کیلئے وعدہ کیا، یا تو وہ کمپ پر فتح حاصل کریں گے یا پھر ہمیشہ کیلئے اپنا منہ نہ دکھائیں گے۔

○ ۱۵ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۱۷: بادشاہ عظیم خان کی نقل و حرکت پر

سخت غضبناک ہوئے اور روپیہ بھیجنے کے متعلق اسکے نام تاکید خطوط بھیجے اور حکم دیا کہ آئندہ کسی کو مت ستاؤ۔ بادشاہ نے مہاراجہ گوالیار کے نام بھی خط بھیجا اور لکھا کہ اپنی فوج اور خزانہ سمیت میرے ساتھ شامل ہو جاؤ۔

○ ۱۵ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۵۸، ۱۵۹: بادشاہ نالے میں پھنسی دو

توپوں کو نکلوانے کی فکر میں ہیں، سپاہیوں کو ترغیب دیتے رہتے ہیں بالآخر وہ نکل آئیں۔۔۔۔۔ بادشاہ ہر روز اپنا دربار لگاتے ہیں مگر کسی سے زیادہ بات نہیں کرتے۔۔۔۔۔

○ ۱۵ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۶۱: دہلی کی جانب گامزن،

اندور کی فوج کے راستے میں کسی راجہ نے رکاوٹ ڈالی، بادشاہ نے اسے حکم دیا کہ وہ اس فوج کے راستے میں رکاوٹ نہ ڈالے اور فوج کو کہا گیا ہے کہ وہ دہلی کی طرف اپنا سفر جاری رکھے۔

○ ۱۶ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۱۷: مولوی فضل حق شریک
دربار ہوئے۔ انہوں نے اشرفی نذر میں پیش کی اور صورتِ حالات کے متعلق بادشاہ سے
گفتگو کی۔

○ ۱۶ اگست، غداروں کے خطوط“، ص: ۱۶۴، ۱۶۵: کل تقریباً دو سو سپاہیوں
نے فقیروں کا بھیس بدل کر بھاگنے کی کوشش کی تھی۔ وہ پکڑ کر واپس لائے گئے۔ بادشاہ
سلامت نے بذات خود ان کے بیان لئے، انہوں نے کہا کہ ایک تو ان کے پاس کوئی رقم
نہیں دوسرے انکے گھرتا ہوز ہے تھے، اسلئے انہوں نے گھر جانے کا ارادہ کیا تھا۔ ان
سے ان کے ہتھیار لے لئے گئے اور انہیں گھروں کو جانے کی اجازت دے دی گئی۔ بادشاہ
نے بھرے دربار میں کہا کہ نہ تو اس نے فوج کو جمع کیا ہے اور نہ ہی اس کے تتر بتر ہونے کو
روکے گا۔ اسکا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔ ان سے جو ہتھیار لیے گئے وہ انگریزوں کو
واپس آنے پر دے دیے جائیں گے۔ اگر سپاہی چاہیں تو اپنے ہتھیار اپنے ساتھ لے جا
سکتے ہیں۔۔۔۔۔ شہر کے گیارہ رو سا کو گیارہ لاکھ دینے کا حکم دیا گیا، ان میں سے امین الدین
خان اپنے ذمہ کی رقم بادشاہ سے معاف کرانے میں کامیاب ہو گیا۔

○ ۱۷ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۱۹: سپاہیوں نے قیدی سے حاصل کردہ
تین سو روپے بادشاہ کے سامنے پیش کر دیے۔ بادشاہ نے ۷۰ روپے سپاہیوں میں تقسیم کر
دیے اور باقی ماندہ روپے خزانہ میں داخل کر دیے۔ چار سو روپے طلب کرنے کی غرض سے
جھجھر روانہ کئے گئے۔۔۔۔۔ جنرل بخت خان نے بادشاہ سے شکایت کی کہ شاہزادگان نے
فوج کی تنخواہ کیلئے مہاجنوں اور دوسرے اشخاص سے بہت سا روپیہ جمع کر لیا ہے لیکن ابھی
تک فوج کو ایک پیسہ بھی نہیں ملا۔ یہ سن کر بادشاہ نے مرزا خضر کو حکم دیا کہ جتنا روپیہ تم نے
وصول کیا ہے جنرل کے حوالے کر دو۔ اور آئندہ جب روپیہ طلب کیا جائے تو اسے شہر والوں
کی موجودگی میں جنرل کی سپردگی میں دیدیا جائے۔

○ ۱۸ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۲۰، ۲۲۱: مولوی فضل حق نے

اطلاع دی کہ انگریزی اخبارات لکھ رہے ہیں کہ شہر پر قبضہ ہو جانے کے بعد باشندوں کا قتل عام کیا جائیگا۔ شہر کو مسمار کر دیا جائیگا اور بادشاہ کے گھرانے میں ایک آدمی بھی ایسا نہ چھوڑا جائیگا جو بادشاہ کا نام لے یا اسے پانی کا ایک قطرہ بھی دے سکے۔۔۔۔۔ مرزا مغل نے مرزا امین الدین سے روپے کا مطالبہ کیا، تو انہوں نے معذوری کا اظہار کیا، جس پر شہزادہ نے گرفتاری کا حکم دیدیا۔ اس پر وہ بادشاہ کے سامنے حاضر ہوئے اور کہا کہ روپیہ دینے کے مقابلے میں مرنے کو ترجیح دیتا ہوں۔ بادشاہ نے انہیں بیٹھنے کیلئے کہا اور انہیں یقین دلایا کہ آئندہ سے میں اس قسم کا کوئی مطالبہ نہ ہونے دوں گا۔

○ ۱۸ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶: بادشاہ جرنیلوں کو علی پور پر چڑھائی کیلئے کہتا رہتا ہے، اس نے تنخواہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔۔۔۔۔ بلب گڑھ کے دربار میں بادشاہ کا جاسوس ہے جو بادشاہ کو وہاں کی خبریں بھیجتا رہتا ہے۔۔۔۔۔ بادشاہ کی مہر جو چاہتا ہے استعمال کرتا ہے۔۔۔۔۔ بادشاہ، شہزادے اور فوج کے افسر سب کے سب مذاق بن کے رہ گئے ہیں۔

○ ۲۰ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۸۳، ۱۸۴: میرٹھ رجمنٹ نے کل بادشاہ سے بخت خان اور لال خان کی شکایت کی اور جانے کی دھمکی دی، بادشاہ نے کہا انہیں چاہیے اس معاملے میں جلد بازی نہ کریں بلکہ پہاڑی اور دوسرے مورچوں کو فتح کرنے کی طرف توجہ دیں۔ سپاہیوں نے بادشاہ کی بات کو اہمیت نہ دی اور کافی بدتمیزی سے پیش آتے رہے۔۔۔۔۔ فوج بادشاہ سے روزانہ تنخواہ کا مطالبہ کرتی ہے۔ بادشاہ جواب دیتا ہے کہ اس کے پاس کوئی خزانہ نہیں ہے۔ اس نے انہیں دہلی آنے کی دعوت نہیں دی تھی اور نہ ہی وہ چاہتا ہے کہ باغی فوج دہلی میں رہے۔ اسکو اپنے اخراجات کیلئے جو وظیفہ ملتا تھا بغاوت کی وجہ سے وہ بھی ختم ہو گیا ہے اور ان کی ہی وجہ سے انگریز بھی اس کے دشمن ہو گئے ہیں۔

○ ۲۰ اگست، ”غداروں کی صبح شام“، ص: ۲۲۳، ۲۲۴: بادشاہ نے سکھ قیدی کی

گفتگو سن کر کہا کہ یہ شخص جاسوس معلوم ہوتا ہے اور اسلئے بھیجا گیا ہے تاکہ فوج میں بددلی پیدا کر دے۔۔۔۔۔ بادشاہ نے اسکی حرکات دیکھ کر فرمایا کہ یہ آدمی بد معاش معلوم ہوتا ہے۔۔۔۔۔ افسروں کا وفد حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ سپاہی بھوکے مر رہے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ اس کا جلد سے جلد تدارک کیا جائیگا۔۔۔۔۔ جنرل نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ میں کل صبح انگریزوں پر حملہ آور ہوں گا۔

○ ۲۱ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۲۵: جنرل بخت خان نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ حضور کے ملاحظہ کیلئے سات ہاتھی اور ۲۰۰ گھوڑے لایا ہوں۔ اس پر بادشاہ معاً محل کے دروازہ کی محراب میں گئے اور معائنہ کے بعد ۷ گھوڑوں کو منتخب کیا اور باقیوں کے متعلق حکم دیا کہ انہیں لے جائیں۔ بادشاہ کے حکم کے مطابق دو باتریاں تیار کی گئیں۔

○ ۲۱ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۸۶، ۱۸۷: بادشاہ سلامت، میجر غلام غوث کی بڑی قدر کرتے ہیں۔۔۔۔۔ جمعہ کے دن بادشاہ سلامت نے ان گھوڑوں اور ہاتھیوں کا معائنہ کیا جو بخت اور خان بلب گڑھ سے لایا ہے۔۔۔۔۔ بخت خان نے ان کی دیکھ بھال کیلئے رقم مانگی تھی۔ بادشاہ سلامت بہت ناراض ہوئے اور بخت خان سے کہا کہ جب تم اپنی فوج یہاں لیکر آئے تھے تو تم نے کہا تھا کہ تم تمام اخراجات کیلئے رقم نہ مانگو گے۔ اب اپنے آپ کو جھوٹا کیوں کرتے ہو؟ وہ یہ سن کر خاموش ہو گیا۔

○ ۲۲ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۲۵: صبح چند اشخاص کو باریاب کرنے کے بعد بادشاہ سلیم گڑھ تشریف لے گئے اور حکم دیا کہ باتری سے چند گولے پھینکے جائیں۔ انہوں نے تو پچیوں سے فرمایا کہ ”بہت افسوس کی بات ہے کہ بجائے اس کے تم انگریزی توپوں کو خاموش کر دیتے میں دیکھتا ہوں کہ وہ ہر روز قریب ہوتے جاتے ہیں۔“ تو پچیوں نے جواب دیا کہ ”جہاں پناہ! ڈرنے کی کچھ بات نہیں اس لئے کہ ہمارا پاسہ زبر پڑ رہا ہے۔“۔۔۔۔۔ احمد علی خان رسالدار نے بادشاہ سے پوچھا کہ نواب جھجر نے جو وعدہ کیا ہے اس کے متعلق کیا ارشاد ہوتا ہے جواباً اسے حکم دیا گیا کہ جا کر روپیہ وصول کر لاؤ اور اگر روپے کی

ادائیگی عمل میں نہ آئی تو اس صورت میں نواب کے قلعہ پر حملہ کرنے کیلئے افواج روانہ کی جائیں گی۔۔۔۔۔ سپاہیوں کے متعلق شکایت سن کر بادشاہ نے کہا ”اگر سپاہی شہر سے باہر جا کر محض محاصل زمین وصول کرنے میں لگ جائیں تو میں ان کو تنخواہ دینے کے قابل ہوسکوں گا اور ساتھ ہی شہریوں کے جان و مال کی حفاظت بھی کرسکوں گا۔۔۔۔۔ بادشاہ سلیم گڑھ کا معائنہ کرنے کی غرض سے تشریف لے گئے۔

○ ۲۳ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۹۱: بادشاہ خود بھی بخت خان سے نفرت کرنے لگا ہے۔

○ ۲۳ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۲۶ تا ۲۲۸: بادشاہ نے سلیم گڑھ کا قلعہ ملاحظہ فرمایا اور باتریوں کو بلند کرنے کا حکم دیا تاکہ گولے انگریزی لشکر تک پہنچ سکیں اور کچھ دور تک گولہ باری کا معائنہ کرنے کے بعد محل میں واپس تشریف لے آئے۔۔۔۔۔ بادشاہ اس بات سے ناخوش ہوئے کہ جنرل محمد بخت خان علی پور پر کیوں حملہ آور نہیں ہوئے۔۔۔۔۔ بادشاہ کو سمجھایا گیا کہ اس قسم کا حکم نافذ کر دیں کہ جنرل بخت خان کو محل میں آنے کی اجازت نہ دی جائے۔ نیچ کی فوج کے افسروں نے یہ تجویز پیش کی کہ بریلی کی فوج سے ہتھیار وغیرہ لے لئے جائیں اور کہا کہ ہم یہ کام کرنے کیلئے تیار ہیں۔ بادشاہ نے اس تجویز کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ سہ پہر کو تمام افسروں کے نام اس مضمون کا حکم نافذ کر دیا کہ آئندہ سے شاہزادہ مغل یا کسی اور جنرل کا حکم تسلیم نہ کیا جائے اس لئے کہ بادشاہ نے بارہ اشخاص کی ایک کمیٹی محاصرہ کے دوران میں کارروائی کرنے کی غرض سے مرتب کر دی ہے۔ ان اشخاص میں سے چھ کو بادشاہ سلامت مقرر کریں گے اور باقی چھ فوج کی جانب سے مقرر کئے جائیں گے۔ فوج کو حکم تھا کہ کمیٹی جو حکم نافذ کرے اسکی پابندی کی جائے۔۔۔۔۔ چند سپاہیوں نے بازار میں افیون کی قلت کی شکایت کی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ سپاہیوں کے استعمال کیلئے فی الفور افیون بھیجی جائے۔

○ ۲۴ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۲۸، ۲۲۹: آج صبح بادشاہ سلیم گڑھ

میں وہ مقام دیکھنے کیلئے گئے جسکی نسبت اطلاع ملی تھی کہ چند نامعلوم اشخاص اسے خزانہ کی طمع میں کھود رہے ہیں۔ زیادہ کھودنے پر معلوم ہوا کہ چند توپیں وہاں دبا دی گئی تھیں۔ بادشاہ نے انکو نکالنے کا حکم دیا۔۔۔۔۔ جنرل بخت خان نے اطلاع دی کہ میں اب انگریزوں پر حملہ کرنے والا ہوں اور بادشاہ سے اجازت چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے جواب دیا ”جاؤ خدا تمہاری مدد کرے! انگریزوں پر حملہ کر کے اپنی وفاداری کا ثبوت دو، ان کو تباہ کر دو اور فاتح بن کر لوٹو۔“

○ ۲۵ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۲۹: بادشاہ سفر مینا کے چند سپاہیوں کی معیت میں کشتی میں بیٹھ کر دریا کی سیر کو نکلے اور قلعہ سے انگریزی لشکر پر جو گولہ باری کی جا رہی تھی۔ اسکا معائنہ کیا۔۔۔۔۔ افسروں کے وفود نے تنخواہ کیلئے مطالبات پیش کئے۔ بادشاہ حرم میں داخل ہوئے اور کچھ زیورات اور جواہرات لائے اور یہ کہہ کر انہیں افسروں کے حوالے کیا کہ ”اسے لے لو اور اپنی بھوک کو بھول جاؤ۔“ لیکن افسروں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ”ہم شاہی جواہرات کو ہاتھ نہیں لگائیں گے لیکن ہمیں یہ دیکھ کر اطمینان ہوتا ہے کہ آپ ہمیں قائم و برقرار رکھنے کیلئے اپنی جان و مال دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔“

○ ۲۶ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۳۱: بادشاہ نے علی پور میں انگریزوں کے مقابلے میں نیچ فوج کی شکست کی خبر سنی تو دارالشوریٰ میں حسب ذیل اشخاص کو طلب کیا، مرزا مغل، مرزا خواص، مرزا خضر سلطان، مرزا ابوبکر، مرزا عبداللہ اور مرزا ابونصر۔ مشورے کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ کپتان ولی داد خان کی سرکردگی میں فوجیں بھیجی جائیں تاکہ وہ انگریزی افواج کی عدم موجودگی میں انگریزی لشکر کو لوٹ لیں۔

○ ۲۷ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۳۲: بادشاہ نے جنرل بخت خان کے پاس پیغام بھیجا کہ تم میدان جنگ سے منہ موڑ کر چلے آئے ہو اور اس لئے تم نے حق نمک ادا نہیں کیا۔

○ ۲۸ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۳۳، ۲۳۴: ایک شخص نے بادشاہ سے

بیان کیا کہ میں گولی کے زخموں کو اچھا کر سکتا ہوں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ دوا کی آزمائش مہتاب باغ میں بکریوں پر کی جائے۔۔۔ چار زمینداروں نے بادشاہ سے بیان کیا کہ نیچ کی فوج نے انگریزوں کو شکست دیدی ہے اور اب بھی وہ حملہ کرنے کو تیار ہے لیکن اسے ملک کی ضرورت ہے بادشاہ نے یقین نہیں کیا اور تحقیق کا حکم دیدیا۔

○ ۲۸ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۰۱: بادشاہ جنرل بخت خان

سے سخت ناراض ہے اور اسے نیچ فوج کی بروقت امداد نہ کرنے پر اسکی تباہی کا ذمہ دار قرار دیتا ہے۔ وہ اسکی شکل نہیں دیکھنا چاہتا، اور اسکو برا بھلا بھی کہتا رہتا ہے۔

○ ۲۹ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۳۴، ۲۳۵: بادشاہ نے مرزا مغل کے

نام حکم بھیجا کہ راجی داس سے مزید روپیہ نہ طلب کیا جائے اس لئے کہ وہ اپنا حصہ ادا کر چکے ہیں۔۔۔ جنرل محمد بخت خان کے پاس سے چٹھی موصول ہوئی جس میں لکھا تھا کہ لوگ بادشاہ کو لڑائی کے بارے میں جو مشورے دے رہے ہیں وہ بالکل بیکار ہیں اور اسی وجہ سے بادشاہ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ خط کے آخر میں درج تھا کہ آئندہ سے میں صرف بریلی کے دستہ کی کمان سے سروکار رکھوں گا۔ بادشاہ نے جواب میں لکھا کہ ”تمہارے طرز عمل پر کسی نے اظہار ناراضگی نہیں کیا، اور میں تو تمام فوج کی کمان تمہارے ہی ہاتھ میں رکھنے سے خوش ہوں۔“

○ ۳۰ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۰۷: نیچ فوج (جو علی پور کے محاذ

پر بڑا جانی و مالی نقصان اٹھا چکی تھی) کے بریگیڈیر ہیرا سنگھ نے بادشاہ سے ملاقات کی تو بادشاہ نے اسکی بڑی حوصلہ افزائی کی اور اسکو اپنے بریگیڈ کو نئے سرے سے منظم کرنے کا مشورہ دیا اور کہنا کہ وہ تمام توپیں جو ان سے ضائع ہو گئی ہیں وہ تو انہیں نہیں دلوا سکتا لیکن اس مقصد کیلئے جو کچھ اسکے اختیار میں ہوا کرے گا۔ بادشاہ نے اسے بھاری توپیں دینے کا بھی وعدہ کیا ہے اور اسے سامان کی خریداری کیلئے دو ہزار روپے بھی دیے ہیں۔ آج شام نیچ فوج کی پریڈ ہوئی۔

○ ۳۱ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۱۴: بادشاہ اپنے حواس کھو بیٹھا ہے اور جو کچھ اسے کہا جاتا ہے اس پر رضا مند ہو جاتا ہے۔

○ ۳۱ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۳۷: بادشاہ نے ان آثارِ مقدس (آنحضرت ﷺ کا جبہ اور نعلین مبارکہ) کا بہت ادب کے ساتھ استقبال کیا اور ایک اشرافی اور پانچ روپے کی نذر دی۔۔۔ ایک جاسوس نے خبر دی کہ انگریز باؤٹہ پر نئے مورچے قائم کر رہے ہیں جنکی مدد سے وہ تمام شہر کو تباہ و برباد کر سکتے ہیں۔ یہ سنتے ہی بادشاہ نے جنگی کونسل کا جلسہ منعقد کیا اور غور کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔۔۔۔۔ گندھک کے حصول کے معاملے پر بادشاہ نے جواب دیا کہ ”نہیں یہ معاملہ جنگی کمیٹی کے حوالے کر دینا چاہیے وہی ذمہ دار ہے۔“

○ ۱ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۳۸، ۲۳۹: پانچ سو افسر اور امرا شریک دربار ہوئے۔ حکیم احسن اللہ اور مرزا امین الدین وغیرہ نے شکایات کیں کہ شہزادوں نے شہر کے باشندوں سے کئی لاکھ روپیہ حاصل کر لیا ہے۔ بادشاہ نے شہزادوں کو بلا کر صورت حال سے مطلع کر دیا انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے صرف ۴۰ ہزار روپیہ وصول کیا ہے اور یہ بالکل غلط ہے۔۔۔۔۔ افسروں نے بار بار بادشاہ سے تنخواہ کی ادائیگی کا انتظام کرنے کیلئے زور دیا اور دھمکی دی کہ اگر کچھ انتظام نہیں ہوا تو ہم شہر کو لوٹ لیں گے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ ”لوٹنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنے گھوڑوں، ہاتھیوں، چاندی اور سونے کے شاہی زیورات کو فروخت کر دوں گا اور فوج کو تنخواہ ادا کروں گا۔ اگر میں ایسا نہ کروں تو تم سب کے سب شہر چھوڑ کر چلے جاؤ اس لئے کہ میں نے تم کو بلایا نہیں تھا، تم اپنی خوشی سے آئے تھے۔“ بادشاہ اٹھ کر اپنے دربار خاص میں تشریف لے گئے۔۔۔۔۔ بادشاہ کی نسبت اطلاع ملی کہ وہ بہت مایوس ہیں۔۔۔۔۔ بادشاہ شہزادگان سے بہت ناراض ہوئے۔ بیگم کو اندیشہ تھا کہ کہیں سپاہی محل کو نہ لوٹ لیں۔ انہوں نے بادشاہ کے پاس تین ہزار روپے کے جواہرات بھیجے اور ان سے کہا کہ انہیں سپاہیوں کو دیدیا جائے مگر بادشاہ نے انکار کر دیا اور کہا کہ جب تک میں

زندہ ہوں مجھ ہی پر سارے مصائب پڑنے چاہئیں۔

○ ۱ ستمبر، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۱۷: بادشاہ نے کل فرمان جاری کیا تھا کہ دہلی کے شہریوں کو چاہیے کہ وہ شہزادوں کو کوئی رقم نہ دیں۔ جنگ کیلئے چندہ جنگی کونسل کے نامزد افراد کو ہی دیا جائے۔

○ ۲ ستمبر، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۱۹ تا ۲۲۳: تقریباً پانچ سو افسروں نے تنخواہ کا مطالبہ کیا۔۔۔۔۔ یہ سن کر بادشاہ اپنے تخت سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے تخت کی گدی ان افسروں کے سامنے پھینک کر حکم دیا کہ شاہی محل کے تمام نوادرات اور شاہی خاندان کی بیگمات کے زیور انکے حوالے کئے جائیں۔ اس کے بعد وہ کعبہ کی طرف رخ کر کے رونے لگا اور کہا کہ اسے اپنے گناہوں کی سزا مل رہی ہے۔ اسے بھی اگر انگریزوں کے ساتھ قتل کر دیا جاتا تو اس کی اتنی بے عزتی نہ ہوتی۔ بادشاہ کو اس طرح زور شور سے روتا دیکھ کر بیگمات اور وہاں پر موجود درباریوں کے بھی آنسو نکل آئے۔۔۔۔۔ بادشاہ سلامت نے فوراً باہر آ کر جواب دیا کہ اس نے انہیں نہ تو وہاں آنے کی دعوت دی تھی اور نہ ہی وہ ان کے یہاں آنے سے خوش ہیں۔

○ ۴ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۲۲، ۲۲۳: محمد بخت خان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیر تک ان سے نج میں بات چیت کرتے رہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نصیر آباد کی فوج نے رات کو بادشاہ کو تنخواہ کے متعلق سخت رنج پہنچایا۔ جس پر بادشاہ نے اپنے تمام چاندی کے ظروف ان کے حوالے کر دیئے اور کہا کہ ”انہیں بیچ کر جو کچھ قیمت آئے اسے آپس میں تقسیم کر لو“ اس پر بھی افسر غیر مطمئن تھے۔

جے پور، جودھپور، بیکانیر اور الور کے راجگان کے نام بادشاہ کی دستخطی چٹھیاں بھیجی گئیں، جس میں لکھا تھا کہ مجھے فوج کی ضرورت ہے اور یہ کہ میں انگریزوں کو تباہ و برباد کر دینا چاہتا ہوں۔ لیکن چونکہ اس وقت میرے پاس اور سلطنت کا انتظام کرنے کیلئے قابل

اعتماد آدمی موجود نہیں ہیں اسلئے میں ریاستوں کی ایک مجلس بنا دینا چاہتا ہوں، اور اگر وہ ریاستیں جن کے نام خط بھیجے جا رہے ہیں، اس غرض کیلئے مجلس بنالیں گے تو میں نہایت خوشی سے اپنے شاہی اختیارات انکے ہاتھ میں دیدونگا۔

○ ۵ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۳۵: بادشاہ نے آج جنگی کونسل منعقد کی،

جس میں صورتِ حالات پر غور کیا گیا۔۔۔۔۔ بادشاہ نے جنرل بخت خان سے دریافت کیا کہ ”انگریزی گولہ باری کا مقابلہ کرنے کی غرض سے تم کوئی تدابیر اختیار کر رہے ہو؟ اگر تم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو بہتر ہے کہ تم فی الفور شہر کے دروازے کھول دو۔“۔۔۔۔۔ بادشاہ نے پوچھا کہ بارود کتنی ہے۔

○ ۶ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۳۶: بادشاہ دربار میں تشریف فرما ہوئے

اور یہ سن کر کہ جو فوجی دستہ غازی آباد جانے والا تھا اسے مرزا مغل نے جانے نہیں دیا۔ بادشاہ بہت رنجیدہ ہوئے۔۔۔۔۔ جنرل محمد بخت خان نے شکایت پیش کی کہ بریلی کی فوج کو جواب تک لڑائی میں پیش پیش رہی ہے، کچھ بھی نہیں ملا اور اسکی وجہ سے میرے سپاہی دل برداشتہ ہو گئے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ ”میں ایک لاکھ روپیہ تقسیم کراچکا ہوں۔ خزانہ خالی پڑا ہے۔ خود تمہارے ہاتھوں سے کتنے لاکھ روپے تقسیم ہو چکے ہیں؟ تم نے اپنے آدمیوں میں کچھ روپے کیوں تقسیم نہ کر دیئے؟۔۔۔۔۔ آج دربار میں بہت سے افسروں کا اجتماع تھا۔ انہوں نے شکایت کی کہ ہمارا کوئی بڑا افسر نہیں جو کمان کرے یا حکم نافذ کرے۔ اب کیا کرنا چاہیے؟ اس کی وجہ سے سخت ابتری پھیل گئی ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ ”تمہیں اختیار دیا جاتا ہے جو کام تم کر سکتے ہو کرو۔“

○ ۶ ستمبر، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۳۹: گوالیار کے سوار اور بریلی کے کچھ

افسر آج دربار میں حاضر ہوئے اور گستاخانہ انداز میں اپنی تنخواہ کا مطالبہ کرنے لگے، بادشاہ نے جواب دیا جس دن سے تم لوگ یہاں آئے ہو میں سر پر کفن باندھے بیٹھا ہوں اور ہر لمحہ موت کا انتظار کر رہا ہوں بہتر ہوگا کہ تم ہی مجھے مار ڈالو۔

○ ۶ ستمبر، Kedarnath's Diary, P:56: مقامی ساہو کاروں کو بادشاہ کی طرف سے دوبارہ حکم ہوا ہے کہ وہ فوج کو رقم ادا کریں۔

○ ۷ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۳۷، ۲۳۸: جنرل بخت خان اپنے دس

افسروں کے وفد کے ساتھ حاضر ہوئے تاکہ بادشاہ کو اس امر کی اطلاع کر دی جائے کہ جس دن سے میری فوج دہلی میں داخل ہوئی ہے اسے تنخواہ کا ایک پیسہ بھی نہیں ملا، یہ کہ آدمی اب بہت دل برداشتہ ہو گئے ہیں اور اپنے اپنے گھروں کو واپس جانا چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ اگر وہ جانا چاہتے ہیں تو جاسکتے ہیں۔۔۔۔۔ احکام نافذ کرنے کے بعد بادشاہ نے مرزا مغل کو ہدایت کی کہ روپیہ جمع کرنے میں نہایت دانشمندی کام میں لائیں اور یہ کہ منادی کے ذریعے شہر والوں کو شاہی احکام کی اطلاع دیدیں۔ بادشاہ کی اس کارروائی کی وجہ سے فوجی کونسل نے دوسرے دن انگریزوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا اور یہ اعلان کر دیا گیا کہ جو کوئی شخص خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان، حملہ میں امداد کریگا، وہ لوٹ مار میں بھی حصہ دار ہوگا اور جو کوئی شخص گورکھوں، سکھوں اور انگریزوں کو گرفتار کریگا اسے انعام سے سرفراز کیا جائیگا یہ احکام پریڈ کے وقت فوج کو سنائے گئے۔

○ ۷ ستمبر، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۳۱، ۲۳۵: (مذکورہ بالا احکام کی منادی کا ذکر ہے اور اسکے بعد درج ذیل تفصیل ہے) ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اس مقصد کیلئے جان و مال کی بازی لگا دے۔ اس شہر کے لوگوں کی زندگی اور مستقبل کا انحصار اسی جنگ پر ہے۔ ہر وہ شخص جو جان بوجھ کر اپنی ذمہ داری ادا کرنے میں غفلت کرے گا اسے ملک کا دشمن تصور کیا جائیگا۔ اسکے بعد پریڈ ہوئی اور شاہی فرمان کی ایک ایک نقل ہر شخص کو دی گئی۔ یہاں پر ہر معاملے کو راز رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے کو تو الی کا ایک منشی قرآن کریم کو ہاتھ میں لئے ہوئے شہر کا گشت کر رہا ہے اور ہر سپاہی کو اسکی ذمہ داریاں سمجھا رہا ہے۔۔۔۔۔ کسی شخص کو بھی انگریزی کیمپ پر حملہ کرنے کے وقت کی اطلاع نہیں دی جاتی تاکہ انگریزوں کو اسکی اطلاع نہ ہو جائے اور وہ اس حملہ کیلئے تیار نہ ہو جائیں۔

○ ۸ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۳۸، ۲۳۹: بادشاہ نے فوجی عدالت طلب کی اور اسے حکم دیا کہ جن اشخاص کو اس نے قید کیا ہے انہیں رہا کر دیا جائے جب انہوں نے اس امر کا اقرار کر لیا کہ شہر کے باشندوں سے خود عائد کردہ ٹیکس جمع کر دیں گے تو انہیں رہائی دیدی گئی۔ بادشاہ کے حکم کے مطابق پولیس نے ہر دکاندار اور کرایہ دار سے تین مہینے کا کرایہ وصول کرنا شروع کر دیا تاکہ اس ترکیب سے فوج کی تنخواہ کیلئے روپیہ جمع کر لیا جائے۔

○ ۹ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۳۹: بادشاہ نے امداد علی خان کی شجاعت کی تعریف کی۔۔۔۔۔ بادشاہ نے ان شہزادوں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا جنہوں نے سپاہیوں کی تنخواہ کے نام سے روپیہ جمع کر کے خورد برد کر لیا۔۔۔۔۔ کمسریٹ (Commissariat) یعنی شعبہ رسد کے محرر منشی جو الا پر شاد کو حکم دیا گیا کہ وہ جدید سکے کیلئے مہر تیار کریں جس پر حسب ذیل الفاظ کندہ ہوں ”سکہ بہادر شاہ، شاد ہندوستان بفضل ایزدی زیور جہاں“۔ سفر مینا کے صوبہ دار قادر بخش بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ گورنر جنرل چند ہزار فوج لیکر کلکتہ سے دہلی آرہے ہیں۔۔۔۔۔ ولی داد خان والی بلب گڑھ نے فوری چٹھی بھیجی جس میں کمک طلب کی گئی تھی۔ بادشاہ نے یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا کہ ”لڑائی یہاں نہایت شد و مد کے ساتھ شروع ہو گئی ہے اور یہ وقت نہیں ہے کہ کہیں اور فوج بھیجی جائے۔۔۔۔۔“ بادشاہ نے فوج کے پاس ساٹھ من مٹھائی اور چوبیس روپے بھیجے۔ آج دن میں افسروں نے پھر تنخواہ کا تقاضا کیا۔ سفر مینا کے صوبہ دار قادر بخش نے رپورٹ پیش کی کہ انگریز کل صبح شہر پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

○ ۱۱ ستمبر، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۴۲: بادشاہ نے کڑھ مشرو میں ایک نئی ٹیکسال قائم کی ہے۔

○ ستمبر، ۲۸، ۲۹، P: 28, 29، Memoirs of Hakim Ahsanullah Kahn: شہزادہ مرزا مغل نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر بادشاہ خود سوار ہو کر پہاڑی پر حملہ کیلئے نکلیں گے تو تمام شہر انکے ساتھ ہوگا، اور انہیں مکمل فتح ہوگی۔ بادشاہ نے جواب دیا۔

”مجھ میں ایسا کرنے کی ہمت نہیں، رہے اہل شہر، نہ تو انکے پاس اسلحہ ہے اور نہ وہ اسکا استعمال جانتے ہیں۔ یہی حالت شاہی فوجوں کی ہے جنکے پاس زنگ آلود پرانی تلواریں ہیں اور کئی برس سے انہوں نے کوئی ہتھیار نہیں تھاما۔ انکو ساتھ لے جا کر تم کیا کرو گے۔“

بخت خان نے کہا: بالکل ٹھیک! لیکن حضور کے اقبال سے فائدہ ہوگا۔۔۔۔۔ اگلے دن مولوی سرفراز علی اور مولوی عبدالغفور اور بہت سے مولویوں نے یہی کچھ کہا۔۔۔۔۔ فوجی افسر بھی اوپر آگئے۔۔۔۔۔ لوگ بادشاہ کے بارے میں کہہ رہے تھے آگے بڑھو اور میگزین کی اگلی طرف بندوقیں رکھو۔ یہ گروہ حرکت کرنے والا تھا کہ میں نے (حکیم احسن اللہ خان) احتجاج کیا اور کہا دعا کریں کہ آگے نہ بڑھیں واپس قلعہ آئیں اسلئے کہ گولے یہاں تک اڑ رہے ہیں۔۔۔۔۔ میں نے کہا: یہ لوگ خواہ مخواہ حضور کو بے عزت کر رہے ہیں۔ آپکو ہرگز سوار ہو کر آگے نہیں جانا چاہیے۔۔۔۔۔ بادشاہ نے جواب دیا: ان مولویوں نے مجھے بے یار و مددگار کر دیا ہے۔ میں نے کہا: اللہ بچائے یہ سپاہی حضور کو باہر میدان میں آگے لے جائیں گے اور پھر بھاگ جائیں گے اور آپ گرفتار ہو جائیں گے۔ ہرگز نہیں۔ آپ خود انکی بات پر زیادہ اچھا غور کر سکتے ہیں۔

○ ۱۲ ستمبر ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۴۳، تا ۲۴۵: بادشاہ نے اپنے ہودے اور سونے چاندی کے برتن وغیرہ سکے ڈھالنے کیلئے ٹیکسال کے سپرد کر دیئے ہیں۔۔۔۔۔

بادشاہ نے نواب احمد بخش کے لڑکوں امین الدین اور ضیاء الدین کو شہر چھوڑ کر جانے سے منع کر دیا ہے۔۔۔۔۔ بادشاہ نے شہر کے لوگوں کو فوج کے ساتھ محاذ پر جا کر لڑنے کیلئے کہا ہے۔

○ ۱۲ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۵۱، ۲۵۲: مرزا امین الدین بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اطلاع دی کہ میں نے لوہاروں سے لگان وصول کرنے کی غرض سے دو سو سپاہی بھرتی کئے ہیں۔۔۔۔۔ انہوں نے کہا کہ شہر کے دروازوں کے گارڈ کے نام احکام

۱۔ مرزا امین الدین کا جھکاؤ شروع سے انگریزوں کی طرف تھا اور وہ مجاہدین کی کوئی مالی مدد کرنے کے سخت خلاف تھے۔

اب بدلے ہوئے حالات میں اپنے سپاہیوں کی حفاظت میں لگان وصول کرنے کے بہانے سے غالباً یہ فرار کی کوشش تھی۔

نافذ کر دیئے جائیں تاکہ ہمیں جانے کی اجازت مل جائے۔ بادشاہ نے احکام نافذ کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ سپاہی میرا کہنا نہیں مانتے۔۔۔۔۔ بادشاہ رات بھر نہایت پریشان رہے۔ انکے ذاتی ملازم بھی تمام رات ان کے ساتھ رہے۔ منادی کر دی گئی ہے کہ بادشاہ بہ نفس نفیس آج رات کو انگریزوں پر حملے کا کمان کریں گے اور انہیں تباہ کر دیں گے اور تمام شہر کو دعوت دی گئی کہ وہ بھی انگریزی لشکر پر حملے میں شریک ہوں اور انگریزوں سے لڑیں۔ اعلان میں ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ اس کام کے لئے حلف اٹھالیں اس اعلان کی وجہ سے ۱۰ ہزار سے زیادہ مسلمان کشمیری دروازہ کے قریب جمع ہو گئے اور بادشاہ کی آمد کا آدھی رات تک انتظار کرتے رہے۔ اسکے بعد مجمع بتدریج ٹوٹا گیا اور بالآخر منتشر ہو گیا۔

○ ۱۳ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“ ص: ۲۵۲، ۲۵۳: بادشاہ نماز جمعہ کیلئے

تشریف لے گئے۔ نماز کے بعد نذیر حسن مرزا نے مرزا عباس بیگ (ایجنٹ دربار لکھنؤ) کا تعارف کرایا۔ انہوں نے دو اشرفیاں نذر میں پیش کیں۔ بادشاہ نے انہیں سفیر الدولہ کا خطاب عطا کیا۔۔۔۔۔ شہر میں منادی کرادی گئی کہ کل ہر باشندہ انگریزوں پر حملہ آور ہوگا۔

○ ۱۴ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“ ص: ۲۵۴: بادشاہ دربار خاص ہی میں رہے۔

افواہ تھی کہ انگریز شہر پر حملہ کرنے والے ہیں۔ مرزا مغل نے محل کی تمام فوجوں کو حکم دیدیا کہ مدافعت میں شریک ہوں۔۔۔۔۔ جامع مسجد میں کئی ہزار مسلمان جمع تھے انہوں نے انگریزوں پر حملہ کیا اور ان میں سے کئی سپاہیوں کو قتل کر ڈالا یہاں تک کہ گورے بھاگ گئے۔۔۔۔۔ دوپہر کے قریب مسلمانوں نے انگریزوں کا مقابلہ کرنا بند کر دیا۔ بالآخر انہوں نے باغی سپاہیوں کی طرح ہندوؤں کے مکانوں میں پناہ لینے شروع کی۔ جنہیں وہ اس سے

اذکر کردہ تواریخ کے علاوہ بھی بادشاہ کے دربار لگانے، ملاقاتیں کرنے اور چھوٹے موٹے معروضات نبٹانے کا ذکر مصادر میں ملتا ہے۔

۲ ”غدر کی صبح و شام“ ص: ۸۶ پر ہے ”شہر میں پانچ دن تک جنگ و جدل رہا۔ یعنی ۱۸ ستمبر تک اور ۱۹ ستمبر کو انگریزوں کا دلی پر قبضہ ہو گیا۔“

قبل ساتھ نہ دینے کی وجہ سے جھڑکتے رہتے تھے۔۔۔ بادشاہ نے بیچ بچاؤ کی کوشش کی اور اطمینان دلانے کی غرض سے کہا کہ کل میں شہر کے تمام ہندوؤں اور مسلمانوں کو ساتھ لے کر متحدہ طاقت سے انگریزوں پر حملہ کرونگا۔

O ۱۷ ستمبر، Memoirs of Hakim Ahsanullah

Khan, P:30: شام کو جنرل بخت خان اور سپہر زماں سرز کے صوبہ دار قادر بخش آئے اور کہا بادشاہ کو چوری چھپے قطب صاحب چلے جانا چاہیے اور اپنی خواتین کو بھی بھیج دینا چاہئے اسلئے کہ یہاں رہنے کی صورت میں انکی زندگیوں کو خطرہ ہے۔ انہوں نے بادشاہ کو بتا کید کہا کہ وہ کشتی کے ذریعے مقبرہ ہمایوں اور پھر پاکی کے ذریعے قطب چلے جائیں اور یہ کہ وہ بھی پیچھے آئیں گے اسلئے کہ انکے (جنرل بخت خان اور صوبہ دار قادر بخش کے) پاس بھی ایسا کوئی اور موقع نہ ہوگا۔

پہلے تو حضور والا نے عذر کیا مگر بعد میں مان گئے۔ میر فتح علی کو ایک کشتی اور دو پالکیاں اور خدمتگار تیار رکھنے کا حکم دیا گیا۔ میں نے سنا کہ وہ آدھی رات کو محراب کے نیچے والے دروازے سے نکل کر کشتی میں سوار ہو گئے۔ ملکہ اور شاہی خاندان نے جب بادشاہ کے چلے جانے کا سنا تو وہ بھی بغیر کسی ساز و سامان کے نکل گئے۔ جب سواروں کا یہ گروہ مقبرہ ہمایوں پہنچا تو انہوں نے کہا کہ قطب صاحب پہنچنا مشکل ہوگا اسلئے کہ سب جی ہار چکے ہیں اور کبھی وہاں نہ پہنچ سکیں گے چنانچہ انہوں نے وہاں پڑاؤ ڈال دیا اور گھریلو فرنیچر وغیرہ لگا کر دروازے بند کر دیئے گئے۔۔۔۔۔ محل کے تمام باسی اپنی جائیدادیں پیچھے چھوڑ کر جا چکے تھے۔

O ۱۸ ستمبر، Memoirs of Hakim Ahsanullah

Khan, P:30,31: میں (حکیم احسن اللہ) اس رات اپنے گھر میں تھا اور بازار اور مین گیٹ پر سپاہیوں کے ہجوم کے باعث قلعہ میں نہ جاسکا تھا۔ (جب مجھے اس بارے میں پتہ چلا) میں ہکا بکا رہ گیا اور بادشاہ کو ایک عرضی لکھ کر مجھے بتائے بغیر چلے جانے کی وجہ

پوچھی۔۔۔۔۔ بادشاہ نے مجھے طلب کیا۔۔۔۔۔ میں نے سواری کی درخواست کی اور اگلے روز (۱۹ ستمبر بروز ہفتہ) سہ پہر کو دو ہاتھی آئے ان میں سے ایک پر میں نے اپنا سامان رکھا اور دوسرے پر میں اور میرا بھائی حکیم غلام نجف خان بیٹھے۔۔۔۔۔ اور شام کو بادشاہ کے پاس پہنچے۔

○ ۱۹ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۸۶، ۸۷، رپورٹ از معین الدین:

شہزادے علی اصبح چار بجے بھاگ کر ہمایوں کے مقبرے میں پناہ گزین ہو گئے اور انکی یہ فراری بجائے خود بری فال تھی۔ اسکے بعد باغیوں اور شہر کے باشندوں میں بھاگڑ مچ گئی۔۔۔۔۔ جنرل بخت خان تھوڑی سی فوج لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بہ منت درخواست کی کہ حضور میرے ساتھ لکھنؤ بھاگ چلیں۔ انہوں نے منتشر افواج کو جمع کرنے اور شہر کے باہر انگریزی افواج کا مقابلہ کرنے کی غرض سے اپنی خدمات پیش کیں۔ مگر بوڑھے بادشاہ نے ان کی امداد قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد بخت خان باقی ماندہ فوجیں لے کر لکھنؤ روانہ ہو گئے۔۔۔۔۔

بادشاہ بھاگ کر مقبرہ ہمایوں میں چلے گئے۔ تمام شہر پھر انگریزوں کے قبضہ میں آ گیا۔ جب انگریزوں کو معلوم ہوا کہ بادشاہ بھاگ کر چلے گئے ہیں تو انہوں نے مرزا الہی بخش اور حکیم احسن اللہ خان کو حکم دیا کہ بادشاہ شہر کے باہر نہ جانے پائیں اور انہیں ہدایت کی کہ بادشاہ کو لے کر انگریزی کیمپ میں آجائیں انکے ساتھ سو سواروں کا دستہ بھیجا گیا جس کے ساتھ افسروں کی مناسب تعداد بھی موجود تھی اور اس شان کے ساتھ وہ پرانے قلعہ کی جانب روانہ ہوئے۔

مرزا الہی بخش اور حکیم احسن اللہ خان بادشاہ کی خدمت میں گئے جو بہت خوفزدہ ہو رہے تھے لیکن انہوں نے جہاں پناہ کو یقین دلایا کہ حضور کیلئے پلاؤ کی رکابی ہر وقت موجود ہے بادشاہ کے ساتھ چار شہزادے تھے: مرزا مغل، مرزا ابوبکر، مرزا خضر سلطان، مرزا امجد۔۔۔۔۔ قلعہ سے وخصت ہونے کے بعد انگریزی محافظ دستہ نے ان کو گھیر لیا۔ بادشاہ کو پاکی میں

بٹھایا گیا اور شہزادے بیل گاڑی میں بیٹھے اور وہاں سے انہیں قلعہ لے گئے۔ جب شہزادگان دیوان عام کے سامنے پہنچے جہاں انگریزی عورتوں اور بچوں کو قتل کیا گیا تھا تو انہیں نشانہ بندوق بنادیا گیا۔

○ ”عذر کی صبح شام“، ص: ۹۰، رپورٹ از معین الدین: بادشاہ اور انکی بیگمات کو جواں بخت اور انکی بیگم کی معیت میں رنگون جلاوطن کیا گیا اور یورپین گارڈ کی حفاظت میں انہیں منزل مقصود پر بھیج دیا گیا ان کے گزارہ کے لئے ایک مناسب رقم انگریزی گورنمنٹ نے منظور کی اور بادشاہ کو اجازت دی گئی کہ وہ اپنے قدیمی جلوداروں میں سے چار آدمیوں کو ملازمین کی حیثیت سے اپنے ساتھ رکھیں۔

5.5.2- ملکہ زینت محل:

بادشاہ بہادر شاہ ظفر کی چہیتی اہلیہ ملکہ زینت محل نے اپنے بیٹے جواں بخت کو ولی عہد بنانے اور لالچ مال جیسی خواہشات سے زیر ہو کر، اس جہادِ آزادی میں شروع ہی سے انگریزوں کی طرفداری کی، اور ان سے ساز باز کی بارہا کوشش کی اور کامیاب بھی ہوئی مگر کوئی بڑی خدمت انجام نہ دے سکی، اس لئے اسکی غداری لا حاصل رہی، سقوطِ دہلی پر انگریزوں نے اُسے اور شہزادے جواں بخت کو گرفتار کر کے بادشاہ کے ساتھ جزیرہ رنگون میں جلاوطن کر دیا۔ جنگِ آزادی کے اصل مآخذ و مصادر، جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں ملکہ زینت محل کے کردار کے متعلق درج ذیل شواہد پیش کرتے ہیں:

○ مئی ۱۸۵۷ء، Memoirs of Hakim Ahsanullah

Khan, P:3,4: میں (حکیم احسن اللہ) اور ملکہ نے بادشاہ سے کہا کہ شہزادوں کو افواج کی کمانڈ پر مقرر کرنا قرین مصلحت نہیں۔۔۔ اور یہ کہ افسران کو یہ بتایا جائے کہ شہزادے نوجوان ہیں اور جنگی امور و فنون میں ناتجربہ کار ہیں۔

○ مئی ۱۸۵۷ء، Memoirs of Hakim Ahsanullah

Khan, P:6: فوج کے اصرار پر جب بادشاہ نے شہزادوں کو کمانڈرز بنایا اور خلعتوں

سے نواز تو اس رات ملکہ نے بادشاہ سے ناالتفاتی کی شکایت کی۔

○ ۱۶ مئی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۱۰، رپورٹ از جیون لال: سپاہیوں نے کہا کہ زینت محل بیگم کو بادشاہ کی وفاداری کی ضمانت کے طور پر لئے جاتے ہیں۔

○ ۱۹ مئی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۱۳، رپورٹ از جیون لال: بادشاہ نے مرزا جواں بخت کو خلعت عنایت فرمایا اور انہیں اپنا وزیر مقرر فرمایا۔

○ ۲۶ مئی، Kedamath's Diary, P:39: بتایا گیا ہے کہ باغیوں کو سلیم گڑھ میں بندوقیں بھری ہوئی ملی ہیں اور انہوں نے شک کیا ہے کہ حکیم احسن اللہ خان، محبوب علی خان اور ملکہ زینت محل نے انگریزوں سے ملنے کیلئے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

○ ۲۹ مئی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۲۳، رپورٹ از جیون لال: باغی بہت دیر تک غل مچاتے رہے انکا کہنا یہ تھا کہ بادشاہ کی بیگم زینت محل اور محمد حیدر علی خان نے ملکر یہ کارروائی (محل کے اناج خانہ میں انگریزوں کو بھیجنے کیلئے گولہ بارود کا جمع کرنا) کی ہے، بعد میں انکے غصے کو فرو کر دیا گیا۔

○ ۱۷ جون، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۹۷: ایک جاسوس انگریزوں کو رپورٹ بھیجتا ہے کہ انگریزوں کے دہلی پر حملہ کے دوران سید حامد علی خان، ملکہ زینت محل اور اعظم علی خان اپنی اپنی فوجوں کو لیکر باغی فوجوں کی مدد کے بہانے شہر سے باہر نکل آئیں گے، اور موقع ملتے ہی انگریزی فوجوں سے آ ملیں گے، اور باغی فوج یہ دیکھ کر فرار ہو جائے گی۔

○ ۲ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۵۴: رپورٹ از جیون لال: رات کے آٹھ بجے جنرل بخت خان نے بادشاہ سے ملاقات کی اور انکے ساتھ اور زینت محل، حکیم احسن اللہ خان اور احمد قلی خان کے ساتھ بہت دیر تک مشورہ کرتے رہے۔

○ ۱۵ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۷۱، رپورٹ از جیون لال: بادشاہ کی سب سے اعلیٰ بیوی (زینت محل بیگم) آج کسی مقصد سے اپنے گھر گئیں۔

○ ۲۳ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۸۴، رپورٹ از جیون لال: مرزا اکبر

○ ۴/ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۴۳: جاسوس لکھتا ہے: میں

○ ۷ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۳۷: ملکہ زینت محل پر بھی باغی

○ ۸ اگست، "غدر کی صبح شام"، ص: ۳۱۱، رپورٹ از جیون لال: بیگم نے بادشاہ

○ ۱۸ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۷۶:

زینت محل انگریزوں کی

○ ۲۳ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۸۹: اگر آپ مرزا الہی بخش یا

○ ۲۵، ۲۴ اگست ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۹۴: اب بھی کوئی تحریر مرزا الہی

○ ۲۳، ۲۵ اگست ”غداروں کے خطوط“، - ص: ۱۹۵: ملکہ زینت محل اور مرزا الہی

جائیں گے۔

○ ۲۵ اگست، ”عذر کی صبح شام“، ص: ۲۲۹، ۲۳۰: بیگم زینت محل لال کوٹھی

چلی گئیں۔

○ ۳۰ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۱۰: حکیم احسن اللہ خان، مفتی صدرالدین، مرزا الہی بخش اور بیگم زینت محل سب اپنی اپنی اہلیت کے مطابق انگریزی حکومت کی مدد کرنے کیلئے تیار ہیں یہ سب کشتیوں کے پلوں کو تباہ کرنے کی کوشش کریں گے۔

○ ۱ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۳۹، رپورٹ از جیون لال: تنخواہ کا مطالبہ کرنے والے افسروں کو بالآخر یہ پیغام دیا گیا کہ انکی تنخواہ کی پہلی قسط کل ادا کر دی جائے گی اور باقی ماندہ حصہ بیگم زینت محل اپنی آمدنی میں سے پندرہ دن کے اندر اندر ادا کر دیں گی! (اسلئے کہ انہیں بھی دیگر غداروں کی طرح اندازہ تھا کہ تب تک انگریز دہلی پر قابض ہو چکے ہوں گے)۔۔۔۔۔ بیگم کو اندیشہ تھا کہ کہیں سپاہی محل کو نہ لوٹ لیں، انہوں نے بادشاہ کے پاس تین ہزار روپے کے جواہرات بھیجے اور ان سے کہا کہ انہیں سپاہیوں کو دیدیا جائے۔ مگر بادشاہ نے انکار کر دیا اور کہا کہ جب تک میں زندہ ہوں مجھ پر ہی سارے مصائب پڑنے چاہئیں۔

○ ۳ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۴۱، رپورٹ از جیون لال: اطلاع ملی کہ سپاہی تاج محل بیگم کو زینت محل بیگم کی جگہ مقرر کرنا چاہتے ہیں اور موخر الذکر کو وہ اس وقت تک قید میں رکھنا چاہتے ہیں جب تک انکی تنخواہ نہ مل جائے۔

5.5.3- مرزا الہی بخش

مرزا الہی بخش، بہادر شاہ ظفر کے ولی عہد مرزا فخر الدین کا سر اور دربار کے عقلمند ترین امراء سے تھا۔ اسکا بادشاہ اور ملکہ پر بڑا اثر و رسوخ تھا۔ روزنامہ ”صادق الاخبار“ مورخہ ۲۶ جولائی ۱۸۵۷ء میں وجوب جہاد کا جو فتویٰ چھپا تھا، اس پہ مرزا الہی بخش کے بھی دستخط ہیں۔ سید عاشور کاظمی لکھتے ہیں: ”ملکہ زینت محل کا انگریزوں کی طرف آخری دنوں والا جھکاؤ، بادشاہ کی گرفتاری، شہزادوں کی رسوائی اور موت کا سارا حساب مرزا الہی بخش کے نامہ اعمال میں جاتا ہے“ یعنی بادشاہ کے اقارب اور جنگ آزادی کے تمام راہنماؤں میں سب سے بڑا غدار مرزا الہی بخش تھا۔

اسی لئے ایک انگریز مورخ ایل۔ پی۔ گریفن لکھتا ہے: ”مرزا الہی بخش جن کی خدمات ۱۸۵۷ء میں برطانوی مقاصد کی تکمیل میں بے حد اہم ثابت ہوئیں، محاصرہ دہلی کے دوران دہلی میں رہے اور باغی فوجوں کی نقل و حرکت کے متعلق اہم اطلاعات ہم کو پہنچاتے رہے۔ وہ دہلی میں موجود ہمارے جاسوسوں کی مدد اور حفاظت کرتے رہے۔ انہوں نے دریائے جمنا پر کشتیاں کا پل تباہ کر کے باغی فوجوں اور مشرق سے آنے والی کمک اور امداد کو بند کر دیا، اور اس طرح ہماری فوجوں کی کارروائی میں عملاً مددگار ثابت ہوئے۔“^۲

اسی لئے سقوط دہلی پر انکی خدمات کے اعتراف میں انگریزوں نے ماہانہ بارہ سو روپے (اس زمانے میں) پنشن مقرر کی۔^۳

جنگ آزادی کے معاصر مآخذ میں انکے کردار کی تفصیل درج ذیل ہے:

○ ۲۲ جولائی، ۱۸۵۷ء، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۸۳، رپورٹ از جیون لال:

مرزا الہی بخش نے بادشاہ سے ملاقات کی اور نج کے (نجی) طور پر انہیں مشورہ دیا کہ انگریزوں سے نامہ و پیام کا سلسلہ شروع کر دیا جائے بادشاہ نے جواب دیا کہ میں

۱۔ غداروں کے خطوط، دیباچہ، ص: ۷۷

۲۔ ”Chief & Families of Note in Punjab“ مطبوعہ ۱۱ ہور ۱۹۱۱ء، بحوالہ غداروں کے خطوط، ص: ۱۸

۳۔ دیباچہ مقدمہ بہادر شاہ ظفر، مصنفہ خدیجہ حسن نظامی۔

بالکل بے بس ہوں اور یہ کام کرنے سے قاصر ہوں، انہیں آگاہ کر دیا گیا کہ اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو نتائج آپ کے خلاف نکلیں گے۔ معاملہ یہیں پر ختم ہو گیا۔

○ ۱۱ اگست، ۱۸۵۷ء، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۸۳، رپورٹ از جیون لال: مرزا الہی بخش نے یقین دلایا کہ انکے پاس روپیہ بالکل نہیں رہا اور اس لئے ان سے روپیہ حاصل کرنے کی کوشش بیکار ہے۔

○ ۱۲ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۲۳: میں (جاسوس) زینت محل مکھنڈ لال، حکیم جی اور مرزا الہی بخش سے ساز باز کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں لیکن اس منصوبہ پر عمل کرنے کیلئے آپ کے حکم کا انتظار ہے۔

○ ۱۷ اگست ۱۸۵۷ء، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۰۸ تا ۲۱۱: ”غدر کی صبح شام“ کے مصنف جیون لال اور دیگر حضرات کو گرفتار کر کے شہزادہ مرزا مغل کے سامنے پیش کیا گیا اور ان سب سے روپے مانگے گئے، عدم ادائیگی کی بنا پر صبح سے سہ پہر چار بجے تک رہائی نہ ہوئی۔ اسکی تفصیل بیان کرتے ہوئے جیون لال نے لکھا ہے: اسی حالت میں مرزا الہی بخش بھی خلاف توقع حضرت خضر کی طرح آبرائے۔ بعینہ جس طرح سے کہ سوکھے ہوئے پتوں میں جان ڈالنے کیلئے ابر رحمت یک یک برس جاتا ہے۔ انہوں نے مجھے دلاسا دلایا اور مرزا مغل سے درخواست کی کہ نج کی (نجی) ملاقات کیلئے وقت دیا جائے۔ میرا گمان ہے کہ انہوں نے دوران ملاقات میں ہمارے لئے یہی دلائل استعمال کیے ہوں گے کہ یہ غریب محرر ہیں اور صرف اپنی آمدن پر گذران کرتے ہیں اور یہ کہ انگریزی راج ابھی ختم نہیں ہوا۔ ممکن ہے انگریز شہر پر دوبارہ قبضہ کر لیں اور جب آپ انگریزوں کے ہاتھ میں اسیر ہو جائیں گے تو ممکن ہے کہ یہ غریب کلرک اس وقت آپ کیلئے مفید ثابت ہوں۔ مرزا مغل نے جواب دیا کہ یہ انگریزوں کو خبریں بھیجتا ہے اور انکی کامیابی کیلئے دست بدعا رہتا ہے۔ مرزا الہی بخش نے کہا کہ یہ انکے وفادار ہیں جنکا نمک انہوں نے کھایا ہے۔۔۔۔۔ اس کے بعد پستول منگوائے گئے اور ہمیں ڈرانے کیلئے بندوقیں بھی منگوائی گئیں لیکن یہ دیکھ کر کہ میرا

ارادہ مستقل ہے اور مرزا الہی بخش میری مدد پر ہیں مجھے بالآخر انکے ساتھ جانے کی اجازت دیدی گئی۔

اچھے مرزا صاحب مجھے کمال تلافی اور مہربانی کے ساتھ سیدھے پھرے مکان پر لے گئے اور مجھے مشورہ دیا کہ مکان تبدیل کر لو اور کہیں چھپ جاؤ، ورنہ باغی تمہارا پتہ ڈھونڈ نکالیں گے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں تمہارا ضامن ہوں اور انشاء اللہ باغی تمہارا بال بیکا نہ کر سکیں گے۔ اس طرح سے خدائے تعالیٰ نے اپنا فضل کر کے میری جان بچالی۔ مرزا الہی بخش نے اس آڑے وقت میں جو ہمدردی مجھ سے کی اسکا معاوضہ مجھ سے ادا نہیں ہو سکتا اور نہ مناسب الفاظ میں انکا شکریہ ہی ادا کر سکتا ہوں۔

مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ میرے گرفتار ہو جانے پر لالہ شام لال نے مرزا الہی بخش کو لکھا کہ اب امداد کا وقت ہے اسلئے کہ وہ انگریزی ملازم ہیں اور آپ بھی انگریزوں کے بھی خواہ ہیں۔ مرزا کے صاحبزادے کا آج صبح انتقال ہو گیا تھا اور وہ جلدی سے تجھنرو تکفین کر کے میری مدد کرنے کیلئے آگئے، ان سے بڑھ کر سچا دوست کبھی میسر نہیں آ سکتا۔

○ ۱۷ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۷۲: مرزا نے گریٹ ہیڈ (انگریزوں کا سیاسی مشیر) کو خط لکھا ہے، جس میں گریٹ ہیڈ کو یقین دلایا ہے کہ وہ انگریزی حکومت کی بحالی کیلئے ہر قسم کی مدد کرنے کے لیے تیار ہے۔

○ ۱۷ تا ۲۰ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۸۰: مرزا باغی فوج کو ختم کر دینا چاہتا ہے۔ اس مقصد کیلئے اس نے آپ کو خط بھیجا، اسے آپکے جواب کا انتظار ہے۔

○ ۲۰ اگست، ”غدار کی صبح شام“، ص: ۲۲۴، رپورٹ از جیون لال: ایک شخص مسمیٰ میر کاظم الہ آبادی کو صوبہ داری عطا کی گئی۔ مرزا الہی بخش نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ جب تک کوئی شخص میدان جنگ میں اپنی بہادری ثابت نہ کر دے اس وقت تک اسے یہ عہدہ نہیں دینا چاہیے۔

○ ۲۳ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۸۹: اگر آپ مرزا الہی بخش یا

بیگم صاحبہ ملکہ زینت محل کو خط لکھ دیں تو یقیناً ہماری مدد کریں گے۔

○ ۲۲ تا ۲۵ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۹۴: اب بھی کوئی تحریر مرزا الہی بخش اور زینت محل بیگم کے نام آجائے تو اہل قلعہ سے بھی مدد ملنا بموجب ایما ممکن ہے۔۔۔۔۔ آپ کے ایما بموجب میں نے مرزا الہی بخش صاحب اور مفتی صدر الدین صاحب سے عرض کر کے سکھوں کو ہر پلٹن سے نکلوا کر علیحدہ پلٹن سکھوں کی بنوائی تھی۔ چونکہ جواب خط مفتی صاحب اور مرزا الہی بخش صاحب کا نہیں آیا، میری عرضی کو محمول بر خود غرضی کیا اور اس کام کے انجام میں کم توجہ کیا، اس واسطے پھر سکھ لوگ متفرق ہو کر اپنی اپنی پلٹنوں میں داخل ہو گئے۔

○ ۲۲، ۲۵ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۹۵: ملکہ زینت محل اور مرزا الہی بخش نے جو سوالات کیے ہیں اگر آپ انکا جواب بھیج دیں تو یہ دونوں ہماری مدد کرنے کیلئے تیار ہو جائیں گے۔

○ ۲۷ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۷۲: مرزا الہی بخش نے ۲۷ اگست کو گریٹ ہیڈ کے نام ایک اور خط لکھا اور اس میں اس نے جہاد کے فتویٰ کو غلط قرار دیا اور انگریزوں کو اپنی وفاداری کا یقین دلانے کی کوشش کی۔

○ ۳۰ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۱۰: حکیم احسن اللہ خان، مفتی صدر الدین، مرزا الہی بخش اور بیگم زینت محل سب اپنی اپنی اہلیت کے مطابق انگریزی حکومت کی مدد کرنے کیلئے تیار ہیں۔ یہ سب کشتیوں کے پلوں کو تباہ کرنے کی کوشش کریں گے۔۔۔۔۔ مذکورہ بالا افراد میں سے کوئی بھی باغیوں کو پناہ دینے کیلئے تیار نہیں، اس کے برعکس انکی خواہش ہے کہ جن باغیوں نے قتل و غارت کیا ہے انکو سخت سزا ملنی چاہیے۔

○ ۳۰ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۱۳:۔۔۔ اگر آپ مرزا الہی بخش کو اسکے خط کا جواب دیں تو اس مقصد کیلئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرے گا اور مولوی فضل حق اور دوسرے باغیوں کو شہر سے باہر نکال کر دیگا۔

○ ۱ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۳۹، رپورٹ از جیون لال: تنخواہ کا مطالبہ کرنے والے افسر چھ بجے شام تک بیٹھے رہے اور نہایت جوش کی حالت میں حکیم عبدالحق، مرزا الہی بخش اور سعید علی خان سے بحث و مباحثہ کرتے رہے۔

○ ۳ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۴۱، رپورٹ از جیون لال: مرزا مغل، مرزا الہی بخش، حکیم عبدالحق خان اور میر سعید علی خان نے کانفرنس منعقد کی جس میں بہت دیر تک فوج کو تنخواہ دینے کے مسئلہ پر بحث ہوتی رہی۔ انہوں نے پولیس سے ٹیکس دینے والوں کی فہرست منگائی۔۔۔۔۔

○ ۵ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۴۵، رپورٹ از جیون لال: میر سعید علی خان، حکیم عبدالحق خان، مرزا الہی بخش اور سالگرام خزانچی نے آپس میں مشورہ کیا کہ فوج کو تنخواہ ادا کرنے کا کیا انتظام کیا جائے۔ پولیس کے نام احکام بھیجے گئے۔۔۔۔۔

○ ۶ ستمبر، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۲۶: (جاسوس فتح محمد خان) آج شام چار بجے میں مرزا الہی بخش سے ملنے گیا تھا۔

○ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۸۶، ۸۷، رپورٹ از عین الدین: بادشاہ بھاگ کر مقبرہ ہمایوں میں چلے گئے۔ تمام شہر پھر انگریزوں کے قبضہ میں آ گیا۔ جب انگریزوں کو معلوم ہوا کہ بادشاہ بھاگ کر چلے گئے ہیں تو انہوں نے مرزا الہی بخش اور حکیم احسن اللہ کو حکم دیا کہ بادشاہ شہر کے باہر نہ جانے پائیں اور انہیں ہدایت کی کہ بادشاہ کو لے کر انگریزوں کی کمپ میں آ جائیں انکے ساتھ سواروں کا دستہ بھیجا گیا، جس کے ساتھ افسروں کی مناسب تعداد بھی موجود تھی اور اس شان کے ساتھ وہ پرانے قلعہ کی جانب روانہ ہوئے۔ مرزا الہی بخش اور حکیم احسن اللہ بادشاہ کی خدمت میں گئے جو بہت خوفزدہ ہو رہے تھے لیکن انہوں نے جہاں پناہ! کو یقین دلایا کہ حضور کیلئے پلاؤ کی رکابی ہر وقت موجود ہے۔۔۔۔۔

5.5.4- حکیم احسن اللہ خان:

حکیم احسن اللہ خان بھی غداری کا مرتکب ہوا، وہ شاہی طبیب ہونے کے علاوہ بہادر شاہ ظفر کا انتہائی معتمد وزیر تھا۔ بادشاہ اسکی جان کی حفاظت کیلئے اپنی جان تک دینے کو تیار رہتا تھا۔ وہ بہت دور اندیش اور زمانہ ساز تھا۔ وہ بغاوت کو وقتی اور چند روزہ سمجھتا تھا۔ اسی لئے اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کم مصروف اور انگریزوں کی رضا جوئی کیلئے زیادہ کوشاں نظر آتا ہے۔

مجاہدین کے نزدیک وہ شروع ہی سے مشتبہ تھا۔ وہ اسے تنخواہیں خرد برد کرنے والا اور انگریزوں سے ملا ہوا کہتے، اور اسکی جان کے اس قدر درپے رہتے کہ بعض اوقات بادشاہ کے احترام کو بھی ملحوظ نہ رکھتے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ حکیم احسن اللہ خان شروع ہی سے انگریزوں کا حمایتی و طرفدار تھا اور اگست میں تو باقاعدہ رابطہ بھی قائم کر لیا۔ چنانچہ بادشاہ کو جہاد آزادی و مجاہدین سے بیزار بنانے، انگریزوں سے خائف کر کے بزدل بنانے اور گرفتاری پر حسن سلوک کا امیدوار بنانے میں اہم کردار حکیم احسن اللہ خان نے ہی ادا کیا تھا۔ ۱۔ تفصیل ملاحظہ کیجئے:

○ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۶۲ تا ۶۳، رپورٹ از معین الدین غدار: (اس غدار نے بادشاہ سے (انگریزوں) کے قتل کو رکوانے اور اپنے گھربار کی حفاظت کیلئے اختیارات حاصل کرنے کی غرض سے گفتگو کی اور مختلف تجاویز دیں تو بقول اسکے) بادشاہ سلامت نے میری تجاویز کو پسند فرمایا اور حکیم احسن اللہ خان کو طلب فرمایا، جب وہ آگئے تو انہیں میری تجاویز سننے کا حکم دیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ ”چوہداروں کو تمہاری معیت میں جانے کی کیا ضرورت ہے؟“ ”باغی لوگ“ عیسائیوں کے قتل عام سے کبھی باز نہ آئیں گے اگر انکی مزاحمت کی گئی تو زیادہ خراب نتائج رونما ہونگے۔ جب عیسائیوں کے خون سے انکا دل بھر جائیگا تو وہ پھر ہماری جانب متوجہ ہونگے اور ہمارے مال و اسباب کو لوٹ لیں گے۔ ہمیں صرف اپنی خبر گیری کرنی چاہیے“ میں نے جواب دیا: حکیم جی! آپ کی حکیم صاحب کا انجام ان شواہد کے آخر میں ملاحظہ کیجئے۔

رائے صاحب نہیں ہے۔ (غدار نے انہیں بغاوت کے دب جانے، از سر نو انگریزی حکومت کے قیام کے امکان، یورپی بچوں اور عورتوں کو قتل سے بچانے کے فوائد سے تفصیلاً آگاہ کیا) اور کہا یہ شورش زیادہ دن نہ رہیگی اور ان سے عاجزانہ درخواست کی کہ وہ میرے مشورے پر کاربند ہوں، حکیم احسن اللہ خان نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ چپ سادھ لی گویا کہ وہ گہرے خیالات میں غلطاں و پیچاں ہیں۔

○ ۱۱ مئی، ۱۸۵۷ء، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۹۹، رپورٹ از جیون لال غدار:

بادشاہ نے خدمات پیش کرنے والے دو صوبیداروں کو ہدایت کی کہ وہ اپنے متعلق حکیم احسن اللہ خان سے احکام حاصل کریں۔ چنانچہ انہوں نے انکو تلاش کروا کے فوج کا پیغام سنا دیا۔ کہا جاتا ہے کہ حکیم احسن اللہ خان بہت پریشانی میں تھے، کہ کیا جواب دیں، انکا خیال تھا کہ شورش چلتی پھرتی چھاؤں ہے جو چند دن سے زیادہ قائم نہ رہیگی۔۔۔۔۔

○ ۱۱ مئی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۰۰، رپورٹ از جیون لال: فوج میں ڈسپلن

(انتظام) پیدا کر دینے کی غرض سے حکیم احسن اللہ خان نے شاہزادگان کو مختلف رجمنٹوں کی کمان لینے کا حکم دیا۔

○ ۱۲ مئی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۰۱، رپورٹ از جیون لال: حکیم نے نج

کے (نجی) طور پر بادشاہ کو متنبہ کر دیا کہ ان (باغیوں) پر کسی قسم کا اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ جو نہی وہ کافی تعداد میں جمع ہو جائیں گے تو شہر کی عام لوٹ مار شروع ہو جائے گی۔ بعد میں حکیم احسن اللہ خان نے شہر کے عمائدین سے مشورہ کیا۔

○ ۱۲ مئی، Memoirs of Hakim Ahsanullah Khan, P: 3:

فوجی افسروں نے یہ طے کیا کہ حکیم احسن اللہ خان نہ تو افواج کو کچھ کہے اور نہ ہی بادشاہ یا ملکہ یا محبوب علی خان سے گفتگو کرے۔

○ مئی ۱۸۵۷ء، Memoirs of Hakim Ahsanullah

میں نے (حکیم احسن اللہ خان) اور ملکہ نے بادشاہ کو کہا کہ Khan, P: 3, 4:

شہزادوں کو افواج کی کمانڈ پر مقرر کرنا قرین مصلحت نہیں۔۔۔ اور یہ کہ افسران فوج کو یہ عذر پیش کر دیا جائے کہ شہزادے نوجوان ہیں اور جنگی فنون میں نا تجربہ کار ہیں۔۔۔۔

مئی، ۱۸۵۷ء، P:7، Memoirs of Hakim Ahsanullah Khan:

میں نے (حکیم احسن اللہ خان) بادشاہ سے کہا کہ اگر بادشاہ ان قیدی انگریزوں کی حفاظت کرے گا تو انگریزوں کو جب فتح ہو گئی تو یہ لوگ انکے اچھے سلوک کے گواہ ہوں گے۔

○ مئی ۱۸۵۷ء، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۴۷، رپورٹ از معین الدین:

بغاوت کے بڑے بڑے لیڈر بھی خطرے سے بچے ہوئے نہ تھے کیونکہ انکے کسی بدخواہ نے محبوب علی خان اور حکیم احسن اللہ خان کو پھانسنے کے خیال سے انکی جانب سے آگرہ کے لفٹیوٹ گورنر کے نام چٹھی لکھی جو بالآخر دروازوں کے محافظ باغی سپاہیوں کے ہاتھ میں پہنچ گئی۔ چٹھی بادشاہ کی خدمت میں پیش کی گئی اور لکھنے والوں کے فوری قتل کا مطالبہ کیا گیا۔ محبوب علی خان اس زمانہ میں صاحب فراش تھے اور اس لئے انہیں پاکی میں لٹا کر دیوان خاص میں لایا گیا۔ راستہ میں وہ باغیوں کے ہتھے چڑھ گئے مگر حکیم احسن اللہ خان نے بھاگ کر محل میں پناہ لے لی، بادشاہ کو جب اصل حقیقت معلوم ہوئی تو انہوں نے محبوب علی خان کو رہا کر دیا۔ تاہم باغیوں نے عالم ناراضگی میں انکے مکان کو لوٹ لیا۔ واقعات کے رنگ سے خوفزدہ ہو کر حکیم احسن اللہ خان نے نہایت دعا بازی سے ان یورپین عورتوں اور بچوں کو حوالہ کر دیا جنہیں انہوں نے اپنی حفاظت میں لے رکھا تھا۔۔۔۔

○ ۱۴ مئی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۰۸، رپورٹ از جیون لال: حکیم احسن اللہ

خان اور نواب محبوب علی خان کو اناج کا فوری بندوبست کرنے کا حکم ملاتا کہ شہر لوٹ مار سے محفوظ رہے۔

○ ۱۴ مئی، Memoirs of Hakim Ahsanullah Khan:

P5: فوجی افسروں نے کہا ”تم دونوں (حکیم احسن اللہ خان اور محبوب علی خان)

انگریزوں سے ملے ہوئے ہو اور جو کچھ ہو رہا ہے اس سارے کی انہیں اطلاع کرتے ہو۔ ہمارے آدمیوں میں سے ایک پہرہ دار دفتر میں رہے گا تا کہ تم جو لکھتے ہو ہم اس سے آگاہ ہوں۔ محبوب علی خان نے تو قسم کھائی کہ اس نے کچھ نہیں لکھا۔۔۔ میں نے کہا کہ میں کبھی کچھ نہیں لکھوں گا۔

○ ۱۵ مئی ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۰۹، رپورٹ از جیون لال: سپاہیوں نے حکیم احسن اللہ خان اور محبوب علی خان کے احکام اس بنا پر ماننے سے انکار کر دیا کہ وہ انگریزوں سے نامہ و پیام رکھتے ہیں انہوں نے اس سے انکار کیا اور آئندہ کیلئے قسم کھائی کہ ہم انگریزوں سے نامہ و پیام نہ کریں گے۔

○ ۱۶ مئی، غدر کی صبح شام“، ص: ۱۱۰، رپورٹ از جیون لال: سپاہیوں نے حکیم احسن اللہ اور نواب محبوب علی خان کو قتل کر دینے کی دھمکی دی۔

○ ۱۷ مئی، غدر کی صبح شام“، ص: ۱۱۲، رپورٹ از جیون لال: حکیم احسن اللہ خان کو باریابی حاصل ہوئی اور انہوں نے عرض کیا کہ باغی پر فریب اور خونی لوگ ہیں ان پر کسی قسم کا اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

○ ۲۰ مئی، غدر کی صبح شام“، ص: ۱۱۵، ۱۱۶، رپورٹ از جیون لال: تین بجے حکیم احسن اللہ نے عرض کی کہ سپاہی شہر میں لوٹ ماز کر رہے ہیں اور درخواست کی کہ انہیں شہر بدر کر دیا جائے، ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کی غرض سے مرزا مغل کو حکم دیا گیا کہ وہ طاقتور دستہ کے ساتھ میرٹھ کی جانب جائیں اور انگریزی فوج پر حملہ آور ہوں۔۔۔ بعد کو معلوم ہوا کہ فوجوں کو انگریزوں سے جنگ کرنے کیلئے میرٹھ بھیجنے کی کارروائی حکیم احسن اللہ خان کی اختراع تھی جو شہر کو باغیوں اور سپاہیوں سے پاک رکھنا چاہتے تھے کیونکہ وہ بہت بے قابو ہوئے جاتے تھے۔

○ ۲۳ مئی، غدر کی صبح شام“، ص: ۱۱۷، ۱۱۸، رپورٹ از جیون لال: حکیم احسن اللہ

خان نے بادشاہ سے کہہ کر ایک حکم نامہ شائع کرادیا جس میں فوجوں کو اس بنا پر شہر چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ سوائے لوٹ مار اور خونریزی کے اور کچھ نہیں کرتیں۔

○ ۲۶ مئی، غدر کی صبح شام، ص: ۱۱۹، ۱۲۰، رپورٹ از جیون لال: آج یہ بات معلوم ہوئی کہ کسی نے اسلام گڑھ کی توپوں کو کنکروں اور پتھروں سے بھر دیا ہے۔ شبہ حکیم پر کیا گیا ہے اور اس الزام میں کہ وہ انگریزوں سے ملی بھگت رکھتے ہیں انہیں بادشاہ کے حضور میں پیش کیا گیا، (انہیں دھمکی دی گئی، تلواریں نکالی گئیں) حکیم اور محبوب علی خان نے حلف اٹھائے کہ ہم بیگناہ ہیں۔

○ ۲۶ مئی، Keclarnath's Diary, P, 39: بتایا گیا ہے کہ باغیوں کو سلیم گڑھ میں بندوقین بھری ہوئی ملی ہیں اور انہوں نے شک کیا ہے کہ حکیم احسن اللہ خان، محبوب علی خان اور ملکہ زینت محل نے انگریزوں سے ملنے کیلئے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

○ ۲۸ مئی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۲۱، رپورٹ از جیون لال: باغیوں نے حکیم احسن اللہ خان پر پھر انگریزوں سے سازش کرنے کا الزام لگایا اور ان پر پہرہ بٹھا دیا گیا۔ ان سے کہہ دیا گیا کہ آپ بادشاہ سے گارڈ کی موجودگی کے بغیر بات چیت نہیں کر سکیں گے۔ نواب محبوب علی خان کے مکان پر بھی پہرہ بٹھا دیا گیا۔ حکیم احسن اللہ خان اور نواب محبوب علی خان رات بھر بادشاہ کی خدمت میں رہے۔

○ ۶ جون، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۳۲، رپورٹ از جیون لال: حکیم احسن اللہ خان کو راشن تقسیم کرنے کا حکم ملا ہے۔

○ ۲۵ جون، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۳۳، ۱۳۵، رپورٹ از جیون لال: علی خان اور قادر بخش نے حکیم پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے ایسے بد معاشوں کو جو لوٹ مار کرتے ہوئے گرفتار ہوئے تھے، رشوت لے کر رہا کر دیا ہے۔۔۔۔۔ بادشاہ نے ان دونوں کی شہر بدری کا حکم دیا اور کہا ان دونوں نے حکیم کو ناحق متہم کیا ہے۔

○ جولائی، ۱۸۵۷ء، Memoirs of Hakim Ahsanullah

Khan, P:17: انگریزوں کے حلیف راجہ پٹیالہ کا ایک وکیل بادشاہ کے سامنے گرفتار کر کے لایا گیا اور اسکے قبضے سے ایک تحریر بھی برآمد ہوئی۔ مجاہدین نے اسکے قتل کا مطالبہ کیا۔ حکیم صاحب کی مداخلت سے اسے صرف تھوڑی سی قید کی سزا ہوئی۔ مجاہدین اس پر مطمئن نہ تھے انہوں نے کہا کہ یہ حکیم راجہ پٹیالہ (انگریزوں کے حلیف) سے ملا ہوا ہے اور اخبار نویسوں کے ذریعے اطلاعات بھیجتا ہے۔

○ ۲ جولائی، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۰۷: بادشاہ سلامت اور حکیم احسن اللہ گزشتہ جنگ کے نتائج کی وجہ سے کافی شکستہ دل ہیں۔

○ ۷ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۶۱، رپورٹ از جیون لال: حکیم احسن اللہ نے شکایت کی کہ نواب احمد قلی کا درجہ مجھ سے بڑھا دیا گیا ہے، بادشاہ نے انہیں اطمینان دلایا۔۔۔۔۔

○ ۲۴ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۸۴، رپورٹ از جیون لال: مرزا اکبر سلطان نے شہر کے تمام مالدار مہاجنوں کو طلب کیا اور ان سے آٹھ ہزار روپے وصول کیے اس معاملے میں بیگم زینت محل، احسن اللہ خان اور محمود لال کا بہت زیادہ ہاتھ تھا۔

○ ۲۸ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۸۹، رپورٹ از جیون لال: بادشاہ نے حکم دیا کہ عید کے موقع پر شہر میں کوئی گائے ذبح نہ کی جائے اور تنبیہ کر دی گئی کہ اگر کسی مسلمان نے ایسا کیا تو اسے توپ کے منہ سے اڑا دیا جائیگا اور اگر کسی مسلمان نے گائے ذبح کرنے کی ترغیب دی تو اسے بھی قتل کر دیا جائیگا۔ حکیم احسن اللہ خان نے اس حکم پر اظہار ناراضگی کیا اور کہا کہ میں مولویوں سے رجوع کرونگا، بادشاہ اس مخالفت سے سخت ناراض ہوئے، دربار برخواست کر دیا اور حرم میں چلے گئے۔

○ ۲۹ جولائی، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۳۳: جاسوس اور غدار مولوی رجب علی نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ وہ خفیہ طور پر شہر کا دروازہ کھلوا کر انگریزی فوج کے داخل ہونے کا بندوبست کریں۔۔۔۔۔ (وہ مزید کہتا ہے) بادشاہ سلامت تو راضی ہو جاتے لیکن

گی۔ آخراً مجبور ہو کر بادشاہ نے حکیم کو اس شرط پر انکے حوالے کیا کہ اسکو کسی قسم کی زک پہنچائی تو وہ خود بھی خود کشتی کر لے گا۔ اس مقصد کیلئے اسکے پاس ہمیشہ ایک ہیرا رہتا ہے۔

○ ۷ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۴۸: بارود کی فیکٹری میں جو

دھماکہ ہوا تھا اس میں تقریباً پانچ سو افراد ہلاک ہوئے۔۔۔۔۔ یہ دھماکہ کسی حادثے کی وجہ سے ہوا تھا۔ حکیم احسن اللہ خان کا اس سے کوئی تعلق نہ تھا۔ ۲

○ ۸ تا ۱۲ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۴۸: باغیوں کو شک ہے کہ

سات اگست کو بارود کے کارخانے میں ہونے والا دھماکہ، حکیم احسن اللہ کے ایماء پر کیا گیا تھا۔ باغیوں نے اسکا گھر لوٹ لیا ہے اور اب اسکی جان کے درپے ہیں وہ اگرچہ بادشاہ کی حفاظت میں ہے مگر خود بادشاہ اسکو قید سے نہیں بچا سکا۔

○ ۸ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۵۰: فوج کو حکیم احسن اللہ خان

پر شک ہے کہ یہ دھماکہ اسکے ایماء پر کرایا گیا، اسکے گھر کی تلاشی لی تو انکو انگریزی کمپ کے کسی منشی کا بھیجا ہوا خط ملا۔ اس سے باغیوں کو یقین ہو گیا اور انہوں نے احسن اللہ کا گھر جلا دیا۔ بادشاہ نے بڑی مشکل سے اسکی جان بچائی۔

○ ۸ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۵۱: دھماکے کے بعد تقریباً

ایک ہزار سپاہیوں نے حکیم احسن اللہ کے گھر دھاوا بول دیا اور الزام لگایا کہ اس نے جان بوجھ کر یہ کارخانہ خود تباہ کرایا ہے انہوں نے اسکے گھر کو لوٹ لیا اور وہ خود اس وقت قلعے میں نہ ہوتا تو وہ لوگ اسے قتل کر دیتے۔

○ ۱۱ اگست، Kedarnath's Diary, P:52: حکیم احسن اللہ خان کو قید

سے رہا کر دیا گیا ہے۔ ۳

Memoirs of Hakim Ahsanullah Khan صفحہ ۲۲ پر کہتے ہیں کہ اسوقت میں نے بادشاہ سے بہ منت کہا کہ بادشاہ کو اب مزید مجھے اپنے ساتھ نہیں رکھنا چاہیے۔ مجھے اپنی قسمت آزمانے دیں۔ خدا نہ کرے کہ حضور کو میری وجہ سے شرمسار اور بے عزت ہونا پڑے۔

۲ غدر کی صبح شام، ص: ۲۱۲، ۹ اگست کی رپورٹ میں بھی یہی ہے۔

۳ غدر کی صبح شام، ص: ۲۱۳ پر رہائی کی تاریخ دس اگست ہے۔

○ ۱۱ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۱۴، رپورٹ از جیون لال: بادشاہ نے حکیم احسن اللہ کی عزت افزائی کرنے کے خیال سے شاہزادگان سے خواہش ظاہر کی کہ وہ حکیم احسن اللہ خان کو اپنی حفاظت میں انکے گھر پہنچا دیں۔ اس حکم کے مطابق مرزا مغل، مرزا خضر سلطان اور مرزا عبداللہ، حکیم احسن اللہ کے ساتھ گئے۔

○ ۱۳ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۵۵: حکیم احسن اللہ کو اس شرط پر رہا کیا گیا کہ وہ آئندہ اپنے پیشے کے علاوہ کسی بات میں دخل نہیں کرے گا۔

○ ۱۴ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۵۶: بادشاہ سلامت نے حکیم کی رہائی کیلئے کل رات فوج کے اعلیٰ افسروں کو ایک طویل خط بھیجا تھا مگر کسی نے توجہ نہ دی، آخر کار تنگ آ کر بادشاہ سلامت نے آج فوج کے جرنیلوں کو لکھا اور دھمکی دی کہ اگر ان کا حکم نہ مانا گیا تو وہ خودکشی کر لیں گے۔ یہ خط ملتے ہی حکیم کو رہا کر دیا گیا۔

○ ۱۸ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۷۶: حکیم احسن اللہ خان کو علیحدہ کر دیا گیا ہے۔

○ ۳۰ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۱۰: حکیم احسن اللہ خان، مفتی صدر الدین آزرودہ، مرزا الہی بخش اور بیگم زینت محل سب اپنی اپنی اہلیت کے مطابق انگریزی حکومت کی مدد کرنے کیلئے تیار ہیں۔ یہ سب کشتیوں کے پلوں کو تباہ کرنے کی کوشش کریں گے۔۔۔ مذکورہ بالا افراد میں سے کوئی بھی باغیوں کو پناہ دینے کیلئے تیار نہیں۔ اس کے برعکس انکی خواہش ہے کہ جن باغیوں نے قتل و غارت کیا ہے، انکو سخت سزا ملنی چاہیے۔

○ ۲ ستمبر، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۲۰: ہر عہدے کے تقریباً پانچ سو افسر شہزادوں کو گھیرے کھڑے تھے اور با آواز بلند کہہ رہے تھے کہ حکیم احسن اللہ خان انکی تنخواہوں کی ادائیگی میں مداخلت کر رہا ہے۔ وہ شہزادوں کو قید کرنے اور حکیم احسن اللہ خان کو قتل کرنے کی دھمکیاں دے رہے تھے۔

حکیم احسن اللہ کی یادداشت، ص: ۲۲۰ پر بھی یہی ہے اور یہ کہ حکیم نے استعفیٰ دینا چاہا تو بادشاہ نے منع کر دیا۔

○ ستمبر، Memoirs of Hakim Ahsanullah Khan, P:28,29

جب مجاہدین نے بادشاہ کو اپنے ساتھ میدان جنگ میں

لے جانے پر راضی کرنا چاہا اور شاہی دستے کی مدد بھی مانگی تو حکیم احسن اللہ خان نے انکے

چلے جانے کے بعد بادشاہ کو ایسا کرنے سے منع کر دیا، اور طرح طرح کے اندیشے دلائے۔

○ ۶ ستمبر، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۲۸: تولہ رام نے چھ لاکھ کی رقم اکٹھی کی

ہے، اس نے رقم کو بھیجنے کے لئے تین ہزار تھیلے مانگے تھے۔ سات سو تھیلے اسے بھیجے جا چکے

ہیں، بقیہ ابھی تک اسے نہیں ملے۔ حکیم احسن اللہ خان ہمیشہ بادشاہ سے اسکی برائی کرتا رہتا

تھا اور شاہی قلعے کے لوگ اس معاملے میں حکیم صاحب کو قابل اعتبار سمجھتے ہیں۔

○ ۷ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۳۶، رپورٹ از جیون لال: بادشاہ دربار

خاص میں رہے۔ احسن اللہ خان اور جنرل بخت خان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

(کچھ اور مواقع پر بھی حکیم صاحب کی دربار میں موجودگی ثابت ہے۔)

○ ستمبر، Memoirs of Hakim Ahsanullah Khan, P:28, 29

29: افواج نے بادشاہ کو اپنے ساتھ میدان جنگ میں لے جانا چاہا تو میں (حکیم احسن

اللہ خان) نے کہا ”اللہ بچائے! یہ سپاہی حضور کو باہر میدان جنگ میں آگے لے جائیں گے

اور پھر بھاگ جائیں گے اور آپ گرفتار ہو جائیں گے۔ ہرگز نہیں۔“

○ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۸۵، رپورٹ از معین الدین: رجب علی خان

محسن نے حکیم احسن اللہ خان کو ایک خط لکھا جس میں یہ استفسار کیا گیا تھا کہ ایسی حالت میں

جب کہ شہر میں انگریز باقی نہیں رہے، علم نبوی کیوں بلند کیا گیا ہے، انہوں نے مفتی محمد صدر

الدین خان قاضی شہر کو ہدایت کی کہ وہ لوگوں کو سمجھا دیں کہ اس جھنڈے کا بلند کرنا حماقت

ہے اس واقعہ سے کچھ دیر بعد یہ اعلان کیا گیا کہ انگریز شہر پر عنقریب حملہ کرنے والے ہیں۔

○ ۱۸ ستمبر، Memoirs of Hakim Ahsanullah Khan, P:30,31

۱۷ ستمبر جمعرات کی رات میں بازار اور صدر دروازے پر سپاہیوں

کے ہجوم کے باعث قلعہ نہ جاسکا تھا۔ جمعہ کی صبح میں نے آدمی بھیجا جس نے بتایا کہ دیوان خاص کا دروازہ بند ہے۔۔۔۔۔ (بادشاہ گذشتہ روز نصف شب کو قلعہ چھوڑ کر مقبرہ ہمایوں جا چکے تھے) سہ پہر کو حقیقت حال جان کر میں ہنگامہ بگاہ گیا اور بادشاہ کو لکھا کہ مجھے وجہ بتائے بغیر چلے جانے کا سبب کیا ہے؟ شام کو انہوں نے مجھے بلا بھیجا۔ میں نے انہیں سواری وغیرہ کا بندوبست نہ ہونے کا لکھا تو انہوں نے اگلے روز ۱۹ ستمبر بروز ہفتہ سہ پہر کو دو ہاتھی بھیج دیے۔

○ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۸۶، ۸۷، رپورٹ از معین الدین: جب انگریزوں کو معلوم ہوا کہ بادشاہ بھاگ کر چلے گئے ہیں تو انہوں نے مرزا الہی بخش اور حکیم احسن اللہ کو حکم دیا کہ بادشاہ شہر کے باہر نہ جانے پائیں اور انہیں ہدایت کی کہ بادشاہ کو لے کر انگریزی کیمپ میں آجائیں۔۔۔۔۔ مرزا الہی بخش اور حکیم احسن اللہ بادشاہ کی خدمت میں گئے جو بہت خوفزدہ ہو رہے تھے لیکن انہوں نے جہاں پناہ کو یقین دلایا کہ حضور کیلئے پلاؤ کی رکابی ہر وقت موجود ہے۔۔۔۔۔

حکیم صاحب نے اپنی ”یادداشت“ میں شروع سے آخر تک بارہا ایسے مواقع کا ذکر کیا ہے جب مجاہدین انکو بھرے دربار میں انگریزوں سے ملے ہونے کا کہتے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب وہ بادشاہ کے پاس مقبرہ ہمایوں جا رہے تھے تو لوگوں نے انہیں عیسائی تک کہا۔!

سقوطِ دہلی کے بعد جب بہادر شاہ ظفر پر مقدمہ چلایا گیا تو بادشاہ کا یہ قریبی، ہم راز معتمد استغاثہ کی طرف سے گواہ بنا۔^۲

غالب اپنے خط مؤرخہ یکم اپریل ۱۸۵۸ء بنام غلام نجف خان میں لکھتے ہیں: ”مبارک ہو کہ حکیم صاحب پر سے وہ سپاہی، جو انکے اوپر متعین تھا، اٹھ گیا اور انکو حکم ہو گیا

کہ اپنی وضع پر رہو، مگر شہر میں رہو، باہر جانے کا اگر قصد کرو تو پوچھ کر جاؤ اور ہر ہفتے میں ایک بار کچہری میں حاضر ہوا کرو۔“ (یعنی ملک و قوم سے غداری کے عوض سلب آزادی کے ساتھ جان بخشی ہوئی۔)

غالب مزید لکھتے ہیں کہ انہیں حکیم کو دیکھے ایک عرصہ ہوا ہے مگر جانہیں سکتا کیونکہ مجھے محتاط رہنا ہے۔

حکیم صاحب گمنامی و بے نوائی کی اس نئی زندگی سے اس قدر گھبرائے کہ باوجود گھر کی واگذاری اور دو سو روپیہ ماہانہ پنشن کے انعام کے وہ دہلی شہر چھوڑ گئے اور برودہ جا بسے جہاں ستمبر ۱۸۷۳ء کو گمنامی کی حالت میں انتقال کر گئے۔

5.5.5- مفتی صدرالدین آزرودہ:

مفتی صدرالدین آزرودہ رؤساء شہر، علمائے کبار میں شمار ہوتے تھے۔ جنگ آزادی سے قبل مفتی صدرالدین آزرودہ ہندوستانیوں کو ملنے والے سب سے بڑے عہدے ”صدر الصدور دہلی“ پر فائز تھے۔ چونکہ دانش مند، دور اندیش اور مصلحت پسند تھے۔ اسلئے جہاد آزادی شروع ہونے پر وسطِ اگست تک غیر جانبدارانہ رویہ اپنائے رکھا، نہ تو انگریزوں کی رضا جوئی کیلئے کوشاں ہوئے اور نہ ہی بادشاہ کے کہنے پر کوئی عہدہ و ملازمت قبول کی (حالانکہ انہیں مئی، جون اور جولائی میں کم از کم تین بار عدالت کا اعلیٰ منصب پیش کیا گیا تھا) بلکہ انہوں نے دربار میں آنا بھی معمول کے مطابق رکھا۔ لیکن اگست کے آخری عشرہ میں بدلتے ہوئے حالات کا یقین کر کے انگریزوں سے رابطے کیلئے کوشاں ہوئے۔ جس کے نتیجے میں اگست کے آخر اور ستمبر کے آغاز میں انگریزوں کے طرفدار اور جانبدار کا کردار ادا کیا۔

۱۔ ”غالب اور انقلاب سن ستاون“ از ڈاکٹر سید معین الرحمن ص: ۱۶۳

Memoirs of Hakim Ahsanullah Khan, P: V

۲۔ ان کے دیگر احوال شواہد کے آخر میں ملاحظہ کیجئے۔

شواہد کی تفصیل ملاحظہ کیجئے۔

○ ۱۲ مئی، ۱۸۵۷ء مطابق ۱۹ رمضان، ”۱۸۵۷ء کا روزنامہ“ مرتبہ عبداللطیف خان ص: ۱۲۳: صبح کے وقت جب بادشاہ کو اصلاح ملکی کا خیال پیدا ہوا۔ میاں نظام الدین، نواب ضیاء الدین احمد خان بہادر، نواب علی حسن خان، نواب احمد علی خان، اعتماد الدولہ میر حامد علی خان، نجم الدولہ مرزا اسد اللہ خان غالب، نواب بدھن صاحب، خان جہان خان، ارادت خان، مفتی صدر الدین خان اور کرم علی خان ایوان شاہی میں آداب بجالانے کیلئے حاضر ہوئے اور زمین بوسی سے سرخروئی حاصل کی، اور ہر ایک نے ایک ایک خر مہرہ پیش کیا۔ ۲

○ ۱۳ مئی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۰۷: بادشاہ نے مولوی صدر الدین خان بہادر کو بلایا اور انہیں شہر کا مجسٹریٹ مقرر کر دیا تاکہ وہ تمام مقدمات کا غیر جانبداری اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں مگر مولوی صاحب نے عدم صحت کی بنا پر معذوری چاہی۔

○ ۱۹ مئی، ”بہادر شاہ ظفر کا مقدمہ“، ص: ۱۳۸، ۱۳۹: ۱۹ مئی کو علماء نے مسلمانانِ دہلی کو جہاد پر آمادہ کیا اور علمِ جہاد بلند کیا۔ بادشاہ نے پیغام بھجوایا کہ سب انگریز مارے گئے ہیں۔ علمِ سرنگوں کر دیا جائے۔ خود مولوی صدر الدین آزر دہ جامع مسجد گئے اور دیر تک عالموں سے بحث کرتے رہے اور جھنڈا بلند کرنے کو بیکار ثابت کیا۔

○ ۱۷ جون، ”۱۸۵۷ء کا روزنامہ“، ص: ۱۳۸: ۱۷ جون کے دربار میں مفتی صدر الدین خان، بہادر شاہ ظفر کو دیوانِ حافظ دینے کیلئے آئے۔ بادشاہ نے ان سے فوجداری مقدمات فیصلہ کرنے کا شغل قبول کرنے کی بابت دریافت کیا۔ اگرچہ انہیں اسکی بہت آرزو تھی۔ لیکن نامساعد حالات کی بنا پر معذرت کر دی۔ ۳

۱۔ نواب ضیاء الدین اور نواب امین الدین سرکار انگریزی کے وفادار اور جان نثار تھے۔ (غدار معین الدین کی رپورٹ، دیکھئے غدر کی صبح شام، ص: ۶۰)

۲۔ دیکھئے مفتی صدر الدین آزر دہ از عبدالرحمن پرواز اصلاحی، ص: ۷۴، بحوالہ، ۱۸۵۷ء کا روزنامہ۔
۳۔ مرجع سابق۔

○ ۲۶ جولائی کے ”صادق الاخبار“ میں چھپنے والے فتویٰ وجوب جہاد پر مفتی صدرالدین آزرده کے بھی دستخط موجود ہیں۔

○ ۲۷ جولائی، ”عذر کی صبح شام“، ص: ۱۸۸، رپورٹ از جیون لال: مولوی صدرالدین خان کو حکم دیا گیا کہ اس وقت تک فوجداری مقدمات کی سماعت کریں جب تک کہ انگریزوں پر فتح حاصل ہو۔

○ ۲۹ جولائی، ”عذاروں کے خطوط“، ص: ۱۳۳: دہلی کے شرفاء کافی خوفزدہ ہیں انہیں اس جنگ میں سلامتی کی توقع نہیں۔ مفتی صدرالدین اور نواب حامد علیخان کے گھروں پر کافی دنوں سے پہرہ ہے۔

○ ۳۱ جولائی، ۱۸۵۷ء مطابق ۸ رذی الحجہ، ”تلخیص از ۱۸۵۷ء کا روزنامہ“، ص: ۱۵۴-۱۵۵: اس روز بہادر شاہ ظفر نے مفتی صدرالدین آزرده کو اس جھگڑے کو نبھانے کے لئے بھیجا جو بیچہ گاؤ سے متعلق تھا، اور ایک گروہ نے منادی کر رکھی تھی کہ گائے کی قربانی ہرگز نہ ہونے پائے۔ اس پر مولانا احمد سعید نے علم جہاد بلند کیا تو بہت سے لوگوں نے انکا ساتھ دیا، اس جھگڑے میں مفتی صاحب نے صلح کرائی۔

○ ۲ اگست، ”عذر کی صبح شام“، ص: ۱۹، رپورٹ از جیون لال: بادشاہ دربار عام میں نہایت شان و شوکت کے ساتھ جلوہ فرما تھے، مولانا امین الدین، سعادت علیخان وکیل، فضل حسن خان، ابراہیم علیخان وکیل، کبیر علیخان بھی دربار میں حاضر تھے۔ جنرل سمند خان رسالدار، غلام نبی خان وکیل، حسن علیخان اور مولوی صدرالدین خان بھی شریک ہوئے، ۱۲۶ روپے اور نو اشرفیاں بطور نذر پیش ہوئیں۔ بالعموم جنگی حالت پر بھی گفتگو ہوتی رہی۔

○ ۳ تا ۸ اگست، ”عذاروں کے خطوط“، ص: ۱۴۹: مفتی صدرالدین نے لکھنؤ

سے آکر دربار میں حاضری دی۔

○ ۹ اگست، ۱۸۵۷ء، ”عذر کی صبح شام“، ص: ۲۱۲، رپورٹ از جیون لال:

ادیکھے مفتی صدرالدین آزرده، ص: ۷۶۔

مولوی صدرالدین کے مکان پر آج پچاس سپاہیوں نے حملہ کیا، لیکن یہ دیکھ کر کہ وہاں ستر جہادی مقابلہ کیلئے تیار کھڑے ہیں، وہ واپس آ گئے۔

○ ۱۲ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۱۴، رپورٹ از جیون لال: بادشاہ نے مولوی صدرالدین خان سے کہا کہ جب تک حکیم احسن اللہ خان کا مال جسے سپاہیوں نے لوٹ لیا ہے واپس نہ کیا جائے گا۔ اس وقت تک تمہیں دربار میں شریک ہونے کی اجازت نہیں دی جائیگی۔

○ ۱۷ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۱۹: مرزا مغل اور مرزا خضر سلطان نے مرزا ضیاء الدین خان، مرزا امین اللہ خان، مولوی صدرالدین علی خان۔۔۔۔۔ سے فوج کی تنخواہ کیلئے تین لاکھ روپے کی رقم طلب کی۔

○ ۲۱ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۸۴: مفتی صدرالدین کو ایک لاکھ روپیہ دینے کیلئے ہر روز تنگ کیا جا رہا ہے۔

○ ۲۳ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۹۰: کل میں (جاسوس تراب علی) نے آپ کے نام مفتی صدرالدین کا ایک خط بھیجا تھا۔

○ ۲۴-۲۵ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۹۴: آپ کے ایما بموجب میں نے مرزا الہی بخش صاحب اور مفتی صدرالدین صاحب سے عرض کر کے سکھوں کو ہر پلٹن سے نکلوا کر علیحدہ پلٹن سکھوں کی بنوائی تھی۔ چونکہ جواب خط مفتی صاحب اور مرزا صاحب کا نہیں آیا۔ میری عرضی کو محمول بہ خود غرضی کیا اور کام کے انجام میں کم توجہ کیا۔ اس واسطے پھر سکھ لوگ متفرق ہو کر اپنی اپنی پلٹنوں میں داخل ہو گئے۔

○ ۳۰ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۱۰: حکیم احسن اللہ خان، مفتی صدرالدین، مرزا الہی بخش اور بیگم زینت محل سب اپنی اپنی اہلیت کے مطابق انگریزی حکومت کی مدد کرنے کیلئے تیار ہیں یہ سب کشتیوں کے پلوں کو تباہ کریں گے۔

۱۔ مرجع میں یونہی ہے جبکہ درست مرزا امین اللہ خان ہے۔

○ ۱ ستمبر، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۱۶: مفتی صدرالدین کو رقم کی فراہمی کیلئے

دربار میں طلب کیا گیا تھا۔ اس نے وہاں جانے سے انکار کر دیا۔ اس نے بہت سے غازیوں کو چوبیس روپے روزانہ تنخواہ کا وعدہ کر کے اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ اس نے نہ صرف بادشاہ کو کوئی رقم دینے سے انکار کر دیا ہے۔ بلکہ دھمکی دی ہے کہ اگر اسے زیادہ مجبور کیا گیا تو وہ شاہی فوج کے خلاف لڑنے مرنے کیلئے تیار ہے۔ اس نے کہا ہے کہ وہ انگریزی فوج کی نسبت ان لوگوں کے خلاف جہاد کرنے کو ترجیح دے گا۔

○ ۲ ستمبر، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۲۰: مفتی صدرالدین کے گھر پر کل رات بارہ بجے تک جلسہ ہوتا رہا۔ انکا ایک وفد آج صبح بادشاہ سے ملنے گیا۔

○ ۲ ستمبر، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۲۲: فوجیوں کی تنخواہوں کی ادائیگی کیلئے ایک لاکھ روپیہ جمع کیا جائے گا۔ اسکے لئے مسلمانوں کی ذمہ داری مفتی کو اور ہندوؤں کی مکند لال کو دی گئی ہے۔ ان دونوں نے پندرہ دن کے اندر یہ رقم جمع کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ انہیں پوری امید ہے کہ اس وقت تک انگریز دہلی فتح کر چکے ہوں گے۔

یوں سب سے آخر میں سہی مگر یہ بھی ساز باز میں کامیاب ہو گئے مگر انگریز اتنی سی خدمت پر راضی نہ ہوئے، غالباً اسی لئے جیسا کہ غالب نے ۱۹ جنوری ۱۸۶۲ء کو اپنے مکتوب بنام احمد حسن مودودی میں لکھا: ”مولوی صدرالدین بہت دن حوالات میں رہے۔ کورٹ میں مقدمہ پیش ہوا روکاریاں ہوئیں۔ آخر صاحبان کورٹ نے جان بخشی کا حکم دیا۔ نوکری موقوف، جائیداد ضبط، ناچار خستہ و تباہ لاہور گئے۔ فنانشل کمشنر اور لفٹیٹ گورنر نے ازراہ ترحم نصف جائیداد و اجزاشت کی۔ اب نصف جائیداد پر قابض ہیں۔ اپنی حویلی میں رہتے ہیں۔ کرائے پر معاش کا دار و مدار ہے۔“

”اسباب سرکشی ہندوستان“، ص: ۱۰۷: پر ہے کہ مشہور ہے کہ چند آدمیوں نے فوج باغی بریلی اور اسکے مفسد ہمراہیوں کے جبر اور ظلم سے مہریں بھی کی تھیں۔

”تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ“، ص ۶۴۵/۵، پر ہے کہ --- بخت خان نے جامع مسجد میں مولویوں کو جمع کر کے جہاد کے فتوے پر دستخط و مہریں انکی کرا لیں، اور مفتی صدر الدین نے بھی اسکے جبر سے اپنی جعلی مہر کر دی۔

”مقدمہ بہادر شاہ ظفر“، ص ۲۵۶: پر حکیم احسن اللہ خان کا بیان ہے: ”کہ جہاں تک میں واقف ہوں کسی گورنمنٹ ملازم کی باغی حکومت کو کوئی درخواست نہیں آئی۔ بلکہ مفتی صدر الدین --- وغیرہ کو بھی باغی حکومت نے شقے لکھے: کہ گورنمنٹ کی ملازمت چھوڑ کر ہماری ملازمت کرو۔ مگر انہوں نے منظور نہ کیا۔ جب بخت خان نے علمائے دین کو جامع مسجد میں اکٹھا کر کے مجبور کیا کہ بیان کریں کہ گورنمنٹ برطانیہ سے جہاد کرنا چاہیے، تو مجھے کہا گیا ہے کہ اس نے (بخت خان نے) مفتی صدر الدین کو مہر لگانے پر مجبور کیا تھا۔“

جبکہ حکیم بہاء الدین گوپاموی نے لکھا ہے: ”مفتی صدر الدین آزر دہ صاحب صدر الصدور دہلی نے بھی علامہ کی خاطر سے فتوے پر ”شہادت بالحر“ لکھ کر دستخط کر دیے تھے۔ گرفتاری کے بعد مفتی صاحب نے بتایا کہ میں نے پہلے ہی لکھ دیا تھا کہ جبراً دستخط کرنا پڑ رہے ہیں۔ ”بالحر“ پر نقطے نہ لگائے تھے۔ علمائے وقت نے اسے ”بالخیر“ پڑھا اور مفتی صاحب نے ”بالجبر“ بتا کر جان چھڑائی، البتہ جائیداد و املاک کا کافی حصہ ضبط کر لیا گیا۔“^۱ معلوم ہوا کہ یہ بات سچ ہے کہ مفتی صدر الدین نے فتویٰ جہاد پر مجبوراً دستخط کیے تھے، اور یہ بات بھی محقق ہے کہ صادق الاخبار والا فتویٰ وہ فتویٰ نہیں جس پر مفتی صدر الدین نے مجبوراً دستخط کیے تھے۔^۲ بلکہ وہ بھی جہاد آزادی کے دیگر فتوؤں کی طرح ابھی تک نہیں ملا۔

۱۔ مجموعہ مقالات، مرتبہ افضل قرشی، ص ۸۵۔

۲۔ اسلئے کہ انگریزوں سے انکی ساز باز اس فتوے کے مرتب ہونے کے ایک عرصے بعد ہوئی۔

5.5.6- شہزادہ مرزا مغل:

شہزادہ مرزا مغل کا جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں حصہ نا اہلی اور سستی سے عبارت ہے وہ جہاد آزادی میں کوئی یادگار کارنامہ انجام دینے سے قاصر رہے۔ شہزادہ مرزا مغل بادشاہ کے اس قدر معتمد اور فرمانبردار تھے کہ محاصرہ دہلی کے چار ماہ میں بادشاہ نے تقریباً ہر مسئلہ پر انہیں ہی بلایا اور حل و تدارک پر مامور کیا۔ افواج نے انہیں مئی جون ۱۸۵۷ء میں اپنا کمانڈر انچیف بنایا۔ اگست کے شروع میں فوج کو تین ڈویژنوں میں تقسیم کر دیا گیا تو ان میں سے ایک ڈویژن کے سپہ سالار یہی تھے۔ اگست کے آخری ہفتے انکو معزول کر دیا گیا مگر چند ہی دنوں میں انہوں نے اپنا اعتماد بحال کروالیا اور آغاز ستمبر میں پھر سپہ سالار بنادے گئے۔ افواج کی تنخواہ و خوراک کے مخلصانہ انتظام میں سب سے زیادہ کوشاں اور سرگرم یہی رہے۔

شہزادہ مرزا مغل زیادہ بہادر نہ تھے، بعض مواقع پر دب بھی جاتے اور ایک موقع پر تو استعفاء بھی دے دیا۔ شہزادہ صاحب فراست و بصیرت بھی زیادہ نہ رکھتے تھے، اسی لئے نہ صرف غداروں اور جاسوسوں میں گھرنے رہے بلکہ یہ لوگ انکے اچھے اقدامات میں مانع اور ہر لمحہ انکے راز انگریزوں کو پہنچاتے رہے۔ اگست کے آخر میں شہزادے پر مجاہدین کی طرف سے انگریزوں کی حمایت کا الزام بھی لگا، جس پر ان کا کورٹ مارشل ہوا اور یہ ہفتہ بھر اپنے عہدے سے معزول رہے۔ جنرل بخت خان انکے سب سے بڑے مخالف اور دشمن رہے۔ سقوط دہلی پر انہوں نے بادشاہ اور شہزادوں کی طرف سے گرفتاری پیش کرنے کا سن کر خود بھی مقبرہ ہمایوں جا کر گرفتاری دے دی۔ مگر انگریزوں نے انہیں بھی گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ تفصیل ملاحظہ کیجئے:

O Memoirs of Hakim Ahsanullah Khan, مئی، ۱۸۵۷ء،

P:3,4: فوجی افسروں نے شہزادوں کو اپنے کمانڈرز بنائے جانے کی خواہش کی اور مرزا مغل کو اپنا کمانڈر بنائے جانے پر اتفاق کیا۔

○ ۱۳ مئی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۵۰، رپورٹ از معین الدین غدار: شہزادہ مرزا مغل سے دوران ملاقات میں نے یہ بات کہی کہ آپ اس پلٹن (جسکا میں کمانڈر مقرر ہوا ہوں) کو اپنے محافطی دستہ کے طور پر مقرر کر لیں اور انکے کرنیل بن جائیں، جس طرح سے آپ کے بھائی باقی پلٹنوں کے افسر بن گئے ہیں۔ انہوں نے میری تجویز کو منظور کر لیا اور بادشاہ سلامت سے ملاقات کے دوران میں ضروری احکام بھی حاصل کر لئے۔

○ ۲۰ مئی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۱۵، رپورٹ از جیون لال:

حکیم نے درخواست کی کہ سپاہیوں کو شہر بدر کر دیا جائے، ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کی غرض سے مرزا مغل کو حکم دیا گیا کہ طاقتور دستہ کے ساتھ میرٹھ کی جانب جائیں اور انگریزی فوج پر حملہ آور ہوں۔۔۔۔

○ ۱۲ جون، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۲۸، رپورٹ از جیون لال: بادشاہ نے مرزا مغل بیگ، مرزا ابوبکر اور مرزا عبداللہ کو بلوا بھیجا اور سپاہیوں کے ساتھ اظہار ہمدردی کرنے پر انہیں ڈانٹا اور آگاہ کیا کہ جب انگریز شہر میں داخل ہو جائینگے تو ایک نہ ایک دن تم کو پھانسی پر چڑھا دیں گے۔

○ ۹ جون، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۳۵، رپورٹ از جیون لال: مرزا مغل نے افواج کو حکم دیا کہ ہر وقت ہوشیار رہیں۔ لیکن آج کی لڑائی کے نتیجے میں فوج میں بددلی پھیل گئی، اگرچہ مرزا مغل نے فوجی احکام میں یہ بیان کر دیا تھا کہ شطرنج کے رخ کی طرح میں اپنے مقام پر مضبوطی سے قائم ہوں، اور مجھے شکست کا کوئی اندیشہ نہیں، لیکن اسکے باوجود باغی حواس باختہ ہیں۔

○ ۱۸ جون، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۹۹: شہزادہ مرزا مغل اور شہزادہ ابوبکر انگریزی فوج کیلئے آنے والی کمک کو راستے میں لوٹنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔

○ ۲ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۵۲، رپورٹ از جیون لال: جنرل بخت خان نے شہزادہ مرزا مغل کے یہاں جا کر ملاقات کی اور بہت دیر تک مشورہ کرنے کے

۱۱۱

7.

1

ہیں (بہت سے نام لکھے ہوئے تھے) اسکے جواب میں ایک پروانہ بھیجا گیا تھا۔

○ ۷ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۶۰: اعلیٰ ذات کے چند سپاہیوں نے بادشاہ سے شکایت کی کہ جنرل ہماری ضروریات پوری نہیں کرتے۔ انہوں نے درخواست دی کہ ہمیں مرزا مغل کی فوج میں داخل کر دیا جائے۔۔۔۔۔

○ ۱۱ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۶۵: بادشاہ اسکے بعد مرزا مغل کے پاس گئے اور ایک گھنٹہ تک نج کی گفتگو کرتے رہے۔

○ ۱۵ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۷۱، رپورٹ از جیون لال: مرزا مغل نے آج بادشاہ کی خدمت میں نہایت اعلیٰ درجہ کی دور بین نذر کی۔۔۔۔۔ مرزا مغل اور بعض افسران بادشاہ کی خدمت میں طلب کیے گئے اور انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ڈویژن کیلئے جنرل منتخب کریں۔

○ ۲۲ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۸۱، ۱۸۲، رپورٹ از جیون لال: بعد ازاں جنرل بخت خان نے مرزا مغل سے ملاقات کی اور تجویز پیش کی کہ فوج کی عام پریڈ چند دن کے بعد منعقد ہونی چاہیے اور اس وقت ہر آدمی سے حلف لے لینا چاہیے کہ وہ آخر وقت تک انگریزوں سے لڑتا رہیگا۔۔۔۔۔ سہ پہر کو مرزا مغل اور دوسرے شہزادگان نے فسیلوں کے باہر فوج کا معائنہ کیا اور جنرل بخت کا حکم پڑھ کر سنایا گیا۔

○ ۲۵ جولائی، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۲۸: شہزادوں کو محاذ پر جا کرنے لڑنے پر برا بھلا کہا جا رہا ہے۔

○ ۲۸ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۹۰: مرزا مغل نے اپنے گھر میں جنگی کونسل منعقد کی۔ انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ کی حفاظت کیلئے ۲۰۰ سوار متعین کیے اسکے بعد وہ اجمیری دروازے گئے۔

○ ۳ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۹۸ تا ۲۰۰، رپورٹ از جیون لال: مرزا مغل بیگ کے احکام کے مطابق فوج کے تمام افسر دربار میں شریک ہوئے، کچھ دیر تک

۱ ”غدر کے فرمان“، ص: ۶۳، ۶۸ پر ہے کہ بادشاہ نے ایک طویل خط شہزادہ کو لکھ کر فوجی معاملات پر تمام افسروں کی آراء و تجاویز معلوم کرنے کو کہا۔

آخری معرکہ زیر بحث رہا۔۔۔۔۔ مرزا مغل دوسواروں کے ساتھ سواری کیلئے نکلے اور جنگہور تک جا کر واپس آ گئے۔۔۔۔۔ مرزا مغل لالہ سنت لال کی اجازت لیکر میرے پاس تشریف لائے۔ میں (جیون لال، مصنف غدر کی صبح شام) نے انہیں بتا دیا کہ میرے پاس روپیہ کہاں۔۔۔۔۔ مرزا مغل نے مجھ پر الزام لگایا کہ تم انگریزوں کے پاس خبریں بھیجتے ہو اور برہمنوں سے انگریزی راج کے از سر نو قیام کی دعائیں منگواتے ہو اور بادشاہ کی شکست کے امپیروار رہتے ہو اور سپاہیوں کو ”باغی“ کے نام سے یاد کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ”میں صرف اتنا کر سکتا ہوں کہ مطلوبہ رقم میں کسی قدر کمی کر دوں۔“

○ ۴ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۰۰ تا ۲۰۲، رپورٹ از جیون لال:

بادشاہ نے افسروں اور مرزا مغل کو بلا بھیجا اور مؤخر الذکر کی تعریف کر کے یہ بات کہی کہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ جس شخص نے منادی کی تھی وہ انگریزوں کا آدمی تھا، انہوں نے یہ کہا کہ میں نے مرزا مغل اور جنرل محمد بخت خان کو حکم دے گیا ہے کہ تمہیں اپنی کمان میں لے لیں اب تم پسند کر لو کہ کس کی کمان میں رہنا پسند کرتے ہو۔۔۔۔۔ بادشاہ نے حرم سے مرزا مغل کے نام ایک خط بھیجا جس میں یہ تاکید کی گئی تھی کہ وہ حکیم احسن اللہ کی نگرانی رکھیں اور انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچنے دیں۔۔۔۔۔ فوج کو تین بریگیڈوں میں مرزا مغل، جنرل محمد بخت خان اور غوث محمد خان کی سرداری میں منقسم کر دیا گیا۔

○ ۷ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۰۷، رپورٹ از جیون لال: بادشاہ نے پھر

مرزا مغل کو حکم دیا کہ حکیم احسن اللہ کی حفاظت کی جائے اور انکے مکان کو لوٹ مار سے بچایا جائے۔ مرزا نے احکام کی تعمیل کی کوشش کی مگر زیادہ کامیابی نہ ہوئی۔۔۔۔۔ مرزا مغل چند سواروں کے ساتھ موقع واردات پر پہنچ گئے اور لٹیروں کو مار بھگایا۔ زیادہ حفاظت کی غرض سے وہ چودہ اونٹوں، دو گاڑیوں اور تین ٹھیلوں میں حکیم کا ذاتی سامان اٹھوالائے اور اسے قلعہ میں رکھوا دیا۔

○ ۷ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۰۸ تا ۲۱۰، رپورٹ از جیون لال: پھر

ہمیں (غدار جیون لال اور دیگر کو) مرزا مغل کے روبرو پیش کیا گیا (اور روپوں کا مطالبہ

گئی ہے۔ اس جھڑپ کے بعد سب سپاہی ایسا سوئے کہ خطرے کی خبر دینے کیلئے جگانے پر بھی نہ جاگے۔

○ ۱۶ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۶۵: مرزا مغل نیچے فوج کو روپے پیسے کا لالچ دیکر متحد رکھتے ہیں۔

○ ۱۶ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۱۸، ۲۱۹: مرزا مغل کو اطلاع ملی کہ انگریزوں کی بڑی باتری میں بہت کم آدمی رہ گئے ہیں۔۔۔۔۔ مرزا مغل نے اپنی ساری فوج کو مجتمع ہونے کا حکم دے دیا۔۔۔۔۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا مغل کو اطلاع غلط دی گئی تھی اسلئے کہ سپاہیوں پر ایسی شدید گولہ باری ہوئی کہ انکے بہت سے آدمی مارے گئے۔

○ ۱۷ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۱۹: مرزا مغل اور مرزا خضر سلطان نے رؤسائے شہر سے فوج کی تنخواہ کیلئے تین لاکھ روپے کی رقم طلب کی۔

○ ۱۸ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۲۰، ۲۲۱: مرزا امین الدین خان اور دیگر مرزا مغل کی خدمت میں حاضر ہوئے اور روپے کی ادائیگی سے معذوری کا اظہار کیا، جس پر مرزا مغل نے امین الدین کی جانب اشارہ کر کے اپنے چوہدار سے کہا کہ ”اے گرفتار کر لو اور جب تک وہ روپیہ نہ دے اسے گارو میں رکھو“۔۔۔۔۔ امین الدین نے محل میں جا کر بادشاہ سے کہا کہ روپیہ دینے کے مقابلے میں میں مرنے کو ترجیح دیتا ہوں۔ بادشاہ نے انہیں تسلی دی اور جنرل بخت خان نے کہا کہ مطالبہ غیر منصفانہ ہے۔

○ ۱۸ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۷۹: الیگزینڈر رجمنٹ مرزا مغل کو تنخواہ کی عدم ادائیگی کی بنا پر قتل کرنے گئی تھی۔ مرزا مغل ان سے ڈر کر روپوش ہو گئے ہیں، اور بادشاہ کو اپنا استعفاء بھیج دیا ہے۔

○ ۱۹ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۲۲: مرزا مغل نے مہاجنوں سے جو ایک ہزار روپیہ جمع کیا تھا اسے بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ بادشاہ اور انکے وزراء فوج کی تنخواہ کے مسئلہ پر غور و خوض کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ مرزا مغل جلدی سے الہ ناتھ مہاجن کے مکان پر گئے اور ان کا سپاہیوں سے پیچھا چھڑایا۔

○ ۲۰ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۲۳، جنرل گوری شنکر (غدار و جاسوس) اور جنرل طالع یار خان ایک سکھ قیدی کو گرفتار کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔۔۔۔۔ اس قیدی کی گفتگو سن کر بادشاہ نے کہا کہ یہ شخص جاسوس معلوم ہوتا ہے۔۔۔۔۔ اس شخص نے سوالات کا جواب دیتے وقت کچھ جنون کی سی حالت اختیار کر لی اور کہا کہ میں تو مرزا مغل اور سعید علی خان سے ملاقات کرنے کی غرض سے آیا ہوں۔۔۔۔۔

○ ۲۰ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۸۱: ماسوائے مرزا مغل کے، باقی تمام شہزادے روپیہ پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے کافی تنگدست ہیں۔

○ ۲۰ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۸۲: شہزادے موقع ملتے ہی انگریزی کیمپوں کا رخ کرنا چاہتے ہیں

○ ”غدر کے فرمان“، ص: ۱۷-۱۸: پراحسان الحق گی بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے نام درخواست ہے جس میں شہزادوں کی شکایت ہے اور بتایا گیا ہے کہ شراب نوشی اور فاحشہ عورتوں کے پاس جانا (جنگ کے دنوں میں بھی) شہزادوں کا روزانہ معمول ہے۔

○ ۲۲ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۲۶: بادشاہ نے مہاجنوں سے فرمایا کہ مرزا مغل کے پاس جاؤ۔

○ ۲۳ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۲۷: بادشاہ نے سہ پہر کو تمام افسروں کے نام اس مضمون کا حکم نافذ کر دیا کہ آئندہ شاہزادہ مغل یا کسی اور جنرل کا حکم تسلیم نہ کیا جائے اسلئے کہ بادشاہ نے بارہ اشخاص کی ایک کمیٹی، محاصرہ کے دوران میں کارروائی کرنے کی غرض سے مرتب کر دی ہے۔۔۔۔۔ جنرل محمد بخت خان نے فوج کے تمام بڑے بڑے افسروں اور مرزا مغل کی موجودگی میں قرآن پر قسم کھائی کہ میں انگریزوں کے ساتھ کسی قسم کا نامہ و پیام نہیں کر رہا ہوں۔

○ ۲۳ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۸۹: مرزا مغل کے ایک ملازم مان سنگھ (ایک جاسوس کا نام بھی مان سنگھ تھا) کی پوری جائیداد کو ضبط کر لیا گیا، اور اس کا اخبار بھی بند کر دیا گیا۔ معلوم نہیں یہ لوگ اب اسکے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔

۱۔ غدر کی صبح شام، ص: ۲۲۸ پر بھی ۲۳ اگست کی رپورٹ میں مان سنگھ کی گرفتاری کا ذکر ہے۔

○ ۲۳ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۹۰: مرزا نے اپنی فوج کو باغیت روانگی کیلئے تیار رہنے کا حکم دیا ہے، سکھوں کو اکٹھا کر کے شہر کے دروازوں پر مامور کیا گیا۔ دوسرے سپاہی ناراض ہیں اور مرزا مغل کی وفاداری پر شک کیا جا رہا ہے۔ انکا خیال ہے کہ مرزا مغل چاہتے ہیں کہ تمام فوجوں کے باہر جانے کے بعد مقابلے پر کوئی نہ ہو، خود انگریزوں سے جا ملیں اور وہ شہر میں داخل ہو جائیں، اور اسکے صلے میں انکو دہلی کا بادشاہ مقرر کر دیا جائے۔

○ ۲۳ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۹۱: مرزا مغل کے خلاف ان الزامات کی تفتیش کیلئے آج ایک تحقیقی کمیٹی کا اجلاس ہوا (خیال رہے کہ ۲۲، ۲۵ اگست کی رپورٹ میں جاسوس تراب علی نے، مرزا الہی بخش اور مفتی صدر الدین کے ذریعے سکھوں کی علیحدہ پلٹن بنوانے کی سازش کی کامیابی اور سکھوں کے پھر متفرق ہو جانے کا ذکر کیا ہے مگر یہ تفصیل نہیں ملتی کہ مرزا مغل نے انکے ایماء پر ایسا کیا یا نادانستہ۔ بہر حال اسکا انجام درج ذیل ہوا۔

○ ۲۵ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۲۹: مرزا مغل کسی وجہ سے ناراض ہو گئے اور اپنے مکان سے باہر نہیں نکلے۔

○ ۲۵ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۹۶: چنانچہ مرزا مغل بیگ کا اعتبار کورٹ سے کم ہو گیا اور اسکو اس میں مطلق دخل نہیں رہا۔

○ ۲۶ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۳۱: نیچ فوج کی شکست اور انگریزی فوج کے علی پور جانے کی خبر سن کر بادشاہ نے دارالشوریٰ میں حسب ذیل اشخاص کو طلب کیا، مرزا مغل۔۔۔۔۔، مشورے کے بعد فوجوں کی روانگی کا حکم دیا۔۔۔۔۔ اس اثنا میں مرزا مغل فوج لیکر انگریزی لشکر پر حملہ آور ہونے کی نیت سے روانہ ہو چکے تھے، لیکن حملہ کیے بغیر واپس آ گئے۔ راستہ میں صرف ۷ آدمی مارے گئے۔ مرزا مغل نے مختلف باتریوں میں جو توپیں نصب کی تھیں۔ وہ تمام دن گولہ باری کرتی رہیں۔

اے کدار ناتھ کی ڈائری، ص: ۵۵ پر ۲۹ اگست کی رپورٹ ہے کہ یہ افواہ ہے کہ مرزا مغل کو اسکے عہدے سے ہٹا دیا گیا ہے۔

○ ۲۷ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۰۰: مرزا مغل اپنی ساری فوج کو لیکر انگریزی کیمپ پر ٹوٹ پڑا۔ بادشاہ کا ذاتی دستہ، امراء کی فوجیں وغیرہ بھی مرزا مغل کے ساتھ تھیں۔

○ ۲۸ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۰۲: مرزا کا بریگیڈ مورچوں پر گیا۔

○ ۲۹ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۰۴: مرزا مغل نے کوتوال شہر کے ذریعے دوکانداروں کو کہلوا یا کہ وہ فوجیوں کو سامان خورد و نوش مہیا کریں۔ تنخواہوں کے ملنے پر انکو ادائیگی کر دی جائیگی۔ مگر اس حکم کی تعمیل نہ ہوئی۔

○ ۲۹ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۳۴: بادشاہ نے مرزا مغل کے نام حکم بھیجا کہ رام جی داس سے مزید روپیہ نہ طلب کیا جائے، اس لئے کہ وہ اپنا حصہ ادا کر چکے ہیں۔

○ ۳۱ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۳۸: مرزا مغل ۱۰۰ سواروں کے دستہ کے ساتھ فوج کا معائنہ کرنے کیلئے گئے۔ انکی آمد پر فوج نے سلامی کے طور پر تین بار ڈھیں سرکیں۔ اس پر شہر میں کھلبلی مچ گئی۔

○ یکم ستمبر، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۱۵: بریلی بریگیڈ کے افسر جنرل بخت خان وغیرہ اور مرزا مغل ایک دوسرے کے جانی دشمن ہیں، ممکن ہے یہ مرزا مغل کو قتل کر دیں۔

○ ۱ ستمبر، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۳۸: احسن اللہ خان، مرزا امین الدین خان، مرزا ضیاء الدین خان۔۔۔۔۔ نے شکایات پیش کیں کہ مرزا مغل اور مرزا خضر نے شہر کے باشندوں سے کئی لاکھ روپیہ حاصل کر لیا ہے۔ اور اس میں سے فوج کو کچھ نہیں دیا۔۔۔۔۔ شہزادوں کو مطلع کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے صرف چالیس ہزار روپیہ وصول کیا ہے اور یہ بالکل غلط ہے کہ ہم نے تین لاکھ روپے حاصل کیے ہیں۔

○ ۲ ستمبر، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۲۰: اس دن جب فوج کے اکثر افسروں نے تنخواہ کیلئے ہنگامہ کھڑا کیا اور بڑی پریشان کن صورتحال پیدا ہو گئی تو مرزا مغل نے چالیس ہزار روپے کا فوری بندوبست کیا اور افسروں سے درخواست کی کہ وہ یہ رقم اپنی تنخواہ کی پہلی قسط کے طور پر لے لیں۔

۱۰ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۰۰: مرزا مغل اپنی ساری فوج کو لیکر انگریزی کیمپ پر ٹوٹ پڑا۔ بادشاہ کا ذاتی دستہ، امراء کی فوجیں وغیرہ بھی مرزا مغل کے ساتھ تھیں۔

○ ۲ ستمبر، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۲۲: مرزا مغل کو دوبارہ سپہ سالار مقرر کر دیا گیا
 ○ ۳ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۴۱: انگریزی لشکر کے بھاگے ہوئے پاکی بردار
 نے مرزا مغل کو ایک پستول پیش کیا، جسکی قیمت ۱۰۰ روپے ہوگی۔ مرزا مغل، مرزا الہی بخش،
 حکیم عبدالحق اور میر سعید علی خان نے کانفرنس منعقد کی۔ جسمیں بہت دیر تک فوج کو تنخواہ
 دینے کے مسئلے پر بحث ہوتی رہی۔۔۔۔۔

○ ۵ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۴۵: نصیر آباد کی فوج کا کچھ حصہ غازی آباد،
 لگان وصول کرنے کی غرض سے بھیجا گیا لیکن مرزا مغل نے جانے سے روک دیا۔
 ○ ۷ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۴۸: احکام نافذ کرنے کے بعد بادشاہ نے مرزا
 مغل کو ہدایت کی کہ روپیہ جمع کرنے میں نہایت دانشمندی کام میں لائیں اور یہ کہ منادی کے
 ذریعہ شہر والوں کو شاہی احکام کی اطلاع دے دیں۔

○ ستمبر، Memoirs of Hakim Ahsanullah Khan, P: 28:

شہزادہ مرزا مغل نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر بادشاہ خود سوار ہو کر پہاڑی پر حملہ
 کیلئے نکلیں تو تمام شہر انکے ساتھ ہوگا اور انہیں مکمل فتح ہوگی۔ بادشاہ نے جواب دیا: مجھ میں
 ایسا کرنے کی ہمت نہیں۔

○ ۱۱ ستمبر، Kedarnath's Diary, P: 57: مرزا مغل ہزار سواروں کے
 ساتھ علی پور گئے ہیں تاکہ اس جانب سے حملہ کر سکیں۔

○ ۱۲ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۵۱: مرزا مغل نے کشمیری دروازہ کے
 گاردوں کا معائنہ کیا۔

○ ۱۳ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۵۲: مرزا مغل نے محل کی تمام فوجوں کو حکم
 دیدیا کہ مدافعت میں شریک ہوں۔

5.5.7- جنرل بخت خان:

جنرل بخت خان توپ خانے کے افسر تھے۔ وہ ۲ جولائی ۱۸۵۷ء کو پانچ
 رجنوں کے ساتھ دہلی آئے تو انکا استقبال کیا گیا۔ بادشاہ بہادر شاہ ظفر نے باوجود انکی

درباری آداب کی خلاف ورزی کے، انکی عزت افزائی کی اور بہادری کی تعریف کی، قربت سے نوازا۔ ساتھ آنے والی فوج کی ضیافت کا اہتمام کیا۔ جبکہ جنرل بخت خان نے کوئی نذر پیش نہ کی اور اسی دن شہزادوں کو ہٹا کر خود کو کمانڈر انچیف بنائے جانے کا مطالبہ کیا۔ جسے بادشاہ نے فوراً پورا کیا۔ جبکہ انکے ساتھ آئے ہوئے مولوی سرفراز علی وغیرہ نے انکے لیے تلوار اور ڈھال وغیرہ کا مطالبہ کیا۔ تو بادشاہ نے پاس نہ ہونے کی وجہ سے کارخانے سے منگوا کر جنرل بخت خان کو تلوار اور ڈھال عنایت کی اور جنرل کا خطاب دیا۔ تین ہفتوں بعد جنرل بخت نے گورنر جنرل کا خطاب مانگا۔ بادشاہ نے وہ بھی دے دیا، اور مستقبل کیلئے مزید وعدے لیے جو بادشاہ نے ان سے کیے۔ الغرض انکے چھوٹے بڑے تمام مطالبات مانے گئے۔ انکو بلا شرکت غیرے تمام تر اختیارات دیے گئے۔ فوج نے آخر دم تک لڑنے کے حلف اٹھائے شہزادہ مرزا مغل بھی تعاون کرتے نظر آئے۔ ان پر پورا اعتماد کیا گیا۔ شاہی مطبخ سے خوان بھوانے وغیرہ جیسی عنایات بھی جاری رہیں۔ جنرل کے دو قریبی مولوی ہمیشہ بادشاہ کے مشیر رہے۔ مگر نتائج اسکے برعکس حاصل ہوئے۔

جنرل بخت کی نااہلی کی شکایت آئی۔ پھر انکی سستی کی شکایت آئی۔ بالآخر انکے انگریزوں سے ملے ہونے کی شکایت آئی۔ جنرل بخت خان شہزادوں کے مخالف رہے۔ اپنے ساتھ لایا ہوا خزانہ دیگر رجنوں کی طرح شاہی خزانے میں جمع نہ کروایا۔ مختلف ریاستوں اور افراد سے روپے کے حصول کیلئے کوشاں رہے۔ جب انگریز دہلی کا محاصرہ کر رہے تھے تو یہ فوج کی تنخواہ کا مطالبہ کر رہے تھے اور پورا نہ کیے جانے کی صورت میں دہلی چھوڑے کو تیار تھے اور انکے سرکردہ ساتھی بدلتے حالات دیکھ کر ساز و سامان سمیت کوچ بھی کر گئے۔ اسکے باوجود بادشاہ نے انکے بارے میں حسن ظن ہی رکھا اور انکی دل جوئی بھی کی۔ ان سے بڑی امیدیں اور توقعات وابستہ رکھیں۔ مگر جنرل بخت خان نے صرف اپنی اہلیت و بہادری کے دعوے اور زبانی جمع خرچ کیا۔ سوائے دو تین چھوٹی کامیابیوں کے، محاذ دہلی پر جنرل بخت خان نے بھی ایسی کوئی قربانی نہ دی جو فتح کا باعث بنتی بلکہ فوج کشی نہ کرنے کی وجہ سے انگریزوں کو شہر پر کامیابی کے ساتھ حملہ کرنے کیلئے ضروریات جمع کرنے

کا پورا موقع ملا اور انہوں نے دہلی پر دوبارہ قبضہ کر لیا اور تن من وار نے کیلئے آئے ہوؤں کی قربانیاں بھی اکارت گئیں۔

اسکی دوہی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ایک انگریزوں سے ساز باز رکھنا، دوسرا نا اہل و ست ہونا۔ پہلی وجہ خود جنرل بخت خان کے قرآن پر حلف اٹھانے، محاذ دہلی کے بعد بھی جہاد جاری رکھنے اور معاصر مآخذ سے ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے غلط قرار پاتی ہے۔ جبکہ دوسری وجہ دیگر فوجی راہنماؤں صوبہ دار قادر بخش، جنرل غوث محمد خان وغیرہ کی جنرل بخت خان کے بارے میں رائے، جنرل بخت خان کی اپنے عہدے سے تنزلی اور معاصر مآخذ و مصادر کی شہادت کی روشنی میں درست قرار پاتی ہے۔ تفصیل ملاحظہ کیجئے:-

○ ۲ جولائی، ۱۸۵۷ء، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۵۱ تا ۱۵۴، رپورٹ از جیون لال: نواب احمد قلی خان (ملکہ زینت محل کا والد) بریلی والی فوج کا استقبال کرنے کیلئے گئے۔۔۔۔۔ محمد قلی خان اور بریلی کی فوج کے کمانڈر محمد بخت خان نے فوج کو مصروف رکھنے کے متعلق احکام حاصل کئے۔۔۔۔۔ محمد بخت خان نے کمانڈر انچیف کے طور پر اپنی خدمات پیش کیں تاکہ فوج میں ڈسپلن قائم کیا جاسکے۔ بادشاہ نے ان سے اظہار مودت و دوستی کیلئے مصافحہ کیا۔ فوجوں کے پاس واپس جا کر بخت خان نے صوبہ داروں کو اطلاع دی کہ بادشاہ نے میری خدمات کو منظور کر لیا ہے اور ان سے پوچھا کہ تم کس کے احکام ماننا چاہتے ہو۔ سب صوبہ داروں نے محمد بخت خان کے ہاتھ پر اطاعت کے حلف اٹھائے۔ دربار کے بعد بادشاہ نے جنرل کونج میں باریابی دی جنرل نے کہا میں بھی آپکے خانوادہ سے ہوں اور بادشاہ سے کہا کہ اپنا اطمینان کرنے کی غرض سے آپ تحقیقات فرما سکتے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ تحقیقات کی ضرورت نہیں ہے اسلئے کہ اس وقت جنرل سے اور کوئی بڑا آدمی موجود نہیں ہے۔ جنرل نے جواب میں عرض کیا کہ ”میں بہادر کے خطاب کا حق دار ہو جاؤں گا، اگر میں دہلی اور میرٹھ سے انگریزوں کو نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔“

جنرل بخت خان نے شاہزادہ مرزا مغل کے یہاں جا کر ملاقات کی اور بہت دیر تک مشورہ کرنے کے بعد واپس آ گئے۔ محمد بخت خان کو جنرل کا خطاب دیا گیا اور ساتھ ہی

میرے پاس چار لاکھ روپے موجود ہیں اور کہا کہ میں اب بادشاہ کو مزید امداد حاصل کرنے کے غرض سے تکلیف نہ دوں گا، اور اگر میری فوجیں کامیاب ہوئیں تو میں زائد روپیہ خزانہ میں داخل کروں گا۔ بادشاہ نے بریلی کی فوج کی ضیافت کیلئے چار ہزار روپے دیے۔۔۔۔۔ رات کے آٹھ بجے جنرل بخت خان نے بادشاہ سے ملاقات کی اور انکے ساتھ زینت محل، حکیم احسن اللہ خان اور احمد قلی خان کے ساتھ بہت دیر تک مشورہ کرتے رہے۔

Khan, P:16: بخت خان اپنے رسالداروں اور افسروں کے ساتھ دربار میں حاضر ہوا اور درباری آداب کا بالکل خیال نہ کیا۔ بادشاہ جربز ہوئے، مگر اسکی فوج کی بہادری کی تعریف کی، رسالدار محمد شفیع اور مولوی امداد علی نے کہا کہ حضور کو چاہیے کہ وہ بخت خان کو تلوار اور ڈھال عنایت فرمائیں کہ وہ اسکا مستحق ہے ایسی حمایت ایسے ہی چیف کو زیبا ہے پہلے تو بادشاہ نے ان چیزوں کے حاضر نہ ہونے کی بنا پر عذر کیا مگر پھر انکے مصر رہنے پر کارخانے سے منگوا کر بخت خان کو عطا کر دیں۔ مگر اسکے باوجود اس نے بادشاہ کے حضور کوئی نذر نہ پیش کی۔ اس (بخت خان) نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے شہزادوں کو فوج کا مختار بنادیا ہے یہ غلط ہے، اختیارات مجھے دیجئے میں درست انتظام کروں گا۔ یہ لوگ انگریزی فوج کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟ بادشاہ نے کہا، کہ شہزادوں کا تقرر افسران فوج کی خواہش پر ہوا ہے۔

۲۱ جولائی، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۰۷: روہیل کھنڈ کی فوج نے بادشاہ سے

دشمن کے دشوار ترین مورچوں پر حملے کی اجازت مانگی اور کہا کہ وہ ان مورچوں کو آسانی سے فتح کرے گی۔

۳ جولائی، P:18: Memoirs of Hakim Ahsanullah Khan: اگلے روز مولوی سرفراز علی (بخت خان کا مرشد) اور منشی خیرات علی آئے اور درخواست کی کہ جنرل کا خطاب بخت خان کو مرحمت کیا جائے صرف اسی صورت میں تمام فوج اسکا حکم مانے گی اور فوج میں موجود برائیوں کا بہتر علاج ممکن ہوگا۔ منشی نے ایک کاغذ دیا جس پر تحریر تھا کہ محمد بخت خان کو تمام افواج کا گورنر جنرل اور کمانڈر انچیف مقرر کر دیا گیا ہے بادشاہ نے دستخط کیے۔ حکم جاری کر دیا گیا اور رات کو تقریب ہوئی۔

○ ۳ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۵۴، ۱۵۵: شہر والوں کی طرف سے بادشاہ کی خدمت میں عرضی پیش کی گئی جس میں یہ شکایت درج تھی کہ جنرل بخت خان نے ہمیں اپنے گھر پر بلایا اور طلبی کے سمن پولیس کی وساطت سے بھیجے جس سے ہمیں تکلیف پہنچی اور ہماری توہین ہوئی۔۔۔۔۔ جنرل سے جواب طلب کیا گیا انہوں نے کہا کہ میں نے شہر کے مہاجنوں کو طلب نہیں کیا تھا بلکہ پولیس کو انکے پاس اس غرض سے بھیجا تھا کہ وہ اپنے تئیں مسلح رکھیں۔ ۲ آج کے دن بادشاہ نے بخت خان کے نام احکام جاری کئے کہ میرے ملازمین کو تنخواہ دینے کا انتظام کیا جائے۔ جنرل کو اختیار دیا گیا کہ لوٹنے والے اشخاص پر جرمانہ کر دو اور مظلوم اشخاص کو تاوان دلاؤ۔ سول انتظام پولیس اور مالگوزاری کے انتظامات بھی انہی کے ہاتھ میں دے دیئے گئے۔ ایک حکم کے ذریعے شاہزادگان کو تمام فوجی ذمہ داریوں سے سبکدوش کر دیا گیا۔۔۔۔۔ جنرل اپنے اسٹاف سمیت محل میں چلے گئے ان کے ساتھ دو یورپین سارجنٹ بھی تھے۔ جنرل نے کہا کہ یہ دونوں یورپین بریلی سے ساتھ ہو گئے ہیں اور بہت مفید ثابت ہوئے ہیں۔ یہ بھی بیان کیا گیا کہ انہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ ہندوستانیوں کو بریلی میں توپ کے منہ سے نہیں اڑوایا گیا۔

۱۔ اعداد و شمار نے اپنی ڈائری، ص: ۴۶ میں ۳ جولائی کو اسی واقعہ کو رپورٹ کیا ہے حکیم صاحب نے دیگر واقعات کی طرح اسکی بھی کوئی تاریخ ذکر نہیں کی۔ جبکہ انکی یادداشت میں موجود قرائن سے ۵ جولائی بنتی ہے۔

۲۔ Memoirs of Hakim Ahsanullah, P:19 پر بھی یہ واقعہ ہے۔

○ ۳ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۵۶: جنرل بخت خان کو فرزند کا خطاب عطا ہوا۔۔۔۔۔ جنرل بخت خان نے منادی کرادی کہ تمام باشندے چاندنی چوک میں جمع ہو جائیں جہاں انہیں ایک حکم پڑھ کر سنایا جائیگا۔۔۔۔۔ حکم سننے کی غرض سے ۲۰ ہزار آدمیوں کا اجتماع ہوا لیکن جنرل کے واپس آنے سے پہلے ہی لوگ منتشر ہو گئے۔

○ ۳ جولائی، Memoirs of hakim Ahsanullah Khan, P:20

اسکے بعد بخت خان نے بادشاہ کو ایک عرضی میں لکھا ”مولوی سرفراز علی جہادیوں کے سربراہ ہیں۔ تمام مسلمانوں اور اہل شہر کو اسکے پاس جانے کیلئے کہا جائے، اور حضور کو چاہیے کہ وہ حکیم احسن اللہ خان، مولوی محبوب علی اور مولوی صدر الدین کو حکم دیں کہ وہ مولویوں اور شہر کے شرفاء کے ساتھ جہاد پر جائیں۔“

○ ۵ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۵۷: جونا پور سے باغیوں کی پانچ کمپنیاں آئیں اور اطلاع دی کہ مان سنگھ نے ۵ ہزار سپاہی جمع کیے ہیں جو ہر طرح سے مسلح ہیں اور انہیں جنرل بخت خان کے زیر قیادت دیدیا ہے۔ خبر ملی کہ انگریزوں نے چندراولی کے مقام میں اپنی باتری نصب کی ہے جنرل بخت خان نے ذخائر پر قبضہ کرنے کی غرض سے فوج بھیجی جس نے ۲۰ گاڑیاں گرفتار کیں۔

○ ۵ جولائی، ۱۸۵۷ء، Memoirs of Hakim Ahsanullah,

P:18: اگلے روز کچھ افسران نے بادشاہ کو ایک لمبی عرضداشت پیش کی کہ بخت خان توپ خانہ کا افسر تھا آپ نے اسے گورنر جنرل کا خطاب عطا فرمادیا ہے، اور تجویز کیا ہے کہ ہم سب کو اسکے زیر حکم کر دیا جائے یہ حکومتی قوانین کے برعکس ہے وہ ایسے اعتماد کے قابل نہیں ہے آپ نے اپنے بیٹوں کو ہٹا کر اسے مقرر کر دیا ہے، اس سے ہم خوش نہیں۔

○ ۵ جولائی، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۱۰: روہیل کھنڈ اور نصیر آباد کی فوج نے کمانڈر انچیف کے مشورہ پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا اور طے پایا کہ مہو اور نیچہ فوج کے آنے پر انگریزوں پر جان توڑ حملہ کریں گے۔

۱۔ کدورتا تھ کی ڈائری، ص: ۳۶، پراسی تاریخ کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ لوگ انتظار کرتے رہے مگر کوئی بھی نہ آیا۔

○ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۸۲، رپورٹ از معین الدین: بخت خان جو کمانڈر انچیف مقرر کر دیئے گئے تھے، پچاس سواروں کی معیت میں مرزا مغل کے مکان پر پہنچے اور باغیوں کی سخت گوثالی کی۔ بخت خان اور اسکے محافظ سپاہیوں کی زیر حفاظت امین الدین خان شہزادہ کے مکان سے روانہ ہوئے اور اپنے گھر بحفاظت تمام پہنچ گئے۔ انہوں نے شہر چھوڑ دینے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ بلاشبہ ان کی نسبت فوراً یہ گمان کر لیا گیا کہ وہ انگریزوں سے جا ملیں گے۔ کشمیری دروازہ پر باغی محافظ دستہ نے انہیں ٹوکا اور نشانہ بندوق بنا دیے جانے کی دھمکی دی۔ باہر نہ جاسکنے کی صورت میں وہ اپنے گھر لوٹ آئے۔

○ ۶ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۵۸، ۱۵۹: اس بات کی بھی شکایات کی گئیں کہ جنرل نے اپنی فوج کے لیے تو رسد کا انتظام کر لیا ہے مگر باقی فوج کیلئے کچھ نہیں کیا۔ بادشاہ نے شکایت کرنے والے اشخاص کو جنرل بخت کے پاس بھیج دیا۔۔۔۔۔ جنرل کے پاس سے دو عریضے موصول ہوئے جن میں ان تکالیف کا ذکر درج تھا جو افواج کو ناموافق موسم کی وجہ سے اٹھانی پڑ رہی ہیں۔۔۔۔۔ بادشاہ نے جنرل بخت خان کو بلوایا مگر کام کی غیر معمولی مصروفیت کے باعث وہ حاضر ہونے سے معذور رہے۔۔۔۔۔ انگریزی فوج کے تین جاسوس جنرل بخت خاں کے روبرو پیش کیے گئے جنہیں وہیں قتل کر دیا گیا۔

○ ۷ جولائی ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۶۰، ۱۶۱: اعلیٰ ذات کے چند سپاہیوں نے بادشاہ سے شکایت کی کہ جنرل ہماری ضروریات پوری نہیں کرتے۔ انہوں نے درخواست دی کہ ہمیں مرزا مغل کی فوج میں داخل کر دیا جائے۔۔۔۔۔ دہلی دروازہ سے اجمیری دروازہ تک فوجوں کی پریڈ کی گئی، جنرل نے سپاہیوں کے ساتھ نہایت شفقت کے ساتھ بات چیت کی اور انہیں ہر طرح سے اطمینان دلایا۔۔۔۔۔ پریڈ کے بعد جنرل میگزین گئے اور توپخانہ کا معائنہ کیا اور معائنہ سے اطمینان کا اظہار کیا۔ جنرل کے پاس سے بادشاہ کی خدمت میں دو عریضیاں موصول ہوئیں۔۔۔۔۔

○ ۹ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۶۳، ۱۶۴: خبر مشہور تھی کہ جنرل بخت خان نے دس ہزار فوج کے ساتھ، جسمیں سوار اور پیدل دونوں شامل تھے، انگریزوں پر حملہ

کیا ہے، یہ کہ چھاؤنی میں ابھی تک جنگ برپا ہے، اور یہ کہ انہوں نے تیس ہزاری کے مقام کو انگریزوں سے چھین لیا ہے، جنرل بخت خاں نے سواروں اور پیدل فوج کے سپاہیوں کے ساتھ انگریزی کیمپ میں گھس کر حملہ کیا اور بہت سے افسروں اور سپاہیوں کو تہ تیغ کر دیا کہتے ہیں کہ تو بچپوں نے جنرل بخت خاں کو پہچان لیا۔۔۔۔۔ اس دن کی فتح میں بیس گھوڑے، ستر اونٹ اور بہت سا قیمتی سامان ہاتھ آیا۔۔۔۔۔ چند پرپین جو محبوب علی خان کی سرائے میں چھپے ہوئے تھے قتل کئے گئے اور ان کے سروں کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا اور انکی تشہیر کرائی گئی تاکہ لوگوں کو فتح کا ثبوت مل جائے۔۔۔۔۔

○ ۱۰ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۶۳: محمد بخت خان کو حکم دیا گیا کہ فی الفور فوجوں کو روانہ کر دیا جائے تاکہ جن آسامیوں نے لگان ادا نہیں کیا انہیں سزا دی جائے۔۔۔۔۔ جنرل بخت خان نے زخمیوں کو لانے کیلئے چند گھوڑے طلب کئے۔ اس حکم کی تعمیل حکیم احسن اللہ خان کے سپرد کی گئی۔ جنرل بخت خان کو حکم ملا کہ فی الفور چند راول میں کچھ فوج بھیج دیں تاکہ وہاں انگریزوں کو پل بنانے سے روکا جاسکے۔

○ ۱۱ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۶۵، ۱۶۶: واپسی پر بادشاہ محل میں تشریف لائے جہاں انہوں نے جنرل بخت خان اور پچاس دیگر افسروں سے ملاقات کی۔ جنرل نے اظہار افسوس کیا کہ حضور کی جانب سے مجھے عتاب کا ذخیرہ موصول ہوا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ میں نے اس قسم کا کوئی خط نہیں بھیجا۔ جنرل نے درخواست کی کہ آئندہ حضور کی طرف سے جس قدر چٹھیاں بھیجی جائیں ان پر شاہی مہر ثبت ہونی چاہیے۔ بادشاہ نے تجویز کو منظور کر لیا، (پھر زخمی سپاہیوں کی پنشن وغیرہ کی بات کی) بخت خان نے اثنائے گفتگو میں ظاہر کیا کہ میں ضلع لکھنؤ کے موضع سلطان پور کا رہنے والا ہوں اور شاہ اودھ کے خاندان سے ہوں اور عرض کیا کہ اگر آپ کو میرے بیان میں کچھ شبہ ہو تو آپ تصدیق فرما سکتے ہیں بادشاہ نے فرمایا کہ تصدیق کی ضرورت نہیں ہے اسلئے کہ مجھے آپکی اشرافت و نجابت پر پورا یقین ہے۔ جنرل نے جواب دیا کہ میں تصدیق پر اس غرض سے زور دے رہا ہوں کہ جب انگریز دہلی، میرٹھ، آگرہ سے نکال دیے جائیں گے تو میں حسن خدمات کے معاوضہ کا

طالب ہونگا۔ جنرل نے نواب عبدالرحمن سے کلاں محل خالی کر دینے کیلئے کہا جسے فی الفور خالی کر دیا گیا۔ اسکے بعد وہ مرزا مغل سے ملنے کیلئے گئے جہاں وہ ان سے بہت دیر تک گفتگو میں مصروف رہے۔۔۔۔۔ کمانڈر انچیف کی جانب سے تمام فوج کے نام احکام نافذ کیے گئے کہ جنگ کیلئے تیار رہو۔

○ ۱۲ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۶۷ تا ۱۶۹: جنرل بخت خان نے بادشاہ کی خدمت میں عریضہ بھیجا جس میں لکھا تھا کہ فوج کی تنخواہ ادا کرنے کی غرض سے نواب جھجر سے چار لاکھ روپے حاصل کیے جائیں۔۔۔۔۔ احمد خان رسالدار انگریزی فوج سے فرار ہو کر دہلی میں اپنے مکان میں آ گئے۔ یہ سنتے ہی جنرل محمد بخت خان نے گرفتاری کا حکم دیدیا کیونکہ انکا خیال تھا کہ وہ جاسوس ہیں۔۔۔۔۔ آج صبح دربار کے موقع پر ایک شخص نے یہ بات بیان کی کہ جھانسی، متھرا اور بیچ کی فوجوں نے آگرہ پر دھاوا بول دیا ہے۔۔۔۔۔ اس خبر کو سن کر محمد بخت خان بہت محظوظ ہوئے اور اس فتح کی خبر منادی کے ذریعہ تمام شہر والوں کو پہنچادی اور ساتھ ہی یہ بھی مشہور کرادیا کہ آگرہ میں اب کوئی انگریز باقی نہیں رہا۔

○ ۱۲ جولائی، ”غدر کے فرمان“، ص: ۹۷: (گوری شنکر جاسوس کی رپورٹ) کل جنرل بخت خان بھی غلام کے پاس آئے تھے۔

○ ۱۳ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۶۹، ۱۷۰: آگرہ کی فتح کی خوشی میں سلیم گڑھ سے ۳۱ توپوں کی سلامی سر کی گئی۔ محمد بخت خان کے کیمپ سے بھی ۳۱ توپوں کی سلامی سر کی گئی۔۔۔۔۔ جنرل بخت خان نے احکام نافذ کیے کہ جو شخص لوٹ مار کرتا ہوا گرفتار ہوگا اسے سخت سزا دی جائیگی۔۔۔۔۔ محمد بخت خان نے فتح آگرہ کی خوشی میں توپخانے کے آدمیوں میں ۵۰۰ روپے تقسیم کئے۔ جنرل بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔۔۔۔۔ پانچ سو بیڑھیاں جنرل کے حکم سے اس غرض سے تیار کی گئیں کہ اگر انگریزوں نے شہر پر قبضہ کر لیا اور سپاہیوں کو گھیرنا چاہا تو وہ فصیلوں پر سے اتر کر فرار ہو جائیں۔

○ ۱۴ جولائی، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۱۳: میں نے روہیل کھنڈ بریگیڈ کو حملہ کیلئے تیار پایا۔

○ ۱۵ جولائی، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۱۴: اس جنگ میں روہیل کھنڈ کی دو رجمٹوں نے سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔

○ ۱۵ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۱۷: جنرل محمد بخت خان نے عرض کیا کہ شکر اور نمک کے محصول جنگی کو ہٹا لیا جائے ورنہ شہر میں یہ دونوں چیزیں آنی بند ہو جائیں گی اور اس سے فوج کو سخت تکلیف ہوگی۔۔۔۔۔ بادشاہ نے جنرل محمد بخت خان کو مطلع کیا کہ فوج کے افسروں نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ ڈویژن کے تین جنرل مقرر کئے جائیں۔ جنرل نے جواب دیا کہ ایسا کرنا ضروری ہے۔۔۔۔۔ ان انتظامات کی رو سے جنرل بخت خان کے پاس صرف بریلی کا بریگیڈ رہ گیا۔

○ ۱۶ جولائی، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۱۵: دہلی اور میرٹھ کی افواج کی طرف سے انکے (روہیل کھنڈ فوج کے) خلاف شکایت آئی کہ انہوں نے اپنا خزانہ جمع کیوں نہیں کروایا۔

○ ۱۷ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۷۲: بادشاہ کو خبر دی گئی کہ جنرل بخت خان نے مہاجن سالگرام کو بلوایا تھا اور اس سے روپیہ طلب کیا تھا۔ مہاجن نے جواب دیا کہ وہ بالکل تباہ و برباد ہو گیا ہے۔

○ ۱۹ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۷۵: جنرل بخت خان کو حکم ملا کہ متھرا سے جو پانچ لاکھ روپے آرہے ہیں انہیں وصول کر لیں انہیں ہدایت کی گئی کہ روپیہ وصول کرنے کے بعد جلد سے جلد لوٹ آئیں اور فوج کو تنخواہ ادا کر دیں۔

○ ۱۹ جولائی، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۱۹، ۱۲۰: روہیل کھنڈ کی فوج کو شکست ہو گئی ہے۔ بخت خان جرنیل محمد شفیع رسالہ اور روہیل کھنڈ فوج کے دیگر صوبیداروں نے بادشاہ کے پاس عرض کی کہ فوج بریلی و میرٹھ لڑنے میں پہلو تہی کرتی ہے، سبب محبت زر کے۔

○ ۲۰ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۷۵ تا ۱۷۸: جنرل بخت خان کو حکم دیا گیا کہ انگریزوں کے خلاف جو کارروائی کرنا چاہیں کریں۔۔۔۔۔ جنرل بخت خان نے چار

۱۔ غداروں کے خطوط، ص: ۱۱۶ پر ۱۸ جولائی کی رپورٹ میں بخت خان کی تنزیلی کا ذکر ہے۔

۲۔ کد ارتھ کی ڈائری، ص: ۲۸ پر ۱۷ جولائی کی رپورٹ بھی یہی ہے۔

مغرور سپاہیوں کو بادشاہ کی خدمت میں گرفتار کر کے بھیجا۔۔۔۔۔ کچھ فوج جنرل بخت خان کے حکم سے باغیت روانہ ہوئی تاکہ انگریزوں کو وہاں پل تعمیر کرنے سے روکیں۔۔۔۔۔ سہ پہر کو یہ افواہ مشہور ہوئی کہ باغیوں کو بہت بڑی فتح نصیب ہوئی ہے اور یہ کہ انگریز علی پور بھاگ کر چلے گئے ہیں، اسکی وجہ سے شہر میں بہت جوش و خروش پھیل گیا اور آٹا فانا تمام شہر مقابلہ پر کھڑا ہو گیا۔۔۔۔۔ وہ بہت جوش سے شہر سے نکلے اور انکا ارادہ یہ تھا کہ انگریز کی کمپ کو لوٹ لیں گے۔ جب وہ انگریز کی کمپ کے قریب پہنچے اور یہ دیکھا کہ انگریز وہاں جوں کے توں موجود ہیں تو انہیں بے حد رنج ہوا اور وہ نہایت شرمندگی کی حالت میں شہر کو لوٹ آئے۔۔۔

○ ۲۱ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۷۹: بادشاہ نے جنرل محمد بخت خان کے پاس شاہی مطبخ سے ۷۱ خوان بھیجے۔۔۔۔۔ جنرل محمد بخت خان کے نام احکام نافذ کیے گئے کہ انگریزوں کو پریشان کرنے کی غرض سے سبزی منڈی، مبارک باغ، علی پور اور دیگر تمام مقامات پر نہایت جوش و خروش سے ایک ساتھ حملے کئے جائیں، انہیں حکم ملا کہ فوجوں کو بریگیڈ بنا کر مختلف محاذوں پر بھیج دیں اور کسی قسم کی تاخیر روا نہ رکھیں۔

○ ۲۲ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۸۰ تا ۱۸۲: جنرل محمد بخت خان بھی موجود تھے، انہوں نے شکایت کی کہ چند بدخواہ اشخاص یہ خبر پھیلا رہے ہیں کہ میں انگریزوں سے ساز باز رکھتا ہوں اور یہ کہ جب شاہی افواج انگریزوں پر حملہ کر رہی تھیں تو اس وقت میں گھر آ گیا تھا اور فوجوں کو احکام دیے بغیر لڑنے کیلئے چھوڑ گیا تھا۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ مجھے تمہاری وفاداری پر کامل بھروسہ ہے اور افسوس ہے کہ تمہیں خواہ مخواہ تکلیف پہنچی۔ مجھے انگریزوں سے کوئی پر خاش نہیں ہے بلکہ میرا خیال یہ تھا کہ جو فوج میری حفاظت کیلئے دوڑ کر آئی ہے اسکی وجہ سے میرا درجہ بلند ہو جائیگا۔ مرزا ابوبکر، مرزا ارواس اور مرزا عبداللہ بھی دربار میں حاضر تھے۔ جنرل محمد بخت خان اپنی جگہ سے اٹھے اور بادشاہ کے پیچھے جا کر تھوڑی دیر سرگوشی کرتے رہے۔ شاہزادگان نے اس کا رروائی پر اعتراض کیا اور کہا کہ ہماری موجودگی میں بادشاہ کے کان میں کانا پھوسی کرنا تہذیب و ادب کے خلاف ہے۔ جنرل نے معافی مانگی اور شاہزادگان کی تعریف کی اور اسکے بعد معاملہ ختم ہو گیا۔

جنرل نے تجویز پیش کی کہ بادشاہ کو فوج کے نام احکام جاری کر دینے چاہئیں کہ روزانہ انگریزوں پر حملے کر کے انہیں دق کرتی رہے۔ جنرل نے وعدہ کیا کہ میں کسی قدر فوج کے ساتھ کشتیوں کے پل کی حفاظت کروں گا اور باقی فوج کے ساتھ صبح کے وقت انگریزوں پر حمہ آور ہوں گا۔

اسکے بعد جنرل نے بادشاہ سے تنہائی میں گفتگو کرنے کی درخواست کی۔ اسکے بعد وہ دو مولویوں کی معیت میں اندر گئے اور بادشاہ کے روبرو ایک درخواست رکھ دی۔ جس پر انہوں نے دستخط ثبت کر دیے۔ اسکے بعد جنرل سلیم گڑھ چلے گئے اور باتریوں اور دھرموں کا معائنہ کیا۔ بعد ازاں انہوں نے مرزا مغل سے ملاقات کی اور تجویز پیش کی کہ فوج کی عام پرہیز چاندن کے بعد منعقد ہونی چاہیے اور اس وقت ہر آدمی سے حلف لے لینا چاہیے کہ وہ آخر وقت تک انگریزوں سے لڑتا رہے گا۔۔۔۔۔ چنانچہ اس مضمون کا حکم شائع کر دیا گیا۔۔۔۔۔

سہ پہر کو مرزا مغل اور دوسرے شاہزادگان نے فسیلوں کے باہر فوج کا معائنہ کیا اور جنرل محمد بخت کا حکم پڑھ کر سنایا گیا۔ فوج کا متفقہ جواب یہ تھا کہ خواہ کچھ ہی ہو ہم آخر دم تک انگریزوں سے لڑیں گے۔

○ ۲۲ جولائی، ”غداروں کے خطوط“ ص: ۱۲۵: جنرل بخت خان نے مشورہ دیا کہ اسے اپنی فوج کو علی پور لے جانے کی اجازت دی جائے، جہاں پر فوج میدان جنگ میں جم کر لڑنے پر مجبور ہوگی۔ دہلی کے محاذ پر اس فوج کے سپاہی چھپنے کیلئے کوئی نہ کوئی جگہ تلاش کر لیتے ہیں۔

○ ۲۵ جولائی، ”غداروں کے خطوط“ ص: ۱۲۷، ۱۲۸: بادشاہ بخت خان سے سخت ناراض ہیں، اور اس سے کہتے ہیں، یا تو شہر سے باہر جا کر لڑو یا مجھے اپنی مرضی کے مطابق شہر چھوڑ کر جانے دو۔ بخت خان قسم کھا کر کہتا ہے کہ وہ تو محاذ پر لڑنے کو تیار ہے، مگر فوج کے دوسرے افسر علی پور سے آگے بڑھ کر جنگ کرنے کو تیار نہیں ہیں۔۔۔۔۔ بادشاہ نے بخت خان کو سونے کا ایک قیمتی نیام بند تحفے میں دیا ہے۔۔۔۔۔ جنرل بخت خان نے پچاس بنگالیوں کو انگریزوں سے ساز باز کرنے کے جرم میں قید کر رکھا ہے۔

○ ۲۶ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۸۷: جنرل محمد بخت خان کی درخواست پر انہیں گورنر کے درجہ پر فائز کیا گیا۔ بادشاہ نے جنرل کے طرز عمل پر اپنی خوشنودی کا اظہار کیا جنرل نے بھی اپنی عزت افزائی پر شکریہ ادا کیا اور دس اشرفیاں بطور نذر پیش کیں اور وعدہ کیا کہ میں جواں بخت کی ولیعهدی کی تائید کرونگا۔

○ ۲۷ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۸۸: جنرل محمد بخت خان کو حکم دیا گیا کہ ان باغیوں کو منتشر کر دیں۔۔۔۔۔ جنرل محمد بخت خان نے فوج کی پریڈ کی اور سپاہیوں کو متنبہ کر دیا کہ وہ شہر کے باشندوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ دیں اور نہ لوٹیں، اور جو لوگ اس حکم کے خلاف کریں گے انہیں آئندہ فتح میں حصہ دار نہیں بنایا جائیگا۔

○ ۲۷ جولائی، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۲۸: جنرل بخت خان کی خواہش ہے کہ وہ سات یا آٹھ ہزار سپاہیوں کا ایک دستہ علی پور بھیج دے تاکہ وہ وہاں پہنچ کر انگریزی فوج کے مواصلات اور رسد رسانی کے سلسلے کو ختم کر سکے۔

○ ۲۸ جولائی، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۳۰، ۱۳۱: جنرل بخت خان نے بادشاہ سے بہت سا اسلحہ وغیرہ مانگا، بادشاہ نے کچھ کا وعدہ کیا، لیکن جنرل بخت خان اس سے مطمئن نہیں، اسکی وجہ سے آج کل کیا جانے والا حملہ ملتوی ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ جنگ کے منصوبے کی تکمیل کی ذمہ داری اب ملکہ زینت محل کی سفارش پر جنرل بخت خان کو تفویض کر دی گئی ہے اور اسکے ساتھ فتح کی صورت میں فوج کا کمانڈر انچیف اور ہندوستان کا گورنر جنرل مقرر کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

○ ۲۸ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۸۹، ۱۹۰: بادشاہ نے حکم دیا کہ جنرل اور فوج کے افسران کے نام اس مضمون کی چٹھیاں بھیج دیجائیں کہ عید کے موقع پر شہر میں کوئی گائے ذبح نہ کی جائے۔۔۔۔۔ خبر ملی کہ انگریزوں نے چند گھسیاروں کو گرفتار کر لیا ہے جنکا تعلق بریلی کے لشکر سے تھا۔ ان سے استفسار کیا گیا کہ سپاہیوں کی تعداد کتنی ہے اور یہ طعنہ دیا گیا کہ جنرل محمد بخت خان لڑنے کیلئے باہر کیوں نہیں نکلتا۔ اسکے بعد انکے ناک کان کاٹ کر انہیں چھوڑ دیا گیا۔ بادشاہ کے احکام کے متعلق جنرل بخت خان نے شہر میں منادی

کردی کہ شہر میں گائے کا ذبح کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔۔۔۔۔

○ ۲۹ جولائی، ”غداروں کے خطوط“ ص: ۱۳۴: بخت خان ان تجاویز کا مذاق اڑاتا ہے کہ سب پلوں کو اڑا دیا جائیگا، اور کہتا ہے کہ اسکی فوج پلوں کے بغیر بھی دریا عبور کر سکتی ہے اور توپوں کو مچانوں پر رکھ کر دریا کے پار لے جایا جاسکتا ہے۔۔۔ نیچے فوج کے افسر آج دربار میں حاضر ہوئے تھے فوج نہیں چاہتی کہ جنرل بخت خان کو اسکا سپہ سالار مقرر کیا جائے۔

○ ۲۹ جولائی، ”غدر کی صبح شام“ ص: ۱۹۰، ۱۹۱: مرزا امین الدین خان اور مرزا ضیاء الدین خان اور دیگر عمائدین شہر نے ایک دربار منعقد کیا جس میں جنرل بخت خان بادشاہ کے نمائندہ کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ سفر مینا کے صوبہ دار قادر بخش نے جلسہ میں تقریر کی اور جنرل محمد بخت خان پر یہ الزام عائد کیا کہ وہ انگریزوں پر حملہ کرنے سے عدا پہلو تہی کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ ”بہت دن ہو چکے ہیں اور جنرل نے ابھی تک انگریزوں پر فوج کشی نہیں کی۔ اسکا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ انگریزوں نے شہر پر کامیابی کے ساتھ حملہ کرنے کی غرض سے تمام ضروریات جمع کر لی ہیں۔“ جنرل اس تقریر پر بہت کچھ جھلائے مگر بادشاہ نے یہ کہہ کر انکے غصہ کو دھیمہ کر دیا کہ صوبہ دار نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ صداقت پر مبنی ہے۔ بہر حال جلسے میں کچھ طے نہیں ہو سکا۔۔۔۔۔ بادشاہ نے اپنے مطبخ سے جنرل بخت خان کو گوشت کے مختلف کھانوں کے چار خوان بھیجے۔۔۔۔۔ جنرل نے آج حسن علی خان کو حکم دیا کہ وہ جھجر جائیں اور نواب جھجر سے تین لاکھ روپیہ لائیں ورنہ روپے کی وصولی کیلئے فوج بھیجی جائیگی۔

○ ۳۰ جولائی، ”غدر کی صبح شام“ ص: ۱۹۲، ۱۹۳: ولی داد خان نے بادشاہ کو لکھا کہ اس نے چند توپیں اور ۲۰۰ گھوڑے جمع کیے ہیں لیکن پیدل فوج موجود نہیں جو انکو با حفاظت تمام لیجائے۔ بادشاہ نے جنرل بخت کو حکم دیا کہ پیدل فوج بھیجی جائے مگر جنرل نے نواب کو لکھا کہ پہلے ایک ہزار روپیہ بھیج دو اسکے بعد فوج بغرض اعانت بھیج دی جائیگی۔ گو بند نے بادشاہ سے شکایت کی کہ جنرل بخت خان نے مجھ سے میرا گھوڑا لے لیا ہے۔۔۔ بریلی کی فوج اور نیچ کی فوج کے افسروں کے درمیان کچھ تنازعہ برپا ہو گیا۔ جسکی وجہ سے

جنرل محمد بخت خان کو جا کر مصالحت کرانی پڑی۔

○ ۳۱ جولائی، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۳۷: نیچے فوج کے جنرل غوث خان اور سپہ سالار جنرل بخت خان ایک دوسرے کے سخت مخالف ہیں۔ کل حملہ ملتوی کرنے کی سب سے بڑی وجہ انکا اختلاف تھا۔ بادشاہ سلامت بخت خان کی حمایت کرتے ہیں اور صلح کرانے میں مصروف ہیں۔

○ ۳۱ جولائی، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۹۵: یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب نیچ کی فوج پل پر سے گذر رہی تھی تو اس وقت انگریزوں نے کمک بھیجی مگر جنرل بخت خان نے انکی توجہ دوسری جانب مبذول کر دی اور بالآخر وہ علی پور کی جانب پسپا ہو گئے۔

○ ۱ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۹۶، ۱۹۷: بادشاہ نے جواب دیا کہ معاملہ جنرل محمد بخت خان کے ہاتھ میں ہے اور میں مداخلت کرنے سے معذور ہوں لیکن رہائی حاصل کرنے کی غرض سے ضروری ہے کہ کچھ روپیہ ادا کیا جائے۔

○ ۲ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۹۷: اسکے بعد بادشاہ نے چند اشعار سنائے، جنہیں انہوں نے موزوں کیا تھا۔ یہ اشعار جنرل بخت خان کے پاس بھیج دیئے گئے تھے۔۔۔۔۔

○ ۳ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۱۹۹: جنرل بخت خان دربار میں حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ سپاہی میرے کہنے میں نہیں رہے۔

○ ۴ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۳۹: تین اگست کو بادشاہ نے جنرل بخت خان کو کافی لعن طعن کیا اور کہا کہ تم کو اگر رہنا ہے تو اچھی طرح رہو، ورنہ چلے جاؤ۔ تم نے ناحق جرنیل سدھار سنگھ کے کیمپ کو بدول کر دیا ہے۔ ایک تو انکا کیمپ دودن پانی میں کھڑا رہا، اور مورچوں پر لڑا، انکے بہت آدمیوں کا نقصان ہوا، اور تم نے انکی مدد نہ کی، بلکہ جو رسد انکے واسطے بھیجی گئی۔ اسکو تمہارے آدمیوں نے لوٹ کر کھالیا۔ دوسرے پھر تم اس کیمپ کو ناراض کرتے ہو۔

○ ۴ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۰۰ تا ۲۰۲: بادشاہ نے افسروں اور مرزا مغل کو بلا بھیجا اور موخر الذکر کی تعریف کر کے یہ بات کہی۔۔۔۔۔ میں نے مرزا مغل اور جنرل محمد بخت خان کو حکم دیدیا ہے کہ تمہیں اپنی کمان میں لے لیں۔ اب تم پسند کر لو کہ کس کی کمان میں رہنا پسند کرتے ہو۔ انہوں نے مزید برآں یہ حکم دیا کہ فوج کا ہر افسرانکی خدمت میں حاضر ہو جنرل محمد بخت خان بھی اس حکم کے مطابق دربار میں حاضر ہوئے۔ فوج کو تین بریگیڈوں میں مرزا مغل، جنرل محمد بخت خان اور غوث محمد خان کی سرداری میں منقسم کر دیا گیا۔

○ ۵ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۰۳: جنرل بخت خان نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ فوجیں کل انگریزوں پر حملہ کرینگی۔

○ ۶ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۰۵: اطلاع ملی کہ سردہاری لال (بیچ کی فوج کے سردار) اور محمد بخت خان (فوج بریلی کے سردار) دونوں آپس میں مل گئے ہیں اور بمقام علی پور انہوں نے انگریزوں پر حملہ بھی کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ انگریزوں نے اس لشکر کو جو کشمیری دروازہ کے باہر تھا۔ شکست دیکر بھگا دیا ہے اور یہ کہ وہ اب واپس آرہا ہے۔۔۔۔۔

○ ۷ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۳۶: باغی فوج کافی دل شکستہ ہے، جنرل بخت خان اور سدھارا سنگھ کھلم کھلا ایک دوسرے کی مخالفت کرتے ہیں۔ فوج میں افواہ ہے کہ جنرل بخت خان انگریزوں سے ساز باز کر رہا ہے۔

○ ۳ تا ۸ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۳۸: جنرل نے اپنی فوج کے ایک دستے کو لگان وصول کرنے کو بھیجا تھا، جس پر فوج کے دوسرے جرنیل بے حد خفا ہیں اور کہتے ہیں کہ بادشاہ کے حکم کے مطابق اس قسم کی کارروائی سے قبل فوج کے دوسرے جرنیلوں سے مشورہ کرنا چاہیے تھا۔ اسکی وجہ سے اب کافی نا اتفاقی پیدا ہو گئی ہے۔ جھگڑوں اور حسد میں کوئی کمی نہیں آئی۔

○ ۸ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۵۱: مرزا مغل اور جنرل بخت خان آج کل ایک دوسرے کے جانی دشمن بنے ہوئے ہیں۔۔۔۔۔ اس دشمنی کی سب سے بڑی وجہ

بخت خان کا سپہ سالار بننا ہے۔

○ ۱۳ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۵۶: مرزا مغل کے سپہ سالار بننے سے دوسرے جرنیل خصوصاً بخت خان کافی ناخوش ہیں۔

○ ۱۴ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۱۶: آج شاہی دسترخوان سے جنرل بخت خان کے پاس کھانا بھیجا گیا۔

○ ۱۵ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۵۹: مرزا مغل کی فوج ایک مہم سے کامیاب اور مالا مال لوٹی تو جنرل بخت خان نے کہا: انکو خوشی ہوتی اگر اس جنگ میں مرزا مغل کی تمام فوج ختم ہو جاتی کیونکہ انکی وجہ سے اسکی اپنی فوج پست دل ہو گئی ہے۔

○ ۱۷ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۱۹: جنرل بخت خان نے بادشاہ سے شکایت کی کہ شاہزادگان نے فوج کی تنخواہ کیلئے مہاجنوں اور دوسرے اشخاص سے بہت سا روپیہ جمع کر لیا ہے لیکن ابھی تک فوج کو ایک پیسہ بھی نہیں ملا۔ یہ سنکر بادشاہ نے مرزا خضر کو حکم دیا کہ جتنا روپیہ تم نے وصول کیا۔، جنرل کے حوالے کر دو۔۔۔۔۔

○ ۱۸ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۲۱: جنرل بخت خان بھی اس ملاقات کے موقع پر موجود تھے اور انہوں نے یہ رائے ظاہر کی کہ (مرزا امین الدین سے روپے کا) مطالبہ غیر منصفانہ ہے۔ اسلئے کہ فوج کی تنخواہ فوج ہی سے لینی چاہیے۔ بادشاہ نے جنرل سے کہا کہ ”شہر میں جو سپاہی ہیں انکے علاوہ اور کسی سے روپیہ مت مانگو“۔

○ ۱۹ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۲۲: سپاہیوں نے طنزاً کہا کہ ایسی چیزیں صرف بادشاہ کا حق ہوتی ہیں انہوں نے یہ بھی کہا کہ جب ہم اپنی لوٹ مار میں جنرل کو شریک کر لیتے ہیں تو پھر جنرل ان لاکھوں روپے میں ہمیں کیوں شریک نہیں کرتے جنہیں انہوں نے زبردستی حاصل کیا ہے۔ رفتہ رفتہ خیالات و جذبات نہایت مخالفانہ ہو گئے۔۔۔۔۔

مرزا خضر سلطان سوار ہو کر بریلی کے کیمپ میں پہنچے۔ جنرل نے انہیں نذر میں ایک ہاتھی، ایک گھوڑا، اشرفی اور پانچ روپیہ پیش کئے۔۔۔۔۔ جنرل بخت خان نے دیوی سنگھ اور

سالگرام مہاجنوں کو بلایا اور روپیہ ادا کرنے سے انکار کرنے پر انہیں قید میں ڈال دیا۔ مرزا سلطان نے دوسرے مہاجنوں سے ۲۵ ہزار روپے حاصل کئے اور انہیں جنرل کی خدمت میں بھیج دیا۔۔۔۔

○ ۲۰ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۲۳، ۲۲۴: دس گھنٹے تک حالت قید میں رہنے کے بعد دیوی سنگھ اور سالگرام نے ۶۰ ہزار روپے حاضر کر دیئے اور مخلصی حاصل کر لی۔ جنرل گوری شکر اور جنرل طالع یار خان ایک سکھ قیدی کو گرفتار کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس سے کہا گیا کہ جو اطلاع دی ہے اسے پھر دہراؤ۔ اس نے کہا کہ جنرل بخت خان انگریزوں سے خفیہ ساز باز رکھتے ہیں۔ اور تجویزیہ کی گئی ہے کہ جب جنرل بخت خان علی پور لڑانے کیلئے فوج لے جائیں اس وقت انگریز دہلی پر حملہ کر دیں تاکہ ان کا مقابلہ نہ کیا جاسکے۔۔۔۔ جنرل نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ میں کل صبح انگریزوں پر حملہ آور ہونگا۔

○ ۱۷ تا ۲۰ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۸۰: جنرل نے ایک رئیس اور مہاجن کو رقم نہ دینے پر قید کر رکھا ہے۔

○ ۲۰ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۸۳: میرٹھ کی فوج نے شکایت کی کہ بخت خان اور لال خان کو جنرل اور کرنل کے عہدے کیوں دیئے گئے ہیں، جبکہ وہ نہ تو محاذ پر جا کر جنگ میں حصہ لیتے ہیں اور نہ ہی انہوں نے اپنا خزانہ بادشاہ کے حوالے کیا ہے۔۔۔۔ بخت خان اور مرزا مغل ایک دوسرے کے جانی دشمن بنے ہوئے ہیں۔

○ ۲۱ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۲۵: جنرل بخت خان نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ حضور کے ملاحظہ کیلئے ۷ ہاتھی اور ۲۰۰ گھوڑے لایا ہوں۔

○ ۲۱ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۸۶، ۱۸۷: فوج بخت خان سے بہت ناراض ہے، اس پر الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ انگریز افسروں سے ملا ہوا ہے۔ اس نے ڈر کی وجہ سے اپنا خاندان اور سامان پچاس سواروں کے حفاظتی دستے کے ساتھ اپنے شہر بھیج دیا

ہے۔۔۔۔۔ بخت خان نے ایک مہم سے ہاتھ آنے والے ہاتھیوں اور گھوڑوں کی دیکھ بھال کیلئے رقم کا مطالبہ کیا، بادشاہ نے معائنے کے بعد رقم سے انکار کر دیا اور اسے تنبیہ کی کہ جب تم اپنی فوج یہاں لیکر آئے تھے تو تم نے تمام اخراجات خود اٹھانے کا ذمہ لیا تھا۔ اب اپنے آپ کو جھوٹا کیوں کرتے ہو۔

○ ۲۳ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۹۰، ۱۹۱: آج نیچے اور بریلی بریگیڈ جنرل بخت خان کی سرکردگی میں علی پور روانہ ہونے کیلئے تیار ہیں۔۔۔۔۔ فوج بخت خان پر شبہ کرتی ہے۔ بادشاہ خود بھی اس سے نفرت کرنے لگا ہے۔ فوج کو اس پر اعتماد نہیں رہا۔

○ ۲۳ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۲۷: بادشاہ اس بات سے ناخوش ہوئے کہ جنرل محمد بخت خان علی پور کیوں حملہ آور نہیں ہوئے۔ نیچ کی فوج کے افسروں نے بخت خان پر الزام عائد کیا کہ وہ انگریزوں سے ساز باز کر رہے ہیں۔ اور سپاہیوں کو اس وقت تک روک رہے ہیں، جب تک کہ انگریزوں کے پاس کافی کمک نہ پہنچ جائے۔ بادشاہ کو سمجھایا گیا کہ اس قسم کا حکم نافذ کر دیں کہ جنرل بخت خان کو محل میں آنے کی اجازت نہ دی جائے نیچ کی فوج کے افسروں نے یہ تجویز پیش کی کہ بریلی کی فوج سے ہتھیار وغیرہ لے لئے جائیں اور کہا کہ ہم یہ کام کرنے کیلئے تیار ہیں۔ بادشاہ نے اس تجویز کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ سہ پہر کو تمام افسروں کے نام اس مضمون کا حکم نافذ کر دیا کہ آئندہ سے شاہزادہ مغل یا کسی اور جنرل کا حکم تسلیم نہ کیا جائے اسلئے کہ بادشاہ نے بارہ اشخاص کی ایک کمیٹی محاصرہ کے دوران میں کارروائی کرنے کی غرض سے مرتب کر دی ہے۔۔۔۔۔ جنرل محمد بخت خان نے فوج کے تمام بڑے بڑے افسروں اور مرزا مغل کی موجودگی میں قرآن پر قسم کھائی کہ میں انگریزوں کے ساتھ کسی قسم کا نامہ و پیام نہیں کر رہا ہوں۔

○ ۲۳ اگست، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۲۹: جنرل بخت خان نے اطلاع دی کہ میں اب انگریزوں پر حملہ آور ہونے والا ہوں اور بادشاہ سے اجازت چاہتا ہوں۔ بادشاہ

اکدار ناتھ کی ڈائری، ص: ۳۰۳ ر ۲۳ اگست کی رپورٹ بھی یہی ہے۔

نے جواب دیا۔ ”جاؤ خدا تمہاری مدد کرے! انگریزوں پر حملہ کر کے اپنی وفاداری کا ثبوت دو، ان کو تباہ کر دو اور فاتح بن کر لوٹو۔“

○ ۲۴ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۹۲، ۱۹۳: جنرل کاڈویشن آج صبح علی پور روانہ ہوا۔۔۔۔۔ اپنی بے عزتی سے بچنے کیلئے جنرل جانے سے پہلے جنگی کونسل سے مشورہ کر کے گئے ہیں۔

○ ۲۵، ۲۴ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۹۴: یہ دونوں جرنیل (بخت خان و سدھار سنگھ) جملہ شتر اور اسباب ہمراہ لے گئے ہیں، اس نیت سے کہ اگر شکست کھائی تو واپس نہ آئیں، جس کا جہاں جی چاہے چلا جاوے۔

○ ۲۶ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۳۰: اشرف خان سوار نے بادشاہ کے روبرو بیان کیا کہ بریلی کی فوج اہلی پلمہ میں خیمہ زن تھی کہ اتنے میں غیر متوقع طور پر نیچ کی بریگیڈ آ پہنچا۔ جنرل بخت خان نے نیچ کی فوج کے افسر سے مشورہ کیا اور اسے وہاں ٹھہرے رہنے کی صلاح دی کیونکہ انگریز صرف تھوڑے سے فاصلہ پر تھے اور کہا کہ دوسرے دن میرے ساتھ حملہ میں شریک ہو جانا۔ نیچ کی فوج کے بریگیڈیر نے اس تجویز کو پسند نہیں کیا بلکہ بخت گڑھ تک بڑھتا چلا گیا۔۔۔۔۔ اتنے میں انگریزوں نے دو طرف سے یکا یک حملہ کر دیا اور ساتھ ہی شدت کی گولہ باری بھی کی۔۔۔۔۔ نقصان کا اندازہ ایک ہزار مجروح و مقتول کیا جاتا ہے۔

○ ۲۷ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۰۰، ۱۹۷: نیچ فوج کو شکست ہو گئی ہے، جنرل بخت خان یہ سن کر آگے مدد کیلئے جانے کی بجائے واپس دہلی آ گیا ہے، نیچ فوج بھی انکے پیچھے دہلی آ گئی ہے۔ جنرل بخت خان کاڈویشن ابھی تک بلند ہمت اور مغرور ہے۔

○ ۲۷ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۳۲: نیچ کے لشکر کے ایک سپاہی نے آکر بریلی فوج کو نیچ کی فوج سے جھگڑا کرنے پر ملزم قرار دیا۔۔۔۔۔ بادشاہ نے جنرل بخت

لے اغا لہا درست ”علی پور“ ہے۔

シ

1

2

4

—

دونوں مولوی ہر وقت بادشاہ کے پاس ہوتے ہیں۔

○ ۴ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۴۲، ۲۴۳: محمد بخت خان بادشاہ کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور دیر تک ان سے بچ میں بات چیت کرتے رہے۔۔۔ جنرل محمد بخت خان کے نام تحریری حکم بھیجا جس میں ہدایت کی گئی تھی کہ فوج میں ۲۶ ہزار روپیہ تقسیم کر دیا جائے، جنرل نے جواب دیا کہ میرے پاس روپیہ نہیں ہے اور مجھے فوج کی خوراک کیلئے روپے کی خود اس قدر ضرورت ہے کہ میں نے اپنے ہاتھی اور گھوڑے فروخت کر دیئے ہیں۔

○ ۵ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۴۵: جنرل بخت خان نے اطلاع دی کہ

انگریزی محاصرہ کرنے والی توپیں پہنچ گئی ہیں اور یہ کہ وہ کشمیری دروازہ کے بالمقابل مورچے بنا رہے ہیں۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ ”انگریزی گولہ باری کا مقابلہ کرنے کی غرض سے تم کوئی تدابیر اختیار کر رہے ہو؟ اگر تم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو بہتر ہے کہ تم فی الفور شہر کے دروازے کھول دو۔“ جنرل نے جواب دیا کہ ”میں میگزین کو ہٹا کر شہر کے باہر لے جا رہا ہوں اور میں انگریزی گولہ باری کا جواب چالیس توپوں سے دینا چاہتا ہوں جن کیلئے مورچے زیر تعمیر ہیں۔“ جنرل نے یہ بھی لکھا کہ میں دو ہزار سوار اس غرض سے مقرر کر رہا ہوں کہ انگریزی لشکر تک کمریٹ (Commissariat یعنی شعبہ رسد) کا سامان نہ پہنچنے دیں۔ بادشاہ نے پوچھا کہ بارود کتنی ہے۔۔۔۔

○ ۶ ستمبر، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۲۵، ۲۲۶: بخت خان نے تولہ رام اور دیگر

ضلعوں سے رقم لانے کی اجازت مانگی تو اسکو اجازت دے دی گئی۔۔۔۔ انگریزوں کی مدد کیلئے آنے والی محاصرہ شکن گاڑی کا سن کر بخت خان بادشاہ کو ملا اور کہا کہ میں نے بارہا کہا تھا کہ اس گاڑی کو پانی پت میں روکنے کیلئے فوج بھیجی جائے لیکن کسی پر میری بات کا اثر نہیں ہوا۔ اب یہ گاڑی یہاں پہنچ گئی ہے اور ہمیں مصیبت میں ڈال دیا ہے۔

○ ۶ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۴۶: جنرل محمد بخت خان نے شکایت پیش

کی کہ حالانکہ بادشاہ کے ملازمین اور دوسری فوجوں کی تنخواہیں وغیرہ ادا کر دی گئی ہیں مگر

بریلی کی فوج کو جو اب تک لڑائی میں پیش پیش رہی ہے، کچھ بھی نہیں ملا، اور اسکی وجہ سے میرے سپاہی دلبرداشتہ ہو گئے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ ”میں ایک لاکھ روپیہ تقسیم کرا چکا ہوں۔ خزانہ خالی پڑا ہے۔ خود تمہارے ہاتھوں سے کتنے لاکھ روپے تقسیم ہو چکے ہیں؟ تم نے اپنے آدمیوں میں کچھ روپے کیوں تقسیم نہ کر دیئے؟“

آج دربار میں بہت سے افسروں کا اجتماع تھا، انہوں نے شکایت کی کہ ہمارا کوئی بڑا افسر نہیں جو کمان کرے یا حکم نافذ کرے۔ اب کیا کرنا چاہیے؟ اسکی وجہ سے سخت ابتری پھیل گئی ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ ”تمہیں اختیار دیا جاتا ہے۔ جو کام تم کر سکتے ہو کرو۔“

○ ۷ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۳۶، ۲۳۷: بادشاہ دربار خاص میں

رہے۔ احسن اللہ خان اور جنرل بخت خان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، موخر الذکر کچھ دیر تک نج کی ملاقات کرتے رہے۔۔۔۔۔ جنرل بخت خان اپنے دس افسروں کے وفد کے ساتھ حاضر ہوئے تاکہ بادشاہ کو اس امر کی اطلاع کر دی جائے کہ جس دن سے میری فوج دہلی میں داخل ہوئی ہے اسے تنخواہ کا ایک پیسہ بھی نہیں ملا۔ یہ کہ آدمی اب بہت دل برداشتہ ہو گئے ہیں اور اپنے گھروں کو واپس جانا چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا اگر وہ جانا چاہتے ہیں تو جاسکتے ہیں۔

○ ۱۰ ستمبر، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۳۹: پول کا امداد علی (بخت خان کا قریبی)

اپنے پیروکاروں سمیت یہاں سے غائب ہے۔

○ ۱۳ ستمبر، ”غدر کی صبح شام“، ص: ۲۵۳: جنرل محمد بخت کان کے کمپ میں ایک

گولہ گرا جس سے کئی سپاہی زخمی ہوئے اور دو یا تین مر گئے۔ کارتوسوں کی پٹی بھی بھک سے اڑ گئی ہے۔

○ ۱۵ ستمبر، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۴۷: جنرل بخت خان جو نویں

گھڑ سوار آرٹلری اور دو ہزار سپاہیوں سمیت پرانے قلعے میں ہے۔ وہ بھی دلی پر جلد حملہ نہ ہونے کی صورت میں دلی پہنچ جائیگا، اور اس طرح یہ فوج ناقابلِ تسخیر ہو جائے گی، اسلئے حملہ

جلد کیا جائے۔

○ ۱۷ ستمبر، Memoirs of Hakim Ahsanullah Khan, P:30: شام کو

بخت خان اور سپہر ز اور مائٹرز کے قادر بخش آئے اور کہا بادشاہ کو چوری چھپے قطب چلے جانا چاہیے، اور خواتین کو بھی بھیج دینا چاہیے، کیونکہ پیچھے رہنے کی سورت میں انکی زندگی کو خطرہ ہے۔ انہوں نے بادشاہ کو تاکید کی کہ انہیں کشتی کے ذریعے مقبرہ ہمایوں اور پھر پاکلی کے ذریعے قطب جانا چاہیے اور یہ کہ وہ بھی پیچھے آئیں گے۔ اسلئے کہ انکے (بخت خان اور قادر بخش) پاس بھی کوئی اور ایسا موقع نہ ہوگا۔۔۔۔۔ پہلے تو بادشاہ نے عذر کیا مگر پھر مان گئے۔۔۔ اور آدھی رات کو نکل گئے۔۔۔۔۔ اور مقبرہ ہمایوں پہنچ کر سب ہمت ہار گئے۔

○ ستمبر، ”عذر کی صبح شام“، ص: ۸۶، رپورٹ از معین الدین: جنرل محمد بخت خان تھوڑی سی فوج لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بمنہ درخواست کی کہ حضور میرے ساتھ لکھنؤ بھاگ چلیں۔ انہوں نے منتشر افواج کو جمع کرنے اور شہر کے باہر انگریزی افواج کا مقابلہ کرنے کی غرض سے اپنی خدمات پیش کیں۔ مگر بوڑھے بادشاہ نے انکی امداد قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اسکے بعد بخت خان باقی ماندہ فوجیں لے کر لکھنؤ روانہ ہو گئے۔

جنرل بخت خان سقوطِ دہلی کے بعد دوسرے محاذوں کی طرف منتقل ہو گئے، اور وہاں سے لڑتے ہوئے وہ پہاڑوں یا جنگلوں کو نکل گئے یا حجاز چلے گئے، معلوم نہیں، کیونکہ تاریخ انکے انجام کے بارے میں بالکل خاموش ہے۔

ان قائدین کے علاوہ نیچے فوج کے جنرل محمد غوث خان، سپہر ز اور مائٹرز کے افسر صوبہ دار قادر بخش کا کردار بڑا اہم اور مفید رہا۔ یہ دونوں اواخر اگست میں بننے والی ایڈمنسٹریشن کورٹ کے ممبر بھی تھے۔ آگرہ کے ڈاکٹر وزیر علی خان بھی بڑے جہادی تھے۔ آگرہ ہی کے مولوی فیض احمد بدایونیؒ تحریک جہاد شروع ہونے پر اپنی ملازمت چھوڑ کر

اسن ستاون از پنڈت سند رلال، ص: ۱۶۰

۲ تفصیلی حالات کیلئے ڈاکٹر ایوب قادری کی کتاب ”مولانا فیض احمد بدایونی“ دیکھئے۔

آگئے اور سقوطِ دہلی پر دوسرے محاذوں پر چلے گئے۔ انکے انجام کے بارے میں تاریخ بالکل خاموش ہے۔ کالے پانی کی سزا پانے والے الہ آباد کے مولوی لیاقت علیؒ بھی بہت قابل ذکر ہیں۔ یونہی بریلی کے خان بہادر خان نبیرہ حافظ رحمت خان بہادر بھی انقلاب کے بڑے راہنماؤں سے تھے جنہیں گرفتاری پر انکارِ جرم کے باوجود پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔

یہ کچھ احوال تھے قائدین کے جبکہ افواج میں دو طرح کے لوگ تھے۔ ایک تو وہ جو لوٹ مار اور قتل و غارت میں اسلامی حدود سے تجاوز کر گئے۔ بادشاہ ان سے اسی وجہ سے ناراض رہے، بقول علامہ فضل حق خیر آبادی ان پر انکے انہی اعمال کا وبال پڑا اور یہ انگریزوں کے مقابلے پر نہ ٹھہر سکے اور شکست سے دوچار ہوئے، اور دوسرے وہ سچے مجاہدین جو محض جذبہٴ جہاد سے سرشار اور طمع و لالچ سے بے نیاز تھے اور ہر موقع پر تن من کی بازی لگا کر دادرشجاعت دیتے رہے۔

یہ جنگ گو ۱۸۵۷ء سے ۱۸۶۸ء تک جاری رہی اور حریت پسند ملک کے گوشے گوشے میں انگریزوں سے لڑتے رہے۔ مگر مرکزی اور اول محاذ، محاذِ دہلی پر شکست اور اسکی نوے فیصد قیادت کی نااہلی اور غداری و جاسوسی نے ایسے گہرے اثرات چھوڑے کہ پھر کسی کی کوشش بار آور ثابت نہ ہوئی۔

تفصیل کیلئے پچھلے صفحات میں ”ذاتی احوال“ میں ”جزیرہ انڈیمان میں وفات“ میں مولوی صاحب کا ذکر ملاحظہ کریں۔

5.6- قائدین جنگ آزادی کے بارے میں

علامہ فضل حق خیر آبادی کا تجزیہ:

الثورہ الہند یہ میں ان قائدین کا ذکر کچھ یوں ہے:

”بہت سے لشکر شہر مشہور، بلند معمر، مسکن آل تیمور، دارالسلطنت دہلی جا پہنچے۔ وہاں پہنچ کر ان سب نے ایسے شخص کو سردار و پیشوا بنالیا، جو اس سے پہلے بھی ان کا آمر و حاکم تھا (بادشاہ بہادر شاہ ظفر) جس کے پاس اس کے ارکان دوات اور وزیر بھی تھے۔ وہ بہت سن رسیدہ مگر ناتجربہ کار تھا۔ عمر کی کئی منزلیں طے کر کے بڑھا۔ پے کی وادی میں قدم رکھ چکا تھا۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ وہ آمر و حاکم ہونے کی بجائے اپنی شریک حیات (ملکہ زینت محل) اور وزیر (حکیم احسن اللہ خان) کا مامور و محکوم تھا۔ اور اس کا یہ عامل جو حقیقت میں بڑا با اختیار تھا۔ وہ نصاریٰ (انگریزوں) کا دوست، مددگار اور بڑا حمایتی تھا۔ انکی محبت میں انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ اور دوسرے لوگوں خصوصاً انگریز دشمنوں سے انتہائی بغض رکھتا تھا۔ یہی اس آمر و حاکم کے اہل خاندان کا حال تھا۔ ان میں سے بعض مقرب بارگاہ اور رازدار بھی تھے۔ یہ سب کے سب جو جی چاہتا تھا کرتے تھے اپنی آراء پر عمل کرتے تھے لیکن اسکی اطاعت کا دم بھرتے تھے۔

بادشاہ ایسا ضعیف الرائی و المثورہ تھا کہ کچھ جانتا ہی نہ تھا۔ اس سے عجیب عجیب حرکتیں سرزد ہوتی تھیں۔ کوئی کام اپنی رائے سے نہ کر سکتا تھا۔ نہ اچھا برا سمجھنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ نہ کسی کو خفیہ یا علی الاعلان کوئی حکم دے سکتا تھا۔ نہ کسی کو نفع و ضرر پہنچانے کی طاقت رکھتا تھا۔“

شہزادے: ”ادھر اس نا تجربہ کار بادشاہ نے اپنی بعض ناعاقبت اندیش، سفیہ،

خائن اور بزدل اولاد (شہزادہ مرزا مغل وغیرہ) کو امیر لشکر بنادیا۔ یہ لوگ دیانتدار عقلمندوں سے متنفر تھے۔ انہیں نہ تو میدانِ کارزار ہی سے کبھی واسطہ پڑا تھا، اور نہ کبھی شمشیر زنی اور نیزہ بازی کا ہی موقع ہوا تھا۔ انہوں نے بازاری لوگوں کو اپنا ہم نشین و جلیس بنالیا۔ اس طرح یہ نا آموزہ کار، آرام طلبی، اسراف بے جا اور فسق و فجور میں مبتلا ہو گئے۔

وہ تنگ دست ہو چکے تھے پھر مالدار ہو گئے۔ جب مال دار ہو گئے تو عیش پرستیوں میں پڑ گئے۔ لوگوں سے لشکروں کے ساز و سامان کے بہانے سے کافی مقدار میں مال جمع کرتے تھے اور اس میں سے ایک حصہ بھی کسی لشکری پر خرچ نہ کرتے تھے۔ جو کچھ وصول کرتے تھے خود کھا جاتے تھے۔

زنانِ فاحشہ و تباہ کار نے انہیں طلباء کی قیادت اور کنیروں کی شبِ باشی نے لشکروں کے ساتھ رات کو چلنے سے روک دیا، اور آلاتِ عیش و طرب نے آرام طلبی میں ڈال کر مقدمۃ الجیش سے بھی پیچھے کر دیا۔ انکے دلوں میں نامردی اور ذلیل اندیشہ بیٹھ گیا۔ اسی نے انکو وسطِ لشکر میں ثابت قدمی سے روکا اور شومی قسمت نے میمنہ سے اور قمار و تو نگری نے میسرہ سے باز رکھا۔ انکے خوشامدی اور بازاری ہم صحبتوں نے ساقہ (پچھلا دستہ) سے بھی علیحدہ رکھا۔

ایسا ہی ہوا کرتا ہے جب کسی نا اہل کو کوئی بڑا کام سپرد کیا جاتا ہے اور کمزور پر بھاری بوجھ لاد جاتا ہے۔ وہ رات سو کر اور دن بدست ہو کر گزارتے ہیں جب بیدار و ہشیار ہوتے تو غافل و حیران پھرتے۔ نوبت بایں جا رسید کہ نصاریٰ کا لشکر ان پر آ کر ٹوٹ پڑا۔“

انجام: ”بادشاہ اپنے اہل و عیال کو لے کر شہر سے تین میل دور مقبرہ (ہمایوں) میں جا چکا تھا وہ دراصل اپنی بیگم (ملکہ زینت محل) اور خائن عامل (حکیم احسن اللہ خان) کا مطیع تھا، جس نے کذب و بہتان سے کام لیکر اسے دھوکے میں ڈال رکھا تھا، اس نے یہ کہہ کر بادشاہ کو پھسلا یا تھا کہ نصاریٰ قابض ہو کر اسکے ساتھ اچھا سلوک کریں گے اور اسی کو بزرگی و سرداری بخش دیں گے۔ وہ فریب خوردہ ان شیطانی وعدوں اور ابلیسی آرزوؤں پر خوش تھا۔ بادشاہ کے ساتھ اسکے تمام امراء و متعلقین بھی اپنے اہل و عیال کو لیکر گھروں میں مال و متاع چھوڑ کر چلے گئے تھے۔۔۔۔۔“

”شہر پر قبضہ کے بعد نصاریٰ نے بادشاہ، اور اسکے بیٹوں اور پوتوں کے پکڑنے کا قصد کیا۔ ان سب نے اپنا مستقر (مقبرہ ہمایوں) اب تک نہ چھوڑا تھا۔ تقدیر الہی نے وہیں برقرار رکھا تھا۔ انہیں اس شخص (حکیم احسن اللہ خان) پر اعتماد تھا، جس نے انہیں اپنی کذب بیانیوں سے دھوکہ دیا تھا، اور خوش کیا تھا، وہ اس مقبرہ میں خوش اور فریب میں رہا، اور ہجوم میں گھرا مخدوم بنا بیٹھا تھا۔

آخر حسرت کشیدہ، دل تپیدہ بیٹوں اور پوتوں کے ساتھ پایہ زنجیر شہر کی طرف لیجایا گیا۔ اسکی بیوی اور دیگر اولاد بھی ساتھ تھی۔ راستے میں بیٹوں اور پوتوں کو کسی افسر نے بندوق کا نشانہ بنایا۔ دھڑوہیں پھینک کر، سروں کو خوان میں لگا کر بادشاہ کے سامنے تحفہً پیش کیا۔ پھر ان سروں کو بھی کچل کر پھینک دیا۔

بادشاہ کو گورے مونہہ، سیاہ دل، گندی بال اور کنجی آنکھ والوں کی حراست میں سوئی کے سوراخ سے بھی تنگ کوٹھری میں مقید کر دیا۔ پھر اس وسیع ملک سے نکال کر دور دراز جزیرہ (رنگون) میں پہنچا دیا۔ بادشاہ کے ساتھ اسکی بیگم (ملکہ زینت محل) کو بھی روانہ کیا گیا۔ جو نصاریٰ کی اس وقت بھی مطیع و دوست تھی۔ جبکہ وہ حقیقت میں ملکہ تھی۔ وہ اپنی

آرزوؤں (بیٹے کو جانشین بنانے) میں ناکام رہی۔ اسکا جمع کردہ مال بھی چھین لیا گیا۔
اسکے ساتھ برا سلوک ہوا حالانکہ وہ زینت تھی، اور اسکی اہانت و تذلیل ہوئی حالانکہ وہ
حفاظت میں رہا کرتی تھی۔^۱

بادشاہ کا وہ عامل (حکیم احسن اللہ خان) جس نے نصاریٰ کو مسلط کر کے حاکم بنایا
تھا۔ لیکن اسے امیدوں کی محرومی اور ناکامی کی حسرت کا غم اٹھانا پڑا۔ اسکا حال متغیر ہو گیا۔
زمانے میں ذلیل و خوار ہو کر گیا۔ دنیا اور آخرت دونوں جگہ نقصان میں رہا اور یہی کھلا ہوا
نقصان ہے۔^۲

علامہ فضل حق خیر آبادی نے اپنی خودنوشت میں محاذ دہلی کے قائدین کے علاوہ
ملکہ حضرت محل (لکھنؤ)، مولوی احمد اللہ شاہ مدراسی، کنور سنگھ، اور امر سنگھ کی قربانی و بہادری
اور موخان کی نااہلی کا بھی ذکر کیا ہے۔

جبکہ قصیدہ نونیہ^۳ میں انکے احوال کچھ یوں لکھے ہیں:
شعر نمبر ۸۵: جب تمام لشکر اپنی چھاؤنیوں سے دور ہوئے تو انہوں نے ایسے شخص
(یعنی بہادر شاہ ظفر) کی پناہ لی جسکی عقل میں بڑھاپے کے باعث خرابی پیدا ہو چکی تھی اور وہ
سلطان کہلاتا تھا۔

شعر نمبر ۸۶: وہ خشک ہاتھ والا، جس نے اپنا نام بہادر رکھ کر اپنے آپ کو ایسے وصف
سے متصف کیا تھا جو اس میں نہیں تھا، وہ بہت بوڑھا اور خسیوں کی طرح بزدل مرد تھا۔
شعر نمبر ۸۷: انہوں (فوج) نے دہلی آ کر امارت کیلئے ایسے شخص کو منتخب کیا جو حیران
و ششدر تھا اور شدت غم سے اسکی عقل جانے کو تھی۔

شعر نمبر ۸۹: اسکا خاندان دشمنوں سے میل جول کا آرزو مند اور انکا مطیع تھا۔
شعر نمبر ۹۰: اور اسکا عامل (حکیم احسن اللہ خان) پہلے ہی انکے (انگریزوں کے)

ایضاً ہندوستان میں: ۴۷، ۴۸

۲ مرجع سابق ص: ۵۱

۳ مکمل قصیدہ آخر میں ملاحظہ کیجئے۔

ساتھ دین کے بدلے دین اور ایمان کے بدلے ایمان کا معاہدہ کر چکا تھا۔

شعر نمبر ۹۱: حالانکہ اس نے عیسائیوں (انگریزوں) کو سوائے خوف و خطرہ کی گھڑی کے، بددیانتی کرتے اور معاہدے توڑتے دیکھا تھا۔

شعر نمبر ۹۲: ہر کافر قسم میں جھوٹا ہوتا ہے اور وہ کبھی بھی قسم پوری کرنا اور کفارہ دینا نہیں چاہتا۔

شعر نمبر ۹۳: مگر وہ دھوکہ کھا گیا جب ایک بہرے اور گانے نے اسکی بصیرت کو اندھا کر دیا۔

شعر نمبر ۹۴: ان دونوں نے فوج کو شکست اور دھوکہ دینے کی کوشش کی اور طرح طرح کے فتنے ایجاد کیے۔

شعر نمبر ۹۵: وہ لشکروں کا لایا ہوا سب کچھ جیسے درہم دینار اور سونا، ہڑپ کر گئے۔

شعر نمبر ۹۶: دشمن کے مقابلے کیلئے کتنا مال واسلحہ تھا جو ان سے لیکر دشمن کو بیچ دیا گیا

شعر نمبر ۹۷: ہر دھوکہ باز و خائن نے ان (لشکریوں) سے خیانت کی اور یہ دونوں ان سب میں بڑھ کر کہنے و گمراہ تھے۔

شعر نمبر ۹۸: خیانت و دھوکہ دہی عیب ہے، بہت سے لوگ اس میں پڑے، مگر یہ دونوں اس عیب میں سب پر سبقت لے گئے۔

شعر نمبر ۱۱۷: اور مخلص مجاہدین بھی دہلی آئے، انہوں نے مولیٰ تعالیٰ کے فضل کی امید اور رضا کی طلب میں جہاد کیا۔

شعر نمبر ۱۱۸: حالانکہ انکے لیے دانوں کے سوا کوئی خوراک اور پھٹے اور بوسیدہ کپڑوں کے سوا کوئی لباس نہ تھا۔

شعر نمبر ۱۲۱: انہوں نے کتنی ہی مرتبہ ان (انگریزوں) پر یوں حملہ کیا جیسے بھوکے شیر اونٹنیوں اور بھیڑوں پر حملہ آور ہوتے ہیں۔

شعر نمبر ۱۲۲: ہر بار جب وہ حملہ کرتے، انگریزوں کو شکست ہوتی اور ان میں حملہ کی

سکت نہ رہتی۔

شعر نمبر ۱۲۵: رہے فوجی پہلے تو انہوں نے جوش کھایا اور پوری طرح مقابلہ کیا۔

شعر نمبر ۱۲۶: آغاز میں تو انہوں نے جنگ میں بہادروں کی طرف پیش قدمی کی اور

پھر گروہوں کے بعد گروہ لوٹ گئے۔

شعر نمبر ۱۲۷: پہلے تو ہر کوئی بہادروں کی طرح تھا اور اب ہر کوئی انتہائی بزدل ہو چکا تھا۔

شعر نمبر ۱۲۸: اور یہ انکے اس ظلم کی نحوست تھی جسکے وہ مرتکب ہوئے تھے یعنی مال کا

لوٹنا اور عورتوں اور بچوں کا قتل۔

شعر نمبر ۱۲۹: انہوں (انگریزوں) نے بادشاہ کو شیطان جیسے سرکش دشمن کی نگرانی

میں قید رکھ کر سخت اذیت دی۔

شعر نمبر ۱۳۰: اور اسکے چار شریف بیٹوں کو قتل کر کے انکی لاشوں کا مشلہ کیا اور مقتولین

کی لاشوں کو شاخوں سے لٹکا دیا۔

شعر نمبر ۱۳۱: اور مقید بادشاہ کو انکے (شہزادوں کے) کٹے ہوئے سر خوان میں رکھ کر

تحفہ میں بھیجے۔

شعر نمبر ۱۳۲: اور اسکی بیوی (ملکہ زینت محل) کثرتِ فضل و غنا کے بعد، محفوظ و وسیع

گھر سے داروغہ جیل کے قید خانہ میں محبوس کر دی گئی۔

ہم نے دیکھا کہ جنگ آزادی کے ان حقائق مذکورہ اور انکی ترتیب پر تمام اصل

مآخذ متفق ہیں۔ بلکہ ان میں اس قدر مماثلت ہے کہ ان سب کو ایک دوسرے کا تکملہ، تفصیل و

تلخیص کہا جاسکتا ہے۔

انہیں مصادر و مآخذ میں جنگ آزادی اٹھارہ سو ستاون کے ایک اور راہنما علامہ

فضل حق خیر آبادی کا ذکر بھی ملتا ہے۔ آئیے دیکھیں کہ جنگ آزادی میں انکا حصہ کیا تھا؟

کتنا تھا؟ اور کیسا تھا؟

5.7- جنگ آزادی اور علامہ فضل حق خیر آبادی

جنگ آزادی میں علامہ فضل حق خیر آبادی کا حصہ تاریخ اور مآخذ کی وضاحت کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

○ ۲۶ جولائی، ”میوٹی پیپرز بکس نمبر ۱۰۰، نمبر ۹۶“

مولانا فضل حق خیر آبادی نے ۲۶ جولائی کو کمانڈر انچیف شہزادہ مرزا مغل کوفاری میں خط لکھا اور کہا کہ ”انکی جنرل بخت خان سے جو گفتگو ہوئی ہے اسکی تفصیل سے مجھے آگاہ کریں۔“

○ ۱۶ اگست: ”غدر کی صبح و شام“، ص: ۲۱۷: مولوی فضل حق شریک دربار ہوئے، انہوں نے اشرفی نذر میں پیش کی، اور صورت حالات کے متعلق بادشاہ سے گفتگو کی۔

○ ۱۸ اگست: ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۷۶: (کرنل پچر کے مخبر کی رپورٹ) مولوی فضل حق، الور کے راجہ کی ملازمت چھوڑ کر دہلی آ گیا ہے۔

○ "Memoirs of Hakim Ahsanullah Khan, P:23,24:

دوسرے روز مولوی فضل حق آئے اور نذر پیش کی، وہ باغی فوج کی بہادری کی بڑے زور شور سے تعریف کر رہے تھے۔ انہوں نے بادشاہ سے کہا: اب وقت کا تقاضا ہے کہ باغیوں کو رقم اور سامانِ رسد کی مدد پہنچائی جائے تاکہ انہیں کچھ سہارا ہو۔ بادشاہ نے کہا: رقم کہاں ہے؟ رہا رسد کا تو وہ پہنچی تھی، مگر ناکافی تھی اور اسکی وجہ ان باغیوں کا عوام کے ساتھ غلط رویہ ہے۔ مولوی صاحب نے کہا: حضور کے تمام ملازمین نا اہل ہیں، دور اور قریب کے تمام حکمرانوں سے رقم کا مطالبہ کرنے کی اجازت دیجئے اور کسی ہوشیار آدمی کو رسد کی فراہمی پر مامور کرنے دیجئے۔ میرے لڑکے (مولانا عبدالحق) اور دیگر اعزہ تحصیل کا کام انجام دیں گے، اور رسد بھی فراہم کریں گے۔

بادیکھے (Bahadur Shah II & The War of 1857 in Dehli) از مہدی حسین، ص: ۲۹۱

بادشاہ نے جواب دیا: آپ تو یہیں ہیں آپ انتظام سنبھالئے۔

مولوی صاحب نے جواب دیا: میرے بھتیجے اور دوسروں کو گوڑگانوہ کی تحصیلداری اور کلکٹری کا پروانہ تقرر جاری کیا جائے۔ وہ سب انتظام کر لیں گے اور الور، جھجر، بلب گڑھ اور پٹیالہ کے راجاؤں کے نام بھی (رقم کے مطالبے کے) پروانے جاری کیجئے۔ پٹیالہ کا راجہ اگرچہ انگریزوں سے ملا ہوا ہے۔ لیکن اگر دوستانہ مراسلت کی جائے تو وہ ساتھ آجائے گا۔ بادشاہ نے بتایا کہ پیرزادہ ابوالسلام کی درخواست پر بخت خان نے راجہ پٹیالہ کو ایک پروانہ بھیج دیا ہے، مگر ابھی تک اس کا جواب نہیں آیا۔

مولوی صاحب نے کہا: میں اپنے بھائی (فضل عظیم) کو جو راجہ کے یہاں ملازم ہیں، لکھوں گا کہ وہ جلد جواب بھجوائیں۔

مولوی صاحب جب بھی بادشاہ کے پاس آتے، بادشاہ کو مشورہ دیتے کہ جہاد کی مہم میں اپنی رعایا کی ہمت افزائی کریں اور ان کے ساتھ باہر (میدان میں) بھی نکلیں۔ فوجی دستوں کو جس حد تک ممکن ہو بہتر معاوضہ دیں ورنہ اگر انگریز جیت گئے تو نہ صرف خاندان تیموریہ بلکہ تمام مسلمان نیست و نابود ہو جائیں گے۔

○ ۱۸ اگست: ”غدر کی صبح و شام“ ص: ۲۲۰:

مولوی فضل حق نے اطلاع دی کہ انگریزی اخبارات لکھ رہے ہیں کہ ”شہر پر قبضہ ہو جانے کے بعد باشندوں کا قتل عام کیا جائیگا، شہر کو مسمار کر دیا جائیگا، اور بادشاہ کے گھرانے میں ایک بھی آدمی ایسا نہ چھوڑا جائے گا جو بادشاہ کا نام لے یا اسے پانی کا ایک قطرہ بھی دے سکے۔“

اس کے بعد مولوی نے کہا: کہ حضور کو مناسب ہے کہ سپاہیوں کو ترغیب دیکر انگریزوں کے مقابلے سے روک دیا جائے کیونکہ وہ کسی نوع انگریزوں پر فتح نہیں پاسکتے۔

ایہ اور اسکے مابعد کی عبارت جیون لال کے روزنامے کے سوا کہیں نظر نہیں آتی، علامہ کی سیاسی زندگی کے تمام احوال اس کی نفی اور تغلیط کرتے ہیں، اور یہ بھی ثابت شدہ ہے کہ علامہ میدان جنگ میں لڑنے والے صاحب سیف مجاہد نہ تھے۔ غالباً اسی لئے علامہ سے نظریاتی اختلاف رکھنے والے مصنف ”غلام رسول مہر“ اپنی کتاب ”۱۸۵۷ء کے مجاہد“ کے ص: ۲۰۵ پر اس عبارت پر حاشیہ لکھتے ہیں: ”مجھے یقین ہے کہ یہاں اردو روزنامے کے انگریزی مترجم سے شدید غلطی ہوئی ہے یہ رائے کسی اور کی ہوگی جو مولانا سے منسوب کر دی گئی“

بادشاہ نے جواب دیا: کہ اپنی افواج کو لڑانے کیلئے لے جاؤ اور انگریزوں کے خلاف لڑاؤ۔

مولوی نے جواباً کہا: کہ افسوس تو اسی بات کا ہے کہ سپاہی انکا کہا نہیں مانتے جو انکی تنخواہ دینے کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

بادشاہ نے جواب دیا: کہ اچھا تو اپنی فوج کو محاصل جمع کرنے کے کام پر لگا دو۔

○ بہادر شاہ کا مقدمہ، ص: ۲۵۶-۲۵۷: حکیم احسن اللہ خان کا شہادتی بیان:

”زمین داران گوڑگانوہ نے بادشاہ کو ایک درخواست ارسال کی تھی جس میں بد نظمی کا ذکر کر کے التجا کی تھی کہ کوئی افسر نظم و نسق کیلئے مقرر کیا جائے۔ مولوی فضل حق نے جو الور سے آئے تھے۔ اپنے بھانجے کا (جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا) کی سفارش کی کہ وہ وہاں مقرر کر دیا جائے، کیونکہ گورنمنٹ برطانیہ کے دور حکومت میں بھی وہ اس ضلع میں مقرر تھا۔ چنانچہ یہ شخص ضلع دار مقرر کیا گیا، مگر میں آگاہ نہیں ہوں کہ وہ گوڑگانوہ گیا یا نہیں، البتہ اتنا معلوم ہے کہ زوالِ دہلی کے پندرہ ربیع روز قبل یہ تقرر ہوا تھا۔ مولوی فضل حق نے بھی کئی تحصیل داروں کو ضلع دار کی نیابت میں مقرر کیا تھا۔

○ Memoirs of Hakim Ahsanullah Khan, P.: 24: ”بادشاہ

نے حکم دیا: کہ مولوی صاحب کی تجویز کے مطابق والیان ریاست کو پروانے لکھے جائیں اور بجلت روانہ کر دیے جائیں۔ وہاں پر موجود سپہرہ اور مامیز کے افسر قادر بخش نے مولوی صاحب سے کہا: کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ خود ابتدائی خاکہ لکھ کر انہیں دیں اور اپنے سامنے نقل کروائیں، کیونکہ یہاں کے لوگ انگریزوں سے ملے ہوئے ہیں۔ بادشاہ کچھ حکم دیتے ہیں اور یہ کچھ لکھتے ہیں۔

○ ۱۸ اگست: ”غدر کے فرمان“، ص: ۱۲۹ تا ۱۲۷: ”بہادر شاہ کے منشی مکند لال نے

۱۸ اگست کے روز کی جو رپورٹ انگریزوں کو بھیجی اس میں علامہ صاحب سے متعلقہ

رپورٹ کچھ یوں ہے:

جب بادشاہ دربار کرنے کے بعد اپنے کمرہ خاص میں تشریف لے گئے تو مولوی فضل حق، نواب احمد علی خان بہادر، بدھا صاحب اور مرزا خیر سلطان بہادر نے تحریری احکام دئے جو مفصلہ درج ذیل ہیں:

حکم نمبر ۱۶: بنام حسین بخش عرض بیگی ضلع علی گڑھ کی آمدنی وصول کرنے کیلئے مہاوادی فضل حق کی موجودگی میں لکھا گیا، اور شمشیر الدولہ بہادر و مرزا خیر سلطان بھی موجود تھے۔
حکم نمبر ۱۷: بنام فیض محمد، اسے ضلع بلند شہر علی گڑھ کی آمدنی وصول کرنے پر مقرر کیا گیا ہے، حسب ہدایت مولوی فضل حق تحریر کیا گیا۔

حکم نمبر ۱۸: بنام ولید اد خان، مذکورہ دونوں آدمیوں کی آمدنی وصول کرنے میں مدد دینے کیلئے تحریر کیا گیا۔ مولوی فضل حق۔

حکم نمبر ۲۶: بنام مولوی عبدالحق خان، ضلع گوڑگانوہ کی مالگذاری، آمدنی وصول کرنے کا انتظام کیا جائے۔ حسب ہدایت مولوی فضل حق لکھا گیا، جن کا بھتیجا گوڑگانوہ جائے گا۔

۱۹ اگست، ”غدر کی صبح و شام“ ص: ۲۲۲:

عبدالحق خان (خلف مولوی فضل حق) اور مولوی فیض احمد لگان وصول کرنے کی غرض سے گوڑگانوہ گئے۔

۱۹ اگست، ”سن ۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامہ“، ص: ۹۶، معاصر عبد اللطیف کی رپورٹ: جب ہنگامہ برپا ہوا تو مولوی فضل حق آئے، دربار میں حاضر ہوئے،

۱۔ صحیح نام فیض احمد بدایونی ہے۔

۲۔ اسے گوڑگاؤں لکھا جاتا ہے۔

۳۔ بحوالہ فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون، ص: ۸۲۔

نذر پیش کی، روپیہ صدقے اتارا، انہیں انتظام سنبھالنے کی خواہش تھی۔

○ ۲۴-۲۵ اگست: ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۹۴ (رپورٹ از تراب علی)

ایک ہفتے سے مولوی فضل حق الور سے یہاں آئے اور تخریب زبانی عداوت سرکار شریک کورٹ کے ہوئے، اور کل بیٹا انکا ناظم سہارن پور مقرر ہوا، اور مولوی میاں خان نائب سررشتہ دار گڑ گاؤں اور ہمشیر نژاد مولوی صاحب کے بھی ناظم گڑ گاؤں مقرر ہوئے۔

○ ۲۴-۲۵ اگست: ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۹۵ (رپورٹ از تراب علی)

الور کے مولوی فضل حق پچھلے ہفتے سے یہاں ہیں اور انگریزی حکومت کی شدت سے مخالفت اور دوسری ترکیبوں سے کونسل کے رکن بننے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ انکا لڑکا سہارن پور کا ناظم مقرر ہوا ہے۔

○ ۲۸ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۰۳، ۲۰۴: (رپورٹ از تراب علی)

مولوی فضل حق جب سے دہلی آیا ہے، شہریوں اور فوج کو انگریزوں کے خلاف اکسانے میں مصروف ہے۔ وہ کہتا پھرتا ہے کہ اس نے آگرہ گزٹ میں برطانوی پارلیمنٹ کا ایک اعلان پڑھا ہے، جس میں انگریزی فوج کو دہلی کے تمام باشندوں کو قتل کر دینے اور پورے شہر کو مسمار کر دینے کیلئے کہا گیا ہے۔ آنے والی نسلوں کو یہ بتانے کیلئے کہ یہاں دہلی کا شہر آباد تھا۔ شاہی مسجد کا صرف ایک مینار باقی چھوڑا جائے گا۔

--- ممکن ہے باغی آج انگریزی مورچوں پر حملہ کریں۔۔۔۔۔ مولوی فضل حق کے کہنے پر شہزادے اب حملہ کرنے والی فوج کے ساتھ محاذ پر جاتے ہیں اور عموماً سبزی منڈی کے پل پر لڑتے ہیں۔

اینگلی حالات اور ضرورت کے پیش نظر ہر شخص نے اپنی اہلیت کے مطابق خدمات پیش کیں جیسے بخت خان نے آتے ہی شہزادوں کے تقرر کو غلط قرار دیا اور کہا کہ اختیارات مجھے دیدیں میں مناسب انتظامات کرونگا اور پھر مولوی سرفراز علی (مرشد بخت خان) نے بادشاہ سے درخواست کی کہ بخت خان کو کمانڈر انچیف بنایا جائے۔ (دیکھئے Memoirs of Hakim Ahsanullah Khan, P:16,18) اور مولوی سرفراز علی نے خود کو وزیر مقرر کیے جانے کیلئے پیش کیا، دیکھئے دی گریٹ ریلویشن آف ۱۸۵۷ء از سید معین الحق، ص: ۱۸۱۔ علامہ خیر آبادی کو بادشاہ نے بلایا ہی انتظامات

سندھ لکھنؤ، ۱۸۵۷ء، ص: ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶

○ ۳۰ اگست، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۱۳ (رپورٹ از تراب علی)
اگر آپ مرزا الہی بخش کو اس خط کا جواب دیں تو اس مقصد کیلئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کریگا، اور مولوی فضل حق اور دوسرے باغیوں کو شہر سے باہر نکال دیگا۔

○ یکم ستمبر: ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۱۸-۲۱۹: (رپورٹ از تراب علی)
کورٹ یعنی جنگی مشاورتی کونسل کے ممبروں کے نام درج ذیل ہیں:

- ۱- غوث محمد خان - جنرل نیچہ فوج
- ۲- ہیر سنگھ - بریگیڈیر نیچہ فوج
- ۳- بخت خان - جنرل بریلی فوج
- ۴- محمد شفیع - رسالدار آٹھویں اور ریکولر رجمنٹ
- ۵- حیات محمد - رسالدار چودھویں رجمنٹ
- ۶- قادر بخش - صوبہ دار سپر زاینڈ مائنرز
- ۷- نتھو - صوبہ دار بہتر ویں رجمنٹ
- ۸- ہری دت - صوبہ دار نویں رجمنٹ

-----۱۱،۱۰،۹

انکے علاوہ کونسل میں دہلی کی ہر رجمنٹ کے پانچ پانچ سپاہی اور مولوی فضل حق بھی شامل ہیں۔ جنرل بخت خان کی مجلس مشاورت میں بریلی کے مولوی سرفراز علی، پلوی کے مولوی امداد علی اور رسالدار محمد شفیع شامل ہیں۔ دربار میں یہ دونوں مولوی ہر وقت بادشاہ سلامت کے پاس ہوتے ہیں۔

○ Red Year، ص: ۲۱۲-۲۱۳

”بادشاہ کی مجلس مشاورت بخت خان اور سرفراز علی پر مشتمل تھی اور کسی حد تک فضل

حق بھی۔ مگر بادشاہ کے چاہنے کے باوجود مؤخر الذکر کو مجلس مشاورت میں شریک ہونے کی اجازت نہ تھی۔“

○ ۲ ستمبر: ”غدر کی صبح و شام“، ص: ۲۴۰

بادشاہ دربار عام میں تشریف فرما ہوئے۔ مرزا الہی بخش، مولوی فضل حق، میر سعید علی خان اور حکیم عبدالحق آداب بجالائے۔

○ ۶ ستمبر: ”غدر کی صبح و شام“، ص: ۲۴۶

بادشاہ دربار میں تشریف فرما ہوئے۔۔۔۔۔ مولوی فضل حق نے اطلاع دی کہ متھرا کی فوج آگرہ چلی گئی ہے، اور انگریزوں کو شکست دینے کے بعد شہر پر حملہ کر رہی ہے۔

○ ۷ ستمبر: ”غدر کی صبح و شام“، ص: ۲۴۷

حکیم عبدالحق، میر سعید علی خان، مولوی فضل حق، بدرالدین خان اور دیگر تمام امراء و روساء شریک دربار ہوئے۔

○ اخبار دہلی اند چنی لال، ص: ۲۷۳، فائل نمبر، ۱۲-۲

مولوی فضل حق اپنے مواعظ سے عوام کو مسلسل بھڑکار رہے ہیں۔

○ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ، ص: ۶۸۷-۲

مولوی صاحب (علامہ فضل حق خیر آبادی) عالم بقبر مشہور تھے، وہ الور سے ترک ملازمت کر کے دہلی آئے تھے۔ انہوں نے بادشاہ کیلئے ایک ”دستور العمل سلطنت“ لکھا تھا جسکی ایک دفعہ یہ مشہور ہوئی تھی کہ گائے کہیں بادشاہی عملداری میں ذبح نہ ہو۔۔۔۔۔ انکو اس بغاوت کے سبب سے جلا وطنی کی سزا ملی تھی۔

۱۔ خود علامہ نے بھی اس بات کا ذکر کیا ہے کہ بادشاہ نے انہیں بلا کر ان سے پورا استفادہ نہ کیا جسکی ایک وجہ یہی تاہل وزیر مشیر اور غدار ہونگے۔ اگلے صفحات میں علامہ کے بیانات ملاحظہ کیجئے۔

۲۔ بحوالہ ”فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون“، ص: ۴۸

۳۔ یہ مولوی ذکاء اللہ کی تصنیف ہے اور یہ دہلی میں جنگ آزادی کے عینی شاہدوں میں سے تھے۔ سن ستاون میں پچیس سال کے تھے، انگریزوں کی رضا جوئی کیلئے تاریخ لکھی۔

5.8- علامہ کا ذاتی اعتراف اور بیان:

○ باغی ہندوستان (اردو ترجمہ الشورہ الہند یہ)، ص: ۴۷۔

”اس وقت دہلی میں میرے اکثر اہل و عیال موجود تھے، اور مجھے بلایا بھی گیا تھا ساتھ ہی فلاح و کامیابی، کشائش و شادمانی کی امید بھی تھی۔ جو کچھ ہونے والا تھا وہ تو پہلے ہی مقدر ہو چکا تھا۔ میں نے دہلی کا رخ کر دیا۔ وہاں پہنچ کر اہل و عیال سے ملا۔ اپنی عقل و فہم کے مطابق لوگوں کو اپنی رائے اور مشورہ سے آگاہ کیا۔ لیکن نہ انہوں نے میرا مشورہ قبول کیا اور نہ میری بات مانی۔“

○ قصیدہ نونیہ، شعر نمبر ۸۸:

اس انتہائی بوڑھے (بادشاہ بہادر شاہ ظفر) نے مجھے اہم معاملے کے ارادہ سے بلایا مگر پھر میری رائے و مشورہ پر عمل نہ کیا اور میرا شکم نابینہ رہ گیا۔

○ قصیدہ ہمزئیہ، شعر نمبر ۱۶۳، ۱۶۴۔

میں بیٹھنے والوں کو لڑائی میں برابر آگے بڑھاتا رہا، اور لڑائی شروع ہو جانے پر خود بیٹھا رہا۔

میں اپنی سستی کی وجہ سے ایسے موقعوں پر باز رہا، یہ میں نے بڑا جرم کیا۔ میں شہادت سے محروم رہا جبکہ سعادتمندوں نے جام شہادت نوش کیا۔

○ قصیدہ نونیہ، شعر نمبر ۲۱ تا ۲۲۳۔

۔ میں شکست خوردہ لشکر کو روکنے کیلئے نکلا اور حتی الامکان اسے اس پر ابھارا مگر اُسکو کیونکر ثابت قدم بنانا ممکن ہے جو خود فرار ہو۔

میں نے کہا کہ دشمن کبھی معاف نہیں کریگا اسلئے جنگ اور مقابلے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔
۔ میں نے انہیں سمجھانے کی کوشش میں کوئی کمی و کوتاہی نہ کی، لیکن انہوں نے نصیحت کو سنانہ کان دھرے۔

○ مکمل قصیدہ آخر میں ملاحظہ کریں۔

- جب میں نے انہیں اچانک جنگ سے منحرف پایا تو عجز و بے بسی مجھے گھروالوں اور وطن کو لے گئی۔

- میں نے دہلی کو یوں چھوڑا جیسے روح مجبوراً قالب سے رخصت ہوتی ہے اور میں اپنے دوست احباب سے بھی رخصت ہوا۔

- جبکہ میرے پیارے جگر میں آرزو کی آگ بھڑک رہی ہے اور میرے دل میں طرح طرح کے غم جوشن ہیں۔

- اور نصاریٰ نے بستیوں میں ایسے شخص کیلئے بڑے انعام کے وعدے مشتہر کیے جو مجھے ڈھونڈنے کیلئے کوشاں ہو۔

○ باغی ہندوستان، ص: ۴۷۔

”جب نصاریٰ پورے شہر پر قابض ہو گئے اور کوئی لشکری و سپاہی باقی نہ رہا غلہ اور پانی دشمنوں کے ظلم و استبداد کی وجہ سے ناپید ہو گیا، تو میں پانچ شب و روز اسی حالت میں گزار کر، اپنی کتابیں مال و اسباب چھوڑ کر، بار برداری کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے، خدا پر بھروسہ کر کے، اہل و عیال کو ساتھ لیکر نکل کھڑا ہوا۔“

○ جبکہ علامہ نے عدالتی بیان میں کہا:

”میں راجہ الور کے ہاں ملازم تھا، اور بغاوت شروع ہونے کے زمانے میں اسی کے پاس تھا۔ راجہ بنے سنگھ کی وفات (۱۵ جولائی ۱۸۵۷ء) کے بعد ایک مہینے تک میں الور میں رہا، میں اگست ۱۸۵۷ء میں الور سے روانہ ہوا اور دہلی آیا۔ وہاں میں پندرہ دن رہا اور پھر واپس الور چلا گیا۔ میں نے اپنے اہل و عیال کو یہاں الور میں چھوڑا، اور دسمبر ۱۸۵۷ء میں خیر آباد کی راہ لی۔“ ۲

عدالتی فیصلہ میں لکھا گیا:

”ملزم بغاوت شروع ہونے کے وقت الور میں ملازم تھا۔ یہاں سے وہ دیکھو و

۱۔ دیکھئے مجموعہ مقالات مرتبہ افضل قرشی، ص: ۷۶۔

۲۔ ماہنامہ تحریک، ص: ۱۳۔

دانستہ دہلی آیا اور اسکے بعد وہ باغیوں اور بغاوت کے قدم بقدم چلتا رہا۔“
 حاصل یہ ہے کہ مذکورہ بالا واقعات پر تمام مصادر کا اتفاق، مماثلت اور ایک
 دوسرے کی تصدیق کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ یہی تاریخی حقائق ہیں۔

5.9- حاصل تحقیق

- ۱- انگریز اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے خلاف جہاد ضروری تھا۔
- ۲- وجوب جہاد کے فتوے درست تھے۔
- ۳- جنگ آزادی تمام اہل ہندوستان کی طرف سے استخلاص وطن کی مشترکہ کوشش
 تھی۔
- ۴- تمام سکھ، ماسوائے چند کے، آغاز ہی میں انگریزوں سے مل گئے اور بعد میں ہندو
 بھی۔
- ۵- مسلمانوں نے یہ جنگ قیادت کی نااہلی کے باعث ہاری، جیت کوئی مشکل نہ تھی۔
- ۶- علامہ فضل حق خیر آبادی نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں حصہ لیا، مگر وہ صاحب
 سیف مجاہد نہ تھے۔
- ۷- علامہ ایک ساٹھ سالہ سن رسیدہ، مگر بہت رسا نظر رکھنے والے مدبر اور سیاستدان
 تھے۔ اسکے باوجود انہیں میدان جنگ میں لڑ کر جام شہادت نوش نہ کر سکنے کا افسوس تھا۔
- ۸- دہلی میں جنگ آزادی چار مہینے جاری رہی، علامہ کا حصہ صرف چوتھے مہینے پر
 مشتمل ہے۔
- ۹- علامہ وسط اگست میں بہادر شاہ ظفر کی دعوت پر انور کی ملازمت ترک کر کے
 باقاعدہ طور پر دہلی آئے۔ مگر ان کا رابطہ اس سے قبل بھی تھا۔
- ۱۰- دہلی پہنچتے ہی تمام انتظامات انکے سپرد کر دیے گئے۔

۱۷: ص ۱۷

۲ یعنی گیارہ مئی ۱۸۵۷ء سے انیس ستمبر ۱۸۵۷ء تک۔

۱۱۔ علامہ نے صورتحال کا فوری جائزہ لیکر کامیابی کی راہ میں رکاوٹوں اور مجاہدین کو درپیش مسائل کی تشخیص کر کے، انکا حل تجویز کر دیا۔

۱۲۔ اس انتہائی بگڑی ہوئی صورتحال کو سنوارنے کیلئے اپنی طرف سے تمام ممکنہ خدمات پیش کر دیں۔ پھر ایک ولولہ تازہ کے ساتھ کام کا آغاز بھی کر دیا۔

۱۳۔ انکے کام کا انداز اور سطح نظر درپیش صورتحال سے نپٹنے اور فوری ضروریات کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ اس اسلامی ریاست کے مستقبل کو بھی تحفظ و استحکام دینا تھا

۱۴۔ علامہ نے انتہائی مختصر مدت میں دستور سلطنت بنا کر دیلہ جو منظور ہوا۔

۱۵۔ اس دستور کی بروشنی میں ملک کا نظام چلایا جانے لگا اور اہل لوگوں پر مشتمل ایک

کورٹ^۱ ایڈمنسٹریشن (Court Administration) یعنی جلسہ انتظام فوجی و ملکی تشکیل دیا گیا، جسکے ایک ممبر علامہ تھے۔

۱۶۔ علامہ کی دہلی آمد کے ایک ہفتے بعد ہی بننے والی اس دس رکنی کمیٹی میں بڑے اثر و

رسوخ والے غداروں کو بھی رکنیت نہ ملنا، علامہ کی غیر معمولی بصیرت پر دلالت کرتا ہے۔

۱۷۔ کورٹ کے ممبران سے رازداری رکھنے کا حلف بھی لیا گیا تھا۔

۱۸۔ یہ کورٹ ہر روز پانچ گھنٹے تک اجلاس کرتی، اسکے اراکین کو شہر سے باہر جانے کی

اجازت نہ ہوتی تھی۔

۱۔ جیسے راجہ پیالہ جیسے انگریز نواز کو بھی آمادہ تعاون و اعانت کرنے کیلئے کوشش کی گئی۔

۲۔ دستور اور اسکے بارے میں دیگر معلومات اگلے صفحات میں ملاحظہ کیجئے۔

۳۔ علامہ کے ورود دہلی سے پہلے جو جنگی مشاورتی کونسل کام کر رہی تھی، اسے بھی ”کورٹ“ کہا جاتا تھا، مگر اسکا دائرہ کار جنگ سے متعلق امور تک محدود تھا، نہ تو وہ اتنی فعال تھی اور نہ ہی اسکے کوئی قواعد و ضوابط تھے۔ ملاحظہ کیجئے ”غداروں کے خطوط“ ص: ۱۳۲، ۱۳۵-۱۳۶۔

۴۔ کورٹ کے باقی ممبران کا ذکر ”غداروں کے خطوط“ ص: ۲۱۸، ۲۱۹ کے حوالہ سے، جاسوس تراب علی کی رپورٹ میں گزر چکا ہے۔ کورٹ کی رازداری کے پیش نظر ناموں کی یہ فہرست حتمی نہیں، تفصیلات دستور میں ملاحظہ کیجئے۔

۵۔ اگلے صفحات میں دستور کا قاعدہ نمبر ۴ ملاحظہ کیجئے۔

۶۔ ”غداروں کے خطوط“ ص: ۱۹۶، پر ۲۵ اگست کی رپورٹ ملاحظہ کیجئے۔

۱۹- جنرل بخت خان اور سدھارا سنگھ کورٹ کے مشورے سے فوجی مہمات پر

جاتے۔

۲۰- لگان وچندہ وصول کرنے کیلئے بھی نئے لوگوں کا تقرر ہوا، جسکے نتیجے میں وصولیاں

بڑھ گئیں۔

۲۱- کورٹ نے ۲۳ اگست کو شہزادہ مرزا مغل کا کورٹ مارشل کیا، جسکے نتیجے میں

شہزادے کو کورٹ سے بے دخل کر دیا گیا۔

۲۲- ۱۶ اگست سے ۲۵ اگست تک یعنی صرف ایک عشرے کی مدت میں، وضع دستور

سے شہزادے کے کورٹ مارشل تک کا سفر طے کروانے والے اس نادر روزگار محسن اور اسکے

کارنامے کو بھلا دینا، اس قوم کی محض بد قسمتی ہے۔

۲۳- جنگ آزادی کے آخری ماہ میں غداروں اور جاسوسوں کی سرگرمیاں عروج پر

تھیں۔

۲۴- اواخر اگست تک قائدین جنگ آزادی کی ایک بڑی تعداد میں نفسا نفسی کی کیفیت

تھی۔

۲۵- علامہ کی اپنے ارد گرد پر نظر تھی اور اس کے علاوہ ذرائع ابلاغ سے بھی رابطہ تھا۔

۲۶- علامہ فضل حق نے بادشاہ، شہزادوں، فوج اور عوام، سب میں احساسِ ذمہ داری

اور شعورِ تقاضائے وقت بیدار کیا۔

۲۷- ستمبر کے پہلے دو ہفتوں میں بادشاہ، شہزادہ مرزا مغل، مجاہدین اور عوام کے رویوں

میں اچھی تبدیلی واضح طور پر نظر آنے لگی تھی، اور ہر طرف یہ اعلان ہونے لگے تھے کہ ”جنگ

میں جیت ناگزیر ہے“۔

۱ ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۹۳ پر ۲۴ اگست کی رپورٹ اور ص: ۱۹۵ پر ۲۵ اگست کی رپورٹ۔

۲ ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۱۷، ۲۳۹۔

۳ ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۹۱۔

۴ ”غداروں کے خطوط“، ص: ۱۹۶۔

۵ سابق صفحات میں ان تمام کے احوال میں یہ تبدیلی ملاحظہ کیجئے۔

۲۸- علامہ اور دیگر قائدین جنگ آزادی کے کرداروں کے موازنے سے ثابت ہوتا ہے کہ علامہ کا کردار باقی سب قائدین سے مختصر، مختلف، ممتاز اور مفید ترین تھا۔

۲۹- علامہ کانگریزوں کے بارے میں موقف شروع سے آخر تک ایک ہی رہا۔

۳۰- علامہ فضل حق خیر آبادی کانگریزوں کے اعلانیہ دشمن اور کھلم کھلا مخالف تھے۔

۳۱- قائدین جنگ آزادی میں سے اگر کسی کا نام، کانگریزوں کے بڑے جاسوس تراب علی نے باغیوں کے ضمن میں بطور خاص لیا ہے تو وہ صرف علامہ فضل حق خیر آبادی ہیں۔ وہ کانگریزوں کو اپنی رپورٹ میں تجویز کرتا ہے:

”اگر آپ مرزا الہی بخش (سب سے بڑے غدار) کو اسکے خط کا جواب دیں، تو اس مقصد کیلئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کریگا، اور مولوی فضل حق صاحب اور دوسرے باغیوں کو شہر سے باہر نکال دے گا۔“

۳۲- معلوم ہوا کہ علامہ فضل حق خیر آبادی ہی کانگریزوں کے سب سے بڑے دشمن اور جنگ آزادی اٹھارہ سو ستاون کے ہیرو تھے۔

۳۳- علامہ فضل حق خیر آبادی کی ”الثورۃ الہندیہ“ میں جنرل بخت خان سمیت محاذ دہلی کے کسی قائد کی تعریف نہیں ہے، البتہ مجاہدین کی بھرپور تعریف ہے۔

۳۴- علامہ کے بقول انکی تجاویز اور مشوروں سے پوری طرح استفادہ نہیں کیا گیا تھا۔

۳۵- علامہ دو ہفتوں بعد دو سے چھ ستمبر ۱۸۵۷ء کے درمیان واپس الور گئے اور فوراً لوٹ آئے۔

۳۶- علامہ کا عدالتی بیان حقائق پر مبنی مگر قانونی پیچیدگیوں سے آگاہ ماہر قانون کا بیان تھا۔

۳۷- سقوط دہلی کے وقت بھی علامہ دہلی میں تھے۔ اسکے بعد پانچ دن یعنی ۲۴ ستمبر تک

۱۔ غداروں کے خطوط“ ص: ۲۱۳

۲۔ علامہ کے عدالتی بیان کے علاوہ ”جیون لال کے روزنامہ“ ص: ۲۳۶ پر ۶ ستمبر کی رپورٹ یہی دلالت کرتی ہے کہ علامہ الور گئے تھے اور انہیں دنوں گئے تھے۔

وہیں بھوکے پیاسے اپنے گھر میں بند رہے، اور پھر چھپ چھپا کر، سب قائدین سے آخر میں دہلی سے نکلے اور بڑی مشقتیں جھیل کر اپنے وطن خیر آباد پہنچے۔

5.10- علامہ نے دنیا کا مختصر ترین آئین بنایا

مولوی ذکاء اللہ لکھتے ہیں: مولوی (فضل حق) صاحب عالم بکھر مشہور تھے، وہ الور سے ترک ملازمت کر کے دہلی آئے تھے۔ انہوں نے بادشاہ کیلئے ایک دستور العمل سلطنت لکھا تھا۔ جسکی ایک دفعہ یہ مشہور ہوئی تھی کہ گائے کہیں بادشاہی عملداری میں ذبح نہ ہو۔۔۔۔۔“

مولوی ذکاء اللہ کی یہ بات تو درست ہے کہ ”علامہ نے دستور العمل سلطنت بنایا۔“ مگر یہ درست نہیں کہ ذبیحہ گاؤ کی دفعہ اسی دستور کی دفعہ ہے۔ اسلئے کہ ایسی کوئی دفعہ اس دستور میں موجود نہیں، اور یہ کہ ذبیحہ گاؤ پر پابندی دستیاب مصادر کے مطابق، علامہ کے ورود دہلی سے بہت پہلے ۹ جولائی ۱۸۵۷ء کو ہی لگ گئی تھی، اور یہ پابندی بہادر شاہ ظفر نے لگائی تھی۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس آئین کے نفاذ کے بعد نہ صرف اس حکم پابندی کو برقرار رکھا گیا ہو بلکہ سختی سے اس پر عملدرآمد کروایا گیا ہو، کیونکہ ہر صورت جنگ میں جیت پیش نظر تھی۔ یا یہ کہ اس دفعہ کے نفاذ کے زمانے میں بھی علامہ دہلی آئے ہوں اور اس دفعہ کی خوب حمایت کی ہو کہ الور وہاں سے صرف اسی میل کے فاصلے پر ہے۔

مولوی ذکاء اللہ نے آئین نقل نہیں کیا، البتہ سقوط دہلی کے بعد لال قلعہ دہلی سے جو تحریری ریکارڈ قبضہ میں لیا گیا اس میں ایک دستور العمل سلطنت بھی تھا۔ اسکا اصل مسودہ نیشنل آرکائیوز آف انڈیا دہلی میں محفوظ ہے۔

اس آئین کی ایک نقل سورندرا ناتھ سین نے اپنی کتاب (Eighteen Fifty Seven) میں صفحہ نمبر ۷۷ کے بعد دی ہے اور اسے دہلی کی باغی کورٹ کا آئین کہا ہے۔

۱ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ ص: ۲۸۷

۲ جیسا کہ پچھلے صفحات میں بادشاہ کے ذکر میں گزر چکا۔

ڈاکٹر مہدی حسین نے بھی اپنی کتاب (Bahadur Shah II and the War of 1857 in Dehli) میں صفحہ نمبر ۱۸۲ کے بعد اس آئین کی نقل دی ہے اور اس آئین کا انگریزی زبان میں ترجمہ بھی کیا ہے اور اسکو ”جمہوریت اساس آئین“ قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ علامہ فضل حق نے یہ آئین بنایا۔

جبکہ اس آئین پر آئین ساز کا نام اور تاریخ درج نہیں، مگر شواہد یہ بتاتے ہیں کہ یہ آئین اگست ۱۸۵۷ء کے آخری عشرہ کے آغاز میں بن گیا تھا اور اسے علامہ فضل حق خیر آبادی نے ہی وضع کیا تھا۔ اسلئے کہ اس مسودہ کا رسم الخط اور علامہ کا رسم الخط ایک ہے اور یہ کہ علامہ فضل حق خیر آبادی کی شہرت ایک ماہر قانون کے طور پر رہی ہے، اور یہ کہ وہ بتیس سال تک مختلف ریاستوں کی عدالتوں میں اعلیٰ مناصب پر فائز رہے۔

دستور العمل سلطنت

از آنجا کہ واسطے رفع برہمی سررشتہ اور موقوفی بد انتظامی طریقہ فوجی اور ملکی کے مقرر ہونا دستور العمل کا واجب اور مناسب اور واسطے عمل درآمد دستور العمل کے اولاً معین ہونا کورٹ کا ضروری ہے۔ اس لئے حسب ذیل قواعد لکھے جاتے ہیں:

۱۔ ایک کورٹ قائم کی جائے اور اس کا نام کورٹ ایڈمنسٹریشن بمعنی جلسہ انتظام فوجی و ملکی رکھا جائے۔

۲۔ اس جلسے میں دس آدمی مقرر کئے جائیں، اس تفصیل سے کہ چھ جنگی اور چار ملکی ہوں اور جنگیوں میں دو شخص پلٹن پیادگان سے اور دو شخص رسالہ ہائے سواراں سے اور دوسرے رشتہ توپ خانہ سے منتخب کئے جائیں اور ملکی چار شخص۔

یہ ترجمہ کتاب کے آخر میں ملاحظہ کیجئے۔

۲ خیال رہے کہ تلمیذ خلدون نے ”انقلاب ۱۸۵۷ء“ جدید انکشافات، ص: ۵۷، پر ”پریس لسٹ آف میوٹی پیپرز“، بنڈل نمبر ۵۷، ۵۸، ۵۹ کے حوالے سے وضع آئین کی تاریخ ۱۸ اگست بتائی ہے۔
سے رسم الخط اور مسودہ کی نقول آخر میں ملاحظہ کیجئے۔

۳- ان دس شخصوں سے ایک شخص باتفاق غلبہ آراء پر سیڈنٹ یعنی صدر جلسہ اور ایک شخص ویس پر سیڈنٹ یعنی نائب صدر جلسہ مقرر ہو اور رای صدر جلسہ کی برابر دورائے کے قرار پاوے گی اور ہر ایک ہر رشتہ میں بقدر ضرورت سکتہ مقرر کیے جائیں اور پانچ گھنٹے ہر روز (؟) جلسہ کورٹ کا۔۔۔۔۔

۴- ان شخصوں کے مقرر ہونے کے وقت حلف ان باتوں کا لیا جائے کہ کام کو بڑی دیانت اور امانت سے بلا زور عایت کمال جانفشانی سے اور غور و فکر سے سرانجام کریں گے اور کوئی دقیقہ دقائق متعلقہ انتظام سے فرو گذاشت نہ کریں گے اور حیلۂ اور صراحتاً اخذ اجریا رعایت کسی طرح کی کسی لحاظ سے وقت تجویز امور انتظام کورٹ میں نہ کریں گے، بلکہ ہمیشہ سماعی اور سرگرم ایسے انتظام امور سلطنت میں مصروف رہیں گے کہ جس سے استحکام ریاست اور رفاه اور آسائش رعیت ہو اور کسی امر مجوزہ کورٹ کو بے اجازت کورٹ اور صاحب عالم قبل اجرائے اوس کے صراحتاً یا کنایتاً کسی پر ظاہر نہ کریں گے۔

۵- انتخاب اشخاص کورٹ کا اس طریقے سے کہ غلبہ آراء سے دو دو شخص پلٹن پیادگان اور رسالہ ہائے سواران سے اور سررشتہ توپ خانہ جنگی سے جو قدیم الخدمت اور ہوشیار اور واقف کار اور لائق و عقیل ہو کئے جاویں اور اگر کوئی شخص ہوشیار، بہت عقیل و فہیم اور لائق انصرام کار کورٹ ہو اور شرط قدیم الخدمتی اوس میں نہ پائی جائے تو یہ ایک امر خاص ان صورتوں میں مانع تقرر ایسے شخص کا نہ ہوگا اور اسی طرح تقرر چار شخص ملکی کا بھی عمل میں آوے گا۔

۶- بعد مقرر ہونے دس شخصوں کے اگر کوئی شخص جلسہ انتظام کورٹ میں رائے اپنی کسی امر میں ایسی خلاف دیانت اور امانت اور محمول اوپر رعایت کسی کے ہووے گا تو۔۔۔۔۔ کامل غلبہ آراء کورٹ سے وہ شخص موقوف کیا جاوے گا اور دوسرا شخص حسب قاعدہ پانچویں بمقام اوس کے انتخاب ہوگا۔

جو امور انتظام کے پیش آویں اول تجویز ان کی کورٹ میں ہوگی۔۔۔۔۔ اور

بعد منظوری صاحب عالم بہادرؒ کے اطلاع رائے کورٹ سے حضور والا میں ہوتی رہے گی۔

۷۔ بعد مرتب ہونے رائے غلبہ آرائے جلسہ کورٹ سے واسطے منظوری کے پیش گاہ حضور صاحب عالم بہادر میں پیش ہونگے اور کورٹ ماتحت حکومت صاحب عالم بہادر ممدوح کے رہے گی اور کوئی امر امور انتظامی، جنگی و ملکی کے تجویز کورٹ اور بلا منظوری صاحب عالم محتشم الیہ اور بلا اطلاع حضور والا قابل اجرائی نہ ہوگا اور در صورت اختلاف رائے صاحب عالم بہادر بعد تجویز ثانی کورٹ وہ رائے بحالت اختلاف بوساطت صاحب منظم الیہ پیش گاہ حضور ظل سبحانی میں پیش ہو اور اس میں حکم حضور کا ناطق ہوگا۔

۸۔ کورٹ میں سوائے اشخاص مقررہ جلسہ کے بجز صاحب عالم بہادر اور حضرت ظل سبحانی کوئی شخص شریک جلسہ اور حاضر نہ ہوگا اور جب اشخاص معینہ کورٹ میں سے بعد رتوی لائق پذیرائی ایک شخص اپنے زمرہ مقرر سے حاضر جلسہ کورٹ نہ ہو سکے تو رائے غلبہ آرائے اشخاص باقی حاضرین جلسہ کورٹ کے بمنزلہ غلبہ رائے کل جلسہ کورٹ کے منظور ہوگی۔

۹۔ جب کوئی شخص کورٹ میں سے بنسبت کسی امر کے رائے اپنی پیش کرنی چاہے تو اولاً اتفاق ایک رائے دوسرے شخص کا پہلے کر کے اس وقت رائے اپنی متفق علیہ دو شخص کورٹ میں پیش کرے۔

۱۰۔ جس وقت کوئی امر کورٹ میں موافق قاعدہ نویں کے پیش ہو اول پیش کرنے والا تقریر اپنی کورٹ میں بیان کرے اور جب تک بیان اس کا تمام نہ ہو کوئی شخص اس میں دخل نہ کرے۔ اہل کورٹ میں سے اگر کسی کو کچھ اعتراض ہو تو وہ پہلے اپنا اعتراض ظاہر کرے تا تمام ہونے اوس کے بھی کوئی دخل نہ دے اگر معترض پر کوئی تیسرا شخص تقریر در باب اصلاح یا ترمیم کسی طرح کی کمی بیشی کے ساتھ پیش لاوے اور باقی اہل کورٹ کو سکوت ہو تو ہر ایک اہل کورٹ اپنی اپنی رائے علیحدہ لکھے، بعد ملاحظہ موافق قاعدہ آٹھویں کے غلبہ آراء پر عمل ہو

۱۱۔ بہادر شاہ ظفر مراد ہیں، اسلئے کہ یہ ان کا لقب تھا۔

گا اور بعد منظوری ہر ایک سررشتہ کے سکریٹر کے پاس بھیجی جاوے۔

۱۱۔ ہر ایک سررشتہ فوج کے جواشخاص حسب قاعدہ دوسرے کے منتخب کئے جاویں گے وہی اشخاص اس سررشتہ کے منتظم اور منصرم مقرر کئے جاویں اور ان کے تحت میں چار آدمی کی کمیٹی حسب طریقہ قاعدہ چوتھے کے قرار پاوے اور بقدر ضرورت اسے اس کمیٹی میں بھی سکریٹر مقرر ہوں اور جو رائے اس کمیٹی میں غلبہ آرا سے مرتب ہوئے وہ رائے بذریعہ ان شخصوں افسر کمیٹی کے کورٹ میں پیش کی جاوے اور کورٹ سے موافق قاعدہ ساتویں کے عمل میں آوے اور یہی طریقہ ہر ایک سررشتہ فوجی اور ملکی میں مرعی کیا جاوے۔

۱۲۔ ہر وقت بمقتضائے مصلحت کورٹ کو اصلاح اور ترمیم قواعد دستور العمل ہذا کا غلبہ آرا سے اختیار دیا جاوے۔“

آئین کی خصوصیات:

- ۱۔ یہ دستور اردو زبان میں لکھا جانے والا پہلا دستور ہے۔
- ۲۔ اس دستور کی اپنی مخصوص اصطلاحات ہیں جو اردو کے زیادہ قریب ہیں جیسے ”کابینہ“ کو ”کورٹ“ اور ”جلسہ“، ”ووٹ“ کو ”رائے“، ”پریذیڈنٹ“ کو ”صدر جلسہ“، ”وائس پریذیڈنٹ“ کو ”نائب صدر جلسہ“، ”میٹنگ“ کو ”جلسہ“، ”ڈیپارٹمنٹ“ اور ”نظام“ کو ”سررشتہ“ اور ”سیکریٹری“ کو سکریٹر و سکریٹر لکھا گیا ہے۔
- ۳۔ یہ ایک مکمل دستور ہے۔
- ۴۔ یہ مختصر ترین دستور ہے۔
- ۵۔ یہ جمہوری دستور ہے۔ اسکے تمام تر طریق کار میں جمہوریت کے اصول مد نظر رکھے گئے ہیں۔
- ۶۔ اس دستور میں فوج اور سول ہر دو شعبوں کو نمائندگی دی گئی ہے۔
- ۷۔ اس دستور کے قواعد کی روشنی میں بنائی جانے والی کابینہ کے ارکان کی اہلیت،

مختصر ترین دستور کے طور پر مشہور امریکی آئین چار ہزار الفاظ پر مشتمل ہے۔

طریق انتخاب و موقوفی اور حلف وغیرہ کی بھی وضاحت ہے۔

۸- یہ کابینہ صدر مملکت (بہادر شاہ ظفر) کے ماتحت رہے گی۔

۹- کابینہ کے ہر رکن کے ذمہ ایک مستقل محکمہ ہے۔ جس کا انتظام و انصرام اسے چار یا حسب ضرورت سیکرٹریوں پر مشتمل کمیٹی کی مدد سے کرنا ہے۔

۱۰- سیکرٹریوں کی اہلیت کی شرائط اور طریق انتخاب وغیرہ ممبران کمیٹی والا ہی ہوگا

۱۱- اس دستور میں ضرورت و مصلحت کے مطابق اصلاح اور ترمیم کی بھی اجازت و گنجائش ہے۔

۱۲- یہ دستور ہنگامی ضروریات کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ معمول کے حالات کیلئے بھی کارآمد ہے۔

5.11- فتویٰ جہاد اور علامہ:

جنگ آزادی اٹھارہ سو ستاون کے دوران کئی فتوے دیے گئے تھے۔ چنانچہ دو فتوؤں کا ذکر مولوی ذکاء اللہ کی تاریخ میں ملتا ہے۔ جس کے مطابق ایک فتوے کا چرچا کم تھا۔ جبکہ دوسرا فتویٰ، جو بخت خان کے دہلی میں ورود کے بعد والا ہے اس کا چرچا بہت زیادہ تھا۔ تیسرے فتوے کا ذکر سر سید احمد خان نے ”اسباب سرکشی ہندوستان“^۲ میں کیا ہے، اس فتوے کو انہوں نے خود دیکھا تھا اور یہ عدم وجوب جہاد کا آئینہ دار تھا۔

ان معاصر اور قریبی دور کے مآخذ کے علاوہ، بعد کی ایک تصنیف ”باغی ہندوستان“^۳ میں بھی ایک فتوے کا ذکر ملتا ہے۔ جو علامہ فضل حق خیر آبادی کا بتایا گیا ہے۔ مگر ان میں سے صرف ایک فتویٰ اب تک دستیاب ہوا ہے، سارے نہیں سکھ اور وہ

^۱ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ، ص: ۵/۶۷، بحوالہ مجموعہ مقالات، ص: ۸۷، ۸۸۔

^۲ اسباب سرکشی ہندوستان، ص: ۱۰۶، ۱۰۷۔

^۳ باغی ہندوستان، طبع اول، ص: ۱۵۶۔

^۴ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء پر بہت سا مواد انڈیا آفس لائبریری لندن میں مقفل ہے اس کی مکمل اشاعت تک بہت سے حقائق پردہ اخفا میں ہی رہیں گے۔

فتویٰ چھبیس جولائی ۱۸۵۷ء کو صادق الاخبار میں چھپنے والا فتویٰ ہے، جس پر دہلی کے تینتیس علماء نے وجوب جہاد کی تصدیق میں دستخط کیے ہیں اور اس فتوے کے مندرجات اور دستخط کنندگان مذکورہ بالا فتووں سے مطابقت نہیں رکھتے۔^۳

اٹھارہ سو ستاون کے تاریخی حقائق پر مشتمل جس قدر معاصر مآخذ اب تک منظر عام پر آئے ہیں، اور جن تک ہماری رسائی ہے، وہ سب تصدیق کرتے ہیں کہ علامہ وجوب جہاد کے نہ صرف قائل تھے بلکہ انہوں نے ہر سطح کے لوگوں (بادشاہ، شہزادوں، افواج اور رعایا) کو آمادہ جہاد کیا ہے اور ایک سے زائد مرتبہ فتوے وجوب جہاد دیا۔ ملاحظہ کیجئے۔

○ ”مولوی صاحب جب بھی بادشاہ کے پاس آتے، بادشاہ کو مشورہ دیتے کہ جہاد کی مہم میں اپنی رعایا کی ہمت افزائی کریں اور انکے ساتھ باہر (میدان میں) بھی نکلیں، فوجی دستوں کو جس حد تک ممکن ہو بہتر معاوضہ دیں، ورنہ اگر انگریز جیت گئے تو نہ صرف خاندان تیموریہ بلکہ تمام مسلمان نیست و نابود ہو جائیں گے۔“^۵

○ وَقُلْتُ إِنَّ الْعِدَى لَنْ يَصْفَحُوا أَبَدًا

فَمَا مِنَ الْحَرْبِ مِنْ بُدٍّ وَحَتَّانَ - ۶

ترجمہ: میں نے کہا کہ دشمن کبھی معاف نہ کریگا اسلئے جنگ اور مقابلے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔
صادق الاخبار والے فتوے پر علامہ کے دستخط نہ ہونے کی وجہ انکا ان دنوں الور میں ہونا ہے۔ غالباً اسی لیے علامہ لکھتے ہیں: ”یہ تو سب کچھ ہو ہی رہا تھا کہ بعض شہر و دیہہ سے بہادر مسلمانوں کی ایک جماعت علماء ذہاد اور ائمہ اجتہاد سے جہاد کے وجوب کا فتویٰ

ان علماء دہلی میں سے بیشتر وہ ہیں جنہوں نے علامہ کے مشہور فتاویٰ پر مہر و دستخط کیے تھے۔

۳ فتویٰ کتاب کے آخر میں ملاحظہ کیجئے۔

۴ تفصیلی تجزیے کیلئے دیکھئے ”باغی ہندوستان“، ص: ۲۶۳، ۲۶۶، اور ”فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون“، ص: ۶۸، ۶۹۔

۵ جیسے ڈاکٹر مہدی حسین لکھتے ہیں: (He did his utmost to promote the war) دیکھئے،

Bahadur Shah II, P, 389, 390-

Memoirs of Hakim Ahsanullah Khan, P: 245

۶ قصیدہ نونیہ، شعر نمبر: ۲۱۸

لیکر، جدال و قتال کیلئے اٹھ کھڑی ہوئی۔“^۱

خیال رہے کہ ”باغی ہندوستان“ میں علامہ سے منسوب فتوے کی تصدیق کرنے والے جن چھ حضرات کے نام دیے گئے ہیں وہ تحقیق کے مطابق سقوطِ دہلی کے وقت تک نہ صرف زندہ تھے بلکہ دہلی میں موجود تھے۔ مفتی صدرالدین آزر دہلوی اور مولوی عبدالقادر تو علمائے دہلی سے تھے۔ مولوی فیض احمد بدایونی اور ڈاکٹر مولوی وزیر علی خان^۲، جہادِ آزادی کے یہ دونوں بڑے مجاہد آگرہ سے آئے تھے اور ان دنوں دہلی میں تھے۔ قاضی فیض اللہ دہلوی کو تو ال دہلی تھے، انکے مستعفی ہونے پر سید مبارک شاہ رامپوری انکی جگہ کو تو ال بنے اور سقوطِ دہلی کے وقت تک وہی کو تو ال تھے۔ یعنی یہ سب علامہ کی دہلی میں موجودگی کے دنوں میں دہلی ہی میں تھے، اور ایک فتوے پر ان سب کے دستخطوں کی موجودگی ممکن ہے اور بہت ممکن ہے کہ یہ فتویٰ ستمبر ۱۸۵۷ء کے پہلے ہفتے میں دیا گیا ہو۔ نیز یہ کہ اگر باغی ہندوستان وغیرہ میں ذکر کردہ فتویٰ جہادِ دستیاب ہو جائے تو جہادِ آزادی میں علامہ کی دیگر خدمات کے مقابل میں وہ ایک ادنیٰ سی خدمت شمار ہوگا۔

5.12- فتویٰ ہنومان گڑھی اور علامہ

لکھنؤ کے قریب ہندوؤں کے ایک مقدس تاریخی مقام اجودھیا میں، مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر نے رام چندر کے محل اور سیتا کی رسانی (باورچی خانہ) منہدم کر کے ایک مسجد تعمیر کی تھی۔ ہندو اکثریت کے علاقہ میں واقع یہ مسجد رفتہ رفتہ ختم ہو گئی، کچھ ہندوؤں نے ختم کردی اور اسکے متصل ہنومان گڑھی بنالی۔

۱۔ ”باغی ہندوستان“، ص: ۳۵۔

۲۔ مفتی صدرالدین آزر دہلوی کے دستخط دو فتوؤں پر ثابت ہیں، ایک پر دستخط اپنی مرضی سے کیے یعنی انگریزوں سے ساز باز سے قبل ۲۶ جولائی کے ”صادق الاخبار“ والے فتوے پر، اور دوسرے پر جرنیلانی ساز باز کے بعد وسط اگست سے سقوطِ دہلی کے درمیانی عرصے میں مرتب ہونے والے فتوے پر۔

۳۔ ڈاکٹر وزیر علی خان ۳۰ اگست تک دہلی آئے تھے اور مولوی فیض احمد بدایونی تو ۱۸ اگست کو بلند شہر اور علیگڑھ کی آمدنی وصول کرنے کیلئے متعین ہوئے۔ پچھلے صفحات میں انکے حالات ملاحظہ کیجئے۔

نومبر ۱۸۵۵ء میں کچھ مسلمانوں نے اس مسجد کے احیاء کی کوشش کی تو ہندوؤں نے مزاحمت کی۔ جس پر مسلمانوں کی ایک جماعت جہاد کیلئے نکل کھڑی ہوئی، انگریزی کمپنی ان دنوں سلطنت لکھنؤ پر قبضہ کی کوشش میں تھی۔ چنانچہ انہوں نے ہنگامہ و فساد کو اور ہوا دی۔

اودھ پر واجد علی شاہ کی حکومت تھی۔ علامہ فضل حق خیر آبادی ان دنوں وہاں صدر الصدور اور مہتمم کچہری حضور کے منصب پر فائز تھے۔ واجد علی شاہ نے اس قضیے کے حل کیلئے علامہ سمیت چار ثالثوں پر مشتمل ایک مجلس مصالحت تشکیل دی مگر اس کا اجلاس منعقد ہی نہ ہونے دیا گیا۔

اس دوران علماء سے استفتاء کیا گیا، انہوں نے عدم وجوب جہاد کا فتویٰ دیا۔ ان علماء کے ضمن میں ایک معاصر مؤرخ نے علامہ فضل حق خیر آبادی کا بھی نام لیا ہے۔ یہ مؤرخ صاحب ”قیصر التواریخ“ سید کمال الدین حیدر عرف سید محمد زائر ہے۔ زائر نے یہ تاریخ انگریزوں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے لکھی تھی۔ اسی لئے واجد علی شاہ اس سے ناراض ہو گیا اور اس نے اسے ملازمت سے نکال دیا۔

زائر کے علاوہ کسی معاصر مؤرخ نے علامہ کا نام نہیں لیا۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ خود زائر نے جب فتویٰ دینے والے مفتیان کے فتوے اور دستخط نقل کیے تو ان میں نہ تو علامہ کا فتویٰ ہے اور نہ دستخط۔

اسی لیے ”علمائے ہند کا شاندار ماضی“ میں ہے: ”ان میں مولانا خیر آبادی کا نام نہ بحیثیت مجیب ہے نہ تائید و تصویب کرنے والوں میں آپ کا نام ہے۔“^۱
معلوم ہوا ہے کہ علامہ فتویٰ دینے والے علماء میں شامل نہ تھے۔ زائر نے ان کا نام غلطی یا بد نیتی کی بنا پر شامل کیا تھا۔

زائر کے بعد نجم الغنی خان صاحب ”تاریخ اودھ“ نے ۱۹۱۰ء میں اس واقعہ کو زائر سے نقل کیا، لہذا وہ بھی قابل اعتبار نہیں ہے۔^۲

^۱ علمائے ہند کا شاندار ماضی، حاشیہ صفحہ نمبر ۴۴۶، جلد چہارم
^۲ تفصیل کیلئے دیکھئے ”علامہ فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون“، ص: ۱۲۹ تا ۱۳۴

5.13- سقوطِ دہلی کے بعد کے احوال:

علامہ فضل حق خیر آبادی لکھتے ہیں: ”جب نصاریٰ شہر پر قابض ہو گئے اور کوئی لشکری و شہری (بادشاہ، شہزادے، شاہی خاندان، جنرل غوث محمد، جنرل بخت خان، جنرل سدھارا سنگھ اور فوج شہر میں) باقی نہ رہا، غلہ اور پانی دشمنوں کے ظلم و استبداد کی وجہ سے ناپید ہو گیا، تو میں اپنے مکان میں پانچ شب و روز اسی حالت میں گزار کر، اپنی کتابیں، مال و اسباب چھوڑ کر (بار برداری کا انتظام ممکن نہ ہونے کی وجہ سے) خدا پر بھروسہ کر کے، اہل و عیال کو ساتھ لیکر نکل کھڑا ہوا۔“ ۲

سقوطِ دہلی کے بعد انگریزوں کے ظلم و استبداد کے واقعات ذکر کر کے علامہ نے کچھ اپنا حال بھی بتایا ہے: ”رہا میں، تو میں اپنے وطن مالوف (خیر آباد) کی طرف چلا جا رہا تھا۔ راستہ خوفناک اور رہگذر اندوہناک تھا۔ میرے اور وطن کے درمیان کئی خوف و خطرہ سے بھری ہوئی منزلیں تھیں۔ نصاریٰ اور انکا لشکر دن رات تلاش و تجسس میں سرگرداں رہتا۔ جاٹوں کو مسافروں کے مار ڈالنے، لوٹنے، ڈاکہ ڈالنے کی کھلی چھٹی دے دی گئی تھی۔ انہوں نے سارے ناکے بند کر رکھے تھے، اور کسی گھاٹ پر کوئی کشتی یا ناؤ تک نہ چھوڑی تھی۔ کشتیوں کو پھاڑ ڈالتے، بلکہ خراب کر کے غرق کر دیتے یا جلا ڈالتے، ملاحوں کو روک دیا تھا تاکہ کوئی مسافر یا سیاح کسی وقت بھی ادھر سے نہ گزر سکے۔

خدائے مالک الملک نے مجھے اور میرے متعلقین کو ہر مصیبت و ہلاکت سے محفوظ رکھ کر، پل اور کشتی کی مدد کے بغیر، دریاؤں اور نہروں کو عبور کرا کے نجات دی اور ہم سب کو آفاتِ مسافرت، مہالکِ مسالک، حوادثِ راہ، اور مصائبِ گزرگاہ سے مضمون و مامون رکھا، اور اپنی پوری حفاظت، کامل حمایت، مکمل نعمت، اور بے شمار رحمت کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے جوار و دیار اور احباب و رشتہ دار تک پہنچایا۔ ہم خدا کی اس بے پناہ عنایت اور تمام

ان میں سے کچھ سقوطِ دہلی سے پہلے اور کچھ فوراً بعد بھاگ نکلے۔ صفحات سابقہ میں ان کے احوال ملاحظہ کیجئے۔

لیا غی ہندوستان، ص: ۴۷

آفات سے حفاظت پر اسکا شکر بجالائے۔“^۱

علامہ دہلی سے خیر آباد کس راستے سے گئے اسکی وضاحت میں علامہ شاہد خان شروانی لکھتے ہیں کہ ”نواب صدر یار جنگ بہادر محمد حبیب الرحمن خان شروانی کا بیان ہے کہ علامہ مع متعلقین بھیکن پور ضلع علی گڑھ آ کر اٹھارہ روز رہے۔ صاحبزادہ مولانا عبدالحق بھی ساتھ تھے۔ اٹھارہ روز کے بعد عم محترم نواب عبدالشکور خان رئیس بھیکن پور نے سانکرہ کے گھاٹ سے جو بھیکن پور سے آٹھ میل دور اور موصوف کے عزیزوں کی عملداری میں واقع تھا، اپنے انتظام سے بدایون اور بریلی کی طرف اتر دیا تھا۔ نواب صدر یار جنگ بہادر نے مجھے وہ کمرہ بھی بتایا جس میں علامہ فروکش ہوئے تھے۔“^۲

اسکی مزید وضاحت علامہ پر قائم ہونے والے مقدمہ بغاوت کے گواہ صفائی علی محمد خان خیر آبادی کے بیان میں بھی ملتی ہے، وہ کہتے ہیں: اگرچہ میں ان دنوں رام پور^۳ میں تھا۔۔۔۔۔ جب یہ رام پور سے گزرے ہیں، تو میں نے انہیں وہاں دیکھا تھا۔۔۔۔۔

الغرض علیگڑھ اور پھر رام پور سے ہوتے ہوئے آپ خیر آباد پہنچے سر خیر آباد پہنچنے کے بعد کے حالات کی کوئی تفصیل دستیاب نہیں، خود علامہ نے بھی اپنی سرگرمیوں پر کوئی روشنی نہیں ڈالی، حالانکہ انہوں نے لکھنؤ کے محاذ کے احوال کی تفصیل اور اسکے کرداروں کا تنقیدی جائزہ تک تحریر کیا ہے۔ جو مکمل طور پر ایک عینی شاہد کی تحریر ہے۔ اس تحریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کی انگریزوں سے نفرت بدستور باقی تھی علامہ محاذ لکھنؤ پر موجود تھے مگر اس محاذ پر انکی سرگرمیاں محاذ دہلی سے بہت کم تھیں اور یہ کہ یہاں انتشار کہیں زیادہ تھا اور نا اہلوں کے باعث تمام قربانیاں اکارت ہوتی چلی گئیں یہاں تک کہ انگریزوں کا مکمل تسلط ہو گیا۔^۴

^۱ ایضاً ہندوستان، ص: ۵۵، ۵۳

^۲ ایضاً ہندوستان، ص: ۲۱۶ کا حاشیہ۔

^۳ بدایون، بریلی، رام پور صوبہ اتر پردیش میں ایک دوسرے کے قریب قریب واقع ہیں۔

^۴ تحریک، ص: ۱۴۰

حتیٰ کہ مکمل قسیدہ ہونیہ میں بھی صرف خیر آباد پہنچنے تک کے حالات ہیں۔

محاذ لکھنؤ پر علامہ کی موجودگی کی تائید علامہ کے مقدمے کے گواہان صفائی کے بیانات سے بھی ہوتی ہے، ان کے مطابق خیر آباد پہنچنے کے بعد کے حالات کچھ یوں ہیں:

○ دہلی سے منتقل ہو کر تقریباً دو ماہ (اکتوبر، نومبر ۱۸۵۷ء) بعد دسمبر خیر آباد پہنچے۔

○ سترہ نومبر ۱۸۵۷ء کو محاذ لکھنؤ پر سرگرمی شروع ہو گئی، تو آغاز دسمبر میں علامہ لکھنؤ چلے گئے۔

○ جب چودہ مارچ ۱۸۵۸ء کو انگریزوں نے لکھنؤ پر بھی مکمل قبضہ کر لیا تو علامہ واپس خیر آباد آ گئے۔

○ لکھنؤ سے واپس آ کر دو تین ماہ (مارچ، اپریل، مئی ۱۸۵۸ء) تک خیر آباد ہی میں رہے۔

○ مئی سے وسط دسمبر ۱۸۵۸ء تک کے عرصے میں علامہ مختلف مقامات پر روپوش رہے۔ گواہان صفائی کے مطابق ہر گاؤں، دریا، بوندی، اور گواہان استغاثہ کے مطابق مئی جون میں بوندی میں، اور علامہ کے بیان صفائی کے مطابق وہ خیر آباد سے نکل کر چند دن کھیڑی، ہر گاؤں، تنبول، سہور پور وغیرہ میں رہے۔ کچھ دن ڈرہیہ میں بھی گزارے۔

○ ملکہ وکٹوریہ کا اعلان معافی پڑھ کر دسمبر ۱۸۵۸ء میں بریگیڈیئر ٹروپ سے ملے۔

○ ۲۶ دسمبر ۱۸۵۸ء کو کرنل کلارک سے سیہا کے مقام پر ملاقات کی۔

○ ۳۰ دسمبر ۱۸۵۸ء کو ڈپٹی کمشنر ضلع کے سامنے پیش ہوئے۔

○ اسکے بعد اپنے مکان خیر آباد میں مقیم رہے۔

○ ۳۰ جنوری ۱۸۵۹ء کو ڈپٹی کمشنر نے گرفتار کر کے لکھنؤ بھیج دیا، اور وہاں ان پر

مقدمہ چلایا گیا۔

○ گرفتاری کے تین ہفتے بعد ۲۲ فروری ۱۸۵۹ء کو کیپٹن ایف۔ اے۔ وی تھربرن

کی عدالت میں مقدمے کی ابتدائی سماعت ہوئی۔ استغاثہ کی طرف سے پانچ گواہ

(۱) عبدالحکیم، ایکسٹرا اسٹنٹ دریا باد، (۲) تجل حسین (۳) فضل حسین (۴) رام دیال
(۵) مرتضیٰ حسین، تھے۔ پھر علامہ کا بیان ہوا۔ جسکے بعد پانچ گواہان صفائی کے بیانات
ہوئے۔ (۱) قادر بخش (۲) نبی بخش خیر آبادی (۳) علی محمد خان خیر آبادی (۴) ممو خان
خیر آبادی (۵) احمد علی خان۔

○ کپتان تھربرن نے ۲۸ فروری ۱۸۵۹ء کو فرد جرم مرتب کر کے مقدمہ جوڈیشل
کمشنر اودھ کی عدالت میں منتقل کر دیا۔ جوڈیشل کمشنر مسٹر جارج کیمبل اور میجر بارو قائم
مقام کمشنر خیر آباد ڈویژن کی مشترکہ عدالت سے ۴ مارچ ۱۸۵۹ء کو بغاوت اور قتل پر انگلیخت
کے الزام میں بطور شاہی قیدی تا حین حیات جس عبور دریائے پور اور تمام جائیداد کی ضبطی
کی سزا سنائی گئی۔

کارروائی مقدمہ سے قبل امید کی جارہی تھی کہ علامہ بری ہو جائیں گے جیسا کہ
پیروکار مقدمہ منشی کرم احمد خیر آبادی کے لکھنؤ سے خیر آباد میں سید اعظم علی کے نام اس خط سے
معلوم ہوتا ہے جس میں ارسال میں تاخیر کے باعث بعد کے حالات بھی درج ہیں۔

”مدت یک دور روز است کہ جناب مخدوم الاخوان بحسب تقدیر مبتلائے جس شدہ
از سیتا پور بہ لکھنؤ برائے روبکاری صفائی روانہ کردہ شدہ اند، زبانی آئندہ ہر گاہی ہم از
تحریرات آنجا ہر روزہ منکشف می شود کہ امروز فردا بفصلہ تعالیٰ رہائی خواہد شد۔ روز بنا
بر ادائے شہادت صفائی، مولوی صاحب مکرم مولوی نبی بخش صاحب مشفق مولوی

قادر بخش صاحب و برخوردار مولوی سید ضامن حسین، بموجب درخواست مولوی عبدالحق
(خلف علامہ) بمعیت ایشاں روانہ لکھنؤ شدہ اند و ہمگیاں را امید از خدائے کریم است۔
دیگر روز بالضرور مخلصی یافتہ، وارد دولت خانہ خواہد شد، او تعالیٰ ہم چنین کند۔ ہمہ ہا از خورد و
کلاں و ذکور و اناث چشم براہ انتظار کشادہ می باشند۔ ورنج و قلقے عظیم دارند۔ ایزد جل و علا بر
جمیع کساں رحم خود فرمائند۔“

”برادر من تادہ عشرہ بسبب عدم بہرہ سی حامل ایں لفافہ افتادہ ماند، حالیہ آدمی خاص

مقرر کردہ فرستادہ می شد کہ جواب شافی یابد۔ و حال پر ملال جناب مولوی (فضل حق) صاحب از لکھنودریں عرصہ نوشتہ آمد۔ لائق گریستن، و او یلا کردن است۔ یعنی جس دوام از پیش گاہ حکم صدور یافت۔ نو او یلا و احسرتا۔ او تعالیٰ رحم نماید!

ترجمہ: دو ایک روز سے بھائیوں کے مخدوم (علامہ محمد فضل حق خیر آبادی) تقدیر کے مطابق سیتاپور سے گرفتار کر کے رو بکاری صفائی کے لئے لکھنؤ روانہ کر دئے گئے ہیں، وہاں آنے والوں اور تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج کل میں رہائی ہو جائے گی، روز صفائی کی گواہی دینے کے لئے مولوی محترم مولوی نبی بخش صاحب، مشفق مولوی قادر بخش صاحب، اور مولوی سید ضامن حسین صاحب، مولوی عبدالحق خیر آبادی (فرزند علامہ) کی معیت میں لکھنؤ گئے ہیں، سب کو اللہ کریم سے امید ہے کہ دوسرے دن ضرور رہائی پا کر دولت خانہ پہنچ جائیں گے، اللہ تعالیٰ اسی طرح کرے، تمام چھوٹے بڑے، مرد و زن منتظر ہیں اور عظیم صدے سے دو چار، اللہ تعالیٰ سب پر رحم فرمائے۔

میرے بھائی یہ لفافہ لے جانے والا نہ ملا، اس لئے دس دن تک رکھا رہا، اب خاص آدمی مقرر کر کے بھیجا جا رہا ہے۔ تاکہ مکمل جواب مل جائے۔ جناب مولوی (فضل حق) صاحب کا پر ملال حال اس عریضہ میں لکھا ہوا آیا، رونے اور واویلا کرنے کے لائق ہے، یعنی کچھری سے عمر قید کا حکم صادر ہوا ہے، افسوس اور حسرت، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

○ علامہ نے گورنر جنرل کے یہاں اپیل کی جو منظور نہ ہوئی، اور ڈپٹی کمشنر لکھنؤ نے مئی ۱۸۵۹ء کو جوڈیشل کمشنر کی ہدایت پر انہیں لکھنؤ۔ کلکتہ منتقل کر دیا اور جب تک جزائر انڈیمان کیلئے جہاز کا انتظام نہ ہو سکا۔ مولانا کو کلکتے میں علی پور جیل میں رکھا گیا۔

○ ادھر کلکتہ میں مولوی فضل الرحمن قاضی القضاۃ کلکتہ اور دیگر عمائدین کلکتہ نے ڈیڑھ سو اصحاب کے دستخط کے ساتھ حکومت کو رہائی کی درخواست لکھی، مگر حکومت نے اپنا فیصلہ نہ بدلا، اور آخر کار ۸ اکتوبر ۱۸۵۹ء کو انہیں کلکتے سے ”قار کوئین“ نامی جہاز پر سوار کر

کے جزائر انڈیمان کے جنوب میں پورٹ بلیر پہنچا دیا گیا۔ انکے ساتھ متولی (Mitauli) کا راجہ لونی سنگھ بھی جلاوطن ہوا۔ وہاں پر قیدیوں میں علامہ کا دفتری نمبر (۳۶۸۷) تھا۔

○ جزائر انڈیمان پہنچ کر علامہ نے ۹ جنوری ۱۸۶۰ء کو ایک درخواست وزیر ہند کے نام روانہ کی۔ علامہ کی فائل مقدمہ میں موجود کاغذات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وزیر ہند نے یہ درخواست تمام متعلقہ کاغذات کے ساتھ متعلقہ مقامی حکام کی طرف بھیجی تھی۔ جو ۳۰ جولائی ۱۸۶۱ء کو خیر آباد ڈویژن سے چیف کمشنر اودھ لکھنؤ کو بھجوا دی گئی۔ جس نے ۱۲ اگست ۱۸۶۱ء کو جواب دیا کہ اگر علامہ فضل حق کے سلسلے میں کچھ بھی رعایت کی گئی تو وہ اسکی سخت مخالفت کریں گے۔^۲

○ اسکے بعد حکومت نے کیا فیصلہ کیا تاریخ میں اسکا مستند جواب محفوظ نہیں ہے، البتہ جزائر انڈیمان میں ۲۰ اگست ۱۸۶۱ء / ۱۲ / صفر ۱۲۷۸ھ کو علامہ فضل حق خیر آبادی کا انتقال ہو گیا۔

علامہ پر مقدمے کا قلم ہونا، عدالت کا انہیں خطرناک ترین آدمی قرار دینا، علامہ کا نہ صرف اپنے آپ کو ملزم ماننے سے انکار کرنا بلکہ رہائی کیلئے حتی الامکان کوششیں کرنا اور انگریزوں کا آخر وقت تک سخت مخالفت کرنا تقاضا کرتا ہے کہ فائل مقدمہ کا پوری طرح سے تجزیہ کیا جائے۔ تاکہ حقائق سامنے آسکیں۔ اس فائل میں سے بہت سے کاغذات سرکاری طور پر نکال لئے گئے ہیں۔ یہ فائل قومی دفتر خانہ ہند، دہلی میں محفوظ ہے۔ جناب مالک رام نے اس فائل سے بہت سا مواد نقل کیا ہے^۳۔ علامہ شاہد شروانی نے بھی ”باغی ہندوستان“ میں معتد بہ حصہ نقل کیا ہے^۴۔ ہماری تحقیق کی بنا انہیں پر ہے۔

Biographical Dictionary, Vol:1, P:164

^۲ ان کاغذات کیلئے دیکھئے ”باغی ہندوستان“ ص: ۲۵۶-۲۵۷

^۳ دیکھئے تحریک (ماہنامہ) ص: ۲۶۹

^۴ دیکھئے ”باغی ہندوستان“ کی طبع چہارم ص: ۲۵۸-۲۵۹

5.14- علامہ فضل حق خیر آبادی اور مقدمہ بغاوت:

علامہ فضل حق خیر آبادی کے مقدمے کے تفصیلی تجزیے کیلئے ہم نے اسے درج ذیل تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱- گرفتاری

۲- فردِ جرم

۳- فیصلہ

5.14.1- گرفتاری:

فائل مقدمہ اور اسکے متعلقات اور تمام تر عرضداشتوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کو جن الزامات کے تحت گرفتار کیا گیا تھا وہ الزامات یہ تھے:-

۱- نواب خان بہادر خان، نبیرہ حافظ رحمت خان بہادر نے جب انگریزوں کے خلاف بریلی میں بغاوت کی تو مولانا نے انکا ساتھ دیا، اور انکی طرف سے نظامت ”پہلی بھیت“ کا کام انجام دیا۔

۲- جب انگریزوں نے (۵ مئی ۱۸۵۸ء کو) بریلی پر قبضہ کر لیا تو خان بہادر وہاں سے بھاگ گیا اور مولانا بھی وہاں سے بھاگ کر اودھ پہنچے اور خان علی خان کی طرف سے ریاست محمدی کے چکھ داب مقرر ہوئے۔

۳- مولانا نے اسکے بعد ایک باغی لشکر کی کمان ہاتھ میں لی۔

علامہ کے مطابق وہ ان الزامات سے بری تھے۔ انہیں ایک دوسرے شخص سے ہم نامی اور بہت سی دیگر مماثلتوں کی بنا پر گرفتار کر لیا گیا تھا، چنانچہ علامہ نے اپنی گرفتاری پر

۱۔ ”چکھ دار“ سے مراد نائب ناظم ہے، ”چکھ“ نائب ناظم کے زیر حکومت علاقہ کو کہتے ہیں۔ کسی کمشنری کے ناظم یا نائب

صوبیدار کے ماتحت کئی نائب ناظم یا چکھ دار ہوتے ہیں۔ دیکھئے ”باغی ہندوستان“، ص ۳۱۳۔

نواب رام پور نواب یوسف علی خان نام کے نام فوری طور پر یکے بعد دیگرے تین عدد خط لکھے۔ ان میں سے دو ناپید ہیں، اور ایک خط ۱۸ فروری^۲ کا تحریر کردہ رضا لاہیری، رامپور میں محفوظ ہے۔ اس خط میں انہوں نے نواب سے درخواست کی ہے کہ وہ رئیس مالا گڑھ اسماعیل خان، جو کہ ہر دو فضل حق، انکی سرگرمیوں اور انکے فرق سے بخوبی آگاہ ہے، سے کہیں کہ وہ کمان افسر بریلی ٹرپ صاحب کے نام، محکمہ سپیشل کمشنر لکھنؤ میں، دوسرے شخص کی رپورٹ اور میری ان جرائم سے براءت کا حال، تفصیل کے ساتھ اپنی درخواست کے ہمراہ بھیجیں۔ تاکہ ان حاکموں کا شبہ دور ہو، اور مجھے رہائی ملے۔

تنگی وقت یا غالباً انگریزوں سے وفاداری کے باعث نواب رامپور یوسف علی خان نے انکی کوئی مدد نہ کی^۳ اور بائیس فروری ۱۸۵۹ء سے مقدمے کی ابتدائی سماعت شروع ہو گئی۔ گواہوں اور ملزم (علامہ) کے بیانات ہوئے۔ علامہ اور گواہان صفائی کے بیانات کا اہم حصہ اس وضاحت میں تھا کہ علامہ وہ فضل حق نہیں جنکے شبہ میں انکو گرفتار کیا گیا ہے۔ دوسرے فضل حق کے بارے میں علامہ کے خط بنام نواب رامپور میں مذکور ہے کہ ”میر فضل حق شاہجہان پور کے سادات سے ہیں وہ پہلے ”پیلی بھیت“ میں سررشتہ داری

نواب یوسف علی خان نے جنگ آزادی میں سقوطِ دہلی سے قبل بادشاہ کا اور بعد میں انگریزوں کا ساتھ دیا تھا اور اس ریاست میں علامہ ۱۸۴۰ء سے ۱۸۴۸ء تک بطور عالم فاضل، استاد اور ماہر قانون دان کے مختلف مناصب پر فائز رہے تھے۔ اسلئے یہ نواب انگریزوں کو علامہ کی براءت کی یقین دہانی کرانے کا موثر ترین ذریعہ تھا۔

یہ خط مولانا امتیاز علی عرشی رامپوری نے دریافت کیا تھا وہ رضا لاہیری میں ملازم تھے اس خط کے بارے میں بعض محققین نے ثابت کیا ہے کہ یہ علامہ کا خط نہیں۔ انکے مطابق فوجداری مقدمہ کے قیدی کو یہ سہولتیں میسر نہیں ہوتی ہیں۔ اور اس پر علامہ کے دستخط کی بجائے فہر ہے، اور خط کا رسم الخط بھی علامہ کا نہیں ہے۔ دیکھئے فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون، ص: ۷۱ تا ۱۱۔ اور باغی ہندوستان، ص: ۲۶۶، ۲۶۷، اور ص: ۴۴۰۔ جبکہ ہماری تحقیق یہ ہے کہ خط کے مندرجات ثابت کرتے ہیں کہ یہ علامہ کا لکھا ہوا یا لکھوایا ہوا خط ہے، گو کہ حتمی بات اصل خط کا رسم الخط دیکھنے سے معلوم ہوگی۔ جو نا حال میسر نہیں۔ خط کا مضمون آخر میں ملاحظہ کیجئے۔

علامہ اپنے قصیدہ دالیہ میں شعر نمبر ۴۵ میں کہتے ہیں: ”جن لوگوں سے مجھے امیدیں تھیں وہ اعراض کر گئے۔“ یہ یقیناً نواب رام پور کی طرف اشارہ ہے۔

کے عہدہ پر مامور ہوئے۔ کچھ عرصہ آنولہ اور پیلی بھیت میں تحصیلدار رہے، اور پھر بریلی کے خان بہادر خان کی طرف سے غدر کے آغاز پر پیلی بھیت کے ناظم ہو گئے اور بریلی پر انگریزوں کے قبضے کے بعد سلطنت اودھ پہنچے اور خان علی خان کی طرف سے ”محمدی“ کے چکھ دار ہو گئے۔ کچھ عرصہ پہلے باغی لشکر کی قیادت کرتے ہوئے شہزادہ فیروز شاہ کے ساتھ جمن کی طرف فرار ہو گئے۔ ان کے رشتہ دار ایسٹ انڈیا کمپنی میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ چنانچہ ان کا حقیقی بھائی مولوی بسین سہارن پور میں ڈپٹی کلکٹر تھا۔

خانہ خراب اخبار والے اس تفصیل سے ناواقف ہیں کہ وہ کوئی دوسرا شخص ہے اور فدوی خیر آباد کے مشائخ سے ایک دوسرا شخص ہے۔ اسلئے اخبار میں پیلی بھیت کی نظامت، محمدی کی چکھ داری، لشکر کی قیادت اور فیروز شاہ کے ساتھ جمن کی طرف فرار ہونے کی خبر لکھی ہے، اور اسکے ساتھ کچھ علامات فدوی کی شامل کر دی ہیں کہ اس کا حقیقی بھائی سرکار مہاراجہ پٹیالہ کا ملازم ہے اور اس کا دوسرا بھائی سہارن پور میں ڈپٹی کلکٹر ہے اور یہاں کے حاکموں نے اسی مولوی فضل حق کے شبہ میں جو فدوی کا ہم نام ہے اور بعض علامات میں شریک ہے، فدوی کو بغیر کسی جرم کے قید میں ڈال دیا ہے۔“

علامہ کے مقدمے کی فائل بھی میر فضل حق شاہجہان پوری کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کرتی ہے۔ مثلاً گواہ استغاثہ تجل حسین بیان کرتا ہے: ”ایک اور فضل حق بھی ہیں۔ میں جس زمانے میں بوندی کے باغی کمپ میں تھا۔ وہ بھی دو دن کیلئے وہاں آیا تھا اور اسکے بعد خان علی خان ناظم شاہجہان پوری کے پاس واپس چلا گیا۔“

گواہ صفائی قادر بخش نے اپنے بیان میں کہا: ”میں نہیں جانتا کہ مولوی فضل حق، بیگم (حضرت محل) کے ملازم تھے، ایک اور فضل حق سہارن پور کا رہنے والا تھا۔ وہ محمدی کا چکھ دار تھا، اور میں نے سنا ہے کہ وہ فیروز شاہ (ابن بہادر شاہ ظفر) کے ساتھ چلا گیا تھا۔“

ان کا مختصر ذکر قائدین جنگ آزادی میں گزر چکا ہے۔

تحریک، ص: ۱۰

میں نے نہیں سنا کہ ان مولوی فضل حق نے کسی شخص کو گمراہ کر کے اسے بغاوت پر آمادہ کیا ہو۔^۱

دوسرے گواہ صفائی نبی بخش خیر آبادی نے بیان دیا: ”میں نے نہیں سنا کہ یہ بریلی کے نواب (خان بہادر خان) یا بیگم (حضرت محل) کے ملازم رہے ہیں۔۔۔۔ میں نے نہیں سنا کہ مولوی فضل حق نے کسی کو گمراہ کر کے اسے باغی بنایا ہو یا خود انہوں نے خان بہادر خان کی ملازمت اختیار کر لی ہو۔ ہاں میں نے سنا ہے کہ ایک اور فضل حق شاہجہان پور کا رہنے والا تھا، وہ خان بہادر خان کا ملازم تھا، اور فیروز شاہ کے ساتھ بھی گیا تھا۔“^۲

علامہ فضل حق خیر آبادی اپنے عدالتی بیان میں کہتے ہیں: ”دسمبر ۱۸۵۷ء میں، میں نے خیر آباد کی راہ لی۔ جب سے میں اپنے مکان پر مقیم ہوں نہ میں نے کسی کی ملازمت کی، نہ باغیوں میں شامل ہوا۔۔۔۔ میں خیر آباد سے اسلئے نکلا تھا، کیونکہ یہاں کے تمام باشندے بیگم (حضرت محل) کے ساتھ بھاگ گئے تھے، میں یہاں سے نکل کر چند دن کھڑی، ہر گاؤں، تنبول، سہور پور وغیرہ میں رہا۔ کچھ دن دُڑبہ میں بھی گزارے۔۔۔۔ فضل حق ایک اور شخص کا نام ہے مجھے اسکی جگہ گرفتار کر لیا گیا ہے۔ وہ آجکل (شہزادہ) فیروز شاہ (ابن بہادر شاہ ظفر) کے ساتھ ہے۔ یہ (فضل حق) سابق میں آنولہ کا تحصیلدار تھا اور اس نے خان بہادر خان اور بیگم (حضرت محل) کی ملازمت بھی کی ہے۔ وہ ذات کا سید اور شاہجہان پور کا رہنے والا ہے۔“^۳

یونہی کپتان تھربرن کی تحریر کردہ فرد جرم پر عدالت جوڈیشل کمشنر اودھ نے چار مارچ ۱۸۵۹ء کو جو فیصلہ صادر کیا، اسکی نقل میں بھی دوسرے فضل حق کا یوں ذکر ہے: ”اس (ملزم) نے مقدمے کے دوران میں ایک موقع پر یہ صفائی پیش کی تھی کہ اودھ میں دو مشہور فضل حق ہیں، لیکن یہ بات صاف ہو گئی ہے کہ وہ دوسرا شخص سابق میں ضلع بریلی کا تحصیلدار

۱۔ تحریک، ص: ۱۳ تا ۱۴۔

۲۔ مرجع سابق، ص: ۱۴۔

۳۔ مرجع سابق، ص: ۱۴۔ باغی ہندوستان، ص: ۲۵۱۔

تھا اور پچھلے ایام میں چکلہ دار اور باغیوں کا سر غنہ رہا ہے۔۔۔۔۔

علامہ کی فائل مقدمہ میں موجود کاغذات کی فہرست میں نمبر (۶) پر مورخہ ۱۶ جون ۱۸۵۸ء کے اخبار کا ترجمہ، اور نمبر (۹) پر فارسی کے اخبار کے اقتباسات کا ذکر، نواب رام پور کے نام خط میں مذکور علامہ کی اس بات کی تائید ہے کہ اخبار میں غیر محقق خبر کا چھپنا انکی گرفتاری کا باعث بنا۔ خیال رہے کہ ان کاغذات سمیت بہت سے دیگر کاغذات سرکاری طور پر اس فائل سے نکالے ہوئے ہیں۔^۲

سید معین الحق اپنی کتاب ”دی گریٹ ریوولوشن آف ۱۸۵۷ء“ کے صفحہ ۵۱۵ پر ”نینی تال بھیجی جانے والی فوجی مہموں“ کے عنوان کے تحت نقل کرتے ہیں: ۱۰ فروری کو فضل حق نے ساندہ کی جانب مارچ کیا تھا اور عنقریب ان تک پہنچنے والا تھا۔ اور اسی کے صفحہ ۵۱۶ پر ہے: جبکہ فضل حق کو ”المورہ“ سے ممکنہ حملے کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

اودھ کے چیف کمشنر کا سیکرٹری ہمیر پور کے کلکٹر کے نام ۸ دسمبر ۱۸۵۸ء کو اپنے سرکاری مراسلے میں لکھتا ہے: ”باغی ”بسوا“ میں جو لکھنؤ سے شمال مغرب میں پچاس میل کے فاصلے پر ہے، شکست کھا کر پانچ دسمبر کو گنگا فرار ہو گئے۔۔۔۔۔ انکی تعداد نو سو سوار، جن میں چار سو پوری طرح مسلح ہیں اور باقی سپاہیوں کے پاس اسلحہ کافی نہیں ہے۔ تین سو پیدل وغیرہ تھے۔ ان میں سے سو عورتیں، چھ ہاتھی، ایک توپ جس کا نام گروہ ہے۔ اس جماعت کے لیڈر فیروز شاہ شہزادہ دہلی، لکڑ شاہ، گلاب شاہ عرف پیر جی، محسن علی خان ساکن منٹوٹھس آباد فرخ آباد (جو خود کو یورپین ظاہر کرتا ہے) اور مولوی فضل حق سابق سرشتہ دار کمشنر دہلی جس کے بہت سے اعزہ اعلیٰ مناصب حکومت پر ہیں اور جس کا بھائی پٹیالہ میں راجہ ہری سنگھ کا ملازم ہے۔“^۳

۱. تحریک، ج: ۱۶، باغی ہندوستان، ج: ۲۵۵۔

۲. دیکھئے اصل فائل یا باغی ہندوستان، ج: ۲۵۰-۲۲۸۔

۳. فریڈم سٹرگل ان اتر پردیش، ج: ۲، ۵۱۳، ۵۱۰، ۸۱۰، بحوالہ فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون، ج: ۸۶، ۸۷۔

یہی سیکرٹری گیارہ دسمبر ۱۸۵۸ء کو گورنمنٹ آف انڈیا کے سیکرٹری کے نام اپنے ایک سرکاری مراسلے میں لکھتا ہے: ”مندرجہ ذیل لوگوں کے چلے جانے کے بعد حکومت کو قیام امن میں کافی سہولت ہو رہی ہے، فیروز شاہ لکڑ شاہ، مولوی فضل حق، جو ہماری حکومت کا دشمن جان ہے، حالانکہ حکومت نے اسے اور اسکے اعزہ کو اعلیٰ مناصب عطا کئے تھے“۔^۱

لکھنؤ چیف کورٹ میں غدر سے متعلق فائل میں ٹھیک اسی دور کے ایک حاکم کا مراسلہ ہے جس میں محمدی (ضلع لکھم پور کھیڑی) کے قرب و جوار میں مولانا فضل حق اور انکے رفقاء جہاد کی سرگرمیوں کے تجسس کی جو کوشش برطانوی حکام کر رہے تھے اس کا ذکر ہے اور لکھا ہے کہ: ”کچھ لوگ مولوی فضل حق کی صحیح خبر لانے کیلئے بھیجے گئے ہیں جو اپنے قلعین کے ساتھ شاہ آباد کی طرف روانہ ہوئے ہیں“۔^۲

”دی گریٹ ریوولیوشن“ اور ”فریڈم سٹرگل“ کے مذکورہ بالا اقتباسات کے مندرجات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو لشکر کی قیادت، کسی سپہ سالار کے زیر کمان ہونا، میدان جنگ میں چستی و سرگرمی، فیروز شاہ و دیگر مجاہد قائدین کی ہمراہی، محمدی میں سرگرمی جہاد جیسے نکات یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ تمام کوائف فضل حق شاہجہانپوری کے ہیں نہ کہ فضل حق خیر آبادی کے، جو حکومت کے دشمن جان ہونے اور اعزہ کے اعلیٰ مناصب پر فائز ہونے کی وجہ سے انکے مماثل تھے۔

معلوم ہوا کہ جن الزامات کے تحت علامہ گرفتار ہوئے تھے وہ ان سے بری تھے۔ عدالت نے یہ تو مان لیا کہ اودھ میں دو مشہور فضل حق ہیں مگر یہ دوسری بات نہ مانی کہ یہ تمام کارنامے ان میر فضل حق شاہجہانپوری کی جہادی سرگرمیوں کا ایک حصہ تھے، جو انگریزوں سے جہاد کرتے ہوئے جمنا کے پار بہت سے ان دیگر راہنماؤں کی طرح روپوش ہو گئے جنکے انجام سے تاریخ خاموش ہے۔

^۱ فریڈم سٹرگل ان اتر پردیش، ص: ۵۶۵ بحوالہ فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون، ص: ۸۷، ۸۸

^۲ مرجع سابق، ص: ۵۱۸ بحوالہ مرجع سابق، ص: ۸۸

یونہی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یا تو عدالت اس فرق کی تحقیق میں ناکام رہی، یا یہ انگریزوں کی طرف سے تجاہل عارفانہ تھا، جو مسلمانوں کو جرم، بے جرم مار مکانے کے سلسلے کی ایک کڑی تھی۔

علامہ اپنی خودنوشت میں لکھتے ہیں: ”اس شرمناک رویے کا تنہا میں ہی شکار نہ تھا، بلکہ بہت سی مخلوق سے اس سے بڑھ چڑھ کر ناروا سلوک روا رکھا گیا۔ انہوں نے عہد و پیمان توڑ کر ہزاروں مخلوق خدا کو پھانسی، قتل، جلاوطنی، قید اور جہنم میں بلاتا خیر مبتلا کر دیا۔ وعدہ خلافی کر کے بیشمار نفسوں اور لاتعداد نفیس چیزوں کو تباہ کر ڈالا۔ اس طرح خون ناحق شمار سے آگے بڑھ گیا۔ سینکڑوں اور ہزاروں سے گنتی نہیں ہو سکتی۔“ ۱

مزید لکھتے ہیں: ”مکرو تلبیس سے نصاریٰ نے جب مجھے قید کر لیا۔“ ۲
بہر حال علامہ فضل حق خیر آبادی نے ہر ممکنہ کوشش کی کہ وہ یہ بات ثابت کر سکیں کہ وہ ان الزامات سے بری ہیں اور بے جرم ظلم کا شکار ہونے کیلئے تیار نہیں ہیں۔
علامہ کا عدالت میں بیان:

”میں راجہ الور کے ہاں ملازم تھا اور بغاوت شروع ہونے کے زمانے میں اسی کے پاس تھا۔ راجہ بنے سنگھ کی وفات کے بعد ایک مہینے تک میں الور میں رہا۔ میں اگست ۱۸۵۷ء میں الور سے روانہ ہوا اور دہلی آیا وہاں میں پندرہ دن رہا اور پھر واپس الور چلا گیا۔ میں نے اپنے اہل و عیال کو یہاں الور میں چھوڑا اور دسمبر ۱۸۵۷ء میں خیر آباد کی راہ لی جب سے میں اپنے مکان پر مقیم ہوں، نہ میں نے کسی کی ملازمت کی، نہ باغیوں میں شامل ہوا۔ میر فتح حسین، محمد حسین اور احمد علی خان میرے گواہ ہیں، نبی بخش اور قادر بخش، امام علی، علی محمد اور مومو خان خیر آباد کے رہنے والے میرے چال چلن سے واقف ہیں۔ میں خیر آباد سے اس لیے نکلا تھا کیونکہ یہاں کے تمام باشندے بیگم (حضرت محل) کے ساتھ بھاگ گئے تھے میں یہاں سے نکل کر چند دن کھیری، ہرگاؤں، تنبول، سہور پور وغیرہ میں رہا۔ کچھ دن

۱ باغی ہندوستان، ص: ۷۵

۲ مرجع سابق، ص: ۷۷

ڈریہ میں بھی گزارے۔ ۲۶ دسمبر ۱۸۵۸ء کو میں نے کرنیل کلاک سے سببہا کے مقام پر ملاقات کی، اس سے پہلے میں بریگیڈیئر ٹروپ سے مل چکا تھا۔ بریگیڈیئر ہی نے مجھے کرنیل کے پاس بھیجا تھا۔ کرنیل کلاک نے ایک روبکار لکھی اور حکم دیا کہ اسے ڈپٹی کمشنر ضلع کی تحویل میں دے دیا جائے۔ میں ۳۰ دسمبر کو ڈپٹی کمشنر کے سامنے حاضر ہوا اور اپنے مکان ہی پر ٹھہرا رہا۔ ۳۰ جنوری ۱۸۵۹ء کو ڈپٹی کمشنر نے مجھے بلا بھیجا اور لکھنور واپس کر دیا۔

فضل حق ایک اور شخص کا نام ہے۔ مجھے اس کی جگہ گرفتار کر لیا گیا ہے۔ وہ آج کل (شہزادہ) فیروز شاہ (بن بہادر شاہ ظفر) کے ساتھ ہے۔ یہ (فضل حق) سابق میں آنولہ کا تحصیلدار تھا اور اس نے خان بہادر خان اور بیگم (حضرت محل) کی ملازمت بھی کی ہے۔ وہ ذات کا سید اور شاہجہان پور کا رہنے والا ہے۔“

5.14.2- فردِ جرم:

مقدمے کی ابتدائی سماعت کے بعد کپتان، ایف۔ اے۔ وی۔ تھربرن نے ۲۸ فروری ۱۸۵۹ء کو گواہان استغاثہ کے بیانات کی روشنی میں فردِ جرم مرتب کی، وہ گرفتاری کا باعث بننے والے الزامات سے مختلف تھی۔ علامہ اس میں ملوث دکھائی دیتے ہیں، مگر علامہ نے اس فردِ جرم کا انکار کر دیا۔ وہ فردِ جرم یہ تھی۔

(۱) ملازم مولوی فضل حق نے مئی ۱۸۵۸ء میں بوندی کے مقام پر باغی سرغنہ مٹو خان کے مشوروں میں نمایاں حصہ لیا۔ دوسرے لفظوں میں وہ خود باغیوں کا سردار تھا اور لوگوں کو بغاوت پر اکساتا رہا۔

(۲) ۲ مئی ۱۸۵۸ء میں بوندی کے مقام پر وہ لوگوں کو قتل پر اکساتا رہا۔ مثلاً سرغنہ مٹو خان کو ایک سرکاری ملازم عبدالحکیم کے قتل کا مشورہ دیا۔

تشریح:

فروری ۱۸۵۸ء میں باغیوں نے ایک سرکاری ملازم عبدالحکیم کو گرفتار کر لیا اور اسے بیگم اور مٹو خان کے پاس لے گئے، جو ان دنوں قلعہ بوندی کے اندر اور اسکے گرد و نواح

میں پڑاؤ ڈالے تھے۔ عبدالحکیم کے ساتھ ہی ایک اور شخص مرتضیٰ حسین بھی گرفتار ہوا تھا۔ جو اگرچہ سرکاری ملازم تو نہیں تھا لیکن چونکہ وہ انگریزوں کا خیر خواہ تھا، اسلئے باغیوں کی آنکھ میں کھٹکتا تھا۔ جب یہ دونوں شخص ممو خان کے سامنے پیش ہوئے تو ملزم نے جو وہاں موجود تھا قرآن کی آیتیں پڑھیں اور یہ رائے ظاہر کی کہ یہ دونوں موت کے سزاوار ہیں۔ شہادت سے ثابت ہے کہ فضل حق ملزم کا ممو خان پر بہت اثر تھا۔ یہ اسکے مشیر تھے، اور اس حیثیت سے باغی فوج میں گویا سرغنہ تھے۔ انہوں نے ممو خان پر اپنے اثر و رسوخ کو عبدالحکیم اور مرتضیٰ حسین کے خلاف استعمال کیا۔

اگرچہ ان دونوں نے بعد کو قید سے رہائی حاصل کر لی لیکن یہ فضل حق کے وہاں سے چلے جانے کے بعد ہوئی، یعنی جب باغی سرغنہ (ممو خان) نے انہیں مولوی احمد اللہ شاہ کی جائیداد ضبط کرنے کو بھیج دیا تھا۔“

○ تمام گواہان استغاثہ، گواہ صفائی احمد علی کے بیانات اور مقدمے کا فیصلہ ہو جانے کے فوراً بعد علامہ کی گورنر جنرل اور ۹ جنوری ۱۸۶۰ء کو وزیر ہند کے نام درخواستوں سے ثابت ہوتا ہے کہ علامہ بوندی گئے تھے۔

○ عبدالحکیم اور مرتضیٰ حسین شیعیان کی انگریز دوستی پر علامہ کی ان پر تنقید اور تنبیہ بھی درست واقعہ ہے بایں کہ علامہ نے اپنی خودنوشت میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے اور اندازِ جرح بھی دلالت کرتا ہے کہ یہ گفتگو علامہ ہی کی ہے، ملاحظہ کیجئے:

۱۔ علامہ لکھتے ہیں: ”حاکم نصرانی کے سامنے میری چغلی ایسے دو مرتد، جھگڑالو، تند خواہ افراد نے کھائی، سمجھو مجھ سے قرآن کی محکم آیت سلیں مجادلہ کرتے تھے، جس کا حکم یہ تھا

۱۔ دیکھئے ”باغی ہندوستان“ ص: ۲۵۲، اور تحریک، ص: ۱۵

۲۔ ”خدیج غدر“ کا مصنف غدار معین الدین لکھتا ہے انگریزوں نے امن و امان قائم کر کے جب عدالتیں کھولیں تو ”ہر شخص جسے کسی کے ساتھ دشمنی تھی، وہ اسکا نام بتا دیتا تھا۔ ہر طرف جھوٹے گواہ کھڑے ہو گئے۔“ حتیٰ کہ مصنف اسی صورتحال سے بچنے کیلئے حجاز کو فرار ہو گیا۔ (غدر کی صبح شام، ص: ۸۹)

۳۔ آیت یہ ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۚ بَغْضُتُمْ أَوْلِيَاءَ بَغْضِ ط وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ط إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ○ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے کے حاشیے کی ابتداء میں)

کہ نصاریٰ کا دوست بھی نصرانی ہے، وہ دونوں نصاریٰ کی مودت و محبت پر مصر تھے، انہوں نے مرتد ہو کر کفر کو ایمان سے بدل لیا تھا۔“ ۱

۲- جبکہ گواہ استغاثہ رام دیال کا کہنا ہے کہ ”جب عبدالحکیم اور مرتضیٰ حسین کو ممو خان اور مولوی فضل حق کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے (یعنی مولوی فضل حق نے) ان دونوں سے پوچھا کہ تم انگریزوں کی ملازمت کیوں کرتے ہو، عبدالحکیم نے جواب دیا کہ میں تو انکا ملازم ہوں اور انہی کے ساتھ رہتا ہوں۔ مرتضیٰ حسین نے مولوی فضل حق کو قرآن سے کوئی جواب دیا تھا۔۔۔۔۔ میرے سامنے کوئی فتویٰ نہیں دیا

گیا، میرے آنے سے پہلے شاید دیا گیا ہو۔“ ۲

۳- دوسرے استغاثہ مرتضیٰ حسین نے کہا: ”مولوی فضل حق نے مجھ سے پوچھا: کیا تم پڑھ سکتے ہو، میں نے ہاں میں جواب دیا۔ اس پر انہوں نے مجھ سے کہا کہ شرعی لحاظ سے تم مرتد ہو، مرتد کا قتل جائز ہے۔ انہوں نے مجھے مرتد اسلیے کہا، کیونکہ میں حکومت (انگریزی) کا ملازم تھا۔“ ۳

○ چنانچہ علامہ کی بوندی میں موجودگی، عبدالحکیم اور مرتضیٰ حسین سے مذکورہ بالا گفتگو اور انگریزوں سے انکی نفرت ثابت و محقق بات ہے، مگر عدالت یہ الزام ثابت نہیں کر سکی کہ علامہ ممو خان کے ملازم یا مشیر تھے اور انہوں نے بغاوت میں حصہ لیتے ہوئے، باغیوں کے سردار یا مشیر کی حیثیت سے عبدالحکیم وغیرہ کے قتل کا مشورہ دیا تھا۔ اسلئے کہ گواہان استغاثہ کے بیانات میں بہت تضاد تھا، بلکہ انکے بیانات تو بوندی میں علامہ کے عرصہ قیام پر بھی شدید تضاد رکھتے ہیں نیز عبدالحکیم کے علاوہ استغاثہ کے تمام گواہوں نے کسی قسم کے فتویٰ قتل سے بھی لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔

(سابقہ بقیہ حاشیہ) ترجمہ: اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور

تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بیشک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔ (المائدہ: ۵۱)

ایمانی ہندوستان، ص: ۷۳، ۷۵

۲: تحریک، ص: ۱۱

۳: تحریک، ص: ۱۱

۱- اسی لئے کپتان تھربرن کی تحریر کردہ فردِ جرم پر عدالت اودھ اپنے فیصلے میں لکھتی ہے: ”یہ بات مشکوک ہے کہ آیا ملزم کسی باقاعدہ عہدے پر فائز تھا، یا اس مجلس شوریٰ کی کوئی رسمی حیثیت بھی تھی یا نہیں۔“

۲- علامہ بھی اپنے بیان میں اس بات پر مصر ہیں کہ ”نہ میں نے کسی کی ملازمت کی، نہ باغیوں میں شامل ہوا۔“

○ توجہ انہوں نے اس عرصہ میں کسی کی ملازمت نہیں کی تو وہ نہ باغی ٹھہرے اور نہ ہی باغیوں کے سردار، اور چونکہ وہ ممو خان کے مشیر نہ تھے اسلئے انگریزوں کی دوستی کے دعویدار افراد کیلئے، انکا دیا ہوا فتویٰ جواز قتل بھی زمرہ بغاوت میں نہ آیا۔ تو بنا برائیں ان پر قائم ہونے والا مقدمہ بے بنیاد ٹھہرا۔

○ حقیقت بھی یہی ہے کہ فردِ جرم میں علامہ پر عائد کردہ الزامات غلط تھے اور مقدمہ بے بنیاد تھا۔ اب تک دستیاب ہونے والے تاریخی حقائق بھی اس حقیقت کی تصدیق ہیں اور فائل مقدمہ وغیرہ میں بھی جا بجا اسکی تائید ملتی ہے۔

۱- جیسے علامہ کا عدالتی بیان جو پیچھے گزر چکا ہے اس فردِ جرم کی تغلیط کرتا ہے، اس میں علامہ نے جہادِ آزادی میں محاذِ دہلی پر اپنی موجودگی سے متعلق جتنا کچھ کہا، تمام اصل مآخذ نے اسکی تصدیق کی اور علامہ کے بیان سے مماثلت و اتفاق کے باعث یہ مآخذ مزید مستند اور معتبر ہو گئے۔ دہلی سے متعلقہ بیان کے حرفِ حرف کی سچائی و حقانیت کا تقاضا ہے کہ علامہ کے بیان کے اس حصے کو بھی تسلیم کیا جائے۔ جس میں وہ کہتے ہیں:

”نہ میں نے کسی کی ملازمت کی، نہ باغیوں میں شامل ہوا۔۔۔۔۔ میں خیر آباد سے اسلئے نکلا تھا، کیونکہ یہاں کے تمام باشندے بیگم (حضرت محل) کے ساتھ بھاگ گئے تھے۔“

تحریر: ص ۱۶

۲ ملاحظہ کیجئے پچھلے صفحات میں علامہ کا جنگِ آزادی میں حصہ۔

۲۔ جیسا کہ وہ فیصلہ ہو جانے کے بعد اپنی اپیل میں بھی لکھتے ہیں: ”مئی ۱۸۵۸ء میں احمد اللہ کے ظلم و ستم سے جان بچانے کی خاطر بھاگ کر بوندی گیا۔ اسکے بعد مسیح الزمان نے مجھے پکڑ کر قید کر دیا، کیونکہ میں نے اسکے ساتھ بغاوت میں شریک ہونے سے انکار کر دیا تھا۔۔۔۔۔ خود بعض باغیوں نے مجھ پر ظلم توڑے تھے۔“ ۱

۳۔ ۹ جنوری ۱۸۶۰ء کو وزیر ہند کے نام انڈیمان سے اپیل بھیجی، اس میں بھی یہی ہے: ”مئی ۱۸۵۸ء تک خیر آباد میں رہا، وہاں سے ہمیں ایک شخص احمد اللہ شیخ کے تشدد مجرمانہ کی بدولت بھاگ کے بوندی جانا پڑا۔ وہاں ہماری جان خطرے میں تھی۔ بوندی میں دو شخص، عبدالحکیم اور مرتضیٰ حسین میرے خلاف ہو گئے۔ یہ دونوں شیعہ تھے۔ مجھے نقصان پہنچانے کی خاطر ان دونوں نے بیان دیا کہ انہوں نے سنا تھا کہ میں مموخان اور دوسرے باغیوں کے مشوروں میں شامل تھا، اور قتل کے جواز کے فتوے دیتا تھا۔ بات صرف اتنی ہے کہ جب ہم بھاگ کر بوندی آ رہے تھے تو ایک باغی سرغنہ مسیح الزمان نے ہمیں راستے میں گرفتار کر لیا۔ اس نے ہمارے ساتھ بہت سختی کا سلوک کیا اور ہمیں کھڑی میں نظر بند کر دیا۔ خوش قسمتی سے کھڑی کے باشندے مجھے جانتے تھے۔ ان لوگوں کے کہنے پر مسیح الزمان نے ہمیں رہا کر دیا۔ اس سے معلوم ہو گا کہ اگر کسی طرح کا میرا باغیوں سے تعلق پیدا ہوا بھی، تو میری مرضی کے خلاف تھا۔“ ۲

○ نواب احمد علی خان عرف مموخان کی نااہلیت بھی فردِ جرم کے غلط ہونے پر دلیل ہے۔ علامہ کی خود نوشت میں مموخان کے بارے میں رائے یہ دلالت کرتی ہے کہ علامہ، مموخان کے مشیر ہرگز نہ تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

۱۔ ”بیگم (حضرت محل) نے انتظام رعایا اور حصولِ خراج کیلئے شہروں اور قصبات و دیہات میں عامل بھیج دیے۔۔۔۔۔ لیکن یہ تمام امور ہمہ اور انکا اہتمام و انصرام ایسے ذلیل، غافل اور متحیر عامل کو سونپا گیا تھا جو کسی طرح اسکا اہل نہ تھا۔ وہ صحیح مشورے سے گریزاں اور

جہل سے ہم کنار تھا۔ آسان بات کو سخت دشوار اور دشوار کو آسان سمجھتا، وہ ذلیل احمق اور بزدل تھا۔ اس نے مکالمات اور مشاورت، مجالست اور مناومت کیلئے احمق، جاہل اور ذلیل طبقہ کو چن رکھا تھا۔ وہ نخوت و غرور کی بنا پر شریف سرداروں اور عقلمند راہنماؤں سے بچتا اور اپنے ہی اہل خاندان اور اعزہ میں سے جاہلوں اور احمقوں کو مصاحب و حاکم بناتا۔ چنانچہ اس نا تجربہ کار نے ان لشکروں پر کمین، ذلیل، بزدل اور رذیل لوگوں کو سردار بنادیا۔ وہ بڑے ہی لالچی تھے جو کچھ لشکریوں کو خوراک وغیرہ دی جاتی کھا جاتے۔ وہ بددیانت تھے۔۔۔۔۔ جب نصاریٰ اس مرصد (نواب گنج ضلع بارہ بنکی) کی طرف متوجہ ہوئے جو دارالسلطنت (لکھنؤ) سے جانب شمال آٹھ میل کے فاصلے پر واقع تھا، اور جس میں سوار، پیادے اور وہ رذیل و ذلیل قائد عظیم بھی تھا۔ تو وہ کمین قائدان کی آمد کی خبر سن کر ہی اپنے ذلیل سرداروں کے ساتھ بھاگ گیا۔ بہادر ہندوؤں کی تھوڑی سی تعداد اپنے گاؤں کے کھیا کے ساتھ مقابلے پر ڈٹ گئی۔ یہ سو سے زیادہ نہ تھے۔ دشمنوں کو فنا کے گھاٹ اتار کر خود بھی کٹ گئے۔ وہ فرار کی عار برداشت نہیں کر سکتے تھے، اور بھگوڑے قائد کی طرف سے کافی لشکر اور ساز و سامان کے ہوتے ہوئے بھی انہیں کوئی مدد نہیں پہنچ سکی تھی۔ نصاریٰ نے جب اس گاؤں کو جس میں وہ نامرد خائن عامل نگہداشت کیلئے موجود تھا، خالی اور ویران پایا تو اس پر قبضہ جما کر اپنا مضبوط و محفوظ قلعہ بنالیا۔“^۱

۲۔ ممو خان کی نااہلی ایک تاریخی حقیقت ہے۔ اسی لیے سید معین الحق نے اپنی کتاب میں ”ممو خان نے احمد اللہ شاہ کی مخالفت کی“ کا باقاعدہ عنوان بنایا ہے، اور اس میں لکھا ہے۔۔۔۔۔ ”لیکن ممو خان کی نااہلیت نے انتظامی مشینری کو بے اثر اور ناکام کر دیا۔ حضرت محل بے بس تھی۔ یہ اودھ کے انقلابیوں کی بد قسمتی تھی کہ انتظام و انصرام نااہل لوگوں کے ہاتھ میں تھا، جو اعلانیہ طور پر احمد اللہ شاہ کے دشمن تھے۔“^۲

ایمانی ہندوستان، ص: ۶۷۳ تا ۶۷۷۔

۲۔ The Great Revolution of 1857. P. 479, 480، الغرض دہلی اور لکھنؤ کے محاذوں پر شکست سے دوچار ہونے کے باوجود قیادت نااہلوں کے ہاتھ میں تھی اور انتشار پہلے سے کہیں زیادہ تھا۔

○ مذکورہ بالا مولوی احمد اللہ شاہ کا ذکر بھی اس فردِ جرم کی تغلیط کرتا ہے۔ اس لئے کہ

فردِ جرم کی تشریح میں لکھا ہے کہ عبدالحکیم اور مرتضیٰ حسین کورہائی ان دنوں میں ملی ”جب باغی سرغنہ مموخان نے مولوی فضل حق کو مولوی احمد اللہ شاہ کی جائیداد ضبط کرنے کو بھیج دیا تھا۔“

۱۔ مولوی احمد اللہ شاہ کی جائیداد ضبط کرنے کیلئے علامہ کا جانا یا انکا بھیجا جانا نہ صرف

یہ کہ ثابت نہیں ہے بلکہ ناممکن ہے اسلئے کہ عدالت بھی یہ بات مان چکی تھی کہ ”ملزم تو کبھی

صاحبِ سیف رہا ہی نہیں، بلکہ اسکی ہمیشہ صاحبِ رائے و مشورہ کی حیثیت سے شہرت رہی

ہے۔“ تو ضبطی جائیداد جیسی مہمات پر علامہ جیسا ساٹھ سالہ بوڑھا شخص کیسے جاسکتا ہے، اور

پھر اس مولوی احمد اللہ شاہ کی جائیداد کی ضبطی، جسکی تعریف میں علامہ یوں رقمطراز ہیں:

۲۔ ”اس موقع پر متسلط نصاریٰ سے قتال کیلئے دوسری طرف کا ایک عامل (احمد اللہ

شاہ مدراسی) اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے خیرات و مبرات اور سعادات و حسنات کا کافی ذخیرہ

اپنے اندر جمع کر لیا تھا۔ وہ بڑا ہی پاک طینت، صاف باطن، متقی، پرہیزگار، بہادر اور رسول

ملاحم اور نبی مراحم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمنام تھا۔ اس نے نصاریٰ کے لشکر پر حملہ کر کے پہلے ہی حملہ میں

شکست دیدی۔۔۔۔۔ ادھر اس نیک سرشت بہادر عامل سے ایک دیہاتی کافر زمیندار نے

بڑا داؤ کھیلا۔۔۔۔۔ تو اس زمین دار کی قسموں پر بھروسہ کر کے اس دیانتدار عامل نے اپنے

تھوڑے سے بہادروں کے ساتھ دشمن پر حملہ کر دیا۔۔۔۔۔ وہ خدا پرست عامل معرکہ میں گر

کر شہید ہوا، اور اسکی ساری جماعت نے بھی اسی کے نقش قدم پر چل کر جامِ شہادت نوش

کیا۔ ان سب ابرار و اخیار کی شہادت کے بعد۔۔۔۔۔“

۳۔ انہیں کے بارے میں غلام رسول مہر لکھتے ہیں: ”ایک روایت کے مطابق علامہ کا

لکھنؤ کی ملازمت ترک کرنا مولانا احمد اللہ شاہ سے بات چیت کا نتیجہ تھا۔“

۴۔ انگریز مصنفین کے حوالے سے پنڈت سند زلال لکھتے ہیں: ”لکھنؤ شہر کے اندر

انقلاب کا سب سے قابل رہنما مولوی احمد شاہ تھا۔“

ایمانی ہندوستان، ص: ۶۷، ۶۹

۱۸۵۷ء کے مجاہد از غلام رسول مہر، ص: ۲۰۲

۳ دیکھئے ”سن ستاون از پنڈت سند زلال، ص: ۱۹۰

الغرض یہ تمام دلائل اس حقیقت کا اثبات و اعلان ہیں کہ فردِ جرم میں علامہ پر لگائے جانے والے الزامات غلط ہیں، اور علامہ کا اس فردِ جرم سے انکار اور اسکی بنا پر سنائی جانے والی سزا کے خلاف دوبار اپیل کرنا، رہائی و نجات کی آس لگائے رکھنا، خود کو مظلوم و مبتلائے آزمائش گردانا اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض و التجا کرنا، نہ صرف درست تھا بلکہ انگریز کے ظلم و بربریت اور جھوٹ و مکر کے خلاف آخر وقت تک لڑنا اور اسکے غاصب و مکار ہونے پر مہر ثبت کرنا تھا۔

5.14.3- فیصلہ:

۴ مارچ ۱۸۵۹ء کو کمشنر خیر آباد و رجوڈیشنل کمشنر اودھ کی عدالت مشترکہ نے مقدمے کے جملہ کوائف، گواہوں کے بیانات اور پکتان تھریبرن کی تحریر کردہ فردِ جرم کی روشنی میں درج ذیل فیصلہ صادر کیا، اور اس میں علامہ کی محاذِ دہلی کی سرگرمیوں کا ذکر بھی شامل کر دیا، ملاحظہ کیجئے:

”مولوی فضل حق پر الزام یہ تھا:

○ الزام: بغاوت اور قتل پر انگیزت

تشریح: (۱) وہ ۱۸۵۷ء اور ۱۸۵۸ء کے دوران میں بغاوت کا سرغنہ رہا، اور دہلی اور اودھ اور دوسرے مقامات پر اس نے لوگوں کو بغاوت اور قتل کی ترغیب دی۔

تشریح: (۲) اس نے بوندی کے مقام پر مئی ۱۸۵۸ء میں باغیوں کے سرغنہ مٹو خان کی مجلس مشاورت میں نمایاں حصہ لیا۔

تشریح: (۳) اس نے بوندی کے مقام پر مئی ۱۸۵۸ء میں ایک سرکاری ملازم عبدالحکیم کو قتل کرنے کی ترغیب دی۔

○ ملزم نے جرم سے انکار کیا اور سماعت شروع ہوئی۔

عدالت کے سامنے ملزم مندرجہ ذیل امور میں مجرم ثابت ہوا۔

۱۔ بلکہ واجب اور سنت حضرت یوسف علیہ السلام ہے (سورہ یوسف: ۵۲، ۲۶) اور اپنی برائت ثابت نہ کرنا خود کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

(۱) ۱۸۵۷ء اور ۱۸۵۸ء میں اس نے لوگوں کو بغاوت پر اکسایا۔

(۲) ۱۸۵۸ء میں بوندی کے مقام پر اس نے باغیوں کے، جو وہاں پڑاؤ ڈالے جمع

تھے اور بالخصوص باغی سرغنہ مٹو خان کے مشوروں میں خاص سرگرمی دکھائی۔ ان ہی ایام میں اس نے ایسے فتوے دیے جن کا مقصد قتل کی ترغیب دینا تھا۔

۴ مارچ ۱۸۵۹ء کو اسے بطور شاہی قیدی حین حیات جس عبور دریائے شور اور

اس کی تمام جائیداد کی ضبطی کی سزا دی گئی۔

○ نقل فیصلہ:

ملزم کے مقدمہ کے دو پہلو ہیں۔ یہ تو معلوم ہی تھا کہ وہ ۱۸۵۸ء میں اودھ کے باغی سرغنوں کا خاص مشیر تھا لیکن اس کی گرفتاری کے بعد دہلی سے اس کے پرانے تعلقات کے باعث وہاں کے حکام سے بھی اس سے متعلق استصواب کیا گیا تو کمشنر دہلی نے اس کے جو حالات تحریر کیے، ان سے معلوم ہوا کہ ۱۸۵۷ء میں دہلی میں بھی اس کی سرگرمیاں بعینہ اسی قسم کی تھیں لیکن جہاں تک قیام دہلی کے زمانے میں اس کے چال چلن کا تعلق ہے، وہاں کے گواہ عدالت کے سامنے نہیں، نہ ملزم کو ان گواہوں پر جرح کرنے اور عائد کردہ الزامات کی جواب دہی کا موقع دیا گیا ہے البتہ جہاں تک اودھ کا تعلق ہے اگر یہ مقدمہ ثابت ہو جائے تو پھر ملزم کے عام چال چلن اور رویے کے لیے دہلی کی شہادت بھی تائیدی اور تو ثیقی حیثیت سے تسلیم کی جاسکتی ہے۔

○ اس پر الزام یہ لگائے گئے ہیں:

اول: پوری بغاوت کے دوران میں بالعموم لوگوں کا بھڑکانا اور

دوم: ۱۸۵۸ء میں بالخصوص اودھ میں بغاوت پر اکسانا۔

اس امر کی قوی شہادت موجود ہے کہ ایک موقع پر اس نے قتل کی شہہ دی، جو براہ

راست قتل کے مترادف تھی، لیکن چونکہ جن اشخاص کے قتل کی کوشش کی گئی تھی، وہ واقعی قتل

نہیں کیے گئے تھے، اس لیے عدالت نے ملزم کے خلاف یہ جرم تسلیم نہیں کیا، بلکہ اس بات کا

بھی یقین نہیں کہ انجام کار ملزم نے ان اشخاص کی رہائی کے لیے بھی اپنی رضامندی کا اظہار نہ کر دیا ہو۔

بہر حال عدالت کی نظر میں یہ ثابت ہے کہ اس موقع پر ملزم نے بلا ضرورت مستعدی دکھاتے ہوئے صراحت سے ایسا فتویٰ دیا، جس کا مقصد قتل کی ترغیب دینا تھا۔ اس نے قرآن کی آیات پڑھیں اور ان کے من مانے معنی کیے اور اصرار کیا کہ انگریزوں کے ملازم کافر اور مرتد ہیں، اور اس لیے شریعت کے نزدیک ان کی سزا قتل ہے، بلکہ اس نے باغی سردار سے یہاں تک کہا کہ اگر تم انہیں قتل نہیں کرتے تو خود خدا کی نظر میں مجرم ہو۔ ہم نے اس شبہ کا فائدہ ملزم کو دیا ہے کہ ممکن ہے اس نے اس خاص موقع پر جن خیالات کا اظہار کیا تھا، ان سے اس کا مقصد یہ ہو کہ یہ اشخاص انگریزی ملازمت ترک کر کے باغیوں کے ساتھ مل جائیں لیکن اس میں شک نہیں کہ ایسے معتقدات (فتوؤں) کا اصلی مقصد قتل کی ترغیب دینا ہے، جس کی متعدد مثالیں اس بغاوت کے دوران میں ملتی ہیں۔

دہلی میں بھی اس کا یہی کام تھا اور اودھ میں بھی اس نے اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ اس نے مقدمے کے دوران میں ایک موقع پر یہ صفائی پیش کی تھی کہ اودھ میں دو مشہور فضل حق ہیں۔ لیکن یہ بات صاف ہو گئی ہے کہ وہ دوسرا شخص سابق میں ضلع بریلی کا تحصیلدار تھا اور پچھلے ایام میں چکلا دار اور باغیوں کا سرغنہ رہا ہے۔ لیکن ملزم تو کبھی صاحب سیف رہا ہی نہیں، بلکہ اس کی ہمیشہ صاحب رائے و مشورہ کی حیثیت سے شہرت رہی ہے اور وہ بوندی کے مقام پر باغیوں کی مجلس شوریٰ (پریوی کونسل) کا اہم رکن تھا۔ یہ بات مشکوک ہے کہ آیا ملزم کسی باقاعدہ عہدے پر فائز تھا، یا اس مجلس شوریٰ کی کوئی رسمی حیثیت بھی تھی یا نہیں، لیکن اس سے متعلق تو کوئی شبہ نہیں اور یہ بات ان ایام میں خاص طور پر مشہور تھی کہ چند آدمی بیگم (حضرت محل) کے مشیران خاص ہیں۔ باغی فوج میں ان کی ”اربعة شوری“ کے نام سے شہرت تھی، بلکہ کبھی کبھی انہیں ”کچہری پارلیمنٹ“ کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا، اس شوریٰ میں ملزم بہت ممتاز تھا۔

یہ بات بھی قطعی شہادتوں سے ثابت ہو گئی ہے کہ ملزم سردار مٹو خان کا خاص معتمد علیہ تھا، اور وہ اکثر ان سے مشورہ کرتا رہتا تھا، جیسا کہ اس موقع پر بھی ہوا جب اس نے قتل کا فتویٰ دیا۔

یہ تو ظاہر ہے کہ ملزم بہت قابل آدمی ہے لیکن جس طرح اوپر بیان ہوا، اس نے بھیانک ہوس یا مذہبی تعصب کے باعث باغیوں سے اپنا رشتہ جوڑا اور ان کا مشیر بن گیا۔ وہ خطرناک ترین آدمی ہے جو کسی وقت بھی بے حد نقصان پہنچا سکتا ہے اور اس لیے انصاف اور امن عامہ کا یہ تقاضا ہے کہ اسے ملک بدر کر دیا جائے۔

وہ اودھ کا باشندہ ہے، اور ایک ایسے خاندان کا فرد ہے جو انگریزی حکومت کا ساختہ پرداختہ ہے۔ بلکہ ایک زمانے میں وہ خود بھی سرکاری ملازمت میں اچھے بڑے عہدے پر متمکن تھا لیکن گذشتہ کئی برس سے وہ انگریزی ملازمت ترک کر کے اودھ، رام پور، الور وغیرہ متعدد دیسی ریاستوں میں معقول عہدوں پر ممتاز رہا ہے۔ اس کی ہمیشہ بہت شہرت رہی ہے۔ جن گواہوں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا وہ بھی مولوی فضل حق کا نام اکثر سنتے آئے تھے۔ بغاوت شروع ہونے کے وقت وہ الور میں ملازم تھا۔ یہاں سے وہ دیدہ دانستہ دہلی آیا اور اس کے بعد وہ باغیوں اور بغاوت کے قدم بقدم چلتا رہا۔ ایسے شخص کو سخت ترین سزا ملنا چاہیے اور اسے خاص طور پر ہندوستان سے خارج کر دینا چاہیے۔

ملزم کے بڑھاپے اور سماج میں اس کی نمایاں حیثیت اور اودھ کا باشندہ ہونے اور اسکے سرکار انگریزی کا نہیں بلکہ گذشتہ کئی برس سے دیسی ریاستوں کا ملازم ہونے کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم مناسب خیال کرتے ہیں کہ اس سے عام قیدی کی جگہ سیاسی قیدی کا سا سلوک کیا جائے۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کی گرفتاری کے بعد انکی شہرت، دارالحکومت دہلی سے انکا تعلق اور دہلی میں انکی ممتاز حیثیت کے باعث جب کمشنر دہلی سے استصواب کیا گیا،

تو کمشنر دہلی نے جواباً علامہ کے حالات پر مشتمل ایک خط اور علامہ کی تحریر کردہ فارسی زبان میں ایک تحریر، ۲۶ فروری ۱۸۵۹ء کو دہلی سے ارسال کی۔ اس کے پہنچنے تک عدالت لکھنؤ کا رروائی مکمل کر کے فردِ جرم تحریر کر چکی تھی اور مقدمہ ۲۸ فروری کو اودھ منتقل ہو چکا تھا۔ چنانچہ ۴ مارچ ۱۸۵۹ء کو اودھ و خیر آباد کی مشترکہ عدالت نے جب فیصلہ صادر کیا تو انکی دہلی کی سرگرمیوں کا بھی حوالہ شامل کر لیا۔ مگر گواہ اور ثبوت نہ پیش کر سکی۔

علامہ اپنی خودنوشت میں لکھتے ہیں: ”مدعی اور منازع کے بغیر ان (علامہ) پر فیصلہ صادر کر دیا گیا۔“ ۲

کچھ ایسا ہی تبصرہ سید عاشور کاظمی نے، بہادر شاہ کے مقدمے میں انگریزوں کے طریق کار پر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں: ”اس مقدمے میں وہی قاتل، وہی شاہد، وہی منصف تھے۔“ ۳

بائیں ہمہ وجوہ علامہ کا خود کو مجرم نہ ماننا، فردِ جرم کے مندرجات سے انکار کرنا، صرف مئی ۱۸۵۸ء میں بمقام بوندی موخان کے مشیر ہونے کی حیثیت سے لگائے جانے والے الزامات سے انکار تھا نہ کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں اپنے حصے سے۔ اسلئے کہ جہاد آزادی ۱۸۵۷ء کے مرکز پر اپنی آمد اور موجودگی کا اعتراف و ذکر تو علامہ نے اپنے بیان میں خود کیا تھا۔ مگر یوں کہ وہ حقیقت پر بھی مٹی تھا اور گرفت کا باعث بھی نہ بن سکا۔ اسلئے کہ وہ ایک ماہر قانون دان علامہ فضل حق خیر آبادی کا بیان تھا۔

5.15- علامہ کا جرم

تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ علامہ میدان جنگ میں لڑنے والے صاحب سیف نہ تھے، اور جو الزامات ان پر لگائے گئے تھے۔ وہ ان سے بھی بری تھے۔ ویسے بھی وہ جرم کوئی اتنے بڑے نہ تھے کہ عدالت انکو بری کرنا تو کجا انکے ساتھ کوئی رعایت بھی نہیں کرنا چاہتی

۱۔ دیکھئے باغی ہندوستان، ص: ۲۴۹، پرفہرست کاغذات قائل مقدمہ۔

۲۔ باغی ہندوستان، ص: ۲۹

۳۔ ملاحظہ کیجئے ”غداروں کے خطوط“، ص: ۷۳، پرفہرست کاغذات قائل مقدمہ۔

تھی، بلکہ اپنے فیصلے میں لکھا کہ ”۔۔۔۔۔ وہ خطرناک ترین آدمی ہے جو کسی وقت بھی بے حد نقصان پہنچا سکتا ہے اور اسلئے انصاف اور امن عامہ کا یہ تقاضا ہے کہ اسے ملک بدر کر دیا جائے۔۔۔۔۔ ایسے شخص کو سخت ترین سزا ملنا چاہیے اور اسے خاص طور پر ہندوستان سے خارج کر دینا چاہیے۔“

تحقیق طلب بات یہ ہے کہ آخر وہ کونسا جرم تھا جو اتنا بڑا تھا کہ قابل معافی نہ تھا اور اسکا مرتکب خطرناک ترین آدمی ہے اور اسے سخت ترین سزا ملنی چاہیے۔ اسکا مختصر جواب تو عدالت کے فیصلے میں ہے۔

اور اسکی تفصیل علامہ کی خود نوشت اور قصائد عربیہ میں کچھ یوں ہے:

○ ”میں مسافرت و غربت، اضطراب و مصیبت کی زندگی بسر کر رہا تھا، اور میرا اشتیاق و رغبت اپنے گھر، اہل و عیال، پڑوسی اور احباب تک پہنچنے کیلئے بڑھ رہا تھا کہ امن و امان کا وہی پروان جسے قسموں سے مؤکد کیا گیا تھا، نظر پڑا۔ اس پر بھروسہ کر کے اپنے اہل و وطن میں پہنچ گیا۔“

○ ہمارے ساتھیوں میں دوسرے روپوش لوگ بھی واپس آگئے مگر نصاریٰ نے صرف مجھی کو قید میں ڈال دیا۔

○ جن کو پکڑ لیا انکو قتل و ہلاک کیا حالانکہ جو جرم ان پر لگائے گئے تھے ان سے وہ بری تھے۔

○ ”اس شرمناک رویے کا تنہا میں ہی شکار نہ بنا تھا، بلکہ بہت سی مخلوق سے اس سے بڑھ چڑھ کر ناروا سلوک روارکھا گیا تھا، انہوں نے عہد و پیمان (ملکہ کا اعلان معافی) توڑ کر

۱۶: تحریر، ص ۱۶

۲: مرجع سابق، ص ۱۶، ۱۷۔

۳: ملکہ و کٹوریہ کا اعلان معافی۔

۴: باغی ہندوستان، ص ۷۳۔

۵: دیکھئے باغی ہندوستان، ص ۱۱۱، ۱۱۲، پر قصائد فقہ الہند میں ہے قصیدہ دالیہ، شعر نمبر: ۴۰۔

۶: باغی ہندوستان، ص ۹۷، قصیدہ ہمزئیہ، شعر نمبر: ۱۰۱۔

ہزاروں مخلوق خدا کو پھانسی، قتل، جلاوطنی، قید اور جہنم میں بلاتا خیر مبتلا کر دیا۔ وعدہ خلافی کر کے بیشتر نفسوں اور لاتعداد نفس چیزوں کو تباہ کر ڈالا۔ اس طرح خون ناحق شمار سے آگے بڑھ گیا۔ سینکڑوں اور ہزاروں سے گنتی نہیں ہو سکتی۔^۱

○ جب میں قیدی بن کر بھی انکا اطاعت گزار نہ بنا تو انکی طرف سے رنج و تکلیف میں اور بھی زیادتی کر دی گئی۔^۲

○ مجھے تکلیف پہنچانے کیلئے نصاریٰ نے ایسے زندیقوں کو آمادہ کیا جو انکے مقرب ہیں اور وہ بھی جن سے انکے الحاد کی وجہ سے محبت کرتے ہیں۔^۳

○ وہ غصے میں آپے سے باہر ہو گئے اور میری اذیت رسانی میں ہر ممکن جدوجہد سے کام لیا، پوری پوری دشمنی برتی، اور بغض و کینہ کا کھلا مظاہرہ کیا۔^۴

○ اسکا (علامہ کا) قصور صرف ایمان اور اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنا اور علمائے اعلام میں شمار ہونا ہے۔ اس سے ان ظالموں کا مقصد نشان درس و تدریس کو مٹانا اور علم کے جھنڈے کو نیچے گرانے ہے۔ وہ صفحات قرطاس سے بھی نام و نشان مٹانا چاہتے ہیں۔^۵

○ میرا معاملہ ایسے ظالم و حاکم کے سپرد کر دیا جو مظلوم پر رحم کرنا ہی نہ جانتا تھا، اور میری چغلی ایسے دو مرتد، جھگڑالو، تندخو افراد نے کھائی جو مجھ سے قرآن کی محکم آیت میں مجادلہ کرتے تھے۔ جسکا حکم تھا کہ نصاریٰ کا دوست بھی نصرانی ہے۔ وہ دونوں نصاریٰ کی مودت و محبت پر مصر تھے انہوں نے مرتد ہو کر کفر کو ایمان سے بدل لیا تھا۔^۶

○ میں نے اسکے سوا کوئی گناہ نہیں کیا کہ ان سے کسی قسم کی محبت و دلچسپی نہیں رکھی۔^۷

۱۔ باغی ہندوستان، ص: ۷۵

۲۔ باغی ہندوستان، ص: ۸۷، قصیدہ ہمزہ، شعر نمبر: ۱۵

۳۔ باغی ہندوستان، ص: ۱۱۳، قصیدہ دالیہ، شعر نمبر: ۶۳

۴۔ باغی ہندوستان، ص: ۱۱۵، قصیدہ دالیہ، شعر نمبر: ۶۳

۵۔ باغی ہندوستان، ص: ۲۹

۶۔ باغی ہندوستان، ص: ۷۴، ۷۵۔

۷۔ باغی ہندوستان، ص: ۹۷، قصیدہ ہمزہ، شعر نمبر: ۱۰۹

16

3

4

6

11

٤٠

10

5.16- حقائق بیانی شعراء کی زبانی:

فضل حق کا نام ہے اک مستقل کردار حق
کس قدر دو ٹوک تھا اور کس قدر تھا واشگاف
ہند میں ہوتا علم اونچا نہ سرانگریز کا
فضل حق کی داستان میں ہے وہ جزو داستان
(مذاق العیشی فیروز پوری)

وہ شہید جنگ آزادی علمبردار حق
اسکا اعلان جہاد عام باطل کے خلاف
کاش! کچھ عالم نہ دیتے ساتھ اگر انگریز کا
وہ مجاہد وہ سپہ سالار حق وہ بخت خان

اس نے پیدا کی تھی آزادی کی ہر دل میں لگن
جامع دہلی کو گرماتا رہا جس کا سخن
گو بختا ہے آج تک یہ نعرہ باطل شکن
تھا کتاب حریت کا بے گماں پہلا ورق
(امیر البیان سہروردی)

سامراجی طاقتوں کا توڑ کر زور جنوں
وہ خطیب حریت، شعلہ نوا، جوش آفریں
اس نے سمجھایا ”نہیں ممکن نظیر مصطفیٰ“
مردِ حر، غازی، مجاہد، حق پرست و فضل حق

پاؤں کی ٹھوکر پر رکھ دی نوکری اچھی بھلی
چین سے بیٹھے کہاں اسکی طبیعت من چلی
شاعری غالب کی اسکی رائے سے پھولی پھولی
(سید عارف مجبور رضوی)

جب پڑی افتاد ملت پر، غیور قوم نے
کالا پانی میں بھی جاری محفلیں علمی رہیں
داد پاتے تھے سخن کی اس سے مومن اور منیر

باب 6

عکس و نمونہ جات

6.1 نقل استفتاء از اخبار النظم دہلی اردو

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ اب جو انگریز دہلی پر چڑھ آئے اور اہل اسلام کی جان و مال کا ارادہ رکھتے ہیں اس صورت میں اب شہر والوں پر جہاد فرض ہے یا نہیں اور اگر فرض ہے تو وہ فرض عین ہے یا نہیں اور لوگ جو اور شہروں اور بستیوں کے رہنے والے ہیں ان کو بھی جہاد چاہیے یا نہیں۔ بیان کرو اللہ تم کو جزائے خیر دے۔

جواب: در صورت مرقومہ فرض عین ہے اور پر تمام اس شہر کے لوگوں کے اور استطاعت ضرور ہے اس کی فرضیت کے واسطے، چنانچہ اب اس شہر والوں کو طاقت مقابلہ اور لڑائی کی ہے بسبب کثرت اجتماع افواج کے اور مہتیا اور موجود ہونے آلات حرب کے تو فرض عین ہونے میں کیا شک رہا۔ اور اطراف و حوالی کے لوگوں پر جو دور ہیں باوجود خبر کے فرض کفایہ ہے، ہاں اگر اس شہر کے لوگ باہر ہو جائیں مقابلے سے یا سستی کریں اور مقابلہ نہ کریں، تو اس صورت میں ان پر بھی فرض ہو جاوے گا اور اسی طرح اور اسی ترتیب سے سارے اہل زمین پر شرقاً اور غرباً فرض عین ہو گا اور جو عدوان بستیوں پر ہجوم اور قتل اور غارت کا ارادہ کریں تو اس بستی والوں پر بھی فرض ہو جائے گا بشرطیکہ ان کی طاقت کے۔

العبد المحجوب احقر نور جمال عفی عنہ

اس جواب کے نیچے حسب ذیل ۳۳ علماء کے دستخط ہیں:-

- | | | |
|---------------------|-------------------------------|---------------------|
| ۱- محمد نذیر حسین- | ۲- رحمت اللہ- | ۳- مفتی صدر الدین- |
| ۴- مفتی اکرام الدین | ۵- محمد میر خان (یا میر محمد) | ۶- عبد القادر- |
| معروف سید رحمت علی- | خان | |
| ۷- احمد سعید احمدی- | ۸- محمد ضیاء الدین- | ۹- محمد عبدالکریم- |
| ۱۰- سکندر علی- | ۱۱- محمد کریم اللہ | ۱۲- مولوی عبدالغنی- |
| ۱۳- محمد علی- | ۱۴- فرید الدین- | ۱۵- محمد سرفراز- |

- ۱۶- سید محبوب علی جعفری - ۱۷- محمد حامی الدین - ۱۸- سید احمد علی -
 ۱۹- الہی بخش - ۲۰- محمد انصار علی - ۲۱- مولوی سعید الدین -
 ۲۲- حفیظ اللہ خان - ۲۳- محمد نور الحق - ۲۴- حیدر علی -
 ۲۵- سیف الرحمن - ۲۶- اللہ الغنی و اتم الفقراء - ۲۷- سید عبدالحمید -
 ۲۸- محمد ہاشم - ۲۹- محمد امداد علی - ۳۰- محمد مصطفیٰ خان ولد حیدر شاہ نقشبندی -
 ۳۱- سراج العلماء ضیاء الفقہاء مفتی عدالت عالیہ محمد رحمت علی صاحب -

- ۳۲- سید محمد (یا حافظ کو مربع لکھ کر بیچ میں نام لکھا ہے) -
 ۳۳- خادم شرع شریف رسول الثقلین قاضی القضاۃ محمد علی حسینی -

6.2 رام پور کے نواب یوسف علی خاں کے نام خط -

جناب عالی جناب نواب صاحب خداوند نعمت، فیاض زمان، ملاف و معاذ علمائے
 دوراں دام اقبالہ -

بعز عرض می رساند کہ پیش ازیں دو تا عریضہ عقیدت مشتمل بر ابتلائے خویش
 ارسال عالی جناب کردہ ام، بنظر اشرف گذشتہ کاشف فحای مندرجہ شدہ باشد، ذم رو بکاری
 ایں جا واضح شد کہ ذری را بعلمت نوکری خان بہادر خان و نظامت پبلی بھیت و چکلہ داری
 محمدی و افسری لشکر باغی ماخوذ کردہ اند، حال آنکہ فدوی ازیں ہر سہ امر محض بری است و منشاء
 مواخذہ است کہ شخصے میر فضل حق نام از سادات شاہجہان پور کہ قبل ازیں در سرکار ابد قرار
 بندگان عالی ملازم ماندہ بسر رشتہ داری پبلی بھیت مامور شدہ، و زمانے تحصیلدار آ نولہ پبلی
 بھیت ماندہ بود، دور ابتلائے غدر از طرف خان بہادر خان ناظم پبلی بھیت گردید و بعد فتح
 بریلی در ملک اودہ رسیدہ از طرف خان علی خان چکلہ دار محمدی شدہ - پس از زمانے بافسری
 کدای لشکر باغی ہمراہ فیروز شاہ آں طرف جمن فرار کرد - عزیزان اودہ سرکار کمپنی بچہد ہائے

جلیلہ مامور اند۔ چنانچہ برادرِ حقیقی اومولوی مبین ڈپٹی کلکٹر سہارن پور بود۔
 مہتمانِ اخبار خانہ خراب ناواقف ازین تفصیل کہ او شخصے دیگر است و فدوی از
 شیوخ خیر آباد شخصے دیگر، در اخبار نامہا حال نظامت پبلی بھیت و محمدی و افسری لشکر و فرار او
 با فیروز شاہ آن طرف جمن نوشتہ بعض علامات فدوی افزو دند کہ برادرِ حقیقی او در سرکارِ مہاراجہ
 پٹیالہ نوکر و برادرِ دیگرش در سہارن پور ڈپٹی کلکٹر است، و امکانِ ایں جابہ اشتباہ ہماں مولوی
 فضل حق کہ ہمنام و در بعضے علامات شریکِ فدوی است، فدوی را محض بے جرم مقید کردہ اند۔
 لہذا عرض رسانست کہ اسمعیل خان رئیس مانا گڑھ دریں روز ہاوار و آن دیار اند،
 و از حال فدوی و مولوی فضل حق شاہجہان پوری مذکور بخوبی واقف۔ بایشاں ایما رود، تا ایشاں
 کیفیتِ تفصیلی مشارِ الیہ و حالِ عبورِ او دریائے جمن را ہمراہ فیروز شاہ و حالِ بے جرمی فدوی
 نوشتہ مع عرضی خود بنامِ ترب صاحب، کمان افسر بریلی متضمن درخواست ارسال کیفیت
 مذکور بذریعہ چٹھی خود محکمہ اسپیشل کمشنر لکھنؤ خدمتِ بہرب صاحب موصوف روانہ دارند و در
 کیفیتِ تغائرِ بسیار میانِ فدوی و فضل حق شاہجہان پوری ثابت سازند، و نوکر بنودنِ فدوی
 بسرکار کدای باغی و افسر بنودنِ فدوی بکرامی لشکر و ناظم نماندانِ فدوی بعلاقہ پبلی بھیت و
 محمدی، ایں جملہ امور واقعی اوست، بوجہ احسن ثبت کنند، تا صاحبِ موصوف عرضی و کیفیت
 مرسلہ ایشاں را بہرہ چٹھی خود دریں جا روانہ فرماید و بواسطہ آں چٹھی و کیفیتِ اشتباہ حکام
 ایں جارفع شود و نمک خوارِ قدیم رہائی یافتہ بدعائے ترقی و جاہ (مشغول) گردد۔ از پرورش
 خاوندانہ و مواسات کریمانہ امیدوار است توجہ بسیار بحالِ زوال مبذول شود و بحالت ہرچہ
 تمامتر اثر اجابت مسئول ظاہر گردد، واجب بود، عرض نمود۔

آفتاب ترقی جاہ و جلال، ہموارہ تاباں باد

ترقی خواہ

عرضی مہر (فضل حق ۱۲۲۳)

نمک خوارِ قدیم

۱۸ فروری

ایہاں عبارت کچھ گنجلک ہے۔

6.3 تضمین حرمیں خیر آبادی

برنعت حضرت رضا بریلوی

وصفت زبشر ہم ناممکن ہستی مدوح خدا جانا
من یا ہے پچازکرت تسدن تو ہے پرکھن ہارے کیا جانا
کہتی ہے یہی چشم باطن، میں نے تو تجھے یکتا جانا
لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا

جگ راج کا تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

رحم اے شافع روز جزا، شد غرقہ بحر گنہ دل ما
من کو ان لوگ کا روگ لگا جن چاہے نہ آپ ملیں نہ خدا
کرتا ہوں یہی دن رات دعا اے ساقی، چشمہ کوثر آ
الموج علا والبحر طغی من بیکس و طوفان ہوٹل ربا

منبر ہار میں ہوں بگڑی ہے ہوا، موری تیا پار لگا جانا

من تیرہ نصیب سیاہ عمل، دارم ہمہ عقدہ لائیل
نہ تو کام کی آس نہ کام کا بل، مورے چت کو دھیر نہیں ایک پل
اب تو چاہے تو مجھے کل، تر ہو سوکھی ہوئی یہ کشت عمل
لک بدر فی الوجہ الاجمل، خط ہالہ مہ زلف ابرا جل

تورے چندن چندر پرو کنڈل، رحمت کی بھرن برسا جانا

اعلامہ فضل حق خیر آبادی کی صاحبزادی بی بی سعید النساء کا تخلص ہے۔

تاچند کشم بہ فراق تو غم، تاکے خوردنوش سرشک الم
 مہراج کاراج بڑھے جم جم، سدھ کا ہے بساردئی پتیم،
 میں تشنہ شوق ہوں تیری قسم، تپ ہجر سے اب لبوں پہ ہے دم
 انانی عطش و سخاک اتم، اے گیسوئے پاک اے ابر کرم
 برسن ہارے رم جھم رم جھم، دو بوند ادھر بھی گرا جانا

بگذشت بہ لہو و لعب طفلی، ایام شباب بہ ہجر نبی
 اب تیرے نیت کی لاگ لگی، پاتھ پر ان نکس جائی
 جز تیرے نہیں دنیا میں کوئی، جو روز دہاں جائے قطعی،
 یا شمس نظرت الی لیلیٰ چو بہ طیبہ رسی عرضے بگنی،
 تو رے جوت کی جھل جھل جگ میں رچی، مری شب نے نہ دن ہونا جانا

از گردش بخت و جفائے فلک، ہستم درامن و اماں اینک
 اب جات رہی جیرا کی کسک، نہ وہ ٹیس نہ پیر نہ دکھ نہ تپک
 لیکن یہ مزا ہے، اسی درتک، اسمیں نہیں شک اسمیں نہیں شک
 یا قافلتی زیدی اجلک رحے بر حسرت تشنہ لبک
 مورا جیرا رے درک درک، طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

یا شاہ خبر گیر امت زارم بارست غم فرقت
 طجائے دی تو ری کارن مت مورے سیس سورا ہے پیل کوست
 حسرت ہے اگر تو یہی حسرت، کہ وہیں بھول جائے مجھے قسمت
 واپا سو یعات ذہبت آں عہد حضور بار گہت
 جب یاد آوت موہے کرنہ پرت، درد اوہ مدینے کا جانا

چہ کنم شکر کرم تو دا ، نہ دہن دارم نہ زباں بخدا
 داتا تو راج بڑھاوے سوا، حرماں کی بھی تسدن ہے، یہ دعا
 ملنے میں جو مجھ کو ملا ہے مزا، واللہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا
 الروح فداک فزد خرقا، یک شعلہ دگر : زن عشقا

موراتن من دھن سب پھونک دیا، یہ جان بھی پیارے جلا جانا



Marfat.com

[illegible]

علامہ کے شستہ رسم الخط کا عکس

یہاں لاوردو الکتاب لبطوع الذی جاوہ طبع مولانا المتوعد الذی
 نظیر السدوک فی سیرہ اث بشیاء العظم الحاج الملک
 الشافعی ثمود فی النیقین المشرقة انوار فی القسین السیہ سعادتہ
 علی السعیدین الزاہدہ محاسنہ علی القرن الحاکمہ ہوا بہ عین
 شرف الطرق ندی القین مالک الزیاستین طوق البدین عجم الزا
 ساحت یل الفی علی وی البرین القرن الذی لا یقارنہ فی العظمہ
 والجلالہ والقرین عریض الجاہ طویل النجاد بعد الخور طلاع النجاد نجد
 سار صفتہ فی الاعوار والاحاد معیت النجد بالاعانہ والاحاد اصوب
 الملوک رایا اعلامہ رایتہ او نامہ خود اقصایہ غایتہ الرحمہ جدا
 اسدہم جدا اظہرہم جدا اعلامہم حیا امرہم جدا اوضاہم و ساما
 باہضاہم حساما اظہرہم زرعنا ریحہم ذرعنا کریمہم اصلا وفسدا اجم
 سعادہم ریحنا ہوا حسدا واطم والقہم اوائنم والدمہم اوائم
 والطراد اعسم کلا فالدمہم کالج والبحر ماع والقرہم خیر و ملا و
 الطیر لا بدوم اظہلا لا مسہور اصبحت مسہور الا صلبت یمن
 الشمال یمن الکمال مشاع المال مقسم الجمال طابہم الافضال محجب
 الجلال بادتی السواد حاضر الخود بحر القسم بر القسم ملک الزمان

ما سطر الامان سلطان العادل المجازي الملقى بالاعداد في
 المجازي المجلس عن المماثل والموازي المنصور في المعاري
 والمجازي سلطان الزين الوانظر مع الدين عازي الدين
 حيدر بن العازي لارال ملكه المعجور بحاميه ورعائه محروس الثغور
 ووجه الاماني والامال بفيض جوده شبيهه باسمه المعور والاحت
 الاقطار الاوديه مقطوره نديه لتجانب نوايله الاذنيه وما اظلت
 السلاو مامويه بحسن امدائه وادوار الامصار متمتعين بن ماويه
 وادائه امين احلف الحسن في وصف فضله المنفق عليه و
 الثمار على فضل مولفه الامام المحلف له من قابل ايه صفوا شمو
 و من واصف ايه الزلال المشهور ومحل ايه رعه الحل او
 ناز السمار في الحل المحل وطلع ايه الارسي المشور وبيدع ايه
 الوشي المشور ومن راع ايه الدر الثور ومن موقن ايه البحر
 الاثور ومن معدا ايه وان كان سحر افه حلال ومن مشد
 كساب كوشى الروض خطت سطره يد ابن بلال عن فم ابن
 ملاك فضل ابن ابن الهدان بن ذلك الكمال وانه القص من
 الهدان واين للبيد الهدان في ما ايدع في بيانه من مدح المعاري

واين لابن بر و مل و لك طه و الهامى و قد تحب و مل النسيان على
 سبحان ما جبر مولانا البحر من انحر الصنعا في نظام مولانا البحر ما رعتو و
 النحر و ساره من رذر البحر و سانه ارق من سحر و لعه النحر و ما صنف
 من ما نفعه مولانا البحر من الكتاب الاسبق النحر الذي و نه
 نج البحر خط كالوشى بحر و لطائف معارف في الطف لعمرو و عمار و ارق
 من العبر و اعلم من العبر يبر نحوى كلنا مذنبه كلى شيما مذهب
 كل معنى و دقيق في مدح عين حليل و شر رقيق في وصف رة مل
 و احار و حله طرفة حاكمه عن ملكات ملكه شرفه زاكمه و قران
 بمصنوعة مرتحلة في وائل مضاعفة متبدله و بيان كالروض الجود
 او كالقود في بحر الجود في خضرة الكرم و الجود اللتى على ماوى الجود
 و حديث ريس سلسل كالعين سلسل في مدح المجد القديم
 الموشى و اجودا ما شيد في اجود صناديد و تارايض
 على اسود الالو الذى كثر سواد العافين لسواد منصره لا بل من
 السواد و فخر من التبر السكب في حديره السكوك و الثناء على محمد
 المورث و المكسوت و قصا مدطانه في مناقب ذلك الخشب
 المعصود و قوافي في النحر السيط و المدينى حكامات برك
 البحر السيط فيضه الممدود و قران في البحر الكامل و الواو
 شكر عطاءه الكامل الموفور و مفاطيع في وصف سيف

المقام المشهور وسعة الذائع المشهور وبين المظروف
 في صفه الالوان واشرف المحفوظين بالعلل والشراف
 وفرايد ايجي من ذر الفضا حير في اوصاف العرف والظواهر
 وعرايب طمع في رغائب منح ولال شيرة في معال شيرة و
 خراشيت نظم في درجات عظمة وعقود حمان وقلام عصيان
 في مداح مساح الانسان وجواهر عالية الشمس استخرجت من
 سعدن اليمن في توطيد سلطان الزين فكان بالظلم مولانا
 في يدك من بعض شاره وما جادت به فكرته الوقاوة في لولظه
 ليس من اساره فخرس الدذوات مولانا العرف العرف
 في النخل الرخيد الوريف بحجرة الملك الزوف العطف
 مر تويا تملك المناهل السببه لا بد ابلك العتبه السببه
 هذا المملوك منذ عاين في معاناه الاين واهم اسفر على من
 المليون شغل عن الاف والتدريس بالاسماء
 والعزس ترو وعرسا تسرقها وتغريها وهذا مهيد عند
 غمر مولانا على عشرة واما السون فالاولا ارة يدس جود ولا
 الحزن بعد المعد سلو ولكن اللقار من فصل الدذات

عزیز میرجو لارال مولانا قبلہ الامین امین مجسّدین
الامین والہ البیاضین واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

والسلام

نور المصطفیٰ الدیوبی صاحب المدینۃ العلم
العلمیۃ دارالعلوم الدیوبیہ
ذات شرف و کرامت
مدیر المدینۃ العلمیۃ

شستہ سے بتدریج شکستہ رسم الخط میں تبدیلی کا عکس

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حاجہ ادا صلیا

حسن اللہ مولانا و دو قانو و اسکا سنا در قانو و بارک فی عرشہ
و شمعنا بوصولہ و لقاءہ و سلمہ فی ارفع عیش و امتناہ و کریمہ بارخ قدر
و اسناہ و اعدہ لہ فی معادہ ما یشر بہ صالحی عبادہ من عبادتہ
و ابدہ لہ دامتہ و نصرتہ و انتصر من عبادتہ و شکر حبیہ ذمیرا
حی اذمار اسمہ السنیہ و حاکما و حسن رعیتہ مہمونا مولانا
من مخالب الخلیفۃ الخلیفہ و حاکما و اطلہ بطلہ الوارف
و اطلہ ما یوارف الذوارف آمین محمد الامین
والہ المہامین ص و یجل فان ازل ال نوال عالم تسخ
بوال و اجود وجود عالم السس یعود و اپنی اندی
ماہ اقبل نذار و اجدی اجدا ما کان با بدار
بار اجدا و اسوغ اسوغ اسوغ اسوغ اسوغ اسوغ
اسوغ اسوغ اسوغ اسوغ اسوغ اسوغ اسوغ اسوغ

من كلام في نحو كاريه نام ما لها من الاستقام والاحتكام
 لم يال جهدا في طرح رواياتهم واجتهد جدا في الارشاد والتبصير
 على اغواياتهم واتعان النظر لتبصير عماياتهم وتصحيح وتوضيح
 علمهم لا علام جهالاتهم ولم يصح عن صفائح صحاينهم الى ان
 على اضلائهم وكنى في نحو كاريه هم بلحاظ عنوان في كاريه هم والكم
 وقاريه هم بقلب وقاريه هم بر وقاريه هم بل باقاريه هم فاشي
 اخليا هم المترفين باشجان من الاشجان والافكار ولم يدرك ما هم
 الاكار سبيلا الى الاكار ولم يدع لبعض فعال مجال قال بل على
 كل غال او غل في الغل من ادغال اقترى اكل نقر مضرا وكل تكرير
 لا زال شتا قال الى الكاء داعيا بطل بقاءه لا صلاح منقاد
 المستبدعين وقصود مكاه لمحمد عينا واما ما اشكف عنه المولى الجليل
 من حل النزول النزيل فانما هو خال خال وخال خال بل كشن بال
 مخطي بسربال مبتلي بوبال غير ذي خطر وبال لا يتايل ان خطر
 بخاطر وبال فنان كبريت به مبال فانه انما ضيع عمره في مرث
 ومبال او تو غير وخال لا يؤسم فيه من العلم علامته وصار امره
 انه نطامه كحفظ قصصا مختلفة مختلفة في باب الامانة وهي اكاوب
 ديب حرمه شره

وظهر ما كان من الاخبار والافعال في المشايخ

موضوعه لا احادیث مرفوعه قد صعدنا صواعقنا بها
 وبتناظرها اودون غادون يردون كذبت وبردتها زابت
 وانه الهدى السهدون عليهم بانهم زناوتة وشهادات الائمة
 لاشك صادقة ومن نقص الكاذب الاسماء وبالاصل الاخبار
 لا يستعمل ان بعد من معشر العلماء اودون قسبيل الاخبار بل هو
 اودون حاله احسن ان يمر يوتق في سرد اليكبات التوهم امير
 ومن نازل نطق يفترى خربلات بعض قسبيل تطلعا
 بقلب على او قسبيل الخاطفين وحاشا ان يكون ذلك
 من العلوم والاعمال وغاية ان بعد من الهدى والمعارف
 وبالجملة فما حذر لم يك جدرا مان معترف به بحال فضلا عن ان
 بجواب او سوال فانه لا يعرف من الكتب الكلامية حقا
 بل لا يعلم نحو اوله صرفا وانما غاية ما يدعيه التمهيد في الفارسية
 وحقه ظهر فيها العاليس له فيها على التناو كزير فلا حواره حسن
 من خوارزم ولا حواره ايون من عوارم وما يتجه على ادعائه
 مع فرائض وعاء الخطه بعض اللغات العربية مع الفارسية في كونهات العجمية
 في غير بعض البصائر العامية القائمة انه ما برقى التصانعات العلمية

والذي اظهر واشهره واعلن اسمه واجهره انه قد جبل على اثاره
 الفسنة فاتهم بانارة الفطنة واختاروا بهدات كل خطب وواهبته
 فخطب باوحي واهيه وجا بكل شئته وذكر وصف بصفته ذكر
 واركب كل حياءه وذكر فوج في كل شئته ذكر فكاويناك كاد
 الا ان كاد الانكاو واه الف وفساوا فاستغنى بعد حوجه وسما الى العفو وارج
 بنعت ما فرق بين المرزورج واه الحيا طحا في الحياء وخلق خلقه
 بالقاء النوصا والاباد بين الابرار والابرار وفاز بالنوع غير النور بالتشوير بالتميز
 وبلاغرا بالاراز وويحي ان اركاب الصنع اشنع لاس
 بسنع اشنع والسعي في الالام والايام ليس من اعلام
 العلام والاعلام لكن اوليس هو لار عالم واريس بل ما هم
 الاماريس لاسم العلم وارس فاذا وجد من ترع عن العامه طقوه
 بان عفا وواحد لواليه بالانقياد واستشاروا لاجتهاد
 واحد واه فاسا عن الامام ولو كان اسكين لا يعرف بيار
 عن ريس ولاورا اعن امام واما ما اخبره ان من ما
 احدا من اهل البيت فله بغيره ما لم يسند على ان من
 ستمى في ذاك الخبر لسا طرته لا يمسس موضعا لسا فانه ما بين
 مداهن في العقاد واه من بين تان الناس بياوين ما هم
 وانه يحجب على الرعية بقتلهم والاقفا بانا بر في سمر

و حتى انه قد بلغ كونه في الدين فائرا ان اكره في نادى الرس
 بمحض جماعه كون القرآن متواترا و ادعى تواتر ايمان الى طائفة
 الى غير ذلك مما فيه من المثالب فراجع انه لم يرزق من العلم
 و لم يعلم ما في الكتب الالفاظ فلا يفقه الا قليلا و لا يجد الى
 فقه المعاني سبيلا و مع ذلك صارت اطرافه و بالادب
 فداوقه بلغت ما ارسل اليه المولى من الكتاب فلم يرجع
 بجواب و اما لقاى ذلك التزويل فاتفق مرتين اول مرات
 بحضرة الامير بسمل فاذا هو مصنف حين سرود الحسين لا يكاد يميز
 و من حين يمين برهمة دل يمين لا يطقى فادار يرفع طرفا و قد رخصه
 عند الاول و لو انه في نرسبه غالى حتى ان الالى استقبل ظله و يستحفة
 ليل يكلد ظله فهدا جسد و خراج و ذلك فجد و خراج فراج
 فانه انما خرج حقا لقصدا و حاجه لا لثورة فبرهنة و زبده و لما
 انبر سانه اليه بروحه انما سب و خراج و خراج و خراج
 ما يميزه بالمتفهم و ما يميزه بالمتفهم و ما يميزه بالمتفهم
 من العباد و ما يميزه من العباد و ما يميزه من العباد
 و ما يميزه من العباد و ما يميزه من العباد و ما يميزه من العباد

والله اعلم بالصواب

مجلسه اول

بسم الله الرحمن الرحيم

و ملج روح طوطی مع میرزا محمد علی قزوینی

فہمہ ابو یوسف بن اسماعیل

و من مانی مال بهیچ جوی المال او چنانچه شمس در غروب

ان ملازمین کے ہمسرا اور منشیہ اپنے مشیت و غم و ہمسرا

وید بحسب حسن یا بهم ومع ولب لم یغیر باطل

واعی دنیا و آخرت و اینک که در این کتاب است

نیزه عیسی و مختلف بحار از انما غیب و دوقا نام بر کو

ایہا قریب و الاغ سدا آہی و فراموشی ان کے اشیاء پر مر کھ جاتا ہے

کتاب آخر من المراسلہ الیہم علیہ السلام

ببرفضه محاسن و تشريفات شاه محمد در محل خود منظره و قریه او

من روى عنه جماعة من المشايخ
من روى عنه جماعة من المشايخ

نہ بدو و بدی و
شر و شنی کا فتنہ اور

سر: سید محمد علی قزوینی

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله الذي هدانا لهذا
الذي كنا لنهتدي لہ
ما كنا لنهتدي لہ
ما كنا لنهتدي لہ

6.7 ”بادشاہ اکبر شاہ ثانی کے نام درخواست“

عرضی رقم زدہ مولوی فضل حق صاحب

از طرف

رعایائے شہر درباب امتناع ٹیکس وغیرہ

حضرت جہاں پناہ، خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ، بعرض اقدس و اعلیٰ (می رساند) برائے جہاں آرائے اقدس روشن و مبرہن است کہ رعایائے ایں ملک چہ ہندو و چہ مسلمان بر خے ازاں با مزارعاں و کشاورزاں و اکثر روزگار پیشہ و بعض ازاں با تجار و اکثرے اہل حرفہ و بعض لاخراج دار و روزینہ دار و بعض در یوزہ گر بودہ اند و اکثرے از اہل اسلام و بعض ہندو اصل متوطن ایں جانیستند بلکہ ہمراہی حکام و سلاطین ترک او طان خود ہا (کردہ) دریں (جا) توطن گزیدہ اند تا وقتے کہ مملکت ہندوستان بقبضہ و تصرف سلاطین و راجگاں بود و وجہ معیشت سکان ایں دیار بیش گونہ تنگی نکرده بود کہ ہمگی وجوہ معاش کہ خدمات عمدہ وجہ روزگار سپاہ صرف بسکنہ ایں دیار اختصاص داشت ہر کس از سکنہ ہمیں ملک بقدر حوصلہ و فراخور لیاقت خود روزگارے در اہل مناصب یا در زمرہ سپاہ یا در پیشہ تجارت یا در حرفہ میداشت از زمانے کہ عملداری سرکار انگریزی در مملکت ہندوستان رسیدہ است بتدریج تنگی روزی و ضیق معاش رفتہ رفتہ الحال بخدے رسیدہ است کہ نوبت بجان و کار دباستخواں رسیدہ زیرادر سرکار انگریزی ہمگی وجوہ معاش مفقود و ابواب روزی مسدود شدہ اند بجز معدودے چند یعنی چند کس در عملہ عدالت دیوانی و کلکٹری و فوجداری و پرمٹ و تھانہ و تحصیل بمشاہرہ قلیل ملازم اند و پس از تبدیل دفاتر و تغیر طرز نوشت و خواند کچہری ہا چناں تخیل می گردد کہ در چندے ایں روزگار ہم نصیب ایں بے چارگان نہ خواہد ماند۔ ایں است حال تنگی معاش روزگار سکان ایں دیار و حال تجار ایں است کہ سرکار انگریزی ہمہ وجوہ تجارت خود اختیار نمودہ و ہمگی اجناس از قسم پارچہ و ریسمان و ظروف و اسپاں وغیرہ دو اب خود از ملک انگلستان وغیرہ بہم رسانیدہ،

در این ملک برائے فروش علی التواتر در ہر قریہ و بلدہ از بلاد این ملک می آرد و منفعتی برائے کسے از سکنہ این دیار نمی گزارد۔ در این جہت ہمہ تجار این دیار از پیشہ خود دست بردار شدند۔ و حال لاخراجیداران اینست کہ ہمہ لاخراجی باوجود این کہ در قوانین سنہ ۱۸۰۳ء و سنہ ۱۸۰۵ء سرکار انگریزی عہد و میثاق نوشتہ اند کہ ہر اراضی لاخراجی کہ پیش از غرہ جنوری سنہ ۱۸۰۱ء و غرہ جنوری ۱۸۰۳ء بقبض و تصرف لاخراجیدار خواہد بود، گو سندی باشند یا نہ یا واہب آں اختیار عطا داشتہ باشد باروز گاہے ضبطی نہ خواہد آمد الحال بلا ہیچک، تحقیقات و بلا تامل در ہر یک ضلع ضبط شدہ می شود حالا از وجہ معیشت لاخراجیداران بالمرہ مسدود شدہ است دروزے کہ یک قلم در ہمہ اضلاع موقوف شدہ است این وجہ معیشت ہم باقی نماندہ و حال مزارعان و کشاورزان اینست کہ براں ہا آں چنان جمع خراج مقرر شدہ است کہ دران حالتے و استطاعتے باقی نماندہ است، و حال بے استطاعتی و بے مقدوری آنہا خود از دفاتر کلکتری ظاہر و ہر گاہے کہ برائے این مکان این دیار وجہ معیشت باقی نہ ماند اہل حرفہ چہ کار برائے کدام کس تواند کہ بذریعہ آں برائے خود کسب معیشت نوانند نمود بہ گاہے کہ ہمگی خلایق از معیشت خود تنگ باشند بدریوزہ گر کدام کس تواند داد؟ این ہمہ حالات اجمالی تنگی معاش جملہ رعایائے ہندوستان است۔

و حال تنگی معاش رعایائے علاقہ شاہ جہاں آباد مجملًا اینست کہ در ابتداء عمل سرکار انگریزی پر گنہ ہوڈال و پلول و بیتن و نجف گڈہ و سا لکہ و فیروز آباد و ڈیگ و پوناہانہ و سا نگر و بجنور و سونی پت و گوہانہ و جر سٹہ و کھر کھودہ و روہتک و مہم و ہانسی و حصار و غیرہ پر گنات در جاگیر بودند و در سرکارات جاگیرداران این ہمہ پر گنات ہزار ہا کسان در ہر کار و در فوج و شاگرد پیشہ ملازم بودند و اکثر دیہات در و بست و اراضیات لاخراجی متصرفہ در معانی بودند، این ہمہ پر گنہ و دیہات و اراضیات بحیطہ ضبطی درآمدند و معیشت لکوک کسان بالمرہ موقوف شدہ حالا در تمام عالم روزگار ہیچو عنقا ناپید است و بیوہ ہا و بے چارگاں از مسدودی روزینہ و ضبطی املاک مدار بر سر برد اوقات خود ہا بر چرخہ زنی و ریسمان فروشی و آسیاساتی می داشتند بسبب این کہ

(نوائے ادب جولائی، ۱۹۶۴ء)

6.9: آئین کا انگریزی ترجمہ از مہدی حسین

Whereas to avoid disorder in the sections of administration of the military and civil departments it is absolutely necessary to form a constitution, and whereas to work out the constitution it is necessary first to appoint a Court the following regulations are hereby laid down:

(i) A court should be established and named Administration Court, that is a Court to administer military and civil affairs.

(ii) This Court should consist of ten members 6 military and 4 civil. Of the military members two should be selected from the infantry platoons, two from the cavalry and two from the artillery.

(iii) Out of these ten men, one should be appointed President (Sadr-i-Jalsa) and another Vice-President (Naib Sadr-i-Jalsa) by a unanimous majority of votes. In ever department there should be appointed secretaries according to need. The quorum for the court meeting should be five whereby work should be done satisfactorily.

(iv) At the time of the appointment of these ten men they should take an oath that they would do court work with honesty, sincerity, great industry and with deep thought and care, and that they will

not neglect even the slightest detail in matters administrative and that they would not covertly or overtly have resort to taking and seizing, or to partiality of any kind and in any manner or at the time of dealing with matters of administration in the Court. On the contrary they will always keep themselves engaged in and apply themselves attentively and diligently to executing the State matters whereby the State should obtain security and the people should enjoy peace and repose, and that they would not divulge any item of the Court work under consideration before its enforcement plainly or by allusion without the permission of the Court and Sahib Alam.

(v) Election of the Court members should be in this manner: by the majority of votes two men should be elected from the infantry platoon, two from the cavalry troops and two from the artillery; such men must possess a long record of service and must be clever and well-versed, able and intelligent. Should any person be highly clever, intelligent and learned and an adept in the administration of the Court work but lacking long service, this latter disqualification in that case will not obstruct the appointment of such a person.

And in the same way will be appointed four civil members.

(vi) After ten members have been appointed, if any member gave his vote before the full Court regarding any matter in such a manner as to be against honesty and sincerity or calculated as partial to any one, then that member will be removed from the Court by the definite majority of votes; and another person will be elected in his place according to regulation five.

All the items of administration to be considered should be first treated in the Court and after the approval of Sahib Alam the decision of the Court should be communicated to His Majesty (Huzur-i-Wala).

(vii) After the programme has been drawn by the majority of votes it will be submitted for approval to Sahib Alam Bahadur and the Court will remain under the control of the alluded Sahib Alam Bahadur. And no matter of administration whether military or civil will be executed without the sanction of the court and the approval of the Sahib Alam and without the information of the same being given to His Majesty(Huzur-i-Wala). In the event of a difference of opinions and after

being re-considered by the Court, the same matter -the difference still continuing-will be sent up through the Sahib Alam to His Majesty the Shadow of God(Huzur Zille Subhani). The order given thereupon by His Majesty(Huzur) will be final.

(viii) In the Court none, barring the Sahib Alam Bahadur and His Majesty the Shadow of God(Huzur Zille Subhani) who will be entitled to be present, no non-member will be present, nor will be join the meeting. When out of the specified number of the Court members, anyone for some valid and acceptable reason be unable to attend the court meeting, then the votes of the remaining members of the Court will be tantamount to the vote of the Court in full strength.

(ix) Should a member of the Court desire to express his opinion regarding any matter, he would first secure the consent of another member, then he may make the proposal of the same as a matter already agreed upon by two members.

(x) When an item is to be considered in the Court according to Regulation nine, then the proposer should first speak in the Court meeting. No one will interrupt his speech until he has

finished it. If a member of the Court has any objection to make regarding it, he should explain it and no one will interrupt him either, until he has finished speaking. Should a third man make a speech amending or adding or subtracting from the objection, and if the remaining members of the Court observe silence regarding it, then every member of the Court should write out his opinion separately. After consulting Regulation eight, decision will be arrived at by the majority.

(xi) Those who from every section of the military are elected according to Regulation two, should be appointed managers and administrators of that section. Under their control should work a committee of 4 men according to Regulation four, in that committee secretaries should be appointed according to need. And whichever proposal is formally put up in that committee by the majority of votes that proposal will be presented to the Court by those very officers of that Committee. It should be executed by the Court according to Regulation seven. The same process should be adopted in every military and civil section.

(xii) At any time according to the demand of the occasion right should be vested in the Court to make amendments by majority of votes in this constitution.

6.10 قصیدہ نونیہ در بیان جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء

جزیرہ انڈیمان میں قید فرنگ میں نظم کیے ہوئے اس قصیدہ میں علامہ فضل حق خیر آبادی نے جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے اسباب واقعات اور نتائج کا تفصیلی ذکر کیا، علامہ نے الشورہ الہندیہ کے اختتام پر اسکے تعارف میں لکھا کہ ”اس کے تین سو سے کچھ زیادہ اشعار ہو کر رہ گئے۔ اسکے اتمام کی نوبت نہیں آئی۔ مصائب و آلام کے ہجوم نے تکمیل کا موقع نہیں دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رہائی سے احسان فرمایا تو اس ذات کی مدح اس میں شامل کر کے ختم کروں گا جسے مکارم اخلاق سے پورا پورا حصہ ملا ہے۔ اس پر اور اس کی آل پر قیامت تک صلوٰۃ و سلام۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ التوفیق والاحقاق۔“

علامہ فضل حق خیر آبادی قضائے الہی سے جزیرہ انڈیمان میں ہی انتقال کر گئے اور یہ قصیدہ مکمل نہ ہو سکا۔ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں موجود علامہ کے مجموعہ کلام میں یہ قصیدہ بھی شامل ہے۔ اسکے دو سو پینتیس اشعار ہیں جو درج ذیل ہیں:-

۱۔ جنگِ آزادی پر علامہ کے دیگر دو قصائد ہمز یہ اور دالیہ کیلئے باغی ہندوستان ملاحظہ کیجئے۔

۲۔ باغی ہندوستان، ص: ۸۳، ۸۵۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حامداً ومصلياً

- ۱- مَانَا حَ أَوْرَقُ فِیْ أَوْزَاقِ أَشْجَانِ إِلَّا وَهَيْجَ أَشْجَانِیْ وَأَشْجَانِیْ
- ۲- وَمَا هَمِّیْ عَارِضُ إِلَّا وَعَارِضُهُ طَرْفِیْ فَقَابِلُ هَتَانَا بِهَتَانِ
- ۳- مَا افْتَرَبَرْقُ بَدَا إِلَّا وَمَثَلِ لِیْ بَرِیقُهُ ضَحْكَ بَسَامِ فَأُبْكَانِیْ
- ۴- إِنْ صَلَّصَ الرَّعْدُ فِی الْآفَاقِ جَاوِبُهُ حَنِینُ صَبَّ إِلَى الْأَحْبَابِ حَنَّانِ
- ۵- إِذَا سَحَابٌ هُمُومٌ صَبَّ صَابٌ بِهِ قَلْبِیْ هُمُومٌ بِهَا یَنْهَمُ جُسْمَانِیْ
- ۶- إِنْ جَادَ جَوْدٌ یَجْدُ عَیْبِیْ وَجَادَنِیْ الْهُوْیْ وَجَدْتُ بِنَفْسِیْ أَجَلَ تَوْقَانِیْ
- ۷- یُرِیْیَ الْغَمَامُ غُمُومًا وَالْهُوَاءُ هَوًیْ وَالْوَبْلُ کُلٌّ وَبَالٌ لِلشَّجِی الْعَانِیْ

۱- ناح: سجع، أورك: حَمَام، أوزاق: جمع ورق، وأشجان: جمع شجن وهو غصن ملتف مشتبك، أشجاني: الأول جمع شجن بمعنى هم و حزن والثاني فعل ماض من إشجاء بمعنى أحزنني -

۲- همي: انصب وصال، عارض: سحاب مطل و معترض في الأفق، عارضه: باراه و قابله، طرفي: عيني، هتانا: كثير القطر مبالغة هاتن -

۳- افتر برق: تَلَأَلَا، بدا: ظهر، مثال: صَوَّرَ: بريقه: ضوؤه وتلألؤه، بسام: كثير الابتسام -

۴- صلصل الرعد: صف صوته، الآفاق: جمع الأفق، الأحباب، جمع الحبيب، حنان: مشتاق -

۵- سحاب هموم: صبوب للمطر، صاب: انصب، صاب به: وقع، هموم: جمع هم وهو حزن، ينهم: يذوب، جسمان: جسم -

۶- جاد المطر: غزر، جود: مطر غزير، يجد: يكثر دمه، جادني الهوى: غلبني، أجل: سبب، توقاني: اشتياقي -

۷- الغمام: السحاب، غموماً: جمع غم، الوبل: المطر الشديد، الوبال: الشدة، للشجي: للحزين، العاني: المصاب بالمشقة -

- ۸- یَحِیْنُ حِیْنُ حِمَامِیْ بَلُّ أَحِیْنُ إِذَا
 ۹- إِذَا تَبَلَّلَ الْحَانَ الْبَلَابِلُ بَلُّ
 ۱۰- قَدْ عَبَّرْتُ عَبْرَاتِیْ عَنْ هَوَیْ وَ جَوَیْ
 ۱۱- وَ شَتُّ عَلَى بِشَائِیْ مُقْلَةٌ وَ كَفْتُ
 ۱۲- یَزِیْدُ كُلَّ زَمَانٍ مِنْ أَسَى زَمِنْ
 ۱۳- إِنْ بَتُّ لَيْلًا جَفَانِیْ طَوْلُهُ وَ سَنَیْ
 ۱۴- یَغْمُنِیْ اللَّیْلُ كَالْیَوْمِ الْمُغَمِّ بِمَا
 شَكَا حَمَامٌ أَدَى بَيْنَ عَلَى بَانَ
 بَلُّ الْبَلَابِلُ بَالِیْ بَلُّ وَ جُثْمَانِیْ
 وَ شَانَ تَذْرَافُ شَائِیْ فِی الْوَرَى شَائِیْ
 سَحَّاحَةٌ وَ كَفْتُ مَا شَانَهُ الشَّائِیْ
 كُلِّ یَكِلُ بِحُوبِ الْحُزْنِ حَزْنَانِ
 كَأَنَّ أَنْجُمَهُ نِیْطَتْ بِأَجْفَانِیْ
 یَحْكِیْ جَهَنَّمَ فِی حَرِّ وَ وَقْدَانِ

۸- یحین حین حمامی: یأتی وقت موتی، آحین: أهلك و أموت، حمام:

أورق (طائر)، بین: فرقة، بان: شجر معتدل القوام-

۹- تبلل: اختلط، ألحان: جمع لحن، البلابل: جمع البلبل (طائر)، بلبل: هيج و أوقع فی

الهم، بالی: قلبی و خاطری، جثمانی: جسمی و فی الأصل (جثمانی) مصحفا-

۱۰- شان: ضدزان، تذرأف: مصدر ذرف بمعنى سیلان، شائی: الأول عرق الذی تجرى

منه الدموع و الثانی منزلتی و مکانتی، الوری: الخلق-

۱۱- بشائی: بعرق الدمع، و كفت و كفا: أسالت الدمع، سحاحة: غزيرة الدمع، كفت:

استغنت، شانه: ضدزانه، الشائی: هو (الشائی) معناه مبغض مع عداوة و سوء خلق-

۱۲- زمن: مصاب بالزمانه و الزمانه معناه العاهة، كل: ضعيف، یكل: یَتَعَبُ، بحوب:

بهلاك و بوحشة، حزنان: حزين-

۱۳- جفانی: أعرض عنی، أجفانی: جمع جفن و المراد به عین، أنجم: جمع نجم، نیطت

شَدَّتْ وَ عُلَّقَتْ-

۱۴- یغمنی: یُحْزِنُنِیْ، المغم: ذی حرّ شدید، یحکی: یشابه، و قدان: هو (و قدان) أى

مصدر و قد بمعنى اشتعال النار-

- ۱۵- قَدْ أَسْخَنَ الْعَيْنَ فِي الظُّلْمَاءِ أَنْجُمُهَا
 ۱۶- قَدْ طَالَ لَيْلِي فَلَا يُزْجِي تَمَامَتُهُ
 ۱۷- وَصَدَّ عَنِّي تَبَاشِيرُ الصَّبَاحِ كَمَا
 ۱۸- كَأَنَّ كُلَّ زَمَانٍ لِلزَّمِينِ دَجِي
 ۱۹- يَوْمِي كَلِيلٍ دَجِي ذُو كَوَاكِبٍ أَوْ
 ۲۰- يَوْمُ الْجَوِّ لَهَبَانٍ ضَوْوَةٌ لَهَبٌ
 ۲۱- اخْضَرَّ لَيْلِي لِحْسِنِ أَحْمَرَ خَضِرٍ
 ۲۲- تَلْمَاحُ عَقْدِ الثَّرِيَّا فِيهِ يُذَكِّرُنِي
 كَأَنَّهُنَّ شَرَارِيْسَ دُخَانٍ
 كَأَنَّهُ مِنْ لِبَانَاتِي وَأَشْجَانِي
 صَدَّتْ تَبَاشِيرُ صَبَاحٍ بِلُقْيَانِي
 لَيْلٍ وَمَا صُبْحُهُ فِي عَدَّازِمَانٍ
 لَيْلِي كَيَوْمٍ مُغَمٍّ غَمٍّ سَخْنَانٍ
 وَلَيْلُهُ ظِلٌّ يَحْمُومٌ وَأُعْثَانٍ
 وَأَيُّضَ عَيْنِي وَدَمْعِي أَحْمَرَ (قَان)
 نِظَامٌ دَرٌّ يَحْلِي فَرْعَ فَيْنَانٍ

۱۵- أسخن: حر، شرار: واحدة شرارة وهو ما يتطاير من النار، دحان: دخان أي تبغ-

۱۶- لبانات: جمع لبانة وهي حاجة، أشجان: جمع شجن وهو حزن وهم-

۱۷- تبشير الصباح: أوائله، صباح: مبالغة صباح و صبيح وهو جميل، لقيان: لقاء مصدر لقي-

۱۸- الزمين: المصاب بالزمانه دجي: جمع دجية وهي ظلمة-

۱۹- دجي: مظلم، كواكب: جمع كوكب، مغم: ذي حر شديد، غم: اشتد حره، سخنان: حار-

۲۰- الجوى: العاشق، لهبان: شديد الحر، لهب: ماير تفع من النار كأنه لسان النار، يحموم: شديد الحرارة، أعثان: جمع عثن وهو دخان-

۲۱- اخضر ليلي: إسود، خضر: الخضرة من ألوان الناس السمرة، أحمر قان: شديد الحمرة، وقان في الأصل (قاني) وهو خطأ-

۲۲- تلماح: لمرح مصدر، الثريا: مجموعة كواكب يشبهون بهافي حسن النظام وتناسب الأفراد و تلازم المجتمعين حتى كأنهم لا يتفارقون، يحلى: يزين فرع: شعر المرأة، فينان: طويل الشعر-

- ۲۳- فَيَنَّا فَرْعٌ أَثِيثٌ فَنِّ مَيْسَمَةٍ
 ۲۴- إِذَا نَشِيتُ أَرِيحاً مِنْهُ أَوْ خَبَرًا
 ۲۵- نَشْوَانُ نَشْوَتِهِ نَشْوٌ وَرَيْقَتُهُ
 ۲۶- نَشْوَانُ مَنْ ذَاقَ خَمَرَ الرِّيقِ مِنْهُ فَلَا
 ۲۷- هِجْرَانُهُ سَكْرَةٌ لَقِيَانُهُ سَكْرٌ
 ۲۸- يَبِيتُ فِي سِنَةٍ عَنْ كِلْفِهِ الدَّنْفِ السُّ
 ۲۹- غَضٌّ غَضِيضٌ غَضِيضُ الطَّرْفِ فَاتِرُهُ
 أَفْنَانٌ دَلٌّ فَدْلَانِي بِأَفْنَانٍ
 نَشِيتُ مِنْ سَكْرَةٍ لَا خَمَرَ سَكْرَانٍ
 (نَشْوٌ) فَمَنْ يَهُوهُ اسْتَهْوَاهُ نَشْوَانٌ
 يَصْحُو وَإِنْ كَانَ يَصْحُو كُلُّ نَشْوَانٍ
 فَالْعَيْشُ وَالْمَوْتُ فِي وَضَلٍ وَهَجْرَانٍ
 سَهْرَانٌ وَيَلَاهُ مِنْ مَيْسَانٍ مَيْسَانٍ
 وَلَا فُتُورٌ لَهُ فِي الْفَتَكِ بِالرَّانِي

۲۳- فرع أثيث: شعر ملتف وكثير، فن: زَيْن، ميسمه: حسنه وجماله، أفنان: الأول صفة معناه من ينتزع العقل، والثاني جمع فن وهو غصن مستقيم والمراد به شعر طويل، امرأة دل: ذات شكل أو هيئة أو منظر تدل به، دَلَّى: أوقعني فيما أراد من الغرور-

۲۴- نشيت: شَمَمْتُ، أريحاً: رائحة وعبيراً، نشيت خبراً: تخبرته وعلمته، نشيت: سكرت، سكرة: مرة من سكر، سكران: هو (سكران) مصدر من سكر-

۲۵- نشوته: رائحته، نشو: أي سكر وفي الأصل (نشوه) لا يستقيم به الوزن، يهو: يحبه نشوان: الأول سكران والثاني مثني من نشو، استهواه: ذهب بهواه وعقله وخيره-

۲۶- نشوان: سكران، يصحو: يُفَيِّقُ ويزهد سكره-

۲۷- هجران: اعتزال مصدر هجر، سكرة: غشية الموت وشدته، لقيان: لقاء-

۲۸- كلفه: عاشقه، الدنف: المريض الذي لازمه المرض الشديد، السهران، من لم ينام

ليلاً، ميسان: متمایل ومتبخر صفة من ماس يمس، ميسان: وسن وناعس صفة من وسن-

۲۹- غض و غضيض: طرىء و ناعم، غضيض الطرف: فاطر مسترخي الأجفان، فتور:

ضعف، الفتك به: البطش به و قتله، الراني: من يرنو أي يديم النظر إلى الجميل-

- ٣٠- عَدْلٌ ظُلُومٌ عَدِيمٌ الْعَدْلُ يَهْتَضِمُ ال
 ٣١- أَحْرُ حُسْنًا وَلَكِنْ ثَغْرَةٌ بَرْدٌ
 ٣٢- وَيَلَاةٌ مِنْ مِلْهَبٍ يَذْكِي لَهَيْبَ جَوَى
 ٣٣- مَنْ ذَاقَ سَلَوَى اللَّمَى الْحُلُوَّ الْبَرْدَ فَلَا
 ٣٤- خَوْدٌ تُقْتَلُ إِذْ مَاسَتْ تُقْتَلُ فِي
 ٣٥- رَقْرَاقَةٍ تَسْتَرِقُ الْعَيْنَ رِقَّتْهَا
 ٣٦- بَهْنَانَةٌ نَشْرُهَا نَشْرٌ لِمَنْ قَتَلَتْ

٣٠- عدل: عادل، ظلوم: كثير الظلم، عديم العدل: عديم النظر والمثل، يهتضم: يظلم، الهضم: الضعيف والدقيق، هضم الكشح: لطيف الكشح و دقيقه والكشح ما بين السرة ووسط الظهر، حمصان: ضامر البطن-

٣١- أحر: أكثر، ثغر: فم أو مقدم الأسنان، برد: بارد، البرد: ضد الحر، حران: شديد العطش-

٣٢- ملهب: رائع الجمال، يذكى: يُوقد ويُشعل، لهيب: حر النار، يُطْفِئُ: هو (يُطْفِئُ) أى يذهب لهب النار، لهبان: عطشان-

٣٣- سلوى: كل ما يُسَلِّك أو غسل، اللمى: سمرة أو سواد فى باطن الشفة، البرود: البارد، سلوان: ماء كانوا يزعمون أن العاشق إذا شربه سلاعن حبه أو دواء يشربه الحزين فيسليه و يفرّحه-

٣٤- خود: امرأة شابة، ماست ميساً: مشّت متمائلة متبختره، تخويدها: سيرها بسرعة، آيسان: آيس، ميسان: متمائلة متبختره-

٣٥- رقرقة: ماتتلاً، تسترق: تملك، برقة: ذات برق، برق: ضوء، أعيان: جمع عين-

٣٦- بهنانه: خفيفة مَرَحَة فى هدوء ولين، نشر: الأول الريح الطيبة والثانى إحياء، وهنانه: من النساء الكسلى عن العمل تنعمًا، هُونُهَا: وقارها، هُون: خزي، إيهان: مصدر أو هن بمعنى تضعيف-

- ۳۷- خَضِرَاءُ زَافِنَةٌ حَمْرَاءُ رَاقِنَةٌ
يَجْفُو تَلَوْنُهَا الضَّمْنَى بِالْوَانِ
۳۸- حُمِّلْتُ ظُلْمَ تَثْنِيَّهَا فَأَهْلَكْنِي
وَذُقْتُ ظُلْمَ ثَنَايَا هَافًا حَيَانِي
۳۹- إِنْ شَافَهْتُ شَافِيهَا يَظْمًا إِلَى الشِّفَةِ الظِّ
ظْمِيَا شَفْتُهُ وَزَادَتْ ظُمًّا ظُمَّانِ
۴۰- كَمْ أَلْطَفْتَنِي بِحَنِيئِهَا مُلَا طَفَةً
سَقِيًا لِسَاقٍ لَطِيفِ السَّاقِ لُطْفَانِ
۴۱- جَمَالُهَا جَنَّةٌ عَذْرَاءٌ قَاصِرَةٌ
عَنْ نَيْلِ سَمَانَةٍ مِنْهَا يَدُ الْجَانِي
۴۲- كَمْ فَاكَهْتَنِي وَقَدْ بَاتَتْ تُشَاعِرُنِي
وَفَكَّهْتَنِي بِتُفَّاحٍ وَرُمَّانِ
۴۳- كُنَّا ضَجِيعِي هَوَى دَهْرًا بَعَافِيَةً
فَحَالَ مَا يَبْنِنَا بَيْنَ لِحْدَتَانِ

۳۷- خضراء: سوداء، زافنة: راقصة أو دافعة، حمراء: من النساء بيضاء، راقنة: حسنة اللون، الضمنى: جمع الضمين وهو المبتلى بمرض يلزمه، ألوان: جمع لون-

۳۸- تثنى: مصتدر تثنى وهو التمشى متمائلة، ثنايا: جمع ثنية وهى إحدى الأسنان الأربع التى فى مقدم الفم-

۳۹- شافهت: خاطبت، شافها: عطشاناً، يظماً إلى: يشتق إلى، الشفة الظميا: ذابلة فى سمرة هى (الظمياء) مؤنث الأظمى، شفته: أبرأته، ظماً: عطش، ظمان: عطشان-

۴۰- ألفتنى: ألصقتنى، لطيف: ذو اللطافة، لطفان: ملاطف، لساق: فاعل من سقى، الساق: ما بين الكعب والركبة، سقياً لساق: دعاء له-

۴۱- جنة: أول الشباب، عذراء: بكر، سمانة: أصباغ يزخرق بها، الجانى: المذنب-

۴۲- فاكهتنى: مازحتنى، فككتهتنى: أطعمتنى الفاكهة، تشاعرنى: تبارينى فى الشعر-

۴۳- ضجيعى: مثنى مضاف محذوف النون، حال: اعترض وحجز بين: فرقة، جدتان: حادث و نائبة-

۴۴- إِذْ شَطَّنَا الدَّهْرُ شَطَّ الوُصْلِ وَانْقَطَعَتْ

۴۵- عَمَّتْ عَلَيْنَا حَدِيثُ الْحُبِّ حَادِثَةٌ

۴۶- وَتِلْكَ أَنَّ النَّصَارَى كَانَ نِيَّتُهُمْ

۴۷- كَانُوا يَجِدُونَ لِلتَّصْيِيرِ فِي حَيْلٍ

۴۸- إِذْ خَيَّسُوا كُلَّ وَالٍ عَاهَدُوا قَبَعُوا

۴۹- غَلَوْا إِذَا غَضَبُوا كُلَّ الْمَمَالِكِ فِي

۵۰- بَنَوْا أَرَاذِلَ هَدْمًا لِلنَّبَالِ كَمَا

لِأَجْلِ حَدَّثَانِهِ أَسْبَابُ حَدَّثَانِ

عَمَّتْ وَطَمَّتْ عَلَيْنَا طَمَّ طُوفَانٍ

تَنْصِيرٍ مَنْ فِي الْوَرَى مِنْ أَهْلِ أَدْيَانِ

وَيَكْتُمُونَ مِنْهُمْ أَى كِتْمَانٍ

عَلَيْهِ عَادِينَ مِنْ غَدِرٍ وَخَيْسَانِ

طَغَوَى وَغَدَوَى وَفِي كُفْرٍ وَكُفْرَانِ

بَنَوْا مَدَارِسَ تَحْرِيبًا لِصِبْيَانِ

۴۴- شَطَّنَا: أَبْعَدْنَا، شَطَّ: شَاطَى، حَدَّثَانِهِ: نَوَائِبُ الدَّهْرِ، أَسْبَابُ: الْوُصْلُ وَالْمَوَدَّاتُ جَمْعُ سَبَبٍ، حَدَّثَانِ: جَمْعُ حَدَثٍ وَهُوَ شَابٌ-

۴۵- عَمَّتْ تَعْمِيَةً عَلَيْنَا: لَبَسَتْ وَأَخْفَتْ، عَمَّتْ عَمًّا وَعُمُومًا: شَمَلَتْ، طَمَّتْ عَلَيْنَا: غَمَرَتْنَا وَغَطَّتْنَا-

۴۶- النَّصَارَى: جَمْعُ النَّصْرَانِيِّ، الْوَرَى: الْخَلْقُ، أَدْيَانِ: جَمْعُ دِينٍ-

۴۷- حَيْلٍ: جَمْعُ حِيلَةٍ، مَنَى: جَمْعُ مَنِيَّةٍ أَى بُغْيَةٍ وَمَا يُتَمَنَّى-

۴۸- خَيَّسُوا: ذَلَّلُوا وَخَبَسُوا، خَيْسَانِ: هُوَ (خَيْسَانِ) مَصْدَرُ خَاسٍ بِمَعْنَى نَكَثَ الْعَهْدِ وَغَدَرَهُ-

۴۹- غَلَوْا: شَدَّدُوا وَتَصَلَّبُوا، الْمَمَالِكِ: جَمْعُ الْمَمْلَكَةِ، طَغَوَى: اسْمٌ مِنْ طَغَا، غَدَوَى: فُسَادٌ، كَفَرُوا كُفْرَانٍ: مَصْدَرٌ أَنْ مَعْنَاهُمَا ضِدُّ إِيمَانٍ-

۵۰- بَنَوْا أَرَاذِلَ: أَحْسَنُوا إِلَيْهِمْ وَأَرَاذِلَ جَمْعُ أَرَذَلٍ وَهُوَ خَسِيسٌ وَدُونٌ، هَدْمًا: كَسَرًا ظَهَرَ النَّبَالُ، النَّبَالِ: جَمْعُ النَّبِيلِ وَهُوَ ذُو النِّجَابَةِ وَالْفُضْلِ، بَنَوْا مَدَارِسَ: ضِدُّ هَدْمُوا، صِبْيَانِ: جَمْعُ صَبِيٍّ-

- ۵۱- بِدْرِسٍ رَسْمٍ الْهُدَى هَمُّو الدَّرْسِ لُغَى
 ۵۲- وَوَكَّلُوا طَمَعًا فِي نَشْرِ مِلَّتِهِمْ
 ۵۳- مَدَارِسُ دَارِسٌ لِلدَّرْسِ حِرْفَتُهُ التَّ
 ۵۴- يُغْشَى بِمَكْرٍ وَنَكْرٍ نَكْرَهُ نَكْرًا
 ۵۵- غَرُّوا أَغْرَاءَ أُرْذَالًا بِتَوْسِعَةٍ
 ۵۶- وَقَتُّوْا رِزْقَ كُلِّ مِنْ غَوَازِلَ أَوْ
 ۵۷- لَمْ يَتْرَكُوا مِنْ فَلَاحٍ فِي الْفَلَاحَةِ بَلْ
 مِمَّا افْتَرَى الْقَسُّ مِنْ زُورٍ وَبُهْتَانٍ
 فِي أَرْضِنَا كُلِّ أَسْقُفٍ وَمَطْرَانٍ
 تَحْرِيفُ وَيَلَاهُ مِنْ غَيَّانٍ مَيَّانٍ
 مَا فِي الْأَنَا جِيلٍ مِنْ حَقٍّ وَتَبْيَانٍ
 وَضَيَّقُوا عَيْشَ أَشْرَافٍ وَغُرَّانٍ
 نَكْدٍ يَحْكُنَ وَصُنَاعٍ وَأَقْيَانٍ
 دَقُّوا رَحَى كُلِّ دَقَّاقٍ وَطَحَّانٍ

۵۱- بدرس الرسم: بمحوه، لدرس: لتعليم، لغى: جمع لغة، القس: من رؤساء
 النصارى فى الدين بين الأسقف والشماس، زور: كذب-

۵۲- ملتهم: دينهم، أسقف وأسقف: هو فوق قسيس و دون مطران، مطران و
 مطران: رئيس الكهنة وهو فوق الأسقف دون البطريك-

۵۳- مدارس: جمع مدرسة، حرفته: صناعته، التحريف: التغيير عن معانى الكلام،
 غيان: ضال و منقاد للهوى، ميان: كاذب صفة من مان مينا-

۵۴- نكر: دهاء و فطنة، نكره: أمره القبيح والمنكر، نكرًا: جهلاً، الأناجيل: جمع
 الإنجيل-

۵۵- غروا: خدعوا وأطمعوه بالباطل، أغراء: جمع غرير و هو مغرور أو شاب
 لا خبرة له، أرذالاً: جمع رذل و هو رذيل و قبيح و دون، توسعة: اتساع مصدر وسع،
 أشراف: جمع شريف، غران: جمع أغر و هو كريم الأفعال و شريف و سيد-

۵۶- قتروا: ضيقوا، غوازل: جمع غزالة و هى من تفتل الصوف أو القطن نخططانا
 بالمغزل، نكد: جمع أنكد و هو عسر قليل الخير، صناع: جمع صانع و هو من يعمل
 بيديه، أقيان: جمع قين و هو حداد و صانع-

۵۷- فلاح: فوز و صلاح الحال، الفلاحة: الحراثة، دقوا: كسروا، رعى:
 طاحون، دقاق: بائع الدقيق أى الطحين، طحان: دقاق-

۵۸- اَلْقُوا اُولَى الْوُجْدِ فِي وَجْدٍ وَمَوْجِدَةٍ

وَكُلِّ ذِي حِرْفَةٍ فِي حَرْفٍ حَرْفَانِ

۵۹- وَكُلِّ ذِي خَطَرٍ الْقُوَّةُ فِي خَطَرٍ

وَكُلِّ ذِي حُرْمَةٍ فِي هِمِّ حِرْمَانِ

۶۰- بِنَهْرِهِمْ اَنْهَرِ الصَّعْلُوكَ وَاَنْتَهَرُوا اِلَ

حُرَّاتٍ عَنْ سَقْيِ اَنْهَارٍ وَمُسْلَانِ

۶۱- قَدْ اَوْجَبُوا مَغْرَمًا فِي السَّيْرِ فِي طُرُقٍ

عَلَى جِمَالٍ وَاَفْيَالٍ وَثِيْرَانِ

۶۲- قَضَاؤُهُمْ يَسْلُبُ الْخَصْمَيْنِ مَالَهُمَا

فَيَبْتُلُونَهُمَا سُحْتًا بِخُسْرَانِ

۶۳- رَأَوْا سَلَاطِيْنَ اَرْضِ الْهِنْدِ قَدْ وَهَنُوا

بِمَالِهِمْ بِالْمَلَاهِي كُلِّ لَهْيَانِ

۶۴- فَحَاوَلُوا حَوْلَ الْاَدْيَانِ مِنْ حَوْلٍ

حَالَتْ فَالَتْ اِلَى خُسْرِ وَبُطْلَانِ

۵۸- الوجد: الغنى والفرح، وجد: حزن، موجدة: غضب مصدر وجد-

۵۹- ذى خطر: ذى شرف وارتفاع القدر، خطر: إشراف على هلكة، ذى حرمة:

مالا يحل انتهاكه، حرمان: منع وهو تقيض الرزق-

۶۰- بنهر: بحفر وإجراء، أنهر: جمع نهر، الصعلوك: الفقير، انتهروا: زجروا

واغضبوا، الحرات: جمع الحارث وهو الفلاح، أنهار: جمع نهر، مسلان: جمع

مسيل-

۶۱- مغرمًا: غرامة، طرق: جمع طريق، جمال: جمع جمل، أفيال: جمع فيل،

ثيران: جمع ثور-

۶۲- الخصمين: مثني الخصم، سحتًا: رشوة-

۶۳- وهنوا: ضعفوا فى الأمر والعمل أو البدن، لهوا بها: أولعوا بها، الملاهي:

جمع الملهى وهو آلة اللهو والموسيقى، لهيان: مصدر لها-

۶۴- حول الأديان: زوال الأديان وانتقالها، من حول: جمع حيلة وهى حذق

وقدرة التصرف وجودة النظر، حالت: تحولت، آلت: رجعت-

- ٦٥- كَمْ لَجَّ فِي الدِّينِ رُهْبَانٌ فَبَكَتَهُمْ
 قَوْمٌ أَقَامُوا عَلَيْهِمْ كُلَّ بُرْهَانٍ
 ٦٦- خَزَوْا وَأَخْزَاهُمُ الْحَيُّ الْحَيُّ وَمَا
 مُعْتَادُ خِزْيٍ بِمُسْتَحْيٍ وَخِزْيَانٍ
 ٦٧- لَمَّا رَأَوْا زُورَهُمْ لَمْ يُجِدْهُمْ قَصْدُوا
 بِالزُّورِ إِفْشَاءً مَا هُمُومًا بِإِعْلَانٍ
 ٦٨- دَعَوْا جَهَارًا إِلَى التَّلَايُتِ عَشَرَ هُمْ
 وَجُنُلٌ عَسْكَرُهُمْ عُبَادُ أَوْثَانٍ
 ٦٩- وَبَغَضُهُمْ مُسْلِمٌ مُسْتَسْلِمٌ فَعَدَا
 هُمْ الْحَمِيَّةُ عَنْهُمْ أَيْ عَدُوَانٍ
 ٧٠- وَكَلَّفُوهُمْ بِأَكْلِ الشَّحْمِ مِنْ بَقَرٍ
 وَمِنْ رَتُوتٍ لِيَرْتَدَّ الْفَرِيقَانِ
 ٧١- إِنَّ الْبَقِيرَ لَمَعْبُودُ الْهَنَادِكِ وَالْ
 خِنْزِيرَ رَجَسٌ لَدَى أَتْبَاعِ قُرْآنٍ

٦٥- لَجَّ فِيهِ: لَازَمَهُ وَأَبَى أَنْ يَنْصَرِفَ عَنْهُ، رُهْبَانٌ: جَمْعُ رَاهِبٍ، بَكَتَهُمْ: غَلَبَهُمْ بِالْحِجَّةِ-

٦٦- حَيٌّ: نَقِيضُ الْمَيِّتِ، الْحَيُّ: ذَوُ الْجِيَاءِ، مُعْتَادٌ: عَادٍ، خِزْيَانٌ: مُسْتَحْيٍ وَمُحْتَشَمٌ صِفَةٌ مِنْ خِزْيٍ-

٦٧- زُورٌ: كَذِبٌ وَبَاطِلٌ وَشُرْكٌ بِاللَّهِ، لَمْ يُجِدْ: لَمْ يَنْفَعْ، بِالزُّورِ: بِالْقُوَّةِ-

٦٨- جَهَارًا: جَهْرًا، التَّلَايُتِ: عِنْدَ النَّصَارَى سِرٌّ وَجُودٌ ثَلَاثَةُ أَقَانِيمَ فِي الذَّاتِ الْإِلَهِيَّةِ، عُبَادٌ: جَمْعُ عَابِدٍ، أَوْثَانٌ: جَمْعُ وَثْنٍ وَهُوَ صَنْمٌ-

٦٩- مُسْتَسْلِمٌ: مُنْقَادٌ، عَدَاهُمْ عَنْهُمْ: صَرَفَهُمْ عَنْهُمْ-

٧٠- رَتُوتٌ: جَمْعُ رَتٍّ وَهُوَ خِنْزِيرٌ بَرِّيٌّ، الْفَرِيقَانِ: الْهَنَادِكُ وَالْمُسْلِمُونَ-

٧١- الْبَقِيرُ: تَصْغِيرُ الْبَقَرِ، الْهَنَادِكُ: جَمْعُ هِنْدٍ كَيٍّ وَالْكَافُ لِلتَّحْقِيرِ، رَجَسٌ:

حَرَامٌ، أَتْبَاعٌ: جَمْعُ تَبِعٍ وَهُوَ تَابِعٌ-

- ٧٢- وَإِذْ عَدَا جَيْشُهُمْ عَنْ أَمْرِهُمْ وَعَدُوا
 ٧٣- فَاقْتُلُوا أَمْرَاءَ الْجَيْشِ أَكْثَرَهُمْ
 ٧٤- جَالُوا وَصَالُوا وَغَالُوا كُلٌّ مِنْ وَجَدُوا
 ٧٥- وَأَتْلَفُوا كُلَّ مَالٍ مِنْ خَزَائِنِهِمْ
 ٧٦- لَمْ يَبْقَ فِي جُلِّ مُلْكِ الْهِنْدِ مِنْ حَكْمٍ
 ٧٧- وَطَافَ فِي كُلِّ قُطْرٍ مِنْهُ طَائِفَةٌ
 ٧٨- وَتَارَ قُطْعٌ وَالصَّاصُ بَغَاوًا وَطَغَاوًا
 لَهُمْ وَعَادُوا تَعَدُّوا أَيْ عَدُوَانِ
 كَقَوْمِ مَسٍ وَكَبَطَرِيقٍ وَتَرْخَانَ
 مِنْهُمْ وَأَعَدُّوا عَلَى وَلَدٍ وَنِسْوَانٍ
 وَأَخْرَقُوا كُلَّ إِيْوَانٍ وَدِيْوَانٍ
 يَقْضِي لِمَنْ ضِيْمٌ أَوْ يَقْضِي عَلَى جَانٍ
 تَعَدُّو لِقَطْعِ طَرِيقٍ أَوْ لِعَدُوَانٍ
 يَسْعَوْنَ لِلنَّهْبِ أَوْ تَخْرِيبِ عُمَرَانَ

٧٢- عدا عن أمرهم: جاوز وترك، عداوهم: أبغضوهم عادوا: خاصموا وصاروا لهم أعداء، تعدوا: جاوزوا-

٧٣- أمراء: جمع أمير، قومس: أمير، بطريق: قائد من قواد الروم و حاذق بالحرب، تَرْخَانَ وَ تَرْخَانَ وَ طَرْخَانَ: رئيس (خراسانية)-

٧٤- جالوا: طافوا و فروا ثم كروا، صالوا: هجموا، غالوا: قتلوا، أعدوا على: ظلموا على، ولد: جمع ولد، نسوان: جمع امرأة من غير لفظه-

٧٥- خزائن: جمع خزانة، إيوان: قصر، ديوان: المكان الذي يجتمع فيه لفصل الدعاوى أو النظر في أمور الدولة-

٧٦- حكم: حاكم، ضيم: ظلم، جان: مذنب-

٧٧- قُطْرٍ: إقليم و ناحية و جانب، تعدو عدوا: تئب-

٧٨- قُطْعٌ: هو (قُطْعٌ) جمع قاطع الطريق أي اللص، الصاص: جمع لص، للنهب: للأخذ، عمران: بنيان-

- ٧٩- يَعْدُونَ يُعْدُونَ عَدُوٌّ يَعْتَدُونَ عَلَى
 ٨٠- كَمْ يَهْلِكُونَ نَفُوسًا لِلنَّفِيسِ وَكَمْ
 ٨١- ذَلَّ الْعَزِيزُ وَعَزَّ الْعَزُّ وَافْتَقَرَال
 ٨٢- فَالْخُطْرُفِي خَطَرٍ وَالِدُّونُ فِي بَطْرِ
 ٨٣- جَلَّتْ وَغَمَّتْ وَغَمَّتْ جُلْنَا فِتْنٍ
 ٨٤- قَدْ صَارَ عَافِيَةُ الْآنَامِ عَافِيَةً
 ٨٥- لَمَّا (انْتَأَى) كُلُّ جَيْشٍ مِنْ مُعَسَّكِرِهِمْ
 مَالٍ وَعَرْضٌ وَأَعْرَاضٌ وَأَبْدَانٌ
 يَسْتَصُوبُونَ لِتَبَرٍ تَبَرٍ إِنْسَانٍ
 غَنِيٌّ وَابْتَزَّ وَاعْتَزَّ (الرَدَى) الدَّانِي
 فَالْكُلُّ فِي شُغْلٍ أَحْزَانٍ وَإِحْزَانٍ
 بَلْ كُنَّا بَيْنَ مَفْتُونٍ وَفَتَّانٍ
 فَكُلُّهُمْ فَقَدُواهَا كُلُّ فَقْدَانٍ
 أَوْ إِلَى خَرَفٍ يُدْعَى بِسُلْطَانٍ

٧٩- يعدون ألسااص: يسرقون، يعدون عدوى: يصيبون بفسادهم، يعتدون: جاوزون، عرض: متاع، أعراض: جمع عرض وهو نفس، أبدان: جمع بدن-
 ٨٠- نفوس: جمع نفس، للنفيس: للمال الكثير، يستصوبون: يرون صواباً، لتبر: لذهب، تبر: إهلاك-

٨١- عزَّ العزُّ: ضَعْفَ القوى، ابتزَّ: غَلَبَ، اعتزَّ: غلب، الرَدَى: الهلاك وفي الأصل (الرد الداني) وهو خطأ، الداني: القريب-
 ٨٢- الخُطْرُ: جمع الخطير وهو رفيع المقام و ذوقدر، خَطَرُ: إشراف على هلكة، بَطْرُ: كبر، أحزان: جمع حزن، إحزان: مصدر أخزن وهو استغناء بعد فقر-

٨٣- جُلْنَا: أكثرنا، فتن: جمع فتنة، مَفْتُون: مصدر فتن بمعنى فتنة، فتان: كثير الفتن و شيطان-

٨٤- عافية: الأول مصدر عافى بمعنى دفع العلة والبلاء والسوء والثاني مؤنث عافٍ وهو فاعل عفا عفاءً أي أمحى و درس-

٨٥- انتأى: فى الأصل (انتئى) معناه ابتعد، خرف: من فسد عقله من الكبر وهو الامبراطور المغولي الأخير بهادرشاه ظفر في الهند-

- ۸۶- أَشْلُ سَمَى شُجَاعاً نَفْسَهُ صَلَفاً قَحْلٌ وَقَحْلٌ جَبَانٌ جُبْنٌ خِصْيَانٌ
 ۸۷- خَلُّوا بِدِهْلِي وَخَصُّوا أَمْرَ امْرِئِهِمْ بِدَاهِلٍ ذَاهِلٍ تَيْهَانٌ وَلَهَانٌ
 ۸۸- هِمُّ دَعَائِي لَهُمْ بِالْمُهِمِّ فَلَمْ يَعْمَلْ بِرَائِي وَلَمْ يَنْفَعُهُ إِزْكَانِي
 ۸۹- كَانَتْ عَشِيرَتُهُ تَهْوَى مُعَاشِرَةَ مَعَ الْعَدَى فَلَهُمْ كَانَتْ بِإِذْعَانٍ
 ۹۰- وَكَانَ عَامِلُهُ مِنْ قَبْلُ بَايَعَهُمْ دِينَ بَدِينٍ وَإِيمَاناً بِإِيمَانٍ
 ۹۱- رَأَى النَّصَارَى إِذَا مَا عَاهَدُوا غَدَرُوا وَأَغْدَرُوا
 ۹۲- يَمِينُ كُلِّ كَفُورٍ فِي الْيَمِينِ وَلَا يَهُمُّ عَوْضٌ بِبِرٍّ أَوْ بِكُفْرَانٍ

۸۶- أَشْلُ: من یست یدہ، صلفاً: مصدر صلف أى تمدح بما لیس فیہ أو عنده وادعی فوق ذلك اعجاباً وتکبراً، قَحْلٌ: وهو شیخ یبس جلده علی عظمه وأسنّ جدّاً، قَحْلٌ: الذکر القوی من الحيوان، جَبَانٌ: ضد شجاع، جُبْنٌ: مصدر جبن، خِصْيَانٌ: جمع خِصْبٍ -

۸۷- إمرة: إمارة، ذَاهِلٌ: متحیر وهو مقلوب (ذَالِهٌ)، ذَاهِلٌ: من غاب عن رشده تيهان: متحیر، وَلَهَانٌ: متحیر أو من کاد یذهب عقله بشدة الحزن -
 ۸۸- هِمُّ: شیخ فان، دعائی: أى دعا الملك شاعرنا العلامة فضل الحق النخیر آبادی، لَهُمُ: لما هم به الملك فی نفسه، المهمم: أمر شدید متزعزع، إِزْكَانِي، إفهامی وإعلامی وهو مصدر أَزْكَنَ الأمرای ظنّ فیہ ظناً فأصیاب أوفکان عنده بمنزلة الیقین -

۸۹- تهوى: تحب، العدى: الأعداء، إِذْعَانٌ: إنقاد، عشیرته: ملکه وأمرأء و غیرهم -
 ۹۰- عامله: أى طیبه و وزیره أحسن الله حان -

۹۱- غدرُوا: نقضوا العهد، أغدروا: أبقوا، الإلّ: العهد، رهبان: خوف -

۹۲- کفور: کافر، یمین میناً: یکذب، الیمین: القسم والحلف، یهم به: یریده ویقصدہ و یحبّه، عوض: أبداً ظرف لاستغراق المستقبل، بیر: بصدق، بکفران: بکفارة مصدر کفر -

- ٩٣- لَكِنَّهُ اغْتَرَّ إِذَا عَمِيَ بِصِيرَتِهِ
 ٩٤- كَلَاهُمَا جَدٌّ فِي كَسْرِ الْجُيُوشِ وَفِي التَّ
 ٩٥- تَنَاوَلَا كُلٌّ مَا جَاءَ الْجُيُوشُ بِهِ
 ٩٦- كَمْ عُدَّةٍ وَحِرَابٍ لِلْعَدَى أُخِذَتْ
 ٩٧- فَغَلَّهَا كُلُّ ذِي غِلٍّ وَاغْلَبَهُمْ
 ٩٨- الْخَوْنُ ذَانُ كَثِيرٌ مَن يَقَارِفُهُ
 ٩٩- وَقَدْ ثَوَى مِنْ بُغَاةِ الْجَيْشِ طَائِفَةٌ
 أَصَمُّ أَعْوَرٌ مِّنْ صَمٍّ وَعُمَيَّانِ
 تَتَاوَنَ ابْتَدَعَا أَفْنَانَ إِفْتَانِ
 كَدِرُهُمْ وَكَدِيدُنَارٍ وَعِقْيَانِ
 مِنْهُمْ فَيُبْعَثُ بِأَيْدِيهِمْ بِأَثْمَانِ
 فِي الْخَوْنِ ذَانِ الْأَبْلَانِ الْأَضْلَانِ
 وَذَانِ أَسْبَقُهُمْ فِي ذَلِكَ الذَّانِ
 مَعَ الْبَغَايَا بِقُضْرٍ أَوْ بِدُكَّانِ

٩٣- اغترَّ: خُذِعَ، بصيرته: عقله و فطنته، أصم: من ذهب سمعه، أعور: من ذهب حسُّ إحدى عينيه لعله رجب على أحد من كبار الجواسيس، صم: مصدر، عميان: مصدر عمى -

٩٤- التناون: هو إيتان الصيد تارة عن يمينه وأخرى عن يساره احتيالاً و خديعة، أفنان: جمع فن، إفتان: مصدر أفتنه أى أوقعه فى الفتنة -
 ٩٥- عقيان: ذهب خالص -

٩٦- عُدة: استعداد من مال و سلاح، حِرَاب: جمع حربَة وهى آلة للحرب دون الرمح، العدى: الأعداء، أثمان: جمع ثمن -
 ٩٧- غَلَّها: خَانَهَا، ذى غِلٍّ: ذى حقد و غشٍّ، خون: خيانة مصدر خان، ذان: اسم إشارة للمثنى، الأبلان: مثنى الأبل وهو الشديد اللوم والفاجر الأضلان: مثنى الأضل -

٩٨- ذان: عيب، يقارفه: يقاربه، ذان: اسم إشارة للمثنى، الذان: العيب -

٩٩- ثوى: أقام، بغاة: جمع باغ وهو خارج على القانون، البغايا: جمع البغى وهى المرأة الزانية الفاجرة -

- ۱۰۰- صَارَ الْبَغَايَا بَغَايَا الْجَيْشِ حِينَ بَغَوْا وَيَلِي بَغَاةً لِسُحْطِ اللَّهِ بُغْيَانٍ
 ۱۰۱- عَادُوا يَعَادُونَ مَا قَدْ عَوَّدُوا وَنَسُوا قَوَاعِدَ الْحَرْبِ عَمْدًا كُلَّ نِسْيَانٍ
 ۱۰۲- وَبَعْضُهُمْ أَشَرُّ لِلْمَالِ مَدْحَرٌ مُثَاقِلٌ مُثْقَلٌ مِنْ ثِقَلِ هِمْيَانٍ
 ۱۰۳- وَبَعْضُهُمْ مُسْتَفِيقٌ لَا يَقُومُ مِنَ الْ مِهَادٍ وَيَلَاهُ مِنْ رَفْهَانٍ كَسْلَانٍ
 ۱۰۴- وَالْبَعْشَرُ غَرَثَانُ خَمَصُ الْبُطْنِ أَقْعَدُهُ عَنِ النَّهْوِضِ إِلَى حَرْبٍ وَمَيْدَانٍ
 ۱۰۵- كَمْ تَائِهٍ لَمْ يَطُقْ حَمْلَ السَّلَاحِ وَكَمْ مِنْ تَائِهٍ أَنْفٍ مِنْ حَمْلِ سُلْحَانٍ
 ۱۰۶- عَاجَ النَّصَارَى تَجَاهَ الْمِصْرِفِيِّ جَبَلٍ فَحَصَّنُوهُ بِأَبْرَاجٍ وَحِيطَانٍ

۱۰۰- البغايا: جمع البغي، بغايا الجيش: طلائع تكون قبل ورود الجيش مفردتها بَغِيَّة، بغوا: خرجوا على القانون، بَغَاة: جمع باغ، بُغْيَان: جمع باغ-

۱۰۱- عادوا: رجعوا، يعادون ما: يأتونه مرة بعد أخرى، عَوَّدُوا: صاروا مُعْتَادِينَ-

۱۰۲- أَشَرُّ: بَطَرٌ وَمَرَحٌ، مُثَاقِلٌ: ثَقِيلٌ وَ مُتَبَاطِي، هِمْيَان: كَيْسٌ تُجَعَلُ فِيهِ النِّفْقَةُ وَيُشَدُّ عَلَى الْوَسْطِ-

۱۰۳- مُسْتَفِيقٌ: مَنْ أَفَاقَ مِنْ نَوْمِهِ أَوْ مَرَضِهِ أَوْ غَفْلَتِهِ، رَفْهَان: مَنْ لَانَ عَيْشُهُ وَطَاب-

۱۰۴- غَرَثَان: جَوْعَان، خَمَصُ الْبُطْنِ: ضُمُورُ الْبُطْنِ وَفِرَاغَتُهُ، النَّهْوِضُ: الْقِيَامُ مَصْدَرٌ نَهَضَ-

۱۰۵- تَائِهٍ: الْأَوَّلُ مُتَحِيرٌ وَضَالٌّ وَالثَّانِي مُتَكَبِّرٌ، أَنْفٌ: كَارِهٌ، سُلْحَان: سِلَاح-

۱۰۶- عَاجَ إِلَى: مَالَ وَعَطَفَ، تَجَاهَ: تَلَقَّاءَ، أَبْرَاج: جَمْعُ بَرْجٍ، حِيطَان: جَمْعُ حَائِط-

- ۱۰۷- وَإِذْ بَنَوْا قَلْعَةً فِي رَأْسِهِ قَلَعُوا
 ۱۰۸- غَشَى السَّوَادَ سَوَادٌ مِنْ عَدَى كُفْرٍ
 ۱۰۹- ضَمَّ النَّصَارَى لِتَكْثِيرِ السَّوَادِ إِلَى الْإِلْ
 ۱۱۰- وَثُلَّةٌ مِنْ رَعَاعٍ مُسْلِمِينَ قَدَارُ
 ۱۱۱- وَمِنْ أَرَاذِلَ دُونِ سِفْلَةٍ هَمَجٍ
 ۱۱۲- فَمَرَّنُوهُمْ عَلَى مَشْقٍ بِأَسْلِحَةٍ
 ۱۱۳- وَالْفُؤَا جُلَّ أَهْلِ الْمِصْرِ فَاتَّلَفَ الْ
- مَاحُولُهُ مِنْ عِمَارَاتٍ وَحِيرَانٍ
 سُودِ الْكُبُودِ وَزُرْقِ الطَّرْفِ بِيضَانٍ
 بِيضَانٍ مِنْ سُودِ زَيْطٍ جَمَعَ حُمْرَانَ
 تَدَوُّوا وَعَادُوا كِفَارًا بَعْدَ إِيْمَانٍ
 وَمِنْ أَحَابِيْشِ سُودَانَ كَحُبْشَانٍ
 مِنْ بُنْدُقٍ وَمَجَانِيْقٍ وَمُرَّانٍ
 أَلُوفٌ مِنْهُمْ فَصَارُوا شَرَّ خُصْمَانٍ

۱۰۷- قلعة: حصن، قلعوه: انتزعوه من مكانه، عمارات: جمع عمارة، حيران:

جمع حائر وهو بستان ومجتمع الماء-

۱۰۸- غشى: غطى، السواد: هو جماعة النخل والشجر والبنات، سواد: سواد
 العسكر ما يشتمل عليه من الضارب والآلات والأدوات، عدى: أعداء أي
 النصارى، كُفر: جمع كُفور وهو كافر، سود الكبود: أعداء وسود جمع أسود
 و كبود جمع كبد، زرق الطرف: أعداء شديد العداوة، بيضان: جمع أبيض-

۱۰۹- السواد: هو سواد العسكر، سود: جمع أسود، حمران: جمع أحمر-

۱۱۰- ثُلَّة: جماعة الناس، رعا: سفلة الناس، كفار: جمع كافر-

۱۱۱- أراذل: جمع أراذل اسم تفضيل، سِفْلَة: من الناس سقاطهم وغوغاؤهم
 هَمَج: رَعَاع من الناس الحمقى، أحابيش: جمع الأحبوش وهو جماعة من
 الناس ليسوا من قبيلة واحدة، حبشان: جمع حبشى، سودان: جمع أسود-

۱۱۲- مَرَّنُوهُمْ عَلَى: درَّبُوهُمْ، أسلحة: جمع سلاح، متجانيق: جمع مُنَجْنِيْق وهو
 آلة حربية كانوا يرمون بها الحجارة، مُرَّان: الرماح اللدنة فى صلابة-

۱۱۳- الْفُؤَا: جمعوا، أَتْلَفَ: اجتمع، الألف: جمع الألف وهو عدد، خُصْمَان:

جمع خصيم-

- ۱۱۴- مَانُوا وَمَانُوا وَمَنُوهُمْ مَنِي وَقِنِي
وَبَعْدُ ذَاقُوا الْمَنَاخَنِقِي بِأَرْسَانِ
۱۱۵- فَأَوْقِدُوا نَارَ حَرْبٍ أَشْهَرًا وَرَمَوْا
أَعْدَاءَهُمْ مِنْ مَجَانِيقٍ بِشُهْبَانِ
۱۱۶- شَادَ الْجُيُوشُ بَرُوجَ السُّورِ فَالْتَحَمَتْ
مَلَا حِمِّ يَيْنَ أَبْطَالٍ وَأَقْرَانِ
۱۱۷- وَجَاءَ دِهْلِي غَزَاةٌ مُخْلِصُونَ غَزَوْا
رَجَاءَ فَضْلٍ مِنَ الْمَوْلَى وَرِضْوَانِ
۱۱۸- وَلَا طَعَامَ لَهُمْ غَيْرَ الْحُبُوبِ وَلَا
لَيْسَ لَهُمْ غَيْرَ أَطْمَارٍ وَخُلُقَانِ
۱۱۹- سُلْحَانُهُمْ أَقْوَسٌ أَوْ أَسِيفٌ صَدِثَتْ
لِطُولِ مَا لَزِمَتْ بَطْنَانِ أَجْفَانِ
۱۲۰- لَكِنَّهُمْ نَجَدُوهُمْ نَجْدَةً رَمَسَتْ
مِنْ حَزْبِهِمْ كُلَّ جَبَّانٍ بِجَبَّانِ

۱۱۴- مَانُوا مِينًا: كذبوا، مَانُوا مماناة: طاولوا واطلوا، منوهم: أضعفوههم
وأعيوهم، مَنِي: جمع مَنِيَّة وهي ما يتمنى، قِنِي: جمع قِنِيَّة وهي ما اكتسب،
الْمَنَا وَالْمَنِي: الموت، أَرْسَان: جمع رَسَن وهو حبل-

۱۱۵- أَشْهَرًا: جمع شهر، شُهْبَان: جمع شهاب وهو شعلة ساطعة من النار-
۱۱۶- شَادَ الْبِنَاءَ: رفعه وطلَّاه بالشيد أي الحصص ونحوه، السُّور: حائط
يطوف بالمدينة، بَرُوج: جمع برج، مَلَا حِمِّ: جمع ملحمة وهي موقعة عظيمة
القتل في الحرب، أَبْطَال: جمع بطل وهو شجاع، أَقْرَان: جمع قرن وهو نظيرك
في الشجاعة وغيره-

۱۱۷- غَزَاة: جمع غَارِ-

۱۱۸- الْحُبُوب: جمع الحَبِّ، لَيْسَ: لِيَّاس، أَطْمَار: جمع طِمْر وهو ثوب بال،
خُلُقَان: جمع خَلَق وهو بال-

۱۱۹- سُلْحَان: سِلَاح، أَقْوَس: منحني الظهر، أَسِيف: جمع سيف، بَطْنَان:
جمع بَطْن، أَجْفَان: جمع جفن وهو غمد السيف-

۱۲۰- نَجَدُوهُمْ: غلبوهم، نَجْدَةٌ: شجاعة، رَمَسَتْ: دَفَنْت، حَزْبُهُمْ: سلاحهم،
جَبَّان: الأول ضعيف القلب والثاني الصحراء والمقبرة-

- ۱۲۱- کُم مَرَّةً حَمَلُوا فِيهِمْ كَأَنَّ حَمَلَتْ
 ۱۲۲- اِنْحَاَزَ جُنْدُ النَّصَارَى كُلَّمَا حَمَلُوا
 ۱۲۳- قَدْ جَاهَدُوا فِي سَبِيلِ الْحَقِّ وَاتَّبَعُوا
 ۱۲۴- فَكَفَّرَ الْبَعْضُ بِالْأَجْرَاحِ مَا اجْتَرَحُوا
 ۱۲۵- أَمَّا الْجِيُوشُ فَجَاشَتْ أَوَّلًا وَحَدَتْ
 ۱۲۶- قَدْ أَقْدَمُوا قَبْلُ فِي الْهَيْجَاوِهِمْ قَدَمٌ
 ۱۲۷- قَدْ كَانَ كُلُّ قَدِيمًا أَحْمَسًا قَدَمًا
 أَسَدٌ جِيَاعٌ عَلَى أُجْدٍ وَحُمَلَانٍ
 وَلَمْ يَكُنْ لِلنَّصَارَى طَوْقٌ حُمَلَانٍ
 رِضْوَانَهُ وَاسْتَحَقُّوا رَوْضَ رِضْوَانٍ
 وَرَاحَ بَعْضٌ إِلَى رَوْحٍ وَرِيحَانٍ
 رَمِيًا بِرَمِيٍّ وَطُغْيَانًا بِطُغْيَانٍ
 ثُمَّ انْتَنَى كُلُّ جَيْلٍ بَعْدَ جِيلَانٍ
 وَصَارَ الْآنَ كُلُّ كُلِّ جَبَّانٍ

۱۲۱- أسد: جمع أسد، جِياع: جمع جَوَعَان، أُجْد: هوناقة أُجْدُ أى موثقة الخلق، حُمَلَان: جمع حَمَل وهو خروف أو دواب -

۱۲۲- انحاز: انهزم، طوق: قدرة، حُمَلَان: حملة وهجوم مصدر حمل -

۱۲۳- رِضْوَان: مصدر رضى، رَوْض: جمع رَوْضَة وهى أرض مخضرة بأنواع النبات -

۱۲۴- فكفر: فسّتر، الأجرّاح: جمع الجرّاح، اجتروحوا: ارتكبوا، رَاح: ذهب، رَوْح: فرح وراحة ورحمة، ريحان: كل نبات طيب الرائحة -

۱۲۵- جيوش: جمع جيش، جاشت: غلّت، طغيان: مصدر طغى -

۱۲۶- الهيجا: الحرب، قدم: شُجْعَان للمفرد والجمع، انتنى: انعطف وارتدّ، جيلان: جمع جيل وهو جماعة من الناس -

۱۲۷- قديماً: خلاف حديثاً، أحمساً: شجاعاً، قَدَمًا: شجاعاً، كُلّ: الأول اسم

صار والثانى خبره مفيد للكمال -

- ۱۲۸- وَذَٰكَ شَأْمَةٌ ظَلِمَ قَارْفُوهُ مِنَ النَّهْبِ وَتَقْتِيلِ نِسْوَانٍ وَوُلْدَانٍ
 ۱۲۹- صَارَ الرَّجَالُ كَنِسْوَانٍ وَأَجْبَنُهُمْ
 ۱۳۰- فَيِطْطَنُونَ إِذَا نُودُوا لِمَعْرَكَةٍ
 ۱۳۱- حَرْبِي إِذَا حُرِبُوا حَرْبِي إِذَا احْتَرَبُوا
 ۱۳۲- كَمْ نَامَ مَنْ بَاتَ بِالْمُرْصَادِ فِي سِنَةٍ
 ۱۳۳- نَامُوا فَخَصَمَهُمُ الْيَقْظَانُ بَيْتَهُمْ
 ۱۳۴- وَالْخَصْمُ إِذَا اخَذُوا مِرْصَادَهُمْ نَصَبُوا

۱۲۸- شَأْمَةٌ: ضِدُّ يَمْنَةٍ، قَارْفُوهُ: دَنُوهُ، النَّهْبِي: اسْمُ مِنَ النَّهْبِ أَيْ أَخَذَ الْغَنِيمَةَ، نِسْوَانٍ: جَمْعُ امْرَأَةٍ، وَلْدَانٍ: جَمْعُ وَلِيدٍ وَهُوَ صَبِيٌّ-

۱۲۹- الرَّجَالُ: جَمْعُ الرَّجُلِ، أَجْبَنُ: اسْمُ تَفْضِيلٍ مِنْ جَبَنَ، خَيْلٌ: جَمَاعَةُ الْأَفْرَاسِ وَتُسْتَعْمَلُ عَلَى الْمَجَازِ لِلْفَرَسَانِ وَرُكَّابِ الْخَيْلِ كَمَا فِي هَذَا الْبَيْتِ، فَرَسَانٌ: جَمْعُ فَارَسٍ-

۱۳۰- فَيِطْطَنُونَ: فَيَخْفُونَ، مَعْرَكَةٌ: قِتَالٌ، نَهَبَ: أَخَذَ الْغَنِيمَةَ، غَنِمَانٌ: إِصَابَةُ الْغَنِيمَةِ مَصْدَرُ غَنَمَ-

۱۳۱- حَرْبِي: جَمْعُ حَرْبٍ وَهُوَ شَدِيدُ الْغِيْظِ، حُرِبُوا: سُلِبُوا مَالُهُمْ، حَرْبِي: جَمْعُ حَرِيبٍ وَهُوَ مَنْ يَسْلُبُ مَالَ الرَّجُلِ، اهْتَرَبُوا: أَوْقَدُوا نَارَ الْحَرْبِ، فَأَمَعُوا: فَجَدُّوا وَأَبْعَدُوا-

۱۳۲- نَامَ عَنْ: غَفَلَ، الْمُرْصَادُ: الْمَكَانُ يُرْصَدُ فِيهِ، سِنَةٌ: نَعْسٌ وَفَتُورٌ وَغَفْلَةٌ، الْأَيْدُ: الْقُوَّةُ، يَقْظَانٌ: مُتَبِّهٌ وَيَقْظُ ضِدُّ نَائِمٍ-

۱۳۳- بَيْتَهُمْ: هَجَمَ عَلَيْهِمْ لَيْلاً، فَأَنَامُوا: فَأَوْقَدُوا أَيْ قَتَلُوا، وَسَنَانٌ: وَسْنٌ وَنَاعِسٌ-

۱۳۴- مَجَانِقًا: جَمْعُ مَنْجَنِيْقٍ وَهُوَ آلَةٌ حَرْبِيَّةٌ، الْمَرْصَدُ: الْمَكَانُ يُرْصَدُ فِيهِ-

- ۱۳۵- فَضَعُضَ السُّورُ مِنْ أُوبٍ مَجَانِقِهِمْ وَأَوْهَنْتُ أُسَّ أَبْرَاجٍ وَأَرْكَانٍ
 ۱۳۶- وَأَمْطَرُوا مَطَرًا مِنْ بَنْدُقٍ قَذَفُوا
 ۱۳۷- لَمْ يَبْقَ فِي السُّورِ مِنْ حُرَّاسِهِ أَحَدٌ
 ۱۳۸- فِرَارُ قَسْلٍ وَفَشْلٌ حِينَ صَوْلِ عِدَى
 ۱۳۹- صَالَ النَّصَارَى فَعَالُوا كُلَّ مَنْ وَجَدُوا
 ۱۴۰- قَدْ كَانَ أَكْثَرُ أَهْلِي الْمَصْرِ قَدْ خَرَجُوا
 ۱۴۱- وَالْبَعْضُ لَمْ يَبْرَحُوا لِلْإِتِّكَاءِ عَلَى
 وَأَوْهَنْتُ أُسَّ أَبْرَاجٍ وَأَرْكَانٍ
 فَفَرَّ حُرَّاسُ أَبْرَاجٍ وَسِيرَانٍ
 وَلَا لَدَى الْبَابِ مِنْ حَامٍ وَدَرْبَانٍ
 أَزَلُّ إِقْدَامِ أَقْدَامٍ وَشُجْعَانٍ
 مِنْ عَيْنِ دِهْلِي وَسُفَّارٍ وَقُطَّانٍ
 مِنْ دُورِهِمْ لَا تَقَاءُ أَوْ لِحَشْيَانٍ
 وَعَدِ النَّصَارَى بِإِرْفَاهٍ وَإِيمَانٍ

۱۳۵- ضعضع: سقط وانهدم، أوب: قصد واستقامة والإتيان ليلاً مصدر آب،
 أوهنت: أضعفت، الأس: الأساس، أبراج: جمع برج، أركان: جمع ركن -
 ۱۳۶- بندق: كرة يُرمى بها في القتال والصيد، قذفوا: رموا، حُرَّاس: جمع
 حارس، سيران: جمع سور -

۱۳۷- دَرْبَان: بَوَّاب (فارسية) -

۱۳۸- فسل: ضعيف الذي لا مروءة له ولا جلد، فشل: من ضعف وتراخي
 وجبن عند حرب أو شدّة، صول: هجوم وحملة في الحرب، عِدَى: أعداء،
 إقدام: مصدر أقدم معناه اجتراً وشجع، أقدام: جمع قَدَم وهو شجاع،
 شجعان: جمع شجاع -

۱۳۹- صَالَ: هجم، غالوا: قتلوا وأهلكوا، عين دهلِي: أهلها، سُفَّار: جمع
 سافر وهو مسافر، قُطَّان: جمع قاطن وهو مقيم بالمكان -

۱۴۰- أَهْلِي: مجرور من (أهلون) حذفت النون بسبب الإضافة، دُور: جمع
 دار، اتقاء: تجنب، خَشْيَان: خوف هو (خَشْيَان) مصدر خشي -

۱۴۱- لِلاتِّكَاءِ: للاعتماد، إرفاه: جعله في رفاة، إيمان: جعله في أمن -

- ١٤٢- وَكَانَ ذَا لَوْعْدٍ يُعَادَا فَقَدْ خَنَقُوا
 ١٤٣- وَجِئْنَ جَاسُوا خِلَالَ الدُّورِ أَطْعَمَهُمْ
 ١٤٤- كَمْ تَاجِرٍ فَاجِرٍ آوَى حِمَاهُ مِنْ آلِ
 ١٤٥- فَلَمْ يَذَرُ ضَيْفَهُ عَرَضًا وَلَا عَرَضًا
 ١٤٦- وَعِنْدَ مَا وَلَجُوا فِي الدُّورِ لَمْ يَذَرُوا
 ١٤٧- لِلْأَسِّ أَوْلَادَ فِي الثَّرَى قَلَعُوا
 ١٤٨- هَدُّوا الْمَغَانِيَّ وَاعْتَمُوا نَفَائِسَهَا
 وَلَمْ يُوَارُوا بِأَرْمَاسٍ وَأَكْفَانٍ
 مِنْ خُونِهِ كُلِّ مُرْتَدٍّ وَخَوَّانٍ
 بِيضَانٍ كُلِّ ظُلُومٍ فَاجِرٍ (زَانٍ)
 وَلَا مَتَاعَالَهُ فِي الْبَيْتِ وَ(الْحَانِي)
 مَا كَانَ فِي الدُّورِ مِنْ سُقْفٍ وَجُدْرَانٍ
 أَسُّ الْبُيُوتِ وَهَدُّوا كُلِّ بُنْيَانٍ
 فَلَيْسَ فِي أَهْلِهَا غَانٌ وَلَا غَانٌ

١٤٢- إيعاداً: تهدداً، خنقوا: شدوا على خلقهم حتى ماتوا، لم يواروا مواراة: ما أخفوا، أرماس: جمع رمس وهو قبر، أكفان: جمع كفن-

١٤٣- جاسوا خلال الدور: داروا فيها بالعيث والفساد وطلبوا ما فيها، الدور: جمع دار، خون: جمع خوان أي ما يوضع عليه الطعام ليؤكل (فارسية)، خوان: كثير الخيانة-

١٤٤- فاجر: زان، آوى: أسكن، حمى: ملجأ، ظلوم: كثير الظلم، زان: في الأصل (زاني) خطأ-

١٤٥- عرضاً: نفساً، عرضاً: متاعاً، الهاني: الدكان في الأصل (الحان) خطأ-

١٤٦- ولجوا: دخلوا، الدور: جمع دار، سقف: جمع سقيف وهو سقف، جدران: جمع جدار-

١٤٧- أس: الأول إفساد والثاني أساس، بنيان: ما يبنى-

١٤٨- المغاني: جمع المغنى وهو منزل، اعتاموا: قصدوا، نفائس: جمع نفيسة ضد خسيصة، غان: الأول مقيم بالمكان والثاني غنى-

- ۱۴۹- سَكَّانَهَا ذَهَبُوا أَيَدِي سَبَاوَسَبَى ال
 ۱۵۰- لَمْ يَنْجُ مِنْهُمْ سِوَى مَنْ فَرَّ مُخْتَفِياً
 ۱۵۱- لَهْفَى عَلَى بَلَدٍ قُطَّانَهَا ذَهَبُوا
 ۱۵۲- لَهْفَى عَلَى بَلَدٍ وَحَشٍ تَوْحَشَ مَا
 ۱۵۳- يَتِيَهُ أَهْلُوهُ أَوْ حَاشَا بِمَتِيهِةٍ
 ۱۵۴- كَانُوا يَتِيَهُونَ مُخْتَالِينَ فِي مَرَحٍ
 ۱۵۵- كَمْ مِنْ نَتَى مِنْ إِبْذَاتِ أَوَابٍ وَأَخٍ
 عَدُوٍّ مِنْ شَدٍّ مِنْ رَكِبٍ وَرُجُلَانٍ
 كَبَعُضٍ وَلَدٍ وَنِسْوَانٍ وَذُكْرَانٍ
 أَيَدِي سَبَاقِنْدِي أَهْلٍ وَقُطَّانٍ
 فِيمَنْ ثَوَاهُ سِوَى وَحَشٍ وَتَوْحَشَانٍ
 مُسْتَأْنِسَاءً كُلِّ وَحْشَانٍ بِوَحْشَانٍ
 صَارُوا يَتِيَهُونَ فِي تِيهِ وَقِيَعَانٍ
 عَنْ أَوْلِيَاءٍ وَبَنِيٍّ وَإِخْوَانٍ

۱۴۹- سَكَّان: جمع ساكن، ذهبوا أيدي سبا: أي تهرقوا سرقة الاحتماح بعد سبي

أَسْرَ، رَكِب: جمع راكب خلاف ماش، رُجُلَان: جمع راجل خلاف راكب

۱۵۰- وَلَد: جمع ولد، نِسْوَان: جمع امرأة، ذُكْرَان: جمع ذكر-

۱۵۱- قُطَّانَهَا: جمع قاطن وهو مقيم بالمكان، فاقدي: حال منصوب حذف

النون بسبب الإضافة-

۱۵۲- بَلَدٍ وَحَشٍ: قَفَر، تَوْحَشَ: صار قفراً وخلا من الناس، وَحَشٍ: حيوان البر، وَحْشَان: مغتم-

۱۵۳- يَتِيَهُ: يذهب متحيراً ويضل، أَوْ حَاشَا: حال جمع وَحَشٍ وهو جائع أو وحده، مَتِيهِة: أرض متيهة التي تُضِلُّ الناس كثيراً، وَحْشَان: مغتم و حزين، وَحْشَان: جمع وَحَشٍ وهو حيوان البر-

۱۵۴- يَتِيَهُونَ: الأول يتكبرون والثاني يذهبون متحيرين ويضلون، مُخْتَالِينَ: حال

مَنْصُوبٍ بمعنى متكبرين ومتبخترين، مَرَحٌ: مصدر بمعنى فرح وتبختر، تِيهِ: ضلال

وقفر، قِيَعَان: جمع قاع وهو أرض سهلة مطمئنة قد انقرجت عنها الجبال والآكام-

۱۵۵- إِبْذَاتٍ: جمع أنثى، أَوْلِيَاءٍ: جمع ولي، أَبْنَاءٍ: جمع ابن، إِخْوَانٍ: جمع أخ-

- ۱۵۶- لَمْ يَدْرِ بَعْلٌ وَلَا ابْنٌ أَيْنَ بَعْلَتُهُ
 ۱۵۷- كَمْ بَادَ فِي الْبَيْدِ وَلَدَانٌ وَمَنْ وَلَدُوا
 ۱۵۸- وَفِي حُجُورِ نِسَاءٍ إِلْدَةٌ حُرِمُوا
 ۱۵۹- بُكَاءُهُمْ لِبُكَاءِ الْأُمّهَاتِ كَمَا
 ۱۶۰- كَمْ فَائِقٍ كَانَ يُعْطَى الْفَاقُ كُلَّ طَوٍ
 ۱۶۱- طَعَامُهُمْ كُلُّهُ زِنْ إِذَا رَزَقُوا
 ۱۶۲- قَدَرُ زُنُونَا بَعْدَ مَا كَانَتْ مَا كُلُّهُمْ
 وَوَالِدَاهُ وَجَارُ حَالٍ جِيرَانٍ
 فَمِنْ يَتِيمٍ وَمِنْ ثَكْلَى وَثُكْلَانٍ
 لِبُكَاءِ أُمّهَاتِهِمْ أَفْوَاقَ الْبَانِ
 بُكَاءُهُمْ مِنْ لِحْوَءٍ أَوْ لَا حَزَانٍ
 فَافْتِاقَ حَتَّى تَمَنَّى أَكُلَ أُسْغَانٍ
 وَالشَّرْبُ مِلْحٌ أَجَاجٍ آسِنْ أَنْ
 أَشْهَى الْمَطَاعِمِ مِنْ دَرٍّ وَلِحْمَانٍ

۱۵۶- بعل: زوج، بعلته: امرأته، جيران: جمع جار-

۱۵۷- باد: هلك، البید: جمع البیداء وهي الفلاة، ولدان: جمع وليد، ثكلى: مؤنث ثكلان وهو من فقد ابنه-

۱۵۸- حجور: جمع حجر، إلدة: جمع ولد، لبكاء: لفلة اللبن (مصدر)، أمات: جمع أم، أفواق: جمع فيقة وهي اسم اللبن الذي يجتمع في الضرع بين الحلبتين، البان: جمع لبن-

۱۵۹- بُكاء: مصدر بكى يبكى، بكاء: مصدر بكأ، الأمهات: جمع الأم، أحزان: جمع حزن-

۱۶۰- فائق: ممتاز، الفاق: الجفنة المملوءة طعاماً، طو: جائع، فافتقر: فافتقر، أسغان: جمع سغن وهو الغناء الردى-

۱۶۱- زِنْ: ماش، أجاج: ملح مر، آسِنْ: ماء متغير، آن: حار-

۱۶۲- زُنُونَا: نُوزِمُوا أَكَلَ الزِّنِّ، مَا كُل: جمع مأكل وهو ما يؤكل، المطاعم: جمع المطعم وهو ما يؤكل، دَرٍّ: لبن، لِحْمَان: جمع لحم-

- ۱۶۳- بَاتُوا نِيَاماً عَلَى اسْتَبْرَقٍ زَمَنًا
وَالآنَ بَاتُوا عَلَى شَوْكٍ وَصَفْوَانٍ
۱۶۴- جُلُّ الرِّجَالِ رِجَالٌ يَشْتَكُونَ حَفَاً
وَقَلٌّ مِّنْهُم مِّنْ خَيْلٍ وَرُكْبَانٍ
۱۶۵- قَاسُوا عِقَاباً بِرَقِيٍّ فِي عِقَابٍ ذُرَى
قَوَاسِيَاً مَّابِهَا مَرَقِيٍّ لِّعِقْبَانٍ
۱۶۶- قَدْ يَسَّرَ الْهُولُ لِلزَّمَنِ التَّسْرِعَ وَالْ
عُرُوجَ فِي مُرْتَقِيٍّ صَعْبٍ لِّعُرْجَانٍ
۱۶۷- يَعْלוْ شَوَامِخَ طَلَا عَا تَوْزَمِنْ
يَطْوِي فَرَا سِخَ فِي أَنْ طَوَّانٍ
۱۶۸- سَارُوا حُفَاةً تَشُوكُ الشَّوْكَ أَرْجُلَهُمْ
وَقَدْ تَسَوَّخَ فِي وَحْلِ وَإِسْهَانٍ
۱۶۹- مَنْ كَانَ ذَا حَفَّةٍ قَدْ صَارَ ذَا حَفَفٍ
وَسَارَ تَارِكُ حَفَّانٍ وَحَفَّانٍ

۱۶۳- نيام: جمع نائم، استبرق: ديباج غليظ أو ثياب من حرير و ذهب، صفوان: حجر صلد ضخمة-

۱۶۴- الرجال: جمع الرجل، رجال: جمع راجل ضد راكب، حفاً: مصدر بمعنى المشي بلا خف، خيل: هو جماعة الأفراس تستعمل على المجاز للفرسان وركاب الخيل، ركبان: جمع راكب-

۱۶۵- عقاباً: عقوبة، رقي: صعد، عقاب: جمع عقبة وهي مرقى صعب من الجبال، ذرى: جمع ذروة أي مكان مرتفع، قواسيا: جمع قاسية، عقبان: جمع عقاب وهو طائر من الجوارح-

۱۶۶- الزمنى: جمع الزمن وهو المصائب بالزمانه والعاهة، مرتقى: موضع الارتقاء، العروج: الارتقاء، عرجان: جمع أعرج-

۱۶۷- شوامخ: جمع شامخة بمعنى جبال مرتفعة، طلاًعاً: مبالغة طالع وهو من يعلو الجبل، تو: هالك، زمن: مصاب بالزمانه، يطوى: يقطع، فراسخ: جمع فرسخ وهو ثلاثة أميال أو ثمانية كيلو مترات، أن: الأول ظرف بمعنى حين والثاني متسهل ومبطل وهو فاعل أنى يأنى-

۱۶۸- حفاة: جمع حاف وهو من مشى عارى القدمين، تسوخ: تغوص في الطين وتغيب، وحل: طين رقيق-

۱۶۹- حفة: كرامة تامة، حفف: قلة المال وضيق في العيش، حفان: خدم ومن الآنية ملائ-

- ۱۷۰- کَمْ تَيْهَانٍ غَدَاتِيهَانِ مُضْطَرِبَاً كَمَا غَدَاهِيَانَا كُلُّ هِيَانٍ
 ۱۷۱- کَمْ هَيْنٍ لَيْنٍ يَكْبُو وَيَعْرُقِي الصُّ صَمَّانٍ وَالصُّلْبِ مِنْ عُمَى وَصُمَّانٍ
 ۱۷۲- کَمْ مُسْكِنٍ مُسْتَكِينٍ نَاءٍ عَنْ سَكْنٍ قَدْ نَاءَ مِنْ مُسْكِنٍ مِنْ فَقْدِ أَسْكَانٍ
 ۱۷۳- کَمْ نَاعِلٍ صَارَ نَعْلًا بِالْهَوَانِ وَكَمْ مِنْ مُحْتَفٍ مَالَهُ مِنْ مُحْتَفٍ حَانَ
 ۱۷۴- حَارُوا وَحَارُوا فَمِنْ هَارٍ وَمُهْتَوٍ وَهَيَّرَ تَاهَ فِي الْحَيَّرَانِ حَيْرَانٍ
 ۱۷۵- وَهَاجِرٍ هَاجِرٍ لِلْسَّكْنِ هَجْرًا وَمَدَاجِرٍ فِي دُجَى الدِّيْجُورِ دَجْرَانٍ
 ۱۷۶- وَقَانِعٍ نَاتٍ بِالْقُنْعَانِ مُضْطَرِبَاً وَقَانِعٍ جَارِعٍ أَمْسَى بِقُنْعَانٍ

- ۱۷۱- هَيْنٌ: سهلٌ وصعيفٌ، الصَّمَّانُ: كَنْ أَرْضٍ حَسْبَةُ ذَاتِ مَعَارَةٍ، الصُّلْبُ: المكان الغليظ الحَجَر، عُمَى: جمع أَعْمَى، صُمَّانٌ: جمع أَصَمَّ-
 ۱۷۲- مُسْكِنٌ: مِسْكِينٌ، مُسْتَكِينٌ: خاضعٌ وذليلٌ، نَاءٌ عَنْ: بَعْدَ عَنْ لَفْظٍ فِي نَائٍ سَكْنٌ: مَا يُسْكَنُ فِيهِ، نَاءٌ مِنْ: نَهَضَ بِجَهْدٍ وَمَشَقَّةٍ مِنْ، مُسْكِنٌ: بَيْتٌ وَمَنْزَلٌ؛ أَسْكَانٌ: جمع سَكْنٍ وَهُوَ قُوتٌ وَغَدَاءٌ-
 ۱۷۳- نَاعِلٌ: ذُو نَعْلٍ، نَعْلًا: حذاءٌ، هَوَانٌ: ذَلَّةٌ، مُحْتَفٍ: الأول من مَشَى بِلا خَفٍّ وَلَا نَعْلٍ، والثاني مبالغ في الإكرام والبر وإظهار السرور، حَانَ: عاطفٌ-
 ۱۷۴- حَارُوا: تَجَيَّرُوا، هَارٌ: ضعيفٌ ساقطٌ من شِدَّةِ الزَّمانِ، مُهْتَوٍ: هَالِكٌ، هَيَّرَ: الذي وقع في الأمر بقلَّةٍ مبالاةً، تَاهَ: ذهب متحيراً، الْحَيَّرَانِ: جمع الْحَائِرِ وَهُوَ الْبِسْتَانُ، حَيْرَانٌ: متحيرٌ-
 ۱۷۵- هَاجِرٌ: الأول مهاجرٌ والثاني فائقٌ فاضلٌ، السَّكْنُ: البيت، هَجْرٌ: سار في نصف النهار عند اشتداد الحرِّ، مَدَاجِرٌ: فَارٌّ، دُجَى: جمع دُجْيَةٍ، الدِّيْجُورُ: الظلام دَجْرَانٌ: حَيْرَانٌ-
 ۱۷۶- قَانِعٌ: الأول راضٍ بما قَسِمَ لَهُ والثاني خارجٌ من مكانٍ إلى مكانٍ، بِالْقُنْعَانِ: بالقناعة، قُنْعَانٌ: جمع الجمع واحدته قُنْعَةٌ وَهُوَ مكانٌ مستويين أَكْمَتَيْنِ-

- ۱۷۷- وَجَائِعٍ كَانَ مَطْعَمًا لِكُلِّ طَوٍ
 ۱۷۸- وَهَائِمٍ قَدْ تَنَاسَى الْهَيْمَ أَهْيَمَ فِي الْ
 ۱۷۹- وَمُعْتَرِذِي كِسَاءٍ لَا كِسَاءَ لَهُ
 ۱۸۰- وَمُغْرِبٍ مُغْرِبٍ أَوْدَى بِغُرْبَتِهِ
 ۱۸۱- لَمْ يَبْقَ عَارٌ عَلَى عَارٍ يَعْرُو وَلَا
 ۱۸۲- كَمْ بَادَ فِي الْبَيْدِ وَالْبَادَةِ أَوْ سَرَبٍ
 ۱۸۳- تَتِيهٌ فِي التِّيهِ رَبَّاتُ الْحِجَالِ يَلَا
- وَنَاهِلٍ كَانَ مِنْهَا لَا لِنَهْلَانِ
 هَيْامٍ وَالْهَوْمُ وَالْهَيْمَاءُ هَيْمَانِ
 وَكَانَ يَكْسُو قُبَيْلًا كُلَّ عُرْيَانٍ
 فَصَارَ جُثَّةً طُعْمًا لِغُرْبَانِ
 عَارٍ يُعْرَى وَلَا كَاسٍ بِدِرْسَانِ
 سِرْبٌ مِنَ الْغَيْدِ يَحْكِي سِرْبَ غَزَلَانِ
 دَالٍ وَوَالِ يَلَا سِتْرًا وَأُظْعَانَ

۱۷۷- مضعمًا: كشد الأضياف، طو: جائع، ناهل: عطشان، منها: لا: رجل يبلغ
 العناية في "نهال"، نهلان: عطش.

۱۷۸- هائم: عاشق، الهيم: الحب، أهيم: عطشان شديد، تعشش: الهيام:
 الجنون من العشق، الهوم: النوم الخفيف، الهيماء: الصحراء لأماء فيه، هيمان:
 محب شديد الوجد.

۱۷۹- كساء: مجدو شرف، كساء: ثوب، قبيلًا: تصغير قبل، عريان: عار-
 ۱۸۰- مغرب: غريب، مغرب: من اشتد وجعه، أودى: هلك، غربة: نزوح عن
 الوطن، جثته: جسده، طعما: طعاما، غربان: جمع غراب-
 ۱۸۱- عار: ندامة، عار: عريان، يعر: يأتي للمعروف، يعر: ينزع
 الثوب، درسان: جمع درس وهو ثوب بال-
 ۱۸۲- باد: هلك، البید: جمع البیداء وهي قلاة أي صحراء، سرب: طريق يتتابع
 الناس فيه، سرب: فريق و قطع، الغيد: جمع الأغيد أي من مالت عنقه ولانت
 أعطافه والمراد هنا النساء، يحكي: يشابه، غزلان: جمع غزال-
 ۱۸۳- تتيه: تضل، التيه: القفر، ربّات الحجال: النساء، دال: هاد ومرشد، أظعان:
 جمع ظعينة وهي هودج-

۱۷۷- مضعمًا: كشد الأضياف، طو: جائع، ناهل: عطشان، منها: لا: رجل يبلغ
 العناية في "نهال"، نهلان: عطش.

۱۷۸- هائم: عاشق، الهيم: الحب، أهيم: عطشان شديد، تعشش: الهيام:
 الجنون من العشق، الهوم: النوم الخفيف، الهيماء: الصحراء لأماء فيه، هيمان:
 محب شديد الوجد.

۱۷۹- كساء: مجدو شرف، كساء: ثوب، قبيلًا: تصغير قبل، عريان: عار-
 ۱۸۰- مغرب: غريب، مغرب: من اشتد وجعه، أودى: هلك، غربة: نزوح عن
 الوطن، جثته: جسده، طعما: طعاما، غربان: جمع غراب-
 ۱۸۱- عار: ندامة، عار: عريان، يعر: يأتي للمعروف، يعر: ينزع
 الثوب، درسان: جمع درس وهو ثوب بال-
 ۱۸۲- باد: هلك، البید: جمع البیداء وهي قلاة أي صحراء، سرب: طريق يتتابع
 الناس فيه، سرب: فريق و قطع، الغيد: جمع الأغيد أي من مالت عنقه ولانت
 أعطافه والمراد هنا النساء، يحكي: يشابه، غزلان: جمع غزال-
 ۱۸۳- تتيه: تضل، التيه: القفر، ربّات الحجال: النساء، دال: هاد ومرشد، أظعان:
 جمع ظعينة وهي هودج-

- ١٨٤- تَحُورُ حُورُ الْحَوَارِيَّاتِ مِنْ شَزْنِ
 ١٨٥- تَحُورُ حُورُ خَوَاتِينِ يَحْرُنْ بِلَا
 ١٨٦- سَنَائِعُ خُلُقُهُنَّ الْحَبْنُ جُبْنُ حَفَا
 ١٨٧- نُحُودٌ مَكَا فِيلٌ قَدْ عَجَزْنَ أَعْجَزَهَا
 ١٨٨- كَمْ خَضَبَ الشُّوْكَ أَقْدَامَ الرَّوَاقِنِ مِنْ
 ١٨٩- كَمْ حَاصِنٍ فَرَّقَتْ فِي لُجَّةٍ غَرَقَتْ
 ١٩٠- صَارَ الْمَوَالِي عَبِيدًا لِلْعَبِيدِ كَمَا
 يَحْرُنْ يَرْبُونُ فِي رَبْوٍ وَجُورَانِ
 حَامٍ مُخَامٍ كَأَحْمَاءٍ وَأَخْتَانِ
 سَنَائِعِ الطُّودِ أَوْ أَوْعَارِ جَبَانِ
 كُثْبَانٍ أَعْجَازِهَا عَنْ جَوْبٍ كُثْبَانِ
 دَمٍ وَكَمْ خَضَبَتْ قِدَمًا بِإِرْقَانِ
 قَاهُلَكَتْ نَفْسَهَا صَوْنًا لِأَحْصَانِ
 صَارَتْ حَرَائِرُ أُمُومَانَا لِأُمُومَانِ

- ١٨٤- تحور: ترجع، حور: جمع أحور أى بيضاء من النساء، الحواريات: جمع الحواريّة وهى مبيضة الثياب، شزن: غلظ من الأرض و ناحية وبعده، يحزن: لم يهتدن لسبيلهن، يربون: يعلون، ربو: تلة، حوران: جمع حائر وهو مجتمع الماء-
 ١٨٥- خواتين: جمع خاتون وهى امرأة شريفة، أخماء: جمع حمو، أختان: جمع ختن-
 ١٨٦- سنائع: جمع سنيعة الأول هى مرأة جميلة ليّنة المفاصل لطيفة العظام والثانى طريقة فى السجّل، الطود: السجل العظيم، حفا: المشى بلا خوف ولا نعل، أوعار: جمع وغر وهو المكان السخيف الوحش والصلب، جبان: صحراء وما استوى من الأرض فى ارتفاع ولا شرفيه-
 ١٨٧- نحود: جمع نحود وهو مرأة شابة، أعجزها: صيرها عاجزة، عجزن: صرن عجائز، كثبان: جمع كتيب وهو تل من الرمل، أعجاز: جمع عجز وهو مؤخر الجسم، جوب: قطع المسافة-
 ١٨٨- خضب: لون، أقدام: جمع قدم، الراوقن: جمع الراقنة أى حسنة اللون، قديماً: قديماً، إرقان: جناء وزعفران-
 ١٨٩- حاصن: مرأة عفيفة، لجة: معظم الماء، صونا: حفظاً، أحصان: جمع حصن وهو كل مكان محمي-
 ١٩٠- الموالى: جمع المولى أى المالك والسيد، عبيداً: مملوكاً، حرائر: جمع حرة خلافاً للأمة-

- ۱۹۱- النَّاسُ فِي هَرَبٍ يَسْتَرْجِعُونَ فَمِنْ
بَاكِ وَشَاكِ وَحَنَانٍ وَأَنَانٍ
۱۹۲- يَسْتَرْجِعُونَ بِتَرْجِيعِ الْحَنِينِ إِلَى الدِّ
دِيَارِ لِلْيَأْسِ عَنْ أَوْبٍ وَرُجْعَانٍ
۱۹۳- يَجِدُ جُنْدُ النَّصَارَى فِي تَجَسُّسِهِمْ
فَيَفْتُكُونَ بِغِلْمَانٍ وَفَتَيَانٍ
۱۹۴- يَسْعَوْنَ سَعِيًّا حَثِيثًا فِي تَطَلُّبِهِمْ
يَرُدُّونَ مَنْ يَتَلَّى مِنْهُمْ بِوَجْدَانٍ
۱۹۵- وَيَأْسِرُونَ فَرِيقًا يَذْهَبُونَ بِهِمْ
إِلَى ظُلُومٍ غَلِيظِ الْقَلْبِ غَضْبَانٍ
۱۹۶- يَقْضِي عَلَيْهِمْ بِخَنْقٍ ثُمَّ يَقْدِفُهُمْ
بِئْنَدَقٍ بَعْدَ مَا شَدُّوا بِأَشْطَانٍ
۱۹۷- وَالْمَلِكُ عَنُوهُ إِذْ عَنُوهُ مُحْتَبَسًا
فِي حَرَسِ أَرْزَقٍ كَالشَّيْطَانِ شَيْطَانٍ

۱۹۱- هَرَب: لغة في هَرَم، يسترجعون: يستعوزون في المصيبة بقولهم (إن الله وانا إليه راجعون)- شاك: فاعل شكايشكو، حنان: مشتاق-

۱۹۲- ترجيع: ترديد الصوت في الحلق، حنين: صوت توجع وحزن، أوب: رجوع، رجعان: رجوع-

۱۹۳- فيفتكون بهم: فيبطشون بهم أو يقتلونهم على غفلة، غلمان: جمع غلام وهو طار الشارب، فتیان: جمع فتى-

۱۹۴- حثيثاً: سريعاً، يردون: يهلكون-

۱۹۵- ظلوم: كثير الظلم-

۱۹۶- أشطان: جمع شطن وهو حبل-

۱۹۷- المَلِك: أي بهادر شاه ظفر، عَنُوهُ: الأول آذوه و كلفوه ما يشق

عليه والثاني حبسوه، أَرْزَق: عدو، الشيطان: روح شرير، شيطان: كل عاتٍ متمرّد من انس أو جن-

- ۱۹۸- وَقَتَّلُوا مِنْ بَنِيهِ الْغُرَّ أَرْبَعَةً وَعَلَّقُوا جُثَّتَ الْقَتْلَى بِعِيدَانِ
 ۱۹۹- أَهْدُوا إِلَى الْمَلِكِ الْعَانِي مَفَارِقَهُمْ مَقْطُوعَةً وَضَعُوها فَوْقَ أَخْوَانِ
 ۲۰۰- وَزَوْجُهُ بَعْدَ طُولِ الطُّولِ قَدْ قَصُرَتْ مِنْ بَيْنِ مَقْصُورَةٍ فِي سَجْنِ سَجَّانِ
 ۲۰۱- لَمْ يَنْجُ مِنْ قَتْلِهِمْ مِنْ قَوْمِهِ أَحَدٌ إِلَّا مَنْ اكْتَنَ فِي شَعْبٍ بِاَكْنَانِ
 ۲۰۲- أَوْ مَنْ تَنَكَّرَ أَوْ مَنْ فَرَّ مُغْتَرِبًا إِلَى قَرْيٍ حَمِيَتْ مِنْهُمْ إِلَى الْآنِ
 ۲۰۳- سَرَّ دُثُوفَ الْأَوَّلَى الْبُعْرَاءَ الْأَطْلَسَا مِنْ آلِ تَيْمُورٍ مِنْ مَلَأَتْ جُرْجَانَ
 ۲۰۴- تَسَطَّوْا إِذْ خَلَّتْ دِهْنِي نُهُمْ وَخَوَتْ عَلَنِي قَرْيٍ فِي نَوَاحِيهَا وَبَنَادَانَ

۱۹۸- الغر: جمع الأغر وهو الشريف، جثث: جمع جثة وهي ميت، القتلى: جمع القتل وهو المقتول، عيدان: جمع عود وهو كل خشبة دقيقة كانت أو غليظة، رطبة كانت أو يابسة والمراد هنا رطبة-

۱۹۹- مفارق: جمع مفرق ومفرق وهو من الرأس موضع افتراق الشعر والمراد هنا الرأس، أخوان: جمع خوان وهو ما يوضع عليه الطعام ليؤكل (فارسية)-

۲۰۰- طول: ضد قصر، الطول: القدرة والفضل والغنى، مقصورة: دار واسعة محصنة أو من النساء محبوسة لا يُسمح لها بأن تخرج من بيتها، سجان: صاحب أو حارس السجن-

۲۰۱- اكتن: استتر، شعب: ناحية أو طريق في الجبل، اكنان: جمع كن وهو بيت أو وقاء كل شيء وستره-

۲۰۲- تنكر: تغير عن حاله حتى يُنكر، قري: جمع قرية-

۲۰۳- غيالوا: قتلوا، الألوف: جمع الألف، الأولى: جمع الذي من غير لفظه، ألفوا: أوجدوا، ملاك: جمع مالك، آل تيمور: سلالة المغل الاميراطورية، جرجان: اقليم في فارس-

۲۰۴- تخطت: تهدمت وخرت، قري: جمع قرية، نواحي: جمع ناحية، بلدان: جمع بلد-

- ۲۰۵- فَخَنَّقُوا جُلَّ أَهْلِهَا وَلَمْ يَذَرُوا
 ۲۰۶- لَمْ يَتْرُكُوا عَالِمًا فِيهَا وَلَا عِلْمًا
 ۲۰۷- لَمْ يَتْرُكُوا فِي صُحُفٍ مُصْحَفًا شَغَفًا
 ۲۰۸- هَدُّوا الْمَسَاجِدَ إِلَّا نَا دِرًا مَنَعُوا
 ۲۰۹- دَاخُوا الْبِلَادَ وَدَاسُوهَا فَلَمْ يَذَرُوا
 ۲۱۰- شَبَّوْا وَشَبُّوا لَظِي فِيهَا قَدْ احْتَدَمَتْ
 ۲۱۱- وَقَتَرُوا رِزْقَ كُلِّ غَيْرٍ مِّنْ نَّصْرَانٍ
 إِلَّا أَقْلَاءَ مِنْ شَيْبٍ وَشَيْخَانٍ
 مِنَ الْعُلُومِ الَّتِي حَقَّتْ بِإِيقَانٍ
 بِدَرَسٍ أَرْسَمَ تَدْرِيسٍ وَقُرْآنٍ
 فِيهِ الصَّلَاةُ بِتَشْوِيبٍ وَإِذَانٍ
 مَا كَانَ فِيهِنَّ مِنْ قَصْرِ وَإِيْوَانٍ
 عَلَى شَبَابٍ وَلِدَانٍ وَكُهْلَانٍ
 نَّصْرَانٍ فِي الْحَرْبِ مِنْ زَيْطٍ وَخَمَّانٍ

۲۰۵- خنقوا: شدوا على حلوقهم حتى يموتوا، أقلاء: جمع قليل، شيب: جمع

أشيب وهو مبيض الرأس، شيخان: جمع شيخ-

۲۰۶- العلوم: جمع العلم، بإيقان: بعلم و تحقق-

۲۰۷- هذا البيت مكتوب بالحاشية لأنه غير واضح في المتن، صُحف:

الصواب (صُحف) جمع صَحِيفَة، مصحفًا: القرآن الكريم، شغفًا: حبًا، بدرس:

لمحو، أرسَم: جمع رسم-

۲۰۸- تشويب: دعاء إلى إقامة الصلاة، إيدان: نداء وإعلام-

۲۰۹- داخوا: قهروا واستولوا، داسوها: وطئوا وأذلُّوها، إيوان: قصر-

۲۱۰- شَبَّوْا شَبُّوا وَشَبُّوا شَبًّا النَّارَ: أوقدوها، لظي: ناراً أولهبها، احتدمت:

اشتدَّت، شَبَاب: جمع شب وهو شاب، ولدان: جمع وليد، كهلان: جمع

كُهْل وهو من عمره بين الثلاثين والخمسين-

۲۱۱- قَتَرُوا: ضيقوا، النصران: النصراني، خَمَّان: خنشارة الناس وردئهم-

- ۲۱۲- وَأَرْصِدُوا لِيَعْنُوا مَنْ جَلَاهَرَبًا
 ۲۱۳- لَدَا شِدَادَ شَيَاطِينَا زَنَادِقَةً
 ۲۱۴- لَمَّا جَلَا أَهْلُ دِهْلِي خَاذِلِينَ مَعَ الْ
 ۲۱۵- لِيُضِيقَ عَيْشُ إِذَا الْأَعْدَاءُ لَمْ يَذَرُوا
 ۲۱۶- غَلُُّوا بِغَلِّهِمُ الْغَلَّاتِ وَانْتَهَرُوا
 ۲۱۷- نَخْرَجَتْ أَسْتَوْقِفُ الْجَيْشَ الْهَزِيمَ وَمَا
 ۲۱۸- وَقُلْتُ إِنَّ الْعَدَى لَنْ يَصْفَحُوا أَبَدًا
 زَطًا غَلَاظًا بِمِرْصَادٍ بِإِكْمَانٍ
 لَا يَرْحَمُونَ عَلَى وَانٍ وَلَا فَانَ
 جَيْشِ الْأُولَى خَذَلُوهُمْ كُلَّ خَذَلَانٍ
 أَكَلًا لَطَاوٍ وَلَا شَرِبًا لِعَطْشَانٍ
 مَنْ غَلَّ فِي الْمِصْرَيْنِ ---
 تَثَبَّيْتُ مَنْ قَرَفَنِي وَسَعَى وَإِمْكَانِي
 فَمَا مِنْ الْحَرْبِ مِنْ بُدٍّ وَحَتْنَانٍ

- ۲۱۲- أَرْصِدُوا: أَقَامُوا لَهُمْ يَرْصِدُونَ فِي الطَّرِيقِ، لِيَعْنُوا: لِيُؤْذُوا وَيُحْبَسُوا،
 جَلَا: خَرَجَ، غَلَاظًا: جَمْعُ غَلِيطٍ، مِرْصَادٍ: مَكَانٌ يُرْصَدُ فِيهِ، إِكْمَانٍ: إِخْفَاءٌ-
 ۲۱۳- لَدَا: جَمْعُ اللَّذِّ وَهُوَ خَصْمٌ شَدِيدُ الْخُصُومَةِ، شِدَادًا: جَمْعُ شَدِيدٍ،
 شَيَاطِينٍ: جَمْعُ شَيْطَانٍ، زَنَادِقَةً: جَمْعُ زَنْدِيقٍ، وَانٍ: ضَعِيفٌ-
 ۲۱۴- خَاذِلِينَ: مُتَخَلِّفِينَ عَنِ الْجَمَاعَةِ، الْأُولَى: الَّذِينَ، خَذَلُوهُمْ: تَرَكُوا
 نَصْرَتَهُمْ وَإِعَانَتَهُمْ-
 ۲۱۵- لَطَاوٍ: طَائِعٍ، أَكَلًا: مَأْيُؤُ كُلٍّ، شَرِبًا: شَرَابًا، عَطْشَانٍ: فِي الْأَصْلِ مَقْطُوعَةٌ
 فِي عَمَلِ التَّجْلِيدِ لِأَنَّ هَذَا الْبَيْتَ وَالْقَادِمَ مَكْتُوبَانِ بِالْحَاشِيَةِ-
 ۲۱۶- غَلُُّوا: جَعَلُوا غَالِيَةً، بِغَلِّهِمْ: بِحَقْدِهِمْ وَغَشَّهِمْ، الْغَلَّاتِ: جَمْعُ الْغَلَّةِ
 انْتَهَرُوا: زَجَرُوا، غَلَّ: أَخَذَهُ فِي خَفِيَّةٍ، آخِرُ الْمِصْرَاعِ الثَّانِي مَقْطُوعٌ فِي عَمَلِ
 التَّجْلِيدِ-
 ۲۱۷- أَسْتَوْقِفُ: أَسْأَلُهُمُ الْوُقُوفَ وَأَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ، هَزِيمٍ: مُهْزُومٍ، وَسَعَى:
 طَاقَتِي-
 ۲۱۸- الْعَدَى: الْأَعْدَاءُ، لَنْ يَصْفَحُوا: لَنْ يَعْفُوا، بُدٍّ: مَنَاصٍ وَ مَهْرَبٍ، حَتْنَانٍ:
 مَسَاوَاةٌ-

- ۲۱۹- لَمْ آلَ فِي نُصْحِهِمْ جُهْدًا فَمَا اسْتَمَعُوا
 ۲۲۰- فَقَادَ بِي الْعَجْزُ إِذْ صَادَ فُتُّهُمْ صَدَفُوا
 ۲۲۱- وَدَّعْتُ دِهْلِي وَدَاعَ الرُّوحِ قَالِبَهَا
 ۲۲۲- تَفُورُ فِي كَبِدِي الْحَرَّى لَظِي كَبِدِ
 ۲۲۳- وَقَدْ أَشَاعَ النَّصَارَى فِي الْقُرَى عِدَّةَ النُّ
 ۲۲۴- وَدُونِ أَرْضِي بَوَادٍ دُونَهَا فُتْنٌ
 ۲۲۵- لَمْ يَتْرِكِ الْخَصْمُ فِي بَحْرِ وَلَا فَلَكَ
 ۲۱۹- لَمْ آلَ أَلْوَا: لَمْ أَقْصِرُوا أَبْطَى، لَمْ يَصْغُوا: مَا اسْتَمَعُوا، إِرْغَان: صَغَاء

وَإِطَاعَة-

- ۲۲۰- صَادَفْتُهُمْ: وَجَدْتُهُمْ مِنْ غَيْرِ تَوَقُّعٍ، صَدَفُوا عَنْ: أَعْرَضُوا وَصَدَّوْا، أَوْطَان: جَمْعُ وَطْنِ-

۲۲۱- خَلَان: جَمْعُ خَلِيلٍ، خُلَصَان: أَصْدِقَاءُ خُلَصَ-

- ۲۲۲- الْحَرَّى: مُؤَنَّثُ الْحَرَّانِ وَهُوَ شَدِيدُ الْعَطَشِ، لَظِي: نَارٌ، كَبِدٌ: جِهَازٌ عَنِ الْجَنْبِ الْأَيْمَنِ، كَبِدٌ: هَوَاءٌ أَوْ مَشَقَّةٌ وَشَدَّةٌ، خَلَدِي: بِأَلِي وَقَلْبِي، أَشْجَان: جَمْعُ شَجْنِ الْأَوَّلِ حَزَنٍ وَهَمٍّ وَالثَّانِي حَاجَةٌ شَاغِلَةٌ-

- ۲۲۳- الْقُرَى: جَمْعُ الْقَرْيَةِ، عِدَّةٌ: وَعَدٌ، النُّحْلُ: الْعَطِيَّةُ وَالْهَبَةُ، الْجَزِيلُ: الْعَظِيمُ، نَشْدَان: مَصْدَرُ نَشْدِهِ أَيْ نَادَى وَسَأَلَ عَنْهُ وَطَلَبَهُ-

- ۲۲۴- دُونِ أَرْضِي: أَمَامَ أَرْضِي، دُونَهَا: غَيْرَهَا، بَوَادٍ: جَمْعُ بَادِيَةٍ وَهِيَ صَحْرَاءٌ، فُتْنٌ: جَمْعُ فُتَيْنٍ وَهُوَ أَرْضٌ حَرَّةٌ سَوْدَاءُ كَأَنَّ حِجَارَتَهَا مُحْرِقَةٌ، أَنْهَار: جَمْعُ نَهَرٍ-
 ۲۲۵- فَلَكَ: تِلْ، فُلُكًا: سَفِينَةٌ، جَسْرًا: قَنْطَرَةٌ، مَلَّاحٌ: سَفَّانٌ أَيْ مَنْ يُوَجِّهُ السَّفِينَةَ أَوْ يَعْمَلُ فِيهَا-

- ۲۲۶- فِسرْتُ فِي كُلِّ بَرِّابَعِدٍ وَعَلَى الرُّ
رَبِّ الْقَرِيبِ الرَّقِيبِ الْبَرِّ تُكْلَانِي
۲۲۷- قَدْ كَانَ مَنْ كَانَ غَيْرِي غَايِرًا غَيْرًا
وَقَدْ عَبَسْتُ بِحَارًا غَيْرَ عَبْرَانِ
۲۲۸- عَايَنْتُ عَيْنَ الْعَدَى فِي كُلِّ مَرَحَلَةٍ
وَاللَّهُ عَمَّا عَنْ عَيْنِي وَأَعْيَانِي
۲۲۹- وَكَمْ نَجَدْتُ وَكَمْ كَابَدْتُ مِنْ نَجْدٍ
فِي جَوْبٍ وَغَرٍّ وَأَنْجَادٍ وَوَهْدَانِ
۲۳۰- أَجَمْتُ نَفْسِي وَصَحْبِي فِي اقْتِحَامِي فِي
أَجَامِ أَسَدٍ وَأَنْمَارٍ وَذُؤْبَانِ
۲۳۱- وَقَعْتُ خَوْفَ اغْتِيَالٍ فِي غَوَائِلٍ مِنْ
غُولٍ وَغُولٍ وَأَغْوَالٍ وَغِيلَانِ
۲۳۲- وَاللَّهُ يُصَحِّبُنَا مِنْهَا وَيُصَحِّبُنَا
فَإِنَّهُ خَيْرٌ وَاقٍ خَيْرٌ مِعْوَانِ

۲۲۶- بَرٌّ: أَرْضٌ يَابِسَةٌ، الْبَرُّ: مِنَ الْأَسْمَاءِ الْحَسَنَى، الرَّقِيبُ: الْقَرِيبُ، الْحَارِسُ وَالْحَافِظُ
تُكْلَانِي: اعْتِمَادِي مَصْدَرٌ وَكُلٌّ-

۲۲۷- عَابِرًا: مُسَافِرًا، غَيْرًا: ذَا الْعَبْرَةِ وَالْحَزَنَ، عَبَرْتُ: قَطَعْتُ، بِحَارًا: جَمْعُ بَحْرٍ
۲۲۸- عَايَنْتُ: رَأَيْتُ بِعَيْنِي، عَمَّا: صَيَّرَهُ أَعْمَى-

۲۲۹- نَجَدْتُ: كُرْبْتُ، نَجْدٌ: كَرْبٌ وَنَعْمٌ، جَوْبٌ وَغَرٌّ: قَطْعُ مَكَانٍ مُخِيفٍ
وَحَشٍّ، أَنْجَادٌ: جَمْعُ نَجْدٍ وَهُوَ طَرِيقٌ مُرْتَفِعٌ، وَهْدَانٌ: جَمْعُ وَهْدٍ وَهُوَ أَرْضٌ
مُنْحَفِضَةٌ-

۲۳۰- أَجَمْتُ نَفْسِي: حَمَلْتُهَا عَلَى مَا تَكْرَهُهُ، صَحْبٌ: جَمْعُ صَاحِبٍ، اقْتِحَامٌ:
رَمَى النَّفْسَ فِي أَمْرٍ بَغِيرِ رَوِيَّةٍ، أَجَامٌ: جَمْعُ أَجْمٍ وَهُوَ حِضْنٌ، أَسَدٌ: جَمْعُ أَسَدٍ،
أَنْمَارٌ: جَمْعُ نَمِرٍ، ذُؤْبَانٌ: جَمْعُ ذَيْبٍ-

۲۳۱- اغْتِيَالٌ: قَتْلٌ، غَوَائِلٌ: جَمْعُ غَائِلَةٍ وَهِيَ مَهْلِكَةٌ وَدَاهِيَةٌ، غُولٌ:
مَشَقَّةٌ، غُولٌ: دَاهِيَةٌ وَهْلِكَةٌ وَمَنِيَّةٌ، أَغْوَالٌ وَغِيلَانٌ: جَمْعُ (غُولٍ)-

۲۳۲- يُصَحِّبُنَا: يَحْفَظُنَا، يُصَحِّبُنَا: يَرِافِقُنَا وَيَلْزَمُنَا، مِعْوَانٌ: حَسَنُ الْمَعُونَةِ-

۲۳۳- حَتَّى قَدِمْتُ نَجِيحاً سَالِماً آمِناً فَارْتَحَ أَهْلِي وَجِيرَانِي بِقَدَمَانِي
 ۲۳۴- أَوْفُوا نَذُوراً بِقُرْبَانٍ قَدْ التَزَّمْتُ هَا أُسْرَتِي وَأُولُو الْقُرْبَىٰ لِقُرْبَانِي
 ۲۳۵- فَاسْتَبَشِّرْهُ أَوْ تَلْقُونِي بِتَهْنِئَةٍ كُلُّ اتَّانِي فَحَيَّانِي فَهَنَّانِي

۲۳۳- قَدِمْتُ: آتیت ورجعت، جیران: جمع جار، قَدَمَان: قدوم مصدر قَدِمَ-
 ۲۳۴- أَوْفُوا نَذُوراً: أبلغوها، نَذُور: جمع نَذَر أى ما يقدمه الإنسان لله، قُرْبَان:
 كل ما يتقرب به إلى الله تعالى من ذبيحة، القُرْبَى: القرابة، لِقُرْبَانِي: لِقُرْبَتِي-
 ۲۳۵- حَيَّانِي: سَلَّمَ عَلَيَّ، هَنَّانِي: الصواب (هَنَّانِي) :-



مصادر و مراجع

مصادر و مراجع

نمبر شمار	کتاب	مصنف	مطبع و سن اشاعت
۱-	آب حیات	مولوی محمد حسین آزاد دہلوی	شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
۲-	ایجد العلوم	صدیق بن حسن قنوجی	المکتبہ القدوسیہ، اردو بازار لاہور-۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء
۳-	۱۸۵۷ء کے مجاہد	غلام رسول مہر	شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور ۱۹۷۱ء
۴-	۱۸۵۷ء کے مسلمان مجاہد	عشرت رحمانی	مکتبہ معین الادب، اردو بازار، لاہور، ۱۹۷۴ء
۵-	اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ	ڈاکٹر محمد ایوب قادری	ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۸ء
۶-	اردو دائرہ معارف اسلامیہ		جلد نمبر ۱۵، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور ۱۳۹۵ھ ۱۹۷۵ء
۷-	اردو میں نعت گوئی	ڈاکٹر ریاض مجید	اقبال اکادمی پاکستان، میکلوڈ روڈ، لاہور-۱۹۹۰ء
۸-	اردوئے معلیٰ	مرزا اسد اللہ خان غالب	مکمل مع ضمیمہ، شیخ مبارک علی لاہور

۹-	ارواحِ ثلاثہ، طبع بہ حکایات اولیاء	مجموعہ سائل (امیر) الروایات، روایات الطیب، اشرف التنبیہ دارالاشاعت، کراچی-
۱۰-	اسباب بغاوت ہند	سرسید احمد خان اردو اکیڈمی، سندھ مشن روڈ کراچی-۱۹۵۷ء
۱۱-	اکمل التاریخ	مولوی محمد یعقوب ضیاء قادیانی بریلی حصہ اول، مطبع قادری بدایون-۱۳۳۳ھ
۱۲-	اسلام، شہید آزادی ایڈیشن، جلد نمبر ۴۵ شمارہ ۴۰ ہفت روزہ	بہاولپور، ۲۸ اکتوبر ۱۹۸۵ء
۱۳-	امتناع العظیر	علامہ فضل حق خیر آبادی مرکز تحقیقات اسلامیہ، شادمان، لاہور- رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ / دسمبر ۱۹۹۹ء
۱۴-	انتخاب یادگار	امیر مینائی اثر پردیش اردو اکیڈمی، لکھنؤ ۱۹۸۲ء
۱۵-	انفاس العارفین	شاہ ولی اللہ دہلوی اسلامک بک فاؤنڈیشن، سمن آباد، لاہور ۱۳۹۸ھ ۱۹۷۸ء

۱۶-	انقلاب ۱۸۵۷ء، جدید انکشافات	پی.سی جوشی-محمد علی فارق	مکتبہ اخوت-۲۲-اردو بازار، لاہور، نومبر ۱۹۹۵ء
۱۷-	ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء	مولوی انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی	دینی بکڈ پو، اردو بازار- دہلی
۱۸-	باغی ہندوستان	مولانا محمد عبدالشاہد خان شروانی	المجمع الاسلامی مبارکپور انڈیا ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء
۱۹-	بہادر شاہ ظفر اور انکا عہد	سید رئیس احمد جعفری	کتاب منزل، لاہور ۱۹۵۷
۲۰-	پنج آہنگ	مرزا اسد اللہ خان غالب	مطبوعات مجلس یادگار غالب پنجاب یونیورسٹی، لاہور-
۲۱-	تاریخ اودھ، جلد پنجم	حکیم محمد نجم الغنی خان راپوری	مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ ۱۹۱۹ء
۲۲-	تاریخ تناولیاں	جناب سید مراد علی علیگڑھی منشی سرحد چوکی در بند ضلع ہزارہ (تالیف ۱۸۷۵ء)	مکتبہ قادریہ، لاہور، طبع ثانی ۱۹۷۵ء
۲۳-	تحدیر الناس	مولوی قاسم نانوتوی	کتب خانہ امدادیہ، دیوبند، ۱۳۵۵ھ
۲۴-	تحریک، ماہنامہ، جلد نمبر ۸، شمارہ نمبر ۳		دہلی جون، ۱۹۶۰ء-

۲۵-	تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ	علامہ محمد فضل حق خیر آبادی مترجم: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری	المجمع الاسلامی، مبارکپور انڈیا ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸
۲۶-	تذکرہ اسلاف، حالات مشائخ کاندھلہ	مولوی احتشام الحسن کاندھلوی	دہلی-۱۳۸۳ھ
۲۷-	تذکرہ اہل دہلی	سر سید احمد خان	انجمن ترقی اردو، کراچی- ۱۹۶۵ء اور طبع ۱۹۵۵ء
۲۸-	تذکرہ الرشید	محمد عاشق الہی میرٹھی	مکتبہ بحر العلوم، جونا مارکیٹ، کراچی-
۲۹-	تذکرہ علمائے ہند	مولوی رحمان علی	
۳۰-	تذکرہ علمائے ہند	مولوی رحمان علی، مترجمہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری	پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی-۱۹۶۱ء
۳۱-	تذکرہ غوثیہ، ملفوظات و حکایات شاہ غوث علی قلندر	مرتبہ شاہ گل حسن	شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور اور آزاد کتاب گھر کلاں محل دہلی، ۱۹۶۵ء
۳۲-	تذکرہ فرائد الدھر	مولوی کریم الدین پانی پتی (ف ۱۸۶۹ء)	مطبع العلوم مدرسہ، دہلی، ۱۸۴۷ء
۳۳-	تقویت الایمان	شاہ اسماعیل دہلوی	امجد اکیڈمی - اردو بازار، لاہور
۳۴-	تلاش غالب	نثار احمد فاروقی	

۳۵-	توارخ عجیب یعنی کالا پانی	محمد جعفر تھانیسری مرتبہ محمد ایوب قادری	سلمان اکیڈمی، نیو کراچی ہاؤسنگ کراچی
۳۶-	جنگ آزادی اٹھارہ سو ستاون	خورشید مصطفیٰ رضوی	مطبوعہ الجمعیت پریس، دہلی-۱۳۷۸ھ/۱۹۵۹ء
۳۷-	جنگ آزادی کے مسلم مجاہدین	ضامن علی خان	بھارت آفیسٹ، دہلی- ۱۹۹۱ء
۳۸-	جنگ آزادی کے نامور مجاہدین	عشرت رحمانی	مقبول اکیڈمی، شاہراہ قائد اعظم، لاہور-۱۹۹۳ء
۳۹-	حدائق الحنفیہ	فقیر محمد جہلمی	نول کشور، لکھنؤ
۴۰-	حیات سید احمد شہید (توارخ عجیبہ موسوم بہ سوانح احمدی)	محمد جعفر تھانیسری	نقیس اکیڈمی، کراچی- دسمبر، ۱۹۶۸ء
۴۱-	حیات شبلی	سید سلیمان ندوی	دارالمصنفین، اعظم گڑھ، ۱۹۴۳ء
۴۲-	حیات طیبہ، سیرت شاہ اسماعیل دہلوی	مرزا حیرت دہلوی	مکتبۃ السلام، سن پورہ، لاہور، ۱۹۵۸ء
۴۳-	حیات غالب	شیخ محمد اکرام	فیروز سنز، لاہور-
۴۴-	خطوط غالب	مرتبہ غلام رسول مہر	شیخ غلام علی اینڈ سنز، اردو بازار، لاہور، ۱۹۶۲ء
۴۵-	خم خانہ ریاض، (ریاض خیر آبادی)	مرتبہ ڈاکٹر خلیل اللہ خان	نظامی پریس، نخاس، لکھنؤ اکتوبر ۱۹۸۳ء

۴۶-	خون کے آنسو	علامہ مشتاق احمد نظامی	مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ، لاہور۔
۴۷-	خیال، سن ستاون نمبر		مسلم مسجد انارکلی، لاہور۔ ۱۹۵۷ء
۴۸-	خیر آباد کی ایک جھلک	نجم الحسن خیر آبادی	مطبوعات نامی پریس، لکھنؤ
۴۹-	دیوان فیض		المجمع العربی الباکستانی لاہور
۵۰-	ذکر غالب	مالک رام	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، دہلی، ۱۹۵۰ء
۵۱-	روضۃ الادباء	محمد الدین	مطبع انجمن پنجاب، لاہور۔ دسمبر، ۱۸۷۸ء
۵۲-	ریاض الفردوس	محمد حسین خان شاہجہان پوری	مطبع نولکشور، لکھنؤ، ۱۸۶۶ء
۵۳-	زبدۃ الحکمتہ مع ضمیمہ	مولانا عبدالحق خیر آبادی مرتبہ محمد عبدالشاہد خان شروانی	مطبع مسلم ایجوکیشنل علیگزہ، ۱۳۶۹ھ/۱۹۴۹ء
۵۴-	زندگی ہفت روزہ		لاہور۔ ۱۳/ نومبر ۱۹۷۲ء
۵۵-	سرگزشت غالب	ڈاکٹر محی الدین قادری زور	افضل برقی مشین پریس، حیدر آباد (بھارت) طبع دوم ۱۹۵۰ء

۵۶-	سفر اور تلاش	حکیم سید محمود احمد برکاتی	مجلس مطبوعات و تحقیقات اردو، جامعہ کراچی-
۵۷-	سن ستاون	پنڈت سندر لال	انجمن ترقی اردو، علیگڑھ، دسمبر ۱۹۵۷ء
۵۸-	سیرت سید احمد شہید	ابوالحسن علی ندوی	یونائیٹڈ انڈیا پریس، لکھنؤ، طبع دوم، دسمبر، ۱۹۴۱ء
۵۹-	سیف الجبار	مولانا فضل رسول بدایونی	مکتبہ رضویہ، انجن شیڈ لاہور طبع ششم ۱۳۹۳ھ ۱۹۷۳ء
۶۰-	شاہ اسماعیل اور ان کے ناقد	اخلاق حسین قاسمی	ذوالنورین اکادمی، بھیرہ، سرگودھا-
۶۱-	شفاعتِ مصطفیٰ، ترجمہ تحقیق الفتوی	مصنفہ علامہ محمد فضل حق خیر آبادی	شاہ عبدالحق محدث دہلوی اکیدمی، بندیاں سرگودھا، ۱۳۱۵ھ/۱۹۹۴ء
۶۲-	عربی ادبیات میں برصغیر پاک و ہند کا حصہ	ڈاکٹر زبید احمد، مترجمہ، شاہد حسین رزاقی	ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور-۱۹۷۳ء
۶۳-	فضل حق خیر آبادی اور جہادِ آزادی	مرتب محمد سعید الرحمن علوی	سنی پبلیکیشنز، اردو بازار، لاہور- اپریل ۱۹۸۷ء

۶۳-	علامہ محمد فضل حق خیر آبادی	ڈاکٹر قمر النساء، الشورہ الہندیہ کی تحقیق پر مبنی ڈاکٹریٹ کا مقالہ	مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء
۶۵-	علمائے ہند کا شاندار ماضی، جلد چہارم	سید محمد میاں	مکتبہ محمودیہ، لاہور۔
۶۶-	علم و عمل، وقائع عبدالقادر خانی جلد ۲	مترجمہ مولوی معین الدین افضل گڑھی	کراچی۔
۶۷-	عود ہندی	مرزا اسد اللہ خان غالب مرتبہ، سید مرتضیٰ حسین فاضل	مجلس ترقی ادب، لاہور۔ ۱۹۶۷ء
۶۸-	غالب اور انقلاب سن ستاون	ڈاکٹر سید معین الرحمن	سنگ میل پبلی کیشنز، اردو بازار، (لور مال) لاہور۔
۶۹-	غالب کے رومان	ڈاکٹر عارف بٹالوی	الفلاح پبلی کیشنز، اردو بازار لاہور ۱۹۶۹ء
۷۰-	غالب نام آور		انجمن ترقی اردو، بابائے اردو روڈ، کراچی، ۱۹۶۹ء
۷۱-	غالب نام آورم	نادم سیتاپوری	سنگ میل پبلی کیشنز، چوک اردو بازار، لاہور، جولائی، ۱۹۷۰ء
۷۲-	غالب نامہ	شیخ محمد اکرام	قومی کتب خانہ، ریلوے روڈ لاہور۔ ۱۹۳۶ء

۷۳-	غداروں کے خطوط	تحقیق و ترجمہ، سلیم قریشی	نگارشات، میاں چیمبرز، لاہور ۱۹۹۹ء
۷۴-	غدر کے چند علماء	مفتی انتظام اللہ شہابی	دینی بکڈ پو، اردو بازار دہلی
۷۵-	غدر کی صبح شام	جیون لال کارو زنا مچہ	ہمدرد پریس، دہلی۔ مارچ ۱۹۲۶ء
۷۶-	غدر کے فرمان	خواجہ حسن نظامی	اہل بیت پریس، دہلی ۱۹۴۴
۷۷-	فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون	حکیم سید محمود احمد برکاتی	برکات اکیڈمی، کراچی، مئی ۱۹۸۷ء
۷۸-	قلمی بیاض	علامہ فضل حق خیر آبادی مملوکہ حکیم سید محمود احمد برکاتی	ذاتی کتب خانہ، کراچی۔
۷۹-	قیصر التوارخ	کمال الدین حیدر عرف سید محمد زائر	نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۰۷ء
۸۰-	کلیات غالب فارسی	مرتبہ سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی	مجلس ترقی ادب لاہور، جون ۱۹۶۷ء
۸۱-	مثنویات غالب فارسی	مترجمہ ڈاکٹر ظ۔ انصاری	غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جولائی ۱۹۸۳ء
۸۲-	مجلۃ الجمع العربی الباکستانی، جلد اول عدد رابع	..	جامعہ پنجاب، لاہور۔
۸۳-	المعتقد المعتقد	مولانا فضل رسول بدایونی	مکتبہ حامدیہ، لاہور

۸۴-	المدائح النبویہ	ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی مقالہ ڈاکٹریٹ	
۸۵-	معجم المؤلفین، جلد ہشتم	عمر رضا کمالہ	دار احیاء التراث العربی، بیروت
۸۶-	مفتی صدر الدین آزردہ	عبدالرحمن پرواز اصلاحی	دہلی، ۱۹۷۷ء
۸۷-	مقالات سرسید، حصہ نہم (ملکی و سیاسی مضامین)	مرتبہ مولانا محمد اسماعیل پانی پتی	مجلس ترقی ادب، لاہور۔ دسمبر ۱۹۶۲ء
۸۸-	مقام غالب	عبدالصمد صارم الازہری	ادارہ علمیہ، نئی انارکلی، لاہور، ۱۹۶۸ء
۸۹-	مقدمہ بہادر شاہ ظفر	خواجہ حسن نظامی	الفیصل ناشران، اردو بازار لاہور، ۱۹۹۰ء
۹۰-	مکاتیب غالب	مرتبہ امتیاز علی خان عرشی	۱۹۴۹ء
۹۱-	مکتوبات غالب	لطیف الزمان خان، اردو ترجمہ نامہ ہائی فارسی غالب مرتبہ سید اکبر علی ترندی	الفیصل ناشران و تاجران، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور-۱۹۹۵ء
۹۲-	مولانا فیض احمد بدایونی	محمد ایوب قادری	پاک اکیڈمی، کراچی، مئی ۱۹۵۷ء
۹۳-	منجد		دارالمشرق، بیروت

۹۴-	مولانا فضل حق خیر آبادی	سی سی مطالعہ افضل حق قرشی از ڈاکٹر محمد ایوب قادری، ص: ۸۲ تا ۱۱۱	التحقیق ناشران و تاجران، ہردو بازار، لاہور۔ ۱۹۹۲ء
۹۵-	مومن خان مومن، حیات و شاعری	مرتبہ پروفیسر نذیر احمد	غالب انٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، دسمبر ۱۹۹۱ء
۹۶-	نزہۃ الخواطر و بھجۃ المسامع والنواظر	عبدالحی بن فخرالدین حسینی	حیدر آباد، دکن، ۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۹ء
۹۷-	ہدیہ سعیدیہ	علامہ فضل حق خیر آبادی	۱۹۲۳ء
۹۸-	وقائع نصیر خانی:	مرزا نصیر الدین محمد مرتبہ و مترجمہ: ڈاکٹر محمد ایوب قادری	اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، کراچی۔ ۱۹۶۱ء
۹۹-	یادگار غالب	مولانا الطاف حسین حالی	مکتبہ عالیہ، لاہور، نومبر ۱۹۸۷ء

طبع اول صدیقی پریس، بریلی، ۱۲۸۶ھ	محمد حسن بن یحییٰ نزہتی	الریانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی (تالیف، ۱۲۸۰ھ)	-۱۰۰
Atma Ram Sons, Kashmiri Gate, Dehli, 1958.	Mahdi Hussain	Bahadur Shah II & War of 1857 in Dehli	-۱۰۱
The Publications Division, India, 1957.	Surendra Nath Sen	E i g h t e e n Fifty Seven	-۱۰۲
Karachi, 1958.		Kedarnath's Diary Appendix of "Memoirs of Hakim Ahsanullah Khan	-۱۰۳
Pakistan Historical Society Karachi, 1958.	Edited by S.Moinul Haq	Memoirs of Hakim Ahsanullah Khan	-۱۰۴
Lahore, 1985.		Muslims in India " A Biographical Dictionary; Vol, I	-۱۰۵
Pakistan Historical Society, karachi, 1968.	Syed Moinul Haq	The Great Revolution of 1857	-۱۰۶

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں علامہ کا حصہ — ایک نظر میں

مولوی فضل حق اور کے راجہ کی ملازمت چھوڑ کر دہلی آ گیا ہے۔

(کرل پیچر کا منجر، ۱۸، اگست ۱۸۵۷ء، غداروں کے خطوط، ص: ۱۷۶)

مولوی فضل حق باغی فوج کی بڑے زور و شور سے تعریف کر رہے تھے، انہوں نے بادشاہ سے کہا اب وقت کا تقاضا ہے کہ باغیوں (مجاہدین آزادی) کو رقم اور سامان رسد کی مدد پہنچائی جائے تاکہ انہیں کچھ سہارا ہو۔۔۔ بادشاہ نے جواب دیا، آپ تو یہیں ہیں، آپ انتظام سنبھالئے۔۔۔۔۔ مولوی صاحب جب بھی بادشاہ کے پاس آتے مشورہ دیتے کہ جہاد کی مہم میں اپنی رعایا کی ہمت افزائی کریں اور ان کے ساتھ باہر (میدان جنگ میں) بھی نکلیں، فوجی دستوں کو جس حد تک ممکن ہو بہتر معاوضہ دیں ورنہ اگر انگریز جیت گئے تو صرف خاندان تیموریہ (مغلیہ خاندان) نہیں بلکہ تمام مسلمان نیست و نابود ہو جائیں گے۔

(بہادر شاہ ظفر کے معتمد خاص وزیر و شاہی طبیب اور ایک بڑے غدار ”حکیم احسن اللہ خان کی یادداشت“، ص: ۲۳، ۲۴)

میں نے کہا کہ دشمن بھی معاف نہیں کریگا، اسلئے جنگ اور مقابلے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

(قصیدہ نونیہ، شعر نمبر: ۲۱۸)

مولوی فضل حق جب سے دہلی آیا ہے۔ شہریوں اور فوج کو انگریزوں کے خلاف اکسانے میں مصروف ہے۔۔۔۔۔ (تراب علی، ۲۸، اگست ۱۸۵۷ء، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۰۳)

مولوی فضل حق کے کہنے پر، شہزادے اب ملکہ کرنے والی فوج کے ساتھ مجاہد پر جاتے ہیں اور شہزادہ سیرکی میڈی کے بل پر لڑتے ہیں۔ (تراب علی، ۲۸، اگست ۱۸۵۷ء، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۰۳)

غداروں کے خطوط

اگر آپ مرزا الہی بخش (بہادر شاہ ظفر کے سمدھی، بااثر امیر دربار، بڑے غدار) کو اس کے خط کا جواب دیں تو اس مقصد کیلئے اپنے اثر و رسوخ کو استعمال کرے گا اور مولوی فضل حق اور دوسرے باغیوں کو شہر سے باہر نکال کرے گا۔

(تراب علی، ۲۸، اگست ۱۸۵۷ء، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۱۳)



اس کتاب میں علامہ اور مرزا غالب وغیرہ کے گہرے روابط اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں بہادر شاہ ظفر اور جنرل بخت خان وغیرہ کے کردار کا تحقیقی جائزہ بھی خصوصی طور پر شامل ہے۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں علامہ کا حصہ — ایک نظر میں

مولوی فضل حق الہی کے راجہ کی ملازمت چھوڑ کر دہلی آ گیا ہے۔

(کرل پیپر کا منجر، ۱۸، اگست ۱۸۵۷ء، غداروں کے خطوط، ص: ۱۷۶)

مولوی فضل حق باغی فوج کی بڑے زور و شور سے تعریف کر رہے تھے، انہوں نے بادشاہ سے کہا اب وقت کا تقاضا ہے کہ باغیوں (مجاہدین آزادی) کو رقم اور سامان رسد کی مدد پہنچائی جائے تاکہ انہیں کچھ سہارا ہو۔۔۔ بادشاہ نے جواب دیا، آپ تو یہیں ہیں، آپ انتظام سنبھالئے۔۔۔۔۔ مولوی صاحب جب بھی بادشاہ کے پاس آتے مشورہ دیتے کہ جہاد کی مہم میں اپنی رعایا کی ہمت افزائی کریں اور ان کے ساتھ باہر (میدان جنگ میں) بھی نکلیں، فوجی دستوں کو جس حد تک ممکن ہو بہتر معاوضہ دیں ورنہ اگر انگریز جیت گئے تو صرف خاندان تیموریہ (مغلیہ خاندان) نہیں بلکہ تمام مسلمان نیست و نابود ہو جائیں گے۔

(بہادر شاہ ظفر کے معتمد خاص وزیر و شاہی طبیب اور ایک بڑے غدار ”حکیم احسن اللہ خان کی یادداشت“، ص: ۲۲، ۲۳)

میں نے کہا کہ دشمن کبھی معاف نہیں کریگا، اسلئے جنگ اور مقابلے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

(قصیدہ فونیہ، شعر نمبر: ۲۱۸)

مولوی فضل حق جب سے دہلی آیا ہے۔ شہریوں اور فوج کو انگریزوں کے خلاف اکسانے میں مصروف ہے۔۔۔۔۔ (تراب علی، ۲۸، اگست ۱۸۵۷ء، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۰۳)

مولوی فضل حق کے کہنے پر شہزادے اب تلالہ کر کے دہلی فوج کے ساتھ نکلا پر جاتے ہیں اور شہر کی دیواریں کے بل پر لڑتے ہیں۔ (تراب علی، ۲۸، اگست ۱۸۵۷ء، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۰۳)

اگر آپ مرزا الہی بخش (بہادر شاہ ظفر کے سدھی، بااثر امیر دربار، بڑے غدار) کو اس کے خط کا جواب دیں تو اس مقصد کیلئے اپنے اثر و رسوخ کو استعمال کرے گا اور مولوی فضل حق اور دوسرے باغیوں کو شہر سے باہر نکال کرے گا۔

(تراب علی، ۲۸، اگست ۱۸۵۷ء، ”غداروں کے خطوط“، ص: ۲۱۳)

اس کتاب میں علامہ اور مرزا غالب وغیرہ کے گہرے روابط اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں بہادر شاہ ظفر اور جنرل بخت خان وغیرہ کے کردار کا تحقیقی جائزہ بھی خصوصی طور پر شامل ہے۔